اُردو نعت گوئی

اور

فاضلِ بریلوی

(پی۔ایچ۔ڈی مقالہ)

مقالہ نگار:

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی)

اسلامی جمہوریہ پاکستان

www.imamahmadraza.net

اردو نعت گوئی اور

فاضلِ بریلوی

(پی۔ایچ۔ڈی مقالہ)

از

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

کراچی، پاکستان

www.imamahmadraza.net

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

عنوان مقالہ	اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی
مقالہ نگار	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی
صفحات	680
سن اشاعت	صفر المظفر ۹۲۴۱ھ/فروری ۸۰۰۲ء
ناشر	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی
تعداد	ایک ہزار
قیمت	400 روپے

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل

۵۲۔ جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل)، صدر، کراچی، پاکستان

فون: +92-21-2725150 فیکس: +92-21-2732369

ای میل: imamahmadraza@gmail.com

ویب سائٹ: www.imamahmadraza.net

فہرست

سخن ہائے گفتنی	صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری	5
تقریظ	ڈاکٹر طلحہ رضوی برق	11
تاثرات	پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی	15
پیش لفظ	پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم	17
دیباچہ	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	28
مقالہ کا خلاصہ	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	30
اظہارِ تشکر	ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی	36
ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔تعارف	ادارہ	37

پہلا باب:	نعت کی تعریف، مختصر تاریخ اور عہد بعہد ارتقاء کا جائزہ	40
دوسرا باب:	اردو میں نعت گوئی کی ابتداء	96

تیسرا باب:	امام احمد رضا فاضلِ بریلوی کا عہد (سیاسی، سماجی، تہذیبی، تمدنی اور ادبی پس منظر)	169
چوتھا باب:	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔ حیات اور شخصیت کا تفصیلی جائزہ	205
پانچواں باب:	تخلیقی رویّے اور محرکات شاعری کا جائزہ	279
چھٹا باب:	امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نعت گوئی کے انفرادی خدوخال	323
ساتواں باب:	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی روحانی و عشق نبی کی مخلصانہ تہداریاں	373
آٹھواں باب:	امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی نعت گوئی کا ادبی مقام اور علمی مرتبہ	431
نواں باب:	اردو نعت کی تاریخ میں نعت نگار کی حیثیت سے امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مقام	647

سخن ہائے گفتنی

صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری

(صدر، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی)

امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ کی ہمہ جہت اور یگانۂ روزگار شخصیت ایک ایسے ہشت پہلو چمکدار ہیرے کی مانند ہے کہ اسے جس رخ سے بھی دیکھا جائے تو ایک نئی آب و تاب اور نئی کرنیں پھوٹتی نظر آتی ہیں جو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ کر دیتی ہیں۔

حضرت رضاؔ بریلوی کی عبقری شخصیت اور ان کے تبحرِ علمی کا اعتراف تو اہلِ علم و فن نے ان کی حیات ہی میں کر لیا تھا اور آج الحمد للہ عالمی سطح پر بھی ہو رہا ہے۔ لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ بحیثیت شاعر و ادیب، اردو ادب کے مؤرخین، محققین اور ناقدین نے ان کی شعری تخلیقات کے ساتھ بے اعتنائی، بے توجہی برتی خواہ اس کا سبب معاصری چشمک ہو یا حسد و مسلکی تعصب۔ نتیجتاً ان کے وصال کے تقریباً نصف صدی تک تاریخِ اردو ادب میں انہیں کوئی نمایاں مقام نہیں دیا گیا۔ لیکن علم و عرفان کا سورج زیادہ عرصہ تک جہل و نسیان کے غبار میں نہیں چھپا رہ سکتا ہے۔

چنانچہ جب پرکھنے والی آنکھیں رکھنے والے اہلِ علم و تحقیق نے امام کے شعری اور نثری فن پاروں کو اپنی منہجِ تحقیق کا محور بنایا تو رضا بریلوی گذشتہ ۳۰ برسوں میں شعر و سخن، علم و ادب اور فکر و فن کے افق پر آفتاب آمد دلیل آفتاب بن کر اس طرح ابھرے اور چمکے کہ آج تیس سے زیادہ معروف عالمی جامعات میں ان کے فکر و فن اور شعر و سخن پر ۵۴ سے زیادہ تحقیقی مقالات پی۔ ایچ۔ ڈی، ایم۔ فل اور ایم۔ ایڈ کی سطح پر لکھے جا چکے ہیں اور تقریباً

اتنے ہی مقالات زیرِ تکمیل ہیں۔ (پی۔ایچ۔ڈی: ۴۲، ایم۔فل: ۹، ایم۔ایڈ: ۲۱۔ بحوالۂ معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۷ء، ص: ۸۸۲)

شعر و ادب کے حوالے سے علمی اور تحقیقی حلقوں میں اعلیٰ حضرت رضؔا بریلوی علیہ الرحمۃ کی شخصیت کی روز افزوں اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ پی۔ایچ۔ڈی کی سطح پر ان پر لکھے گئے کل ۴۲ مقالات (تھیس) میں سے چھ مقالات صرف ان کی اردو نعتیہ شاعری کی خوبیوں اور اس کے ادبی محاسن پر لکھے گئے ہیں جبکہ ان کی انشاء پردازی اور ادبی و لسانی خدمات کے حوالے سے بھی ڈاکٹریٹ کے چار مقالات لکھ کر سندیں حاصل کی جاچکی ہیں، ان سب کی تفصیل معارفِ رضا سالنامہ ۲۰۰۷ء کے ص: ۲۸۲ تا ۸۸۲ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ یہاں طوالت کے خوف سے اس کا اعادہ ممکن نہیں۔ ان کی عربی و فارسی زبان پر دسترس کے حوالے سے مقالات اور پی۔ایچ۔ڈی/ ایم۔فل تھیس ان کے علاوہ ہیں جن کا ذکر موضوعِ سخن نہیں۔

حضرت رضؔا بریلوی کا بحیثیت شاعر ایک عظیم وصف یہ ہے کہ وہ تلمیذ الرحمٰن تھے۔ ان کے اساتذہ، احباب، تلامذہ اور اہلِ خانہ اس بات پر گواہ ہیں کہ انہوں نے نہ کبھی شعراء کی صحبت اختیار کی نہ کبھی کسی استاذِ فن سے اصلاح لی، نہ اساتذۂ فن کے شعری مجموعوں کی ورق گردانی سے شغف رکھا، نہ قصداً شعر گوئی کی یا اس پر توجہ کی اور اس پر وقت صَرف کر کے مہارتِ تامّہ حاصل کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی اسے وجہِ عزت و شہرت سمجھ کر اس میں کمال پیدا کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن اس کے باوجود وہ فنِ شاعری سے نہ صرف آشنا تھے بلکہ اس پر انہیں دسترس حاصل تھی۔ اس کی ایک وجہ ان کا علم دوست اور ادب نواز ماحول تھا جس میں انہوں نے آنکھ کھولی اور پرورش پائی اور دوسری وجہ ان کا کم عمری ہی میں علومِ متداولہ میں کمال حاصل کر لینا تھا اس لیے انہیں زبان و ادب پر بھی دستگاہ حاصل ہوگئی تھی،

پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی نعت گوئی سید عالم ﷺ کے عشق میں سرشاری کا نتیجہ اور ان کے جذبات دروں کی آئینہ تھی۔ لہٰذا ان کی شاعری کسبی نہیں بلکہ وہبی تھی۔ ان کے اس جذبۂ عشق صادق کی جھلک مختلف النوع علوم وفنون پر تحریر شدہ ان کی تمام تصنیفات بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ وہ اردو کی طرح فارسی، ہندی اور عربی زبان کے بھی قادر الکلام شاعر تھے۔

آج ان کی شاعرانہ عظمت کے معترف عرب وعجم کے تمام اہلِ علم و دانش نظر آتے ہیں جن میں وہ بھی شامل ہیں جو ان سے مسلکی اختلاف رکھتے ہیں۔ چنانچہ معروف محقق و ادیب جناب افتخار اعظمی تحریر فرماتے ہیں:

''ان کا نعتیہ کلام اس پائے کا ہے کہ انہیں طبقۂ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہئے۔'' (دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج:۲، ص:۱۸۲، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان، ۱۹۷۳ء)

حضرت رضؔا بریلوی نے اردو زبان میں نعت کے فروغ و ارتقاء کے لیے تاریخ ساز کام کیا ہے۔ ناقدینِ فنِ شاعری کی طرف سے جس کا اعتراف نہ کرنا بہت زیادتی ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے ایک منفرد اور مقبول ترین دبستانِ نعت کی طرح ڈالی ہے۔ بحمد اللہ یہ دبستان آج اس قدر ثمر بار اور گلبہار بن چکا ہے کہ اس نے ''رضویات'' کی ایک فرع کی شکل اختیار کر لی ہے جس پر آج دنیا کی متعدد جامعات میں تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ اہلِ علم و ادب اور واقفانِ شعر وسخن اس پر مختلف سطح پر مقالات لکھ رہے ہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا کی شاعری اور اردو نعت گوئی کے حوالے سے متعدد کتب اب تک شائع ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی'' ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی (بریلوی)

کی پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھیسس ہے جسے انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے معروف ادیب، شاعر اور ماہرِ تعلیم پروفیسر زاہد حسین وسیم بریلوی کی نگرانی و سرپرستی میں روہیل کھنڈ یونیورسٹی (بریلی)، انڈیا) ۱۹۹۴ء میں پیش کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کہنہ مشق قلمکار، بلند پایہ محقق، ادیب اور رواں قلم کے مالک ہیں۔ ان کی تصانیف کی حتمی فہرست سامنے نہیں ہے لیکن راقم کی اطلاعات کے مطابق رضویات کے حوالے سے اب تک غالباً پچاس سے زائد کتب اور انگریزی/ اردو تراجم زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ برصغیر سے شائع ہونے والے تمام معروف رسائل و جرائد، اخبارات (بشمول ماہنامہ/ سالنامہ معارفِ رضا) وغیرہ میں رضویات کے مختلف النوع موضوعات پر ان کے مضامین آئے دن شائع ہوتے رہے ہیں جن کی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ ''رضویات'' کے موضوعات سے ان کی اس لگن اور دلچسپی کے باعث اہلِ علم انہیں ''ماہرِ رضویات فی الہند'' کے نام سے یاد کرنے لگے ہیں۔ یہ مستند طور پر شنیدہ ہے کہ بریلی شریف میں ان کی ذاتی لائبریری، رضویات پر تحقیقی کام کے حوالے سے ہندوستان کی نجی لائبریریوں میں سب سے بڑی لائبریری کا درجہ رکھتی ہے۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کا قابلِ ستائش بلکہ قابلِ تقلید وصف یہ بھی ہے کہ وہ ہندوستان میں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ایم۔ فل/ پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والے ریسرچ اسکالرز کی رہنمائی کے لیے ہمہ وقت مستعد رہتے ہیں۔ وہ نہایت خوش دلی اور ذاتی دلچسپی کے ساتھ ان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اس طرح سے ڈاکٹر عزیزی صاحب نے اپنے چاروں طرف چراغاں کیا ہوا ہے اور رضؔا کے نام کی دھوم مچائی ہوئی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ رضؔا کی نگری میں بزمِ رضؔا سجائے رضؔا کے علم و فن کے چراغ سے چراغ جلا رہے ہیں جس کی روشنی سے اکنافِ عالم منور ہو رہے ہیں۔ ڈاکٹر عزیزی صاحب جدید تحقیق کی تکنیک

سے بخوبی واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں تحقیق کے عصری تقاضوں سے پوری طرح آراستہ و پیراستہ ہوتی ہیں۔ وہ سخن گو اور سخن فہم بھی ہیں۔ صحافتی دنیا سے بھی ان کا گہرا تعلق رہا ہے اور اب بھی ہے۔ اس وجہ سے ان کی تصانیف میں صحافیانہ طرزِ نگارش کی جھلک بھی ملتی ہیں جس سے جدید سیاسی، سماجی، معاشی، مدنی اور عمرانی موضوعات پر ان کی گرفت کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کے قاری کو انسانی حیات کی حقیقتوں کا بہت قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ ان کی تحریریں پڑھ کر قاری کے دل سے بے ساختہ دعا نکلتی ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

''اردو نعت اور فاضلِ بریلوی'' پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب نے ایک عظیم علمی اور ادبی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ ہم سب کے بالخصوص خواجہ تاشانِ رضویت کی طرف سے مبارکباد اور ستائش کے مستحق ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی نے ان کی انہی خدمات کے اعتراف میں امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۹۷ء میں ان کو خصوصی طور پر مہمان مقالہ نگار کی حیثیت سے مدعو کیا اور ان کو امام احمد رضا ریسرچ گولڈ میڈل ایوارڈ پیش کیا۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب کو برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی حلقوں میں جو مقبولیت حاصل ہوئی اور ان کی شہرت کو جو عروج ملا بلاشبہ وہ فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت کے لیے ان کی اپنی حیاتِ مستعار کے لمحوں کو تج دینے کا ثمرہ ہے اور اب علمی و ادبی حلقوں میں یہی ان کی پہچان ہے:

حافظ بر آستانۂ دولت نہادہ سر
دولت درآں سرست کہ با آستاں یکیست

زیرِ نظر مقالہ ''اردو نعت گوئی اور فاضلِ بریلوی'' کی خوبیوں پر محب محترم پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، صدر شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا نے مختصر مگر جامع

تبصرہ فرمایا ہے، لہٰذا راقم اس میں مزید کچھ اضافہ نہیں کرسکتا لیکن اتنا ضرور عرض کرے گا کہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب نے جس عرق ریزی، دقّت نظری سے کلامِ رضا کے صوری و معنوی، ادبی و شعری محاسن، خصوصیات اور امتیازات دکھائے ہیں اور ہندوستانی زبان کے ترکیبی عناصر اور مقامی آب و رنگ کے امتزاج کا آئینہ پیش کرنے کی جو سعی و کاوش کی ہے اس نے ان کے مقالہ کو ''کلام الامام امام الکلام'' کے شایانِ شان ایک ایسا علمی، تحقیقی و ادبی مرقع بنادیا جو برسوں اہلِ علم سے دادِ تحسین وصول کرتا رہے گا اور آئندہ آنے والے اہلِ علم و ادب کی کلامِ رضا سے شناسائی اور اس کی تفہیم و تسہیل کے لیے یہ ایک رہنما چراغ ثابت ہوگا۔ دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ ہمارے ممدوح مقالہ نگار نے کلامِ رضا سے متعلق وہ تمام مواد و مآخذ اور تفصیلی مباحث کے عنوانات کو کچھ اس ترتیبِ جمیل کے ساتھ پرویا ہے کہ قاری مقالہ کے مطالعہ کے اختتام پر بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو، سکّے بٹھادیے ہیں

تقریظ

ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ

حدیث دوست نگویم مگر بحضرت دوست ☆☆☆ کہ آشنا سخن آشنا نگہ دارد

چودھویں صدی سے متعلق احادیث نبوی میں خبریں آئی ہیں، صادق و مصدوق کا فرمان صداقت بداماں ہے، علامتوں کا ظہور، عنایتوں کا صدور، ہلاکتوں کا وفور کیسے کیسے انقلاب آئے، حدود اللہ توڑی گئیں، قلوب مجروح ہوئے، عقاید شکستہ و ہر گشتہ، زلل وفتن باعث رنج ومحن، ظلم وستم اہل حرم شرق تا غرب ذلالت وضلالت، حق و باطل کی آویزش، انوار مصطفیٰ سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری، ایک دلدوز منظر، ایک سبق آموز دفتر، مشیت ایزدی کے آگے سرنیاز خم۔ ایسے میں شرع وطرق کی پاسبانی اللہ دے بندہ لے، اپنی اپنی قسمت اپنی اپنی سعادت، خاک ہند کا مقدر کہ جہاں سے شمع رسالت کے پروانے ہر زماں بیش از بیش اڑے اور جانثار ہوئے۔ شریعت کا باب، طریقت کی فصل، کتاب دل کی تشریحیں، حدیث غم کی تفسیریں، بے ثغور و بے کراں۔

سخن بے غرض از بندۂ مخلص بشنو

اے کہ منظور بزرگان حقیقت بینی

سچ یہ ہے کہ جب مذہب وملت پر کڑا وقت آیا، تیغ وقلم دونوں حرکت میں آئے۔ امام ابو حنیفہ ہوں یا امام غزالی، امام یوسف النبہانی ہوں یا علامہ حجر عسقلانی یا پھر مجدد الف ثانی، ان کے رشحات قلم سیل زلل وفتن کے آگے سدّ سکندری بنتے رہے۔ سرزمین ہند میں جب

وہابیوں، دیوبندیوں، ندویوں اور چکڑالویوں نے سر اٹھایا تو مجدد عصر حاضر امام احمد رضا خاں بریلوی کے قلم زہرہ گداز نے ان کا پتہ پانی کر دیا۔ اسی نابغۂ روزگار کی کثیر الجہات شخصیت نے ہر انداز میں دین متین کا کامل دفاع کیا۔ علوم اسلامیہ کے فروغ اور تحقیق و تدوین قرآن و حدیث کے ایسے انمول و بے نظیر نمونے فراہم کئے کہ عقل دنگ ہے۔ مسائل فقہیہ ہوں یا موضوعات ادبیہ جدھر دیکھئے علم لدنی کی بہار نے لالہ و گل کے تختے کھلا رکھے ہیں۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

دین و مذہب اسلام کی جان جذبۂ عشق و محبت خیر الانام ہے۔ اس جذبۂ صادق کی نمود جب شعر و ادب میں ہو تو مدح و ثنائے رسول کے وہ پھول کھلتے ہیں جس کی عطر بیزیٔ حسّانی سے مشام ایمانی معطر ہو جائے۔ وقت نے کروٹ لی تو دیدہ وری نے اس گوہر گرانمایۂ ایمانی کی شعاع عرفانی سے کسب نورانی کا ایک سلسلۃ الذہب قائم کر دیا۔

حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا کی شخصیت اور علمی کارناموں کے تعارف کا دور شروع ہوا، عصری علوم کی روشنی میں تحقیقات شروع ہوئیں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ان پر مضامین اور مقالے لکھے جانے لگے۔ پی ایچ ڈی اور ڈی لٹ کی سندیں تفویض ہونے لگیں، ہند و پاک میں ایک صالح و مفید تحریک بیداری نے اذہان کو مجلیٰ اور شعور کو معلّیٰ کیا۔ گذشتہ صدی کی اس نادرۂ روزگار شخصیت کو ایک ایسا کوہ نور علمی کہا جائے جس کی ایمانی و عرفانی شعاعوں کا احصاء مشکل ہے، بین الاقوامی طور پر محققین و دانشوران ان کی خدمات جلیلہ پر کام کر رہے ہیں، مثلاً ڈاکٹر محمد عارف جامی نے کراچی یونیورسٹی سے جد المتار علی رد المحتار پر مقالہ لکھ کر سند لی، ابو قاسم ضیائی عراق کے جامعۃ البغداد العلوم الاسلامیہ میں امام احمد

رضا پر داد تحقیق دے رہے ہیں۔مولانا بدیع العالم رضوی بنگلہ دیش کی اسلامک یونیورسٹی کشتیا میں کنز الایمان اور بیان القرآن کا تقابلی جائزہ لے رہے ہیں۔ڈاکٹر اے پی عبد الحکم (کیرالا) نے امام احمد رضا کی فقہی خدمات پر جامع کام کیا اور ویر کنور سنگھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی سند لی،ڈاکٹر غلام جابر شمس نے فاضل بریلوی کے مکاتیب پر داد تحقیق دی اور بی آر امبیڈکر یونیورسٹی مظفر پور سے ڈاکٹریٹ کی۔اسی طرح بیسیوں تحقیقی مقالے ان کی خدمات سے متعلق ابھی زیر تکمیل ہیں۔

اسی طرح فاضل بریلوی کی نعت گوئی پر بہتیرے مقالے لکھے گئے مگر ان سب میں گل سر سبد وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر عالم و فاضل مصنف جناب ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی کو روہیل کھنڈ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی سند سے نوازا۔مولانا ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی ماہر رضویات کی حیثیت سے بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بعنوان ''اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' زیور طباعت سے آراستہ و پیراستہ منظر عام پر آرہا ہے۔

اس تصنیف لطیف سے متعلق کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔اس بھاری پتھر کو چوم کے چھوڑ دینا بھی ایک سعادت ہے۔یہ کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے جس میں الگ الگ نعت شریف کی تعریف،تاریخ اور عہد بعہد اس کے ارتقا کا جائزہ لیا گیا ہے بخصوص اردو زبان میں اس کی ابتدا اور موضوعات کا اجمالی خاکہ پیش ہوا ہے۔فاضل بریلوی کے عہد اور اس کا سیاسی،سماجی،تہذیبی،تمدنی اور مذہبی پس منظر دکھایا گیا ہے۔امام احمد رضا کی حیات و شخصیت کا واشگاف جائزہ ہے۔ان کے تخلیقی رویے اور محرکات شعری پر واضح روشنی ڈالی گئی ہے۔موصوف کی نعت گوئی اور اختصاصات اور انفرادیت سے بحث کی گئی ہے،معاصر اور معتبر نعت گویوں سے تقابلی مطالعہ کر کے اس کی قدریں متعین کی گئی ہیں،ان کی نعتوں میں عشق رسول کی والہانہ کیفیات اور ان کی گہرائیاں دکھائی گئی ہیں،اس کی اہمیت و عظمت کی

تعین کی گئی ہے اور نعت نویسی میں امام احمد رضا کے مقام بلند و بالا کی بھرپور نشاندہی بھی۔ مصنف نے جس دیدہ دری و دقیقہ سنجی سے شرح وبسط کے ساتھ اس موضوع پر سیر حاصل کام کیا ہے، مجھے یہ لکھنے میں حاشا کوئی تردد اور باک نہیں کہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا یہ قابل قدر کارنامہ فاضل بریلوی پر اس جہت سے کام کرنے والوں کے لئے ایک انسائکلوپیڈیا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اس سے صرف نظر کر کے اس موضوع پر کوئی گفتگو کی جا سکے۔

حق یہ ہے کہ ماہر رضویات کی حیثیت سے یہ عظیم ادبی کارنامہ علامہ عزیزی ہی کا حق تھا اور ان کا ہی مقدر۔ موصوف نے اپنا قلم جواہر رقم نشر و اشاعت رضویات کے لئے وقف کر رکھا ہے اور یقیناً ان کے سامنے حافظ کا یہ شعر رہا ہوگا۔

در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسی
شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

☆

تاثرات

ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی

پروفیسر و صدر شعبۂ اردو، بہار یونیورسٹی-مظفر پور

حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر پی-ایچ-ڈی کرنے والوں کی تعداد میرے علم و اطلاع کے مطابق نصف درجن تک پہنچتی ہے۔ان میں ایک اہم اور معتبر نام ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا ہے جو اسلامیات کے ممتاز اسکالر، اردو ادب کے اداشناس، معروف اہل قلم اور بلند پایہ مصنف کی حیثیت سے علمی اور دینی حلقوں میں اپنی پہچان رکھتے ہیں اور قدر و احترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں۔بالخصوص رضویات کے تعلق سے پروفیسر مسعود احمد مدظلہ کے بعد انہیں پر نگاہیں مرکوز ہوتی ہیں۔ڈاکٹر عزیزی نے یہ کام محض ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے اور اپنے نام کے پہلے "ڈاکٹر" کا سابقہ لگانے کے لئے نہیں کیا ہے بلکہ کلام الامام، امام الکلام کے شایان شان ایک زبردست علمی و ادبی خدمات انجام دینے کی سعی مشکور کی ہے۔موضوع کا حق ادا کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب نے انتہائی عرق ریزی، جانفشانی اور دماغ سوزی سے کام لیا ہے اور فراہمی مواد کے سلسلے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے چنانچہ یہ موضوع جس تفصیلی بحث کا متقاضی تھا وہ پہلی مرتبہ اس کتاب میں منظر عام پر آئی ہے۔

کلام رضؔا کے صوری و معنوی محاسن کا تجزیاتی مطالعہ کوئی نئی بات نہیں لیکن اس بحر بیکراں میں غواصی کر کے درہائے آبدار اور گوہر شاہوار نکالنا یقیناً بڑی حوصلہ مندی اور اولوالعزمی کا کام ہے اور بلاشبہ ڈاکٹر عزیزی نے یہ کارنامہ بھی دکھلایا ہے۔اسی لئے ان کا تحقیقی مقالہ جواب کتابی صورت میں آپ کے پیش نظر ہے، حضرت رضؔا کی نعتیہ شاعری پر

لکھے گئے تمام تحقیقی مقالوں میں یکتا اور منفرد ہے۔ دعویٰ بلا دلیل نہ رہ جائے اس لئے یہ عرض کرتا چلوں کہ ڈاکٹر عزیزی نے کلام رضاؔ کے جلوۂ صد بلکہ ہزار رنگ کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اس کو ہندوستانی عناصر اور مقامی آب و رنگ کے آئینے میں بھی دیکھنے اور دکھلانے کی کوشش کی ہے۔ ان سے پہلے کلام رضاؔ کا مطالعہ اس تناظر میں شاید ہی کسی اور اہل قلم نے کیا ہو۔ کلام رضاؔ کے تعلق سے ان کا یہ حاصل مطالعہ بھی بہت خوب ہے کہ کلام رضاؔ۔ ادب برائے ادب، ادب برائے زندگی اور ادب برائے بندگی۔ تینوں کا ترجمان ہے۔

پیش نظر کتاب کا وہ حصہ جس میں انہوں نے حضرت رضاؔ بریلوی کی نعت کے انفرادی خدوخال اور اردو کے معتبر نعت نگاروں سے تقابل کیا ہے بہت ہی مدلل، معقول اور بصیرت افروز ہے۔

اسی طرح نعت کی تعریف، تاریخ، موضوع، اس کے متعلقات اور فنی مطالبات پر ہر دور کے ادیبوں اور ناقدوں نے بقدر ذوق و ظرف اظہار خیالات کیا ہے مگر ڈاکٹر عزیزی کے خامۂ زرنگار کی بات ہی کچھ اور ہے۔ انہوں نے زیر نظر کتاب میں ان موضوعات پر واقعی دریا بہا دئے ہیں۔ دُر بے بہا دئے ہیں۔ تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔

قارئین باتمکین براہ راست متعلقہ مباحث کا مطالعہ کر کے اپنی مسرت اور بصیرت میں قیمتی اضافہ کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کو اس گرانقدر تصنیف پر صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اس کتاب کو شعر و ادب کے حوالے سے رضاؔ شناسی میں مرکزی حیثیت حاصل ہو۔ اور خود مصنف بھی بطور تحدیث نعمت اس عطائے ربانی پر یوں متفخر ہو سکے ہیں کہ۔

حاصل عمر نثار رے مبر یارے کر دم
شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

پیش لفظ

ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم

صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ ہمدرد (ہمدرد یونیورسٹی) نئی دہلی

اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی از: ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی بریلی

سرکار ابد قرار ختمی مرتبت احمد مجتبےٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی مدح و ستائش کو نعت کہتے ہیں۔ اردو اور فارسی زبان میں یہ لفظ اسی معنی میں خاص ہے۔ البتہ عربی زبان میں اس معنیٰ کی ادائیگی کے لئے مدح النبی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی ہی میں بلکہ اس سے پہلے نعت گوئی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جن لوگوں نے نعتیں لکھیں انہیں سماج میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عہد رسالت میں جن مادحین رسول کا تذکرہ ملتا ہے ان میں حمزہ بن عبد المطلب، ابو بکر الصدیق، سعد بن ابی وقاص، مالک بن نمطہ، کعب بن مالک، عباس بن مرداس، شاعر النبی حسان بن ثابت، کعب بن زہیر، عبد اللہ بن رواحہ، نابغہ جعدی، اعشیٰ بن قیس اور خواتین میں عاتکہ بنت عبد المطلب، اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

ان شعراء نے نعت کی زبان میں سرکار کے محاسن و اوصاف، ذاتی حالات، ارشادات و فرمودات، اخلاق و عادات، کمالات و معجزات، سب کو محفوظ کر دیا ہے۔ علماء نے ذکر حق کے بعد ذکر رسول مقبول کو افضل ترین عبادت کہا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ ایسی افضل ترین عبادت ہے جس میں صرف مخلوق ہی نہیں بلکہ خالق کائنات بھی شامل ہے۔ قرآن حکیم کے تیس پارے جس کے شاہد ہیں۔ ورفعنا لك ذكرك کے ذریعہ خالق کائنات نے آپ کے نام کو زندہ اور بلند رکھنے کے علاوہ آپ کے ذکر کے پھیلانے اور اونچا

کرنے کی ضمانت دی ہے جس کی طرف فاضل بریلوی مولانا احمد رضا قادری نے ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے۔

ورفعنالك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر-بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۱۲ مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی ۱۹۹۷ء)

یہ عظمت و سر بلندی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا فرمائی اس کا اندازہ فاضل بریلوی مولانا احمد رضا قادری کے اس شعر سے لگایا جا سکتا ہے۔

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں-خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

(حدائق بخشش حصہ اول ص ۲)

نعت نگاری کے سلسلے میں شاعر جو بھی لہجہ اختیار کرتا ہے اس سے مراد رسول گرامی وقار ﷺ کی ذات گرامی ہی ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے صرف لفظوں کے تار و پود ہی نہیں سنوارے جاتے بلکہ اس عمل میں شاعر اپنی زندگی کو بھی حسن و زیبائش سے آراستہ و پیراستہ کرتا ہے۔ جو کچھ وہ اپنی ذات سے کہتا ہے اس کا اپنی زندگی اور اس کے طور طریق کا اس میں کافی عمل و دخل ہوتا ہے۔ ممدوح سے مداح کا جس طرح رشتہ ہوتا ہے اسی اعتبار سے اس کے مدحیہ اشعار میں حسن و عشق کی جلوہ گری ہوتی ہے۔ اپنے آقا سے رشتہ الفت و محبت کمزور ہونے کی صورت میں یہی مدحیہ اشعار مرثیہ بن کر رہ جاتے ہیں یعنی وجود تو ہوتا ہے مگر روح شاعری کا اس میں دور دور تک پتہ نہیں چلتا۔

(شیرازہ جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آرٹ، کلچر اینڈ لنگویجز سری نگر کشمیر ۲۰۰۵ء)

نعت گوئی کا مقصد رسول گرامی وقار ﷺ کی عظمت بلند کرنا نہیں بلکہ اس کے طفیل خود شاعر کی شاعرانہ عظمت بلند ہوتی ہے۔ اگر کوئی شاعر یہ تصور کرتا ہے کہ میرے تعریف کرنے سے رسول کی عظمت بلند ہو جاتی ہے تو وہ سراسر مغالطے کا شکار ہے۔ اسے چاہیئے کہ وہ اس قسم

کے ہفوات واباطیل سے اپنے ذہن و دماغ کی تطہیر کرے۔اس لئے کہ خود خالق کائنات نے اپنے محبوب کی اتنی تعریف کردی ہے کہ دنیا کے تمام شعراء باہم مل کر اتنی کیا؟ اس کے عشر عشیر بھی رسول کی تعریف نہیں کر سکتے۔نعت گوئی کے دوران ہر شاعر کے پیش نظر یہ حقیقت رہنی چاہیئے کہ سرکار دو عالم ﷺ ہماری مدح کے محتاج نہیں یہ ہماری قسمت نہیں بلکہ معراج قسمت ہے کہ فخر موجودات کی شان میں ہمیں لب کشائی کی بارگاہ رب العزت سے توفیق میسر ہوئی۔

کائنات میں سب سے پہلے آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کی شان میں نعتیہ اشعار کہنے کا شرف حاصل کیا اور ایک طویل قصیدہ آپ کی تعریف میں لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں:-

اذا اجتمعت یوما قریش لمتخر   فعبد مناف سرها و صمیمها
وان فخرت یوما فان محمدا   هو لمصطفی من سرها و کریمها

(جب کبھی قریش فخر و مباحات کے لئے اکٹھے ہوئے تو ان میں عبد مناف اصل ٹھہرے اور اگر قریش مکہ کسی دن اکٹھے ہوئے تو ان میں محمد (ﷺ) سرمایۂ عزت وافتخار قرار پائے)

مگر بعض تحریروں سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جس شخص کو سب سے پہلے نعت نگاری کا شرف حاصل ہوا وہ بادشاہ یمن تبع تھا جس کا ذکر ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔بادشاہ یمن تبع نے ایک وصیت نامہ لکھا اور اپنے خاندان والوں سے یہ کہا کہ جب پیغمبر آخر الزماں مدینہ منورہ تشریف لائیں تو انہیں یہ میرا خط ضرور پہنچایا جائے۔اس خط میں یہ اشعار درج تھے۔

فشهدت علی احمد انه   رسول من الله باری النسم
فلو مر عمری الیٰ عمره   لکنت و زیراله و ابن عم

اگر درج بالا تحریر کی تاریخی سند معتبر مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا تبع بادشاہ یمن کے یہ مدحیہ اشعار فن نعت گوئی میں اولیت سے سرفراز ہوں گے۔ بہرحال اصل واقعہ کچھ بھی ہوتا ہم اتنا مسلم ہے کہ رسول مقبول کی نعت و توصیف نگاری کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا۔ پھر اس سلسلے نے اتنا طول پکڑا کہ امتداد زمانہ کے ساتھ سرکار کی مدح و نعت گوئی کا سلسلہ بھی دراز سے دراز تر ہوتا گیا، عرب و عجم کے شعرا نے اپنی اپنی زبانوں میں رسول کی بارگاہ میں عشق و محبت کے نذرانے پیش کیے۔

حضرت امام بوصیری علیہ الرحمہ کی نعتوں کی گونج جب ایران پہنچی تو وہاں بھی عاشقین رسول ﷺ کے دلوں میں ارتعاش پیدا ہوا، ان شعرا نے اس ارتعاش کے نتیجے میں باضابطہ نعتوں کا سلسلہ تو نہیں شروع کیا البتہ وہ اپنے قصائد کا آغاز نعت رسول مقبول ﷺ سے ضرور کرنے لگے۔ حکیم سنائی مروزی (م ۳۴۱ھ) ابوالحسن جولوغ فرخی سیستانی (م ۴۲۹ھ) عنصری (م ۴۳۱ھ) فردوسی (نواح ۳۳۰ھ) ابوسعید ابوالخیر (م ۳۵۷ھ) کی بعض رباعیات میں سرکار دو عالم ﷺ کے فضائل کے تعلق سے اشارات ملتے ہیں۔ اسکے بعد کے ادوار میں باضابطہ نعت نویسی کا جو سلسلہ شروع ہوا تو وہ کسی نہ کسی طرح عہد بہ عہد جاری رہا ہے۔ وہی شعرا نعت گوئی میں کامیاب ہوئے جن کے دلوں میں عشق نبی و محبت رسول کا اجالا تھا۔ اس لحاظ سے ہم تصوف کو سرچشمہ نعت کہہ سکتے ہیں کیوں کہ ان صوفیاء کے قلب و سینہ ہمیشہ محبت رسول کا مدینہ بنے رہے۔ سرزمین ایران کو چونکہ سرچشمۂ تصوف رہنے کا شرف حاصل رہا ہے اس لئے ان کے یہاں نعتوں کا گراں مایہ سرمایہ پُرسوز، پُرزور اور پُرتاثیر انداز میں موجود ہے جس کے نمونے سنائی (م ۵۲۵ھ) خاقانی (م ۵۲۰ھ) نظامی گنجوی (م ۵۳۵ھ) فرید الدین عطار (م ۶۲۷ھ) جلال الدین رومی (م ۶۰۴ھ) عراقی (م ۶۰۶ھ) شیخ سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ) امیر خسرو دہلوی (۶۰۱ھ) خواجہ کرمانی (م

۶۷۹ھ) سلمان ساوجی (م ۷۰۰ھ) عبدالرحمان جامی (م ۸۱۷ھ) فیضی (م ۹۵۴ھ) عرفی (م ۹۶۳ھ) محمد جان قدسی (م ۱۰۵۶ھ) بیدل (۱۰۵۴ھ) غالب (م ۱۲۱۲ھ) ڈاکٹر اقبال (م ۱۳۵۷ھ) کے کلام میں مل جاتے ہیں۔

اردو زبان وادب میں نعت رسول کے بیش بہاذ خائر موجود ہیں۔ اردو وہ واحد زبان ہے جو آغاز آفرینش سے ہی مومنہ رہی ہے کیوں کہ اس زبان کو صوفیاء ومشائخ نے دین حق کی تبلیغ وترویج کے لئے پروان چڑھایا تھا اس تعلق سے ان کی کاوشیں ہمیں پہلے ملتی ہیں۔ راقم کے اس بیان میں کسی قدر اختلاف تو ہوسکتا ہے تاہم اتنا مسلم ہے کہ آغاز آفرینش سے ہی اس نے پنی توتلی زبان سے ہی نعت رسول کہنا شروع کر دیا تھا۔ خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (م ۸۲۵ھ) اور فخر الدین نظامی کے نوک قلم سے نکلے ہوئے اردو زبان میں نعت رسول ﷺ کے نمونے جس کے شاہد ہیں۔ پھر جس طرح اس زبان نے ترقی کی تو دیگر اصناف کے ساتھ فن نعت نے بھی اپنا جلوہ دکھایا۔ زبان وادب کے تدریجی ارتقاء کے ساتھ اصناف سخن کے تدریجی مراحل کا بغور مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ متقدمین نعت گوشعرا سید برہان الدین قطب عالم (م ۸۵۰ھ) شیخ صدرالدین (م ۸۷۲ھ) شاہ میراں جی شمس المعالی (م ۹۰۲ھ) شیخ بہاءالدین باجن (م ۹۱۲ھ) کبیر (۹۱۵ھ) شاہ اشرف شابسانی (م ۹۳۵ھ) شاہ محمد علی جیو گام دھنی (م ۹۷۳ھ) خوب محمد چشتی (م ۱۰۲۳ھ) کا نعتیہ کلام ان کے ملفوظات اور صوفیانہ رسائل میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن اردو زبان میں نعت رسالتمآب لکھنے کا باقاعدہ آغاز گیارہویں صدی ہجری میں ہوا۔ سب سے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قطب علی شاہ (م ۹۷۳ھ) نے نعت کی مستقل حیثیت متعین کی اور پھر یہ سلسلہ آگے بڑھایا۔ بارہویں صدی ہجری میں ولی دکنی (م ۱۱۱۹ھ) کا نعتیہ کلام اردو نعت کے ارتقائی سفر میں سنگ میل کا درجہ رکھتا ہے۔ ولی کے معاصرین میں قاضی محمود بحری (م ۱۱۳۰ھ) کی

کلیات میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ بقول فرمان فتح پوری:

"قدیم دکنی شعرا سے لے کر آج تک اردو کا شاید ہی کوئی شاعر ہوگا جس نے نعتیہ اشعار نہ کہے ہوں اور یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شغف اور لگاؤ کے ساتھ کہے اور کسی نے محض تکلفات سے کام لیا ہے، کسی نے تواتر اور اہتمام سے اس کام کو انجام دیا ہے اور کسی نے گاہے گاہے طبع آزمائی کی ہے۔"

(شمیم گوہر، نعت کے شعرائے متقدمین ص ۵)

تیرہویں صدی کے وسط تک کسی شاعر نے نعت گوئی کو اپنا شعار نہیں بنایا تھوڑی بہت نظمیں سب نے لکھیں البتہ اس صدی کے آخر میں اردو نعت نے مستقل فن کی حیثیت اختیار کی جن شعراء نے صنف نعت کو فن کا درجہ دیا ان میں کفایت علی کافی (م ۱۸۵۷ء) غلام امام علی شہید (م ۱۲۹۳ھ) حافظ لطف بریلوی (م ۱۲۹۷ھ) مفتی غلام سرور لاہوری (م ۱۳۰۷ھ) کرامت علی خاں شہیدی (م ۱۲۵۶ھ) آسی غازی پوری (م ۱۳۳۵ھ) حسن بریلوی (م ۱۳۶۳ھ) کافی معروف ہیں۔

تیرہویں صدی کے نصف آخر میں جس صنف نعت نے مستقل فن کا درجہ حاصل کیا اس کی تکمیل امیر مینائی (م ۱۳۰۸ھ) اور محسن کاکوروی (م ۱۳۲۳ھ) کے دور میں ہوئی اس دور کی نعتیہ سرگرمیوں میں امیر مینائی کی محامد خاتم النبیین اور محسن کاکوروی کی کلیات محسن میں شامل نعتیہ قصائد خصوصی اہمیت کے حامل ہیں لیکن محسن کاکوروی کو شہرت ان کے قصیدہ لامیہ سے ہوئی جس کا پہلا مصرع کچھ اس طرح ہے۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

نعت گوئی کے دور جدید کا آغاز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد سمجھنا چاہئے۔ اس جنگ کے بعد ملت اسلامیہ میں فکری انقلاب تیز تر ہو گیا۔ اس دور کے شعراء میں ختمی مرتبت

سرکار دو عالم ﷺ سے والہانہ وابستگی، طرز ادا اور اظہار بیان میں جو نفاست دیکھنے کو ملتی ہے وہ قابل ذکر ہے۔ جن صاحبان فکر و نظر نے اس میں کمال پیدا کیا ان میں مولانا الطاف حسین حالی (م ۱۹۱۴ء) ظفر علی خاں (م) شاد عظیم آبادی (م) اور مولانا احمد رضا خاں (م ۱۹۲۱ء) کے نام بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ لئے جا سکتے ہیں۔ دائرۃ المعارف الاسلامیہ پاکستان میں ہے۔

''مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنی ذات میں ایک منفرد اور مقبول ترین دبستان نعت تھے۔ انہوں نے اردو نعت کے فروغ و ارتقا میں تاریخ ساز کام کیا اور فن نعت میں سب سے زیادہ اور گہرے اثرات مرتب کئے۔ ان کا دیوان نعت حدائق بخشش تین جلدوں میں ہے۔ تبحر علمی، زور بیان، اور وابستگی و عقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ ایسا خوش گوار امتزاج اور کہیں دیکھنے میں نہیں آتا ہے۔ مزید برآں اس میں قرآن و احادیث سے استفادے کی نہایت خوبصورت مثالیں بھی ملتی ہیں۔

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۲۲ ص ۷۰۴ لاہور پنجاب ۱۹۸۹ء)

امام احمد رضا خاں نہ صرف اردو زبان کے قادر الکلام شاعر تھے بلکہ انہوں نے اردو زبان کے ساتھ فارسی اور عربی زبان میں بھی اسی درجے کی شاعری کی ہے۔ انہیں ہر زبان میں اپنے اظہار مافی الضمیر پر بھرپور قدرت تھی۔ نثر ہو یا نظم مضامین کی برجستگی اور زبان و بیان کی شستگی و شیفتگی ہر جگہ برابر دیکھنے کو ملتی ہے۔ ان کی اس خصوصیت کا اعتراف اپنے تو اپنے تمام انصاف پسند معاندین اور مخالفین نے بھی کیا ہے۔ ان کی شاعرانہ عظمت کے تمام اہل علم و دانش دل سے معترف تھے۔ افتخار اعظمی باوجود اختلاف مسلک کے ان کی نعت کے تعلق سے لکھتے ہیں۔

''ان کا نعتیہ کلام اس پائے کا ہے کہ انہیں طبقۂ اولیٰ کے نعت گو شعراء میں جگہ دی جانی چاہیئے۔

(دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد ۱۰ ص ۲۸۱ لاہور پاکستان ۱۹۷۳ء)

مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری کا ایک مصرع ''قرآن سے میں نعت گوئی سیکھی'' ان کی شاعرانہ احساسات و جذبات پر مکمل دال ہے۔ انہوں نے اپنے اس مومنانہ اور شاعرانہ موقف سے کبھی سر مو انحراف نہیں کیا۔ ایسا انہوں نے کیوں کیا اس کی وجہ بھی دوسری جگہ شاعری کی زبان میں بیان کر دی ہے ''تا کہ رہے احکام شریعت ملحوظ'' احکام شریعت ملحوظ رکھتے ہوئے نعتیں لکھنا خاصا مشکل کام ہے اسی وجہ سے بہت سے شعراء نے اس صنف سخن میں طبع آزمائی کی جسارت نہیں کی ہے کہ کہیں شان رسالت میں کوئی گستاخی نہ سرزد ہو جائے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف ایک مشکل ترین صنف ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص ہو جاتی ہے''۔ (امام احمد رضا۔ الملفوظ ۲:۴)

انہیں آداب نعت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جب ایک عاشق رسول مقبول ﷺ نعت کہتا ہے تو اس کے سامنے نہ تو گل و بلبل کی داستانیں ہوتی ہیں اور نہ شب و روز کی رنگینیاں بلکہ اس کے سامنے صرف اور صرف وہ مصحف قرآن ہوتا ہے جس میں وہ جمال نبوت کا بنظر عقیدت مشاہدہ کر کے اسے لفظوں کے پیکر میں ڈھالتا ہے۔ امام احمد رضا کی مکمل شاعری انہیں احساسات کی مکمل آئینہ دار ہے۔

امام احمد رضا اور ان کی تمام علمی مساعی اور دینی و دعوتی سرگرمیوں کو معاندین اور مخالفین نے برسوں پہلے منوں مٹی کے نیچے دبا دی تھی اور انہوں نے اپنی اس نازیبا حرکت پر جشن چراغاں بھی کیا مگر بھلا ہو ان محققین کا جنہیں کوہ کنی کا ہنر آتا ہے انہوں نے اپنی منہاج تحقیق اور اپنی پیہم تحقیقی سرگرمیوں سے انہیں علم و ادب اور فکر و فن کی بساط پر ایسا لا کھڑا کیا جس کے بلند پایہ علمی قد و قامت کے سامنے بلند بانگ دعوے کرنے والے معاندین علماء بونے نظر

آنے لگے۔اور محققین نے صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ ان کی زندگی کے ایسے گوشوں کو موضوع تحقیق بنایا اور بنا رہے ہیں جو ملک وملت دونوں کے لئے یکساں مشعل راہ ہیں۔

ان کی عبقری شخصیت پر تادم تحریر عالم اسلام کی عصری جامعات میں کتنا کام ہوا ہے اس کی تفصیل ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی اور ہندوستان میں رضا اکیڈمی بمبئی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔مگر میں اتنا کہنے اور لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ بیسویں صدی کے ہندوستان میں جس طرح عصری جامعات میں ریسرچ وتحقیق مختلف زاویوں سے مولانا احمد رضا کی عبقری شخصیت پر ہوئی ہے ہندوستان کے کسی دوسرے عالم دین پر نہیں۔اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی تحقیقی کاوش ہے جسے انہوں نے اردو دنیا کے مشہور ادیب وشاعر پروفیسر زاہد حسن وسیم بریلوی روہیل کھنڈ یونیورسٹی کی نگرانی میں ''اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' کے عنوان سے جمع کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے جو ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہونے والی ہے۔

یہ تحقیقی مقالہ کل نو ابواب پر مشتمل ہے جس میں شعر وادب اور اس کے اسرار ورموز سے متعلق بحث کی گئی ہے اور ہر ایک بحث کو دلائل وشواہد سے مربوط کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔دوران تحقیق موضوع کے تعلق سے رسائل ومجلّات میں شائع شدہ مضامین ومقالات بھی محقق کے پیش نظر رہے ہیں۔اس تحقیق کار نے اپنے اس تحقیقی مقالے کی ترتیب میں ۲۰۸ کتابوں اور ۲۳ رسائل ومجلّات سے علمی استفادہ کیا ہے۔علم وتحقیق کی دنیا میں مقدار پر کم معیار پر زیادہ توجہ دی جاتی ہے مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا یہ مقالہ مقدار اور معیار دونوں کے اعتبار سے قابل ستائش ہے۔اس پورے مقالے میں شعر وسخن کے جن پہلوؤں پر گفتگو ہے اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کے لئے ہمیں اس تحقیقی مقالے کے ان سیکڑوں صفحات کی ورق گردانی کرنی ہوگی جسے محقق نے عرق

ریزی کے ساتھ دانشورانہ پیرائے میں جمع کیا ہے مگر خلاصہ بحث کے طور پر محقق نے جو اپنا نظریہ پیش کیا ہے اسے اجمالی طور پر آپ اس طرح پڑھ سکتے ہیں۔

"رضا بریلوی کی شاعری کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ ان کے ۷۵ رعلم وفنون کے گلہائے رنگارنگ کا عطر یا ان کا دیوان "حدائق بخشش" ان کے ۷۵ علوم وفنون کے گلزاروں کے تمام بہاروں کا جلوہ اور ان باغوں کے پھولوں کا ایک گلدستہ ہے تو بے جا نہ ہوگا۔اس عطر بیزی، بہار آرائی اور جلوہ سامانی کے ساتھ یہ ان کی عملی محبت وعقیدت اور تمام ترجنوں سامانی محبت کا آئینہ ہے۔امام احمد رضا بریلوی کی نعتوں نے تصوف پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، ان کی نعتیں ہماری قومی تہذیبی اور ادبی ورثہ ہیں، انہوں نے اردو شاعری کو ایک نئی راہ دکھائی ہے۔نعت کی ترویج میں رضؔا بریلوی کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ان کے زیر اثر نعت کے ایک دبستان کی تشکیل ہوئی ہے۔سلام رضا ایک طرح سے عالم اسلام کا ایک قومی ترانہ بن گیا ہے جو دنیا کے ہر خطے میں پڑھا جاتا ہے۔

اردو شاعری کی دوڈھائی سو سالہ تاریخ میں طرز فکر کا جو اعتبار رونما ہوا ہے اس کی اعلیٰ ترین عکاسی کا بہترین نمونہ حضرت رضا کی نعت نگاری ہے۔ان کی شاعرانہ انفرادیت کو کسی بھی بڑے سے بڑے ناقدِ شعر کے لئے تسلیم کرنا سرمایۂ سعادت سے کم نہیں"

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کہنہ مشق قلم کار ہیں۔ان کا سیال قلم موسم کی پروا کئے بغیر برق رفتاری کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر رواں دواں رہتا ہے۔ہر آئے دن ان کی تحریریں کتابی شکل میں شائع ہونے کے علاوہ ہندوبیرون ہند سے شائع ہونے والے رسائل ومجلّات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔اچھوتے موضوعات پر قلم چلانا اور غیر پامال زمینوں پر قدم رکھنا کوئی ان سے سیکھے۔ان کی تحریریں تحقیق کے عصری تقاضوں سے پوری طرح آراستہ ہوتی ہیں۔اس اہم علمی کاوش پر میں عزیزی صاحب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور

شب و روز ان کی کامیابی و کامرانی کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے رضویات کی نشر و اشاعت کے تعلق سے علمی دنیا میں جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں وہ قابل ستائش ہیں اور لائق تقلید بھی۔ باعث مسرت ہے کہ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے اس تحقیقی مقالہ کو طباعت کا شرف اسی ادارہ سے حاصل ہو رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ ادارہ کی دیگر مطبوعات کی طرح ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی یہ تحقیقی کتاب بھی علمی و ادبی دنیا میں قدر کا نگاہوں سے دیکھی جائے گی اور حلقہ رضویت میں اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

غلام یحییٰ انجم

صدر شعبہ علوم اسلامیہ

ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی

۱۴ ر فروری ۲۰۰۷ء

دیباچہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

امام احمد رضا بریلوی کی عبقریت اور تبحر علمی کا اعتراف تو ان کی حیات ہی میں کر لیا گیا تھا لیکن ان کو بحیثیت شاعر تاریخ ادب اردو میں کوئی نمایاں مقام نہیں دیا گیا تھا۔ادب کے مورخین، ناقدین اور محققین نے انکی شاعری سے بے اعتنائی برتی۔چھوٹے چھوٹے شاعروں کے تذکروں سے تذکرہ و تاریخ کی کتابیں بھر دی گئیں لیکن جس نے شعر و ادب کے گیسو سنوارے، رخ کو تابانی بخشی، لباس تطہیر زیب تن کرایا اور عشق و عقیدت کی راہ دکھائی اور صراط مستقیم پر گامزن کر دیا، اسے یکسر بھلا دیا گیا۔شعر و ادب کی دنیا میں اس حقیقت ناشناسی کی مثال مشکل سے ملے گی۔

امام احمد رضا کی نعتیں میلاد کی محفلوں اور مذہبی جلسوں میں پڑھی جاتی رہیں، مذہبی پرچوں اور رسالوں میں مضامین بھی شائع ہوتے رہے اور کبھی کبھار چند ادباء و ناقدین اور دانشوروں نے ان کی شاعری پر خیالات ظاہر کر دیئے، تاثرات پیش کر دیئے یا مختصر مضامین و مقالات شائع کرا دیئے لیکن ان کے کلام کا باقاعدہ ادبی و فنی جائزہ نہیں لیا گیا۔ان کی شاعری ایک طرح سے تبرک کی شے سمجھی گئی اور اسے عقیدت تک محدود رکھا گیا۔

ویسے تو ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ اور ڈاکٹر ریاض مجید وغیرہ نے نعت گوئی سے متعلق اپنے تحقیقی مقالات میں ان کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن انکی نعت گوئی پر کسی یونیورسٹی سے تحقیقی مقالہ لکھنے (پی-ایچ-ڈی) کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔

امام احمد رضا کے انتقال کے بعد تقریباً نصف صدی تک ان کی شاعری توجہ سے محروم رہی۔ ۱۹۷۰ء سے پاکستان کے چند قلمکاروں اور دانشوروں نے اس طرف توجہ دی اور

بھارت میں ''ماہنامہ المیزان، بمبئی'' نے اس جانب توجہ دیا وران کی شاعری کے حسن و جمال کے جلوے نظر آنے لگے، نگاہیں حیران رہ گئیں اور دیانت دار صاحبان ذوق و نظر اور فاضلین علم و ادب چونک اٹھے۔ اس کے بعد پرائیوٹ طور پر چند ہی برسوں میں ان کے فن پر خوب خوب لکھا گیا تاہم یونیورسٹی سطح سے تحقیقی کام نہیں ہوا۔

راقم نے امام احمد رضا کی نعت گوئی پر ڈاکٹریٹ کا ارادہ کیا۔ پروفیسر وسیم بریلوی صاحب جو ایک مستند ادیب و شاعر اور زبان و ادب کے مانے ہوئے استاذ اور پروفیسر ہیں، انہوں نے امام موصوف کی شاعری کو ایک ادیب و شاعر کی نگاہ سے دیکھا اور انہیں کی دلچسپی اور کوشش اور انہیں کی نگرانی و رہنمائی میں یہ مقالہ رقم کرنے کی سعادت راقم کے حصہ میں آئی۔

راقم نے اس مقالہ میں عقیدت کو پیش نظر نہ رکھ کر حقیقت کو پیش نظر رکھا ہے اور پوری دیانت داری کے ساتھ جانچ پرکھ کی منزلوں سے گزرا ہے۔ روایتی انداز تنقید کے ساتھ ساتھ جدید زاویۂ تنقید سے بھی کلام رضؔا کا جائزہ لیا گیا ہے، دلائل و شواہد اور حوالے بھی پیش کئے گئے ہیں۔ اس مقالہ میں امام احمد رضا کے دیوان ''حدائق بخشش'' ہر سہ حصص کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اخیر میں کتب و رسائل کی فہرست بھی پیش کر دی گئی ہے۔

مقالے کا خلاصہ

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

یہ مقالہ نو ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلا باب :- اس باب میں لغات سے نعت کی تعریف، احادیث کریمہ میں اس لفظ کے ورود اور محققین نعت کے حوالوں سے اس لفظ کی مدحت رسول ﷺ پر اتفاق کرنے وغیرہ کے بیان کے ساتھ لفظ نعت کے اسلامی ادب میں پہلے پہل استعمال کو مثالوں سے واضح کیا گیا ہے۔نعت کو بحیثیت نوع سخن پرکھا گیا ہے اور نعتیہ شاعری کے محرکات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔نعت گوئی کی تاریخ کے ضمن میں آسمانی کتب سابقہ۔توریت، زبور اور انجیل سے خدائے بزرگ و برتر کی توصیف و مدحت رسول ﷺ کے حوالوں سے شروع کرکے آخری وحی الٰہی قرآن مقدس کی آیات کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کی نعت ثابت کی گئی ہے۔اس باب میں ''نعت جبریل'' اور اجتاء کی نعتیں بھی پیش کی گئی ہیں۔

انسانی تاریخ میں پہلی ''نعت مصطفیٰ'' کے سلسلے میں حضرت آدم علیہ السلام کی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور ان کے وسیلے سے ربّ کائنات سے اپنی لغزش (خطائے اجتہادی) کی معافی طلبی کے واقعہ کو پیش کرتے ہوئے اسے بھی ''نعت مصطفیٰ'' ﷺ ثابت کیا گیا ہے۔اس واقعۂ آدم کی تصدیق میں توریت اور بائبل سے حوالے بھی دئے ہیں۔اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے ظہور اور انکی بعثت سے قبل انکی عظمت و رفعت کا جو بیان متعدد لوگوں نے کیا ہے، اسے بھی نعت کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ نے خود تحدیث نعمت کے طور پر اپنی جو عظمت بیان فرمائی ہے اس کا بھی ذکر ہے۔ باقاعدہ نعت گوئی کا آغاز بزبان عربی جو عہد نبوی میں ہوا وہاں سے

نعت گوئی کی ابتداء کا بیان ہے۔

مشاہیر نعت گویوں کے کلام کے نمونوں کے ساتھ مختصر مگر جامع انداز میں فارسی نعت گوئی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

دوسرا باب :- اس باب میں اردو نعت نگاری کے آغاز اور عہد بعہد ارتقاء کا جائزہ لیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ گیسودراز رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر عصر حاضر تک کے معتبر نعت گویوں کے کلام کے نمونے اور انکی ولادت و مرحومین کی وفات کی تاریخیں بھی درج کردی گئی ہیں۔ ہر عہد کی زبان کی خوبیوں ،موضوعات نعت کے مختصر جائزہ اور اخیر میں موضوعات نعت کا اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ موضوعات و مضامین کی شرعی خامیوں پر تبصرہ بھی کیا ہے۔

امام احمد رضا کے ہم عصر نعت گویوں میں ان شعراء کو بھی شامل کر لیا ہے جو ان کے وصال تک کم عمری کے باوجود معتبر تسلیم کر لئے گئے تھے۔ چند گمنام مگر باعتبار کلام کامیاب نعت گویوں کے کلام کے نمونے بھی پیش کر دئے ہیں اور چند غزل گو شعراء کے نعتیہ کلام سے چند اشعار بھی پیش کر دئے ہیں۔

تیسرے باب سے پانچویں باب تک:- عہد امام احمد رضا کے سیاسی ،سماجی ،تہذیبی ،تمدنی اور ادبی ماحول کا جائزہ ،ان کی سیرت و شخصیت ،محرکات شاعری اور ان کے تخلیقی رویے کا جائزہ لیا گیا ہے۔ امام احمد رضا نے اپنے عہد کے سیاسی ماحول میں اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے نیز قوم و ملت کی بقاء کے لئے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے اسکے جائزہ کے ساتھ انکی سماجی و اصلاحی خدمات اور قوم و ملت کی فلاح و بہبود کے سلسلے میں انہوں نے جو نظریات پیش کئے ہیں اور جو عملی اقدام کئے ہیں ان سب کا جائزہ دلائل و شواہد کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔

بدعات و منکرات کے رد میں امام احمد رضا کے رسائل و کتب کے حوالے بھی دئے ہیں۔

ادبی پس منظر میں اس عہد کی نثر نگاری کے فروغ، سرسید اور ان کے رفقاء اور علیگڑھ کالج کی فروغ نثر کے سلسلہ میں مساعی کے ذکر کے ساتھ ساتھ، اردو شاعری کے مختلف رنگ و آہنگ کی تربیت اور خود امام احمد رضا کے نثری کارناموں کی ایک جھلک بھی پیش کی گئی ہے نیز اردو نثر نگاری میں انکی خدمات کو فراموش کئے جانے پر مختصر تبصرہ بھی کیا گیا ہے۔

امام احمد رضا کی حیات و شخصیت کا تفصیلی جائزہ بھی لیا گیا ہے اور ان کے دینی ،علمی، تجدیدی اور ادبی کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ان پر عائد کئے گئے بہتانوں۔مذہبی وسیاسی وغیرہ۔کی صفائی میں شواہد اور حوالے پیش کئے ہیں اور ہر طرح کی غلط فہمی کا ازالہ کر کے انکی شخصیت کے پاکیزہ، منور اور معطر پہلوؤں کو سامنے لایا گیا ہے نیز ان کی دینی و علمی وجاہت و عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری کے محرکات قرآن و احادیث ہیں اور ان کا نبوی عشق ہی انکی نعت نگاری کا محرک ہے، اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔انہوں نے کن حالات میں اشعار کہے اور بعد میں اپنے اشعار پر کس طرح نظر ثانی اور ترمیمات کیں، وغیرہ کا بھی ذکر ہے۔غرضیکہ ان کے محرکات شاعری اور تخلیقی رویّے کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

چھٹا باب :- اس باب میں امام احمد رضا کی نعت گوئی کے انفرادی خدوخال واضح کئے گئے ہیں۔ان کے جذبہ کی صداقت، پاکیزگی، گہرائی اور التہاب کے حوالے سے انکی شاعری کو ''وہبی'' ثابت کیا گیا ہے، انکے کلام کو شرعی نقائص سے مبرّا دکھایا گیا ہے۔امام احمد رضا نے اپنی شاعری میں مختلف علوم و فنون کے نظریات اور مصطلحات کو جس خوبصورتی کے ساتھ تحلیل کیا ہے، ان کی جھلک پیش کرتے ہوئے، اردو کے ساتھ مختلف زبانوں کی آمیزش سے شاعری کو حسن بخشنے، محاوروں کی کثرت اور ضائع بدائع کے خوبصورت استعمال خصوصاً تلمیحات کی کثرت وغیرہ کو ان کی شاعری کی انفرادیت کے سلسلے میں پیش کیا گیا ہے۔

محسنؔ کاکوروی اور امیرؔ مینائی سے امام احمد رضا کا تقابلی جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ محسنؔ و امیرؔ کی مختصر سوانح کے بعد ان دونوں کے اشعار کی روشنی میں امام احمد رضا کے اشعار پیش کرتے ہوئے تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ محسنؔ اور امیرؔ کی شاعری کی شرعی حیثیت پر بھی بحث کی گئی ہے۔

امام احمد رضاؔ اور امیرؔ مینائی کا تقابلی جائزہ دونوں حضرات کی نعتیہ غزلوں کے توسط سے لیا گیا ہے۔ دونوں کے ادبی و فنی محاسن کو اجاگر کر کے یہ موازنہ پیش کیا گیا ہے۔

اسی طرح امام احمد رضا اور محسنؔ کاکوروی کے تقابلی جائزے میں محسنؔ کے قصائد - معراج، مولود شریف اور سراپائے رسول اکرم ﷺ کو لیکر انہیں موضوعات سے متعلق رضاؔ بریلوی کے اشعار کو سامنے رکھ کر موازنہ کیا گیا ہے۔ اس جائزہ میں داخلیت کے ساتھ ساتھ خارجی خوبیوں- علمی و شرعی وقار، ادبی اور فنی محاسن نیز محسنؔ کے جن محاسن خصوصاً منظر نگاری، تلمیحات، تشبیہات و استعارات کی نادرہ کاری اور مضمون کے اعتبار سے الفاظ کے مناسب استعمال وغیرہ کی نشاندہی نعت کے محققین اور ناقدین نے کی ہے، ان سب کو پیش نظر رکھ کر دونوں شعراء کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ ہر قدم پر دیانت اور علمی و ادبی نظریوں کی سچائی کو مشعل راہ بناتے ہوئے اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونیکی کوشش کی ہے۔

ساتواں باب :- زیر نظر باب میں امام احمد رضا کی شاعری کی روحانی اور عشق نبوی (ﷺ) کے خلوص کی تہداریوں کو اجاگر کیا ہے، حجاب اٹھائے گئے ہیں اور خلوص و صداقت اور پاکیزگی کے جلوے دکھائے ہیں۔ امام احمد رضا کے عشق رسول کے جذبہ کو اشعار کے آئینہ میں دیکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے عشق کے خلوص اور صداقت کو ان کی زندگی کے آئینہ میں دیکھ کر دونوں کی مطابقت کی گئی ہے اور یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ یہ محبت۔ ان کی عملی محبت سے جدا نہیں بلکہ دونوں ایک ہیں۔

رسول اکرم ﷺ سے حضرت رضاؔ بریلوی کے عشق کے اظہار کے سلسلے میں ان کے شہر ولادت مکہ معظمہ، ان کے دیار و در (مدینہ امینہ) کی خاک، خار اور ان کے کوچہ کے سگان، عرب کے باشندگان وغیرہ سے ان کی عقیدت نیز نبی کونین ﷺ کے اصحاب و عترت، ان کے نائبین یعنی اولیاء و علماء وغیرہ سے ان کی محبت اور خود رسول اکرم ﷺ کی یاد میں انکی تڑپ اور محبت رسول ﷺ کے سلسلے میں رسول کریم ﷺ کی عظمتوں اور ان کے حسن و جمال کے بیان وغیرہ کا تفصیلی جائزہ اشعار کے توسط سے لیا گیا ہے۔ اعدائے رسول سے رضاؔ بریلوی کی عداوت و نفرت کا اظہار بھی اس باب میں شامل ہے اور ایک طرح سے یہ ان کے کلام کے طنزیہ پہلو اور ملاحت کا نظارہ بھی ہے۔

آٹھواں باب :- اس باب میں حضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی کے علمی، ادبی اور فنی محاسن پر مکمل تبصرہ اور جانچ پرکھ کی گئی ہے۔ عربی، فارسی اور ہندی زبانوں سے زبان اردو کے رچاؤ، ان کی زبان کی سلاست، پاکیزگی، ان کے انداز بیان، طرحداری، برجستگی، بیساختگی، حسن کلام، بیان و بدیع وغیرہ ہر ایک کا ناقدانہ جائزہ اس باب میں شامل ہے۔ قدیم و روایتی انداز تنقید سے لیکر جدید تنقیدی زاویے، پیکر تراشی، علامت نگاری وغیرہ کا جائزہ بھی لیا گیا ہے۔ حضرت رضاؔ بریلوی کی قوت شاعری، تخلیقی استعداد، غیر معمولی لسانی حرکیت، لسانی و ساختیتی تجربوں، متروک لفظوں کو حیات تازہ عطا کرنے اور جمالیاتی اظہار–وغیرہ کو اجاگر کیا گیا ہے۔

حضرت امام احمد رضا کو بحیثیت نعت نگار پرکھے جانے کے ساتھ ساتھ بحیثیت شاعر بھی دیکھا پرکھا گیا ہے اور ان کے انداز تغزل کا جلوہ بھی دکھایا گیا ہے۔ نعت نگاری کے میدان میں ہیئت اور صنعت کے اعتبار سے اولیات کا شرف حاصل کرنے وغیرہ کا بھی بھرپور جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

یہ باب کافی طویل ہوگیا ہے لیکن ایسا ضرورتاً ہوا ہے اس لئے کہ ان کی شاعری کے ہر گوشہ، پہلو اور زاویہ کو اجاگر کرنا تھا۔

نواں باب :- اس آخری باب میں۔ اس مقالہ کے سابقہ ابواب کی بحث اور جانچ پرکھ کی روشنی میں امام احمد رضا کے مقام و مرتبہ کا تعیین کیا گیا ہے۔

حضرت امام احمد رضا کی شاعرانہ عظمت کے اظہار کے سلسلے میں مختلف محققین ، ناقدین اور ادباء کے اقوال، خیالات اور تاثرات کے حوالے بھی درج کئے گئے ہیں۔

حضرت امام احمد رضا کو شعر و ادب کی دنیا میں جس طرح بھلا دیا گیا تھا اور ان کی شاعری سے جس طرح عدم توجہی اور بے اعتنائی برتی گئی تھی، ان سب پر بھی ہلکا پھلکا تبصرہ ہے۔

بہرکیف ہر سمت و جہت سے امام احمد رضا کی اصل شاعرانہ حیثیت واضح کرکے ان کی عظمت واضح کردی گئی ہے۔

اظہار تشکر

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

راقم الحروف اپنے نگراں - بین الاقوامی شہرت یافتہ شاعر و ادیب عالیجناب پروفیسر زاہد حسن خاں وسیم بریلوی کا خصوصیت کے ساتھ شکر گزار ہے کہ وہ نہ صرف اسے امام احمد رضا کی نعت گوئی پر پی ایچ۔ڈی کرانے کے لئے تیار ہوئے بلکہ اس سلسلے میں انہوں نے چند مفید مشورے بھی دئے۔

راقم کے اس پی ایچ۔ڈی مقالہ پر جہان علم و ادب کے مشاہیر عزت مآب پروفیسر ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برقؔ، محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی اور قابل احترام ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحبان نے تاثرات و تقریظات رقم کئے، راقم ان حضرات کا بھی متشکر ہے اور ادارہ تحقیقات رضا، کراچی (پاکستان) کے صدر ذی وقار حضرت صاحبزادہ علامہ سید وجاہت رسول قادری اور ان کے صدیق و رفیق جناب ڈاکٹر مجید اللہ قادری نیز ارکان ادارہ ہذا کا شکریہ نہ ادا کرنا بھی ناسپاسی ہوگی کہ ۱۳-۱۴ سالوں سے طباعت سے محروم راقم کے اس مقالہ کی طباعت و اشاعت کا ذمہ لیا اور اب یہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

شکریہ، شکریہ، بہت بہت شکریہ!

اخیر میں راقم قارئین سے درخواست کرے گا کہ وہ اس کی صحت و سلامتی اور اس کے والدین مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کر کے پیشگی شکریے کے مستحق بنیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی

ولادت:- شیخ محمد حنیف

وطن مالوف:- بلرام پور (یو، پی- بھارت)

موجودہ رہائش و پتہ:- ۱۰۴، جسولی، بریلی شریف

اسناد:- فضیلت (اعزازی) جامعہ رضویہ، منظر اسلام بریلی شریف

بی-ایس-سی (آنرز) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

ایم-اے (اردو) پی ایچ-ڈی (اردو) روہیلکھنڈ یونیورسٹی، بریلی (یو-پی)

رضویات پر مطبوعہ کتابیں:-

(۱) اعلیٰحضرت (۲) مفتی اعظم ہند اور حج اکبر (۳) مفتی اعظم ہند (۴) A'lahazrat at a glance (انگریزی) (۵) عظیم البرکت فاضل بریلوی (ہندی) (۶) مفتی اعظم (ہندی) (۷) انوار مفتی اعظم (ہندی) (۸) حجۃ الاسلام (۹) مفسر اعظم ہند (۱۰) ریحان ملت اور ابر بخشش (۱۱) اعلیٰحضرت-اعلیٰحضرت کیوں؟ (۱۲) امام احمد رضا کے القاب و آداب (۱۳) مسلک اعلیٰحضرت (اردو) (۱۴) مسلک اعلیٰحضرت (ہندی) (۱۵) The Maslak of A'lahazrat (انگریزی) (۱۶) امام احمد رضا غیر مسلموں کی نظر میں (اردو) (۱۷) امام احمد رضا غیر مسلموں کی نظر میں (ہندی) (۱۸) امام احمد رضا سادات کرام کی نظر میں (۱۹) کلام رضاؔ کے نئے تنقیدی زاویے سیریز 1 (۲۰) کلام رضاؔ کے نئے تنقیدی زاویے سیریز 2 (۲۱) شرح قصیدۂ رضا (۲۲) امام احمد رضا اور چشتی مجدد دین اسلام (۲۳) امام احمد رضا اور الجبرا (۲۴) امام احمد رضا اور ٹاپالوجی (اردو) (۲۵) Imam Ahmad Raza and Topology (۲۶) ہمارے مفتی اعظم (۲۷) امام احمد رضا اور صوت وصدا (۲۸) امام احمد رضا اور علم طبیعیات (۲۹) امام احمد رضا اور محسنؔ و امیرؔ (۳۰) اقبالؔ مسلک رضاؔ کے آئینے میں (۳۱) بلبل بوستان رضویت (۳۲) مفتی اعظم ہند مجدد

کیوں؟ (۳۳) کلام رضا میں محاورات اور ضرب الامثال (۳۴) رضا گائیڈ بک (ایم-اے، اردو-روہیل کھنڈ یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات کیلئے) (۳۵) طنزیات رضا (۳۶) امام احمد رضا کی منقبت نگاری (۳۷) امام احمد رضا اور مسعود ملت (۳۸) امام احمد رضا بحیثیت نقاد و شارح۔

زیر طبع کتابیں

(ا) کلام رضا کے نئے تنقیدی زاویے سیریز 3 (۲) نثر اردو اور امام احمد رضا (۳) امام احمد رضا کا تصور عشق (۴) تجلیات حجۃ الاسلام (۵) کنز الایمان میں محاوروں کی بہار۔

رضویات پر مقالات و مضامین

اردو، ہندی اور انگریزی میں بیسیوں مضامین و مقالات ہند و پاک اور برطانیہ کے رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

تراجم

انگریزی سے اردو میں

1- The Importance of the 1912 four points Programme of Imam Ahmad Raza

By New Muslim Dr. Muhammad Haroon (Marhoom) of U.K.

بنام:-امام احمد رضا کا عظیم اصلاحی منصوبہ

2- British Converts to Islam by Ahmad Yusuf Andrews (England)

بنام:-امام احمد رضا اور برطانوی نومسلم

3-AttributestoShaikh-ul-IslamImamAhmadRazaByAminaBaraka

بنام:-شیخ الاسلام امام احمد رضا کو خراج عقیدت

تصانیف امام احمد رضا کے تراجم انگریزی میں:-

(۱) اسماع الاربعین (چالیس احادیث شفاعت) بنام 40 Ahadith of Intercession

(۲) فوائد صدقات بنام Importance of Muslim Charity

(۳) دعوت میت بنام Funeral Feast

(۴) المیلاد النبویہ بنام Al- Maulud-un-Nabuwiyah

(۵) غایۃ التحقیق بنام The Caliphate of Hazrat Abu Bakar & Hazrat Ali

(۶) صلات الصفاء بنام The Prophet's Noor

(۷) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام بنام Did the Prophet have a shadow

(۸) الفرق الوجیز بین الوہابی الرجیز وسنی العزیز بنام Basic Islamic Faith

(۹) الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی بنام Qadiyanis are Kafir

تصنیف رضا کا ہندی میں ترجمہ:-(۱) السوء والعقاب علی المسیح الکذاب۔

ایوارڈس / اعزازات

(۱) فروغ نعت ایوارڈ- پاکستان نعت اکیڈمی (سلور جبلی)، کراچی- پاکستان ۱۹۹۱ء

(۲) رضا گولڈ میڈل ایوارڈ- ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی- پاکستان ۱۹۹۷ء

(۳) سند اعتراف ۱۹۹۷ء- المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی، کراچی- پاکستان

(۴) یادگار اعلیٰحضرت منظر اسلام ایوارڈ- (رضا پر پی ایچ-ڈی کے سلسلے میں)، بریلی شریف ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰۰۱ء

نعت کی تعریف

مختصر تاریخ اور عہد بعہد ارتقاء کا جائزہ

نعت کی تعریف: نعت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی تعریف کے ہیں۔قرآن کریم میں اس لفظ کا کوئی صیغہ نہیں آیا ہے۔احادیث رسول اکرم ﷺ اور شمائل نبوی میں نعت کا لفظ اپنی مختلف نحوی اور صرفی صورتوں میں تقریباً پچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ خوبیوں کیلئے آیا ہے۔

شمائل نبوی (حافظ محمد عیسیٰ)، کرمانی شرح البخاری، طیبی شرح المشکوۃ، سنن دارمی وغیرہ میں یہ روایتیں موجود ہیں۔

ا۔جب لفظ نعت۔فعل کی صورت میں باب فَتَحَ۔ یَفْتَحُ سے آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں:۔تعریف کرنا، بیان کرنا کسی شخص کا صفات حسنہ کیساتھ مثلاً:۔"نَعَتَ الرَّجُل" یعنی اس آدمی میں خلقۃً (طبعاً) بہترین خصلتیں پائی جاتی ہیں۔اسی طرح جب کوئی شخص اپنے ہم چشموں میں سے بلند مرتبہ اور سب سے بہتر صوری و معنوی صفات کا حامل ہو تو عربی محاورے میں کہیں گے۔"هُوَ نَعتَۃٌ" یعنی وہ خوبی میں بہترین ہے۔

عربی لغات۔الصحاح، معجم العربیہ، المنجد اور تاج العروس وغیرہ میں مختلف نحوی و صرفی صورتوں کے اعتبار سے نعت کے معنی اسطرح بتائے ہیں۔

(۱) تعریف کرنا (۲) خوبیوں والا (۳) صفت و تعریف (۴) تیز رفتار ہونا.....وغیرہ۔تسہیل العربیہ میں بھی انھیں عربی لغات کے تتبع میں نعت کی مختلف شکلوں۔نَ عَ تَ (تعریف کرنا)۔نَ عُ تَ (اچھی صفات والا، تیز رفتار ہونا)۔نَ عْ تَ (صفت و تعریف) کی

وضاحت کی ہے۔

''غیاث الغات'' میں نعت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:-''نعت بالفتح تعریف و وصف کردن از منتخب اگر چہ لفظ نعت بمعنی مطلق صفت ست لیکن اکثر استعمال ایں لفظ بمعنی ستائش وثنائے رسول ﷺ آمدہ است، بمعنیٰ وصیغہ اسم فاعل واسم مفعول وصیغۂ صفت مشبہٗ نیز می آید''۔ [از غیاث الدین، رزاق پریس کانپور ۱۳۳۲ھ]

یعنی فَتَحَ (زبر) سے نعت کے معنی صفات حسنہ کے ساتھ تعریف وتوصیف کرنا ہیں اگر چہ لفظ نعت کے مطلق معنیٰ صفت کے ہیں لیکن اس کا اکثر استعمال رسول اللہ ﷺ کی تعریف وثنا میں آتا ہے۔اسم فاعل ومفعول اور صفت کے صیغے کے اعتبار سے یہ ثنائے رسول اللہ ﷺ ہی کے معنی میں آتا ہے۔

بہار عجم [از ٹیک چند بہار] میں اس کے معنی مطلق صفت ہی درج ہیں۔قاموس میں بھی یہی معنیٰ ہے۔جامع اللغات میں (نعت کے معنی مطلق وصف اور ثنائے رسول دونوں آئے ہیں) ص ۱۷۰۶، نور اللغات (مولوی نور الحسن نیر کاکوروی) ص ۶۸۱، ج چہارم، میں بھی یہی معنی درج ہیں۔

اصطلاحاً لفظ نعت سے ایک خاص قسم کی شاعری مراد لیجاتی ہے جس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی مقدس شخصیت کا تعریف وتوصیف کی شکل میں بیان ہوتا ہے۔

عربی زبان کے علاوہ، فارسی، اردو اور ترکی زبان میں بھی نعت سے رسول اکرم ﷺ کی مدح وثنا مراد ہوتی ہے۔

نعت ایک موضوع کا نام ہے

نعت دراصل ایک مضمون یا موضوع کا نام ہے لہٰذا جب لفظ نعت کا استعمال کیا جاتا

ہے تو وہ تمام ذخیرہ مراد ہوتا ہے جو حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل و مناقب اور شمائل پر مشتمل ہے۔ کچھ لوگ نظم و نثر دونوں میں وصف رسول کو نعت کہتے ہیں لیکن بقول علی جواد زیدی:

''نثری نعت کو اصطلاحاً محامد رسول کا ایک جدا نام دے سکتے ہیں''۔

[علی جواد زیدی: نعت نگاری اتر پردیش میں مطبوعہ تحریر ج ۲]

رفیع الدین اشفاق ، ڈاکٹر فرمان فتحپوری کے حوالے سے لکھتے ہیں :-''اصولاً آنحضرت ﷺ کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا لیکن اردو اور فارسی میں جب لفظ نعت کا استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آں حضرت ﷺ کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے۔'' [اردو کی نعتیہ شاعری ۲۱]

اردو لغت میں نعت کا مطلب اصطلاحی حوالے سے ہی درج ہے۔ مرتب تحریر کرتے ہیں:-''وہ نظم جو رسول اکرم ﷺ کی شان میں کہی جائے۔''

[اردو نعت از: مرزا مقبول بیگ بدخشانی، ص ۴۳۷]

بخاری شریف، مسلم شریف اور ترمذی شریف کے ابواب فضائل نیز مختلف اقسام کے درود مثلاً درود تاج بھی اسی نثری نعت کے تحت آتے ہیں۔ علاوہ ان کے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دربار نجاشی میں خطبہ نثر میں نعت کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

اردو زبان میں مولوی شبلی نعمانی کی نثر'' ظہور قدسی''، سید سلیمان ندوی کے ''خطبات مدراس'' اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی کی ''جان جاناں'' و دیگر کتب سیرت وغیرہ نثری نعت کے خوبصورت نمونے ہیں۔

عام طور پر نعت کا لفظ ان نظموں کے لئے زیادہ استعمال ہوا ہے جو مدح رسول ﷺ کے لئے لکھی گئی ہیں۔ شعراء نے جب بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کئے تو متاخرین شعراء نے بادشاہوں، امیروں اور بزرگان دین کی شان میں کہے ہوئے مدحیہ

قصائد سے مدح رسول اکرم ﷺ کو ممتاز رکھنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ انہیں نعت کا لقب دیا اگر چہ سب نے ہر زمانہ میں اور ہر مقام پر اس کی پوری پابندی نہیں کی۔ حضور رسول اکرم ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کو لفظ "مدح" و "مدیح" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

عرفی شیرازی (متوفی ۹۹۹ھ بمقام لاہور) نے اپنے مشہور و معروف قصیدہ میں نعت و مدیح کے دونوں لفظوں کو ایک ہی مصرع میں استعمال کر کے اس فرق کو تقریباً واضح کر دیا ہے، کہتے ہیں۔

عرفی مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحرا   آہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن   نعت شہ کونین و مدیح کے و جم را

[کلیات عرفی مطبوعہ منشی نول کشور کانپور ۱۸۸۲ء در نعت سرور کائنات ص ۴،۵]

لیکن لفظ نعت اب مختص ہو گیا ہے رسول اللہ ﷺ کی تعریف وتوصیف کے لئے۔

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:- "نعت کے معنی یوں تو وصف کے ہیں لیکن ہمارے ادب میں اس کا استعمال مجازاً صرف حضرت رسول کریم سید المرسلین ﷺ کے وصف محمود و ثناء کے لئے ہوا ہے جس کا تعلق دینی احساس اور عقیدت مندی سے ہے لہٰذا اسے خالص دینی اور اسلامی ادب میں شمار کیا جائیگا۔

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۳۰، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی، اکتوبر ۱۹۷۶ء]

رسول اللہ ﷺ کے وصف میں نعت کے لفظ کا پہلے پہل استعمال

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق رقم طراز ہیں:-

"نعت کا لفظ جو حضور اکرم ﷺ کے وصف کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے، غالباً اسلامی ادب میں اس معنی میں اس کا استعمال پہلی دفعہ کیا گیا ہے۔ اس

حدیث میں آپ (ﷺ) کے اوصاف بیان کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ نے اپنے لئے بجائے واصف کے "ناعت" استعمال کیا ہے، فرماتے ہیں:-

من راہ بداھة ھابه ومن خالطه معرفه احبه یقول ناعته لمراء قلبه ولا بعده مثله ﷺ۔

[شمائل ترمذی ص ۵۶۷، جامع الترمذی ص ۵۶۷]

آپ پر یکایک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھاتا ہے، جو آپ سے تعلقات بڑھاتا ہے محبت کرتا ہے۔ آپ کا وصف کرنے والا یہی کہتا ہے کہ آپ سے پہلے نہ آپ کے جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ کے جیسا دیکھا۔

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۳۰، ۳۱ مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، اکتوبر ۱۹۷۶ء]

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کے اس خیال کہ نعت کا لفظ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے استعمال کیا ہے، کی تردید کرتے ہوئے ڈاکٹر ریاض مجید صاحب رقمطراز ہیں:

"اس روایت کا سلسلۂ اسناد جسے رفیع الدین اشفاق نے غالباً طوالت کے خیال سے نقل نہیں کیا، ابراہیم بن محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جا ملتا ہے۔ ابراہیم بن محمد جو اس روایت کے اولین راوی ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے جنکا زمانہ حضور اکرم ﷺ کی وفات مبارک کے کئی سال بعد کا ہے۔ اس سے بہت پہلے حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں یہ لفظ مختلف احادیث میں حضور اکرم ﷺ کے اوصاف وخصائل کی (اور مجموعہ طور پر آپ کی) مدح کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔"

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۱۱ مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۹۰ء]

آگے چل کر یہی ڈاکٹر ریاض مجید روایات کے حوالوں کے بعد لکھتے ہیں:

''ان روایات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کا لفظ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر بحث روایت سے پہلے حضور اکرم ﷺ، صحابہ کرام اور نہ صرف یہ کہ اس زمانہ کے یہودی عالموں کی زبان سے بلکہ آپ سے پہلے یہود کی دعاؤں میں بھی آپ کی مدح و توصیف اور اوصاف و خصائص کے حوالے سے استعمال ہوتا رہا ہے۔''

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۱۱، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۹۰ء]

نعت بحیثیت صنف سخن:

شعالبی نے ادب کو بارہ شاخوں میں تقسیم کیا ہے جن میں صرف، نحو، اشتقاق، لغت، قافیہ، عروض، معانی و بیان کو اصول قرار دیا ہے اور علم الخط، انشاء شعر اور تاریخ کو فروع گردانا ہے۔

بعض ادیبوں نے اصولاً شعر کی صرف دو قسمیں بتائی ہیں یعنی مدح و ذم اور دیگر اقسام کو انہی سے متعلق کر دیا ہے مثلاً وصف، مرثیہ، فخریہ، تشبیب، غزل، تشبیہ، استعارہ، امثال، زہد، وعظ و نصیحت وغیرہ کو مدح شمار کیا ہے اور باقی اصناف کو ہجو قرار دیا ہے۔''

[کتاب العمدہ ج ۱، ص ۷۷، ۷۸، بہ حوالہ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۳ پر دیا ہے۔]

''موضوع نعت'' پہلی قسم میں شمار ہوگا جسے تعریف، توصیف اور مدح و ثناء سے تعبیر کیا جائے گا۔

عربی میں نعت کا بیشتر حصہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد لکھا گیا ہے۔ اس لحاظ سے اسے مرثیہ سے تعبیر کرنا چاہئے تھا لیکن یہ صورت نہیں ہے۔ یہی حال فارسی اور اردو نعت کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور دیگر بزرگان دین کے ساتھ یہ خصوصیت رہی کہ ان کی حیات ارضی کے بعد بھی خطاب کا وہی طرز رکھا گیا جو ایک زندہ کے

لئے ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ حضور سرور کونین کا حیات ہونا صاحب ایمان کے نزدیک مسلم ہے۔

حدیث کا مقصد متوفی کے غم میں حزن و ملال کا اظہار ہے برخلاف اس کے یہاں بارگاہ نبوت میں عقیدے کے پھول چڑھا کر محاسن دین اور شمائل و فضائل رسول اللہ ﷺ کا اعلان مقصود ہوتا ہے تا کہ یہ تصرف الٰہی کا ذریعہ بنے لہٰذا جو نعتیں رسول اکرم ﷺ کے لئے ان کے وصال کے بعد لکھی گئیں اور جو قیام دنیا تک لکھی اور کہی جائیں گی انہیں مدح رسول یعنی ''نعت'' ہی کہا جائے گا۔

مرثیہ میں بھی نعت کہی گئی

شروع زمانے میں مرثیوں کا آغاز نعت سے کیا جاتا تھا۔ مرثیوں میں بھی چند مرثیہ نگاروں نے نعت سے آغاز کیا ہے۔ انیسؔ و دبیرؔ کے مراثی میں ابتداء میں حضور ﷺ کا ذکر جمیل کیا گیا ہے اور ان کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے۔

میر انیس اپنے ایک مرثیہ کا آغاز اس طرح کرتے ہیں:

منظور کہ اور روایت کروں رقم ۔۔۔ یاد آ گئی مگر یہ حدیث غم و الم

مسجد میں جلوہ گر تھے رسول فلک حشم ۔۔۔ ہلتے تھے ذکر حق میں لب پاک دم بدم

روشن تھے بام و در رخ روشن کے نور سے ۔۔۔ آئینہ بن گئی تھی زمیں تن کے نور سے

نعت ایک مستقل صنف سخن ہے

اب نعت قصیدہ کا جز نہیں بلکہ بذات خود ایک علیحدہ اور مستقل صنف سخن مان لیا گیا ہے۔ اس کی کوئی مسلمہ ہیئت (Form) اور تکنیک نہیں ہے۔ نعت میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ، سیرت طیبہ، حسن و جمال، سراپا، عظمت و رفعت، معجزات، واقعۂ معراج اور وہ موضوعات جن کا تعلق عقیدت و عقائد دونوں سے ہے سبھی نعت کے ضمن میں آتے

ہیں۔حضور رسول کونینﷺ کی محبت کے تعلق سے مدینۂ امینہ سے عقیدت اور حضور پر سلام وغیرہ بھی نعت کے موضوعات میں داخل ہیں۔سلام کی تعریف میں شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں:

''وہ نعتیہ نظمیں بھی جن میں حضور سرور کائنات کی تعریف کی جاتی ہے اور جن میں لفظ سلام استعمال کیا جاتا ہے سلام کہلاتی ہیں۔''

[درس بلاغت ص ۱۵۴ مطبوعہ ترقی اردو بیورو، نئی دہلی]

ڈاکٹر ریاض مجید تحریر کرتے ہیں:۔

''آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع (مدح رسول اللہﷺ) سے پھیل کر کائنات بھر کے مسائل کو محیط نظر آتی ہے۔نعت کا موضوع بلاشبہ ارتقا پذیر اور بتدریج بڑھنے والا موضوع ہے۔اس کے مضامین میں عہد بعہد وسعت پیدا ہو رہی ہے، جیسے جیسے زمانہ ترقی کر رہا ہے، اور نئے نئے سائنسی انکشافات رونما ہو رہے ہیں ویسے ویسے حضور اکرمﷺ کی سیرت طیبہ، ان کی تعلیمات اور انسانی تہذیب و معاشرت اور تاریخ و سیاست پر ان کے بڑھتے ہوئے اثرات سے پیدا ہونے والے نت نئے محسوسات نعت کا موضوع بن رہے ہیں۔''

[اردو میں نعت گوئی ص ۱۶، مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان لاہور ۱۹۹۰ء]

آج زندگی کا ہر مسئلہ نعت بن رہا ہے اور اس طرح نعت کا کینوس وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اس ضمن میں ممتاز حسین کی یہ رائے نہایت بلیغ و وقیع اور اہم ہے کہ:۔''ہر وہ شے نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور رحمۃ العالمین کی ذات گرامی سے قریب لائے۔''

[خیر البشر کے حضور ص ۱۵]

نعتیہ شاعری کے محرکات

نعت سرور کونین ﷺ مذہبی شاعری کے مقدمات میں شامل ہے جس کا تعلق عقیدت و اخلاص اور محبت رسول سے ہے اور یہی محبت رسول اصل ایمان ہے۔

قرآن مقدس میں واضح طور پر ارشاد ہوتا ہے:-

"قُلْ اِن كَانَ اٰبَآءُ كم وابناءُ كم واِخوانُكُم وازواجكم وعشيرتكم واموال ن اقترفتموها وتِجارةُ تخشون كسادها ومسٰكِنُ ترضونها اَحبّ اليكم من الله ورسولهٖ وجهاد فى سبيلهٖ فتربصّوا حتّٰى ياتى الله بامرهٖ ط والله لايهدى القوم الفٰسقين ۝" [سورہ توبہ:۲۴]

ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان۔ یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

[کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن از: امام احمد رضا بریلوی]

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:-

(۱) لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین." [مسلم شریف ج۱، ص۴۹، بخاری شریف ص۷]

ترجمہ: تم میں سے کوئی ہرگز مسلمان نہیں جب تک میں اسے اس کے بیٹے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضور رسول کونین ﷺ کی ایک اور حدیث ہے:-

(۲) لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من اھلہ ومالہ والناس

اجمعین۔" [مسلم شریف ج ۱، ص ۴۹]

ترجمہ: تم میں سے کوئی اس وقت تک ہرگز مسلمان نہیں جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اگر یہ کہا جائے کہ اسلامی شاعری یا تقدیسی شاعری کی ابتداء میں نعت کو اولیت حاصل ہے تو زیادہ صحیح ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ نعتیہ شاعری نے اسلامی ادب کے لئے ایک نہایت جلیل القدر اور مہتم بالشان باب فراہم کیا ہے۔

مومن کے لئے اللہ و رسول سے محبت ہی سب کچھ ہے۔ یہی اصل ایمان ہے۔ یہی مقصد زندگی ہے اور در حقیقت بندگی ہے۔ قرآن کریم نے محبت رسول کو محبت خدا، رضائے رسالت پناہی کو رضائے الٰہی اور اطاعت نبی کو اطاعت رب فرمایا ہے۔

[سورہ النساء:۸؛ آل عمران:۳۱؛ المجادلہ:۱۳؛ التغابن:۱۲؛ الاحزاب ۳۳؛ محمد:۳۳؛ توبہ:۲۴؛ آل عمران:۳۱؛ ان سچائیوں کے شاہد ہیں۔]

قرآن کریم کے علاوہ احادیث رسول اکرم ﷺ میں بھی آپ کی پیروی، تقلید، اطاعت، اور اتباع وغیرہ کے احکام ملتے ہیں۔

محبت و اطاعت کے بھی چند محرکات ہوتے ہیں:-

حسن و جمال، اخلاق و کردار، کرم و سخاوت، رافت و رحمت، غیرت و حمیت، شجاعت و جرأت ......وغیرہ اور ذات اقدس رسول اللہ ﷺ میں ہر خوبی اور ہر خیر جمع ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ محبت کے دونوں اصل الاصول ظاہری حسن و جمال اور باطنی حسن و جمال -- یعنی کمال خَلق اور کمال خُلق دونوں کے حضور ﷺ جامع ہیں پس طبعاً ایک نیک انسان یا ایک مومن کا ان سے محبت و عقیدت فطری ہے، اب ظاہر ہے وہ بحیثیت مومن اور بحیثیت ایک نیک انسان نعت مصطفےٰ ﷺ ضرور بیان کرے گا۔

قرآن و احادیث سے ماخوذ حضور ﷺ کی محبت و اطاعت وغیرہ کے احکام کے علاوہ نعتیہ ادب کے محرکات میں مندرجہ ذیل حدیث بھی نہایت مہتم بالشان ہے جس نے نثر و نظم، تحریر و تقریر کے مقدمات میں نعت کو لازم قرار دیا۔

"کل امر ذی بال لایبداء فیه بحمد الله و الصلوٰة علیٰ فهوا قطع ابتر ممحوق من کل بر کته اخر جه." [اربعین (نووی) اور سند الفردوس (ویلمی)]

ہر مہتم بالشان کام جو اللہ کی تعریف اور مجھ پر درود کے ساتھ نہ شروع کیا جائے تو وہ ناقص اور ہر برکت سے مٹا ہوا (محروم) ہے۔

درود شریف کی بڑی فضیلت ہے اور عمر بھر میں ایک بار حضور نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنا واجب ہے۔

یہی سبب ہے کہ اسلامی ادب میں (نثری و شعری) حمد و نعت کے مضامین لازماً ملتے ہیں۔

شعرائے نعت کے طبقے

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق تحریر کرتے ہیں:-

"کسی نے نعت رسماً کہی ہے یا تبرکاً اور عقیدۃً تمہیدی طور پر کہی ہے اور کسی نے جوش عقیدت بلکہ جزو ایمان اور بقائے ایمان سمجھ کر اکثر یا مستقلاً کہی ہے، اس طرح شعرائے نعت کے تین طبقے ہو گئے۔

(۱) جن کے کلام میں نعت حمد کے سامنے تمہیداً ہے۔ (۲) جن کے کلام میں دیگر مضامین کے ساتھ نعتیہ مضامین کا بھی کافی ذخیرہ ہے۔ (۳) جن کا کلام اغلب طور پر کلیۃً نعتیہ ہے۔ [اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۹]

یہی ڈاکٹر اشفاق نعت کو تین قسموں میں تقسیم کرتے ہیں:-

۱-رسمی نعت ۔۲-مقصدی نعت ۔۳-اصلاحی نعت

اصلاحی نعت کو انہوں نے مقصدی نعت ہی کی ایک قسم کہا ہے۔

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۹]

نعت کے ماخذ

نعت کے خاص ماخذ ہیں:-(۱) قرآن کریم (۲) احادیث رسول ﷺ

نعت گوئی کی تاریخ

نعت سب سے پہلے خالق نے کہی

رسول کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف یعنی نعت مصطفےٰ ﷺ سب سے پہلے خالق نے کہی، کسی مخلوق یعنی کسی فرشتہ وجن وانسان نے نہیں!

خدائے لم یزل کے کلام کو جاننے اور سمجھنے کے لئے ہمارے پاس اس کی آسمانی کتابیں اور صحیفے بطور حوالہ موجود ہیں۔ آخری وحی الٰہی قرآن مقدس آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور رہتی دنیا تک اسی طرح برقرار رہے گا۔

روح البیان میں آسمانی صحائف کے بارے میں تحریر ہے:-

"خیال ہے کہ کل آسمانی صحائف ایک سو تین اترے۔ پچاس حضرت شیث علیہ السلام پر، تین حضرت ادریس علیہ السلام پر، بیس حضرت ابراہیم علیہ السلام پر، ان کے علاوہ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، ان تمام صحیفوں میں جو مضامین ہیں وہ قرآن کریم میں موجود ہیں۔"

[مدارج النعت ص ۱۹۱، از: ادیب رائے پوری]

بقیہ تیس صحیفے کن انبیاء پر اترے اس کی تحقیق نہیں ہے۔

زبور، توریت، اور انجیل، کو بھی علماء نے صحائف میں شامل کیا ہے۔

قرآن کریم- اللہ کی آخری آسمانی کتاب ہے جو نبی آخرالزماں حضور محمد ﷺ پر اتارا گیا۔ اس کی حفاظت کا ذمہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ اس میں نہ کوئی تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے، تاقیامت یہ کتاب اپنی اصلی شکل میں رہے گی، یہ قرآن کا اعجاز اور رسول مقبول ﷺ کا زندہ معجزہ ہے۔

قرآن حکیم میں کل چھ ہزار چھ سو چھیانسٹھ (٦٦٦٦) آیات ہیں، کاتبان وحی کی تعداد چالیس (۴۰) ہے،

پہلی وحی: اقراء باسم ربّک الذی خلق ہے (سورۂ علق)

آخری وحی: والتقوا یوم ترجعون فیه الی اللّٰه،" سورۂ بقرہ تک۔

کل مدت نزول: بائیس سال اور پانچ ماہ

زبور میں نعت: (۱) حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا:" اللهم ابعَث مُقِيمُ السُنَّةِ بعد الفترت."

اے اللہ! فترت کے بعد کسی سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما۔

[مدارج النعت: ادیب رائے پوری ص ۱۹۱، ۱۹۲، مطبوعہ مدینہ پبلیشنگ کراچی ۱۹۸۶ء بحوالہ شواہد النبوہ]

(۲) بیہقی وہب بن منبہ سے روایت کرتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے زبور مقدس میں وحی بھیجی۔ اے داؤد! عنقریب تیرے بعد وہ سچا نبی آئے گا جن کا نام احمد اور محمد ہے......" [تجلی الیقین ......: امام احمد رضا بریلوی]

(۳) زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام اس طرح فرماتے ہیں:-

"وہ آرہا ہے، وہ زمین کی عدالت کرنے کو آرہا ہے، وہ صداقت سے جہان کی اور اپنی سچائی سے قوموں کی عدالت کرے گا۔" [زبور:۹۲،۱۳]

(۴) زبور میں حضور نبی کریم ﷺ کا ایک اسم مبارک عاقب آیا ہے۔

توریت میں نعت مصطفےٰ ﷺ

(۱) پروردگار فاران کی پہاڑی سے قوت بیان کے ساتھ آیا تو نام احمد (ﷺ) کی تسبیح سے آسمان معمور ہو گئے اور اس کی امت کا سمندروں پر تصرف ایسا ہی ہوگا جیسا خشکی پر۔ وہ ایک کتاب لیکر آئے گا جس کا تعارف بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہوگا۔" [مدارج النعت: ادیب رائے پوری بحوالہ شواہد النبوۃ]

(۲) رب تبارک و تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح خطاب فرماتا ہے:-

"میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اس سے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا۔"

[سفر استثناء باب،۱۸]

Torah (توریت) میں اس کا انگریزی ترجمہ اس طرح ہے:-

"I will raise them up a prophet from among their brethern like unto thee and I will put my words in his mouth; and he shall speak unto them all that I shall command him.'

(Deutero nomy-18:18-19)

(۳) توریت میں حضور اکرم ﷺ کا ایک نام "مبذ مبذ" آیا ہے۔ علماء کے قول کے مطابق توریت (Torah) میں "محمد" اور "احمد" لفظ بھی آئے ہیں۔

انجیل میں نعت شہ کونین ﷺ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء حضور اکرم ﷺ کی آمد آمد کا تذکرہ اس طرح کر رہے ہیں:-

" But the comforter which is the Holy Ghost; Whom the Father will send in my name, he shall teach you all things and bring all things to your remmembrance; what- so ever I have said unto you." (St John 14:26)

ترجمہ: "لیکن فارقلیط (رحمۃ للعلمین) جو پاک روح (نور محمدی ﷺ) ہے جب خدا اسے میرے نام سے بھیجے گا، وہ تمہیں تمام چیزوں کی تعلیم دے گا اور تمہاری یادداشت میں وہ سب کچھ لائے گا جو میں نے تم سے کہا ہے۔"

(۲) وہ نبی: جس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے اس زمانے میں بنی اسرائیل تین شخصیتوں کے منتظر تھے۔

(۱) حضرت مسیح علیہ السلام (۲) ایلیاہ (حضرت الیاس علیہ السلام کی آمد ثانی) (۳) وہ نبی۔ ظاہر ہے لوگ حضرت الیاس اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے علاوہ ایک اور نبی کی آمد کے منتظر تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسبات کی گواہی دی کہ وہ نبی ان کے بعد آنے والا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کی روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔"

[یوحنا: باب ۱۵، آیت ۲۶]

اس اقتباس میں جو لفظ مددگار آیا ہے، اس کے لئے عیسائی پادریوں کا اصرار ہے کہ یہ

جس یونانی لفظ کا ترجمہ ہے وہ (Paracletus) ہے حالانکہ یہ بھی ان کی تحریف کا ایک نمونہ ہے، عیسائی نہیں چاہتے کہ یہ لفظ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی کی ترجمانی کرے۔ یونانی زبان میں اسی لفظ Paracletus سے ملتا جلتا ایک لفظ ہے Periclytos۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یونانی انجیل میں یہی لفظ تھا جس کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا (To be praised) یہ لفظ، سریانی لفظ ''منحمنّا'' کا ہم معنی ہے۔

ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے یوحنا کی انجیل کے باب پندرہ کا ایک طویل اقتباس عربی میں دیا ہے اور اس میں یونانی لفظ ''فارقلیط'' کے بجائے سریانی میں لفظ ''منحمنا'' لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ''منحمنا'' کے معنی وہی ہیں جو عربی میں محمد (ﷺ) اور یونانی میں برقلیطس کے ہیں۔

قرآن مقدس کے سورۂ الصف کی آیت ۶ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت ہے۔ جس کا ترجمہ اس طرح ہے:

''اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اس توراۃ کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے، اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔''

حضرت مسیح علیہ السلام کی یہ بشارت بتا رہی ہے کہ مددگار سے مراد محمد ﷺ یا احمد ﷺ ہیں۔

(۳) انجیل میں لفظ فارقلیط، مددگار، رحمۃ للعالمین، محمد یا احمد کے لئے آیا ہے اور یہ سارے اسماء یا القاب حضور اکرم ﷺ ہی کے ہیں۔ اسی کے لئے موجود انجیل (Bible) میں لفظ Comforter بھی استعمال ہوا ہے۔

(انجیل برنا باس، باب ۹۷ ص ۱۲۳، انجیل: یوحنا ۱۶:۱۴۷:۱۷-، ۱۵۱:۲۷، ۲۷:۲۸-۲۹:۱۶:۷-۶۴)

لفظ فارقلیط سے متعلق سر سید احمد خاں تحریر کرتے ہیں:-

"عبرانی زبان میں فارقلیط کے معنی محمد ہوتے ہیں اس کا ترجمہ احمد بھی ہوسکتا ہے۔"

[الخطبات الاحمدیہ: سر سید احمد خاں: مطبوعہ ہورن ۱۸۷۰ء ص ۶۳۹]

(۴) بائبل میں حضور سید عالم ﷺ کی تعریف ایک مقام پر اس طرح آئی ہے:

Original Herbew- Text Transliteratad:

"Do dish a we a dom daghul Merbaba"

Translation into English:

"(Allah replied) My beloved is white and ruddy, the Chieftests among them thousand (i.e if he is in group of the people as many of ten thousand, he would be seen by all tower.")

یعنی اللہ نے فرمایا۔ "میرا حبیب سرخ و سفید ہے اور وہ دس ہزار آدمیوں کے مجمع میں بھی ہر طرح سے پہچان لیا جائے گا۔"

قرآن مقدس میں نعت رسول اکرم ﷺ

قرآن کریم ضابطۂ زندگی اور رشد و ہدایت کا بحر بیکراں ہے۔ اس میں ہر شے کا بیان ہے، یہ تمام جائز علوم وفنون کا سرچشمہ بھی ہے، شریعت اسلامیہ کا منبع اور اسلامی ادب کی پہلی کتاب بھی ہے۔

(۱) جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور رسول اکرم ﷺ کے خُلق عظیم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا خلق عظیم قرآن ہے۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اسی فرمان یعنی حضور کا خُلق - خُلقہ القرآن ہے، سے علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ:-

''قرآن سراپا نعت محمدی ﷺ ہے۔''

(۲) قرآن کریم میں رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

(ترجمہ) ''یاد کرو اس کو جس کی تلاوت ہوتی ہے تمہارے گھر میں آیتیں اور حکمت''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنی کے ساتھ ساتھ حکمت کی بھی تعلیم دی جارہی ہے۔

(۳) ابوداؤد کی حدیث ہے، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''خبردار! مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز اس کے مثل دی گئی۔''

حضور رسول اکرم ﷺ کو قرآن کے ساتھ جو ایک اور چیز اس کے مثل دی گئی وہ کیا ہے؟ تو اب ارشاد باری اور ارشاد نبی اکرم کو یکجا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی آیات میں جو حکمتیں اور رموز ہیں انہیں حضور ﷺ کے سوا کوئی نہیں جانتا لہٰذا قرآن کی ہر آیت کا ان سے تعلق ہوا پس پورا قرآن حضور انور ﷺ کی نعت ہے۔

(۴) حدیث قدسی میں دو جگہ ذکر مصطفےٰ ﷺ کو ایمان بتایا گیا ہے۔

(ترجمہ) ''میں نے ایمان کا مکمل ہونا اسبات پر موقوف کر دیا ہے کہ اے محبوب! میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے پس جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔'' [شفا شریف: قاضی عیاض ص۱۲]

قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس کی تلاوت ذکر الٰہی ہے اور فرمان رب کے مطابق ذکر الٰہی۔ ذکر رسالت پناہی ہے لہٰذا تلاوت قرآن بھی ذکر رسول ہے اور یہی ذکر رسول، نعت رسول ہے۔

اس پر حضور علیہ السلام کی یہ سند بھی ہے۔ حضرت ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ روایت

کرتے ہیں سرکار رسول کائنات ﷺ سے:-

(ترجمہ) ''میرے پاس جبریل آئے اور کہا بیشک آپ کا رب فرماتا ہے کہ اے حبیب! تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسا بلند کیا، میں (رسول اللہ ﷺ) نے کہا، اللہ خوب جانتا ہے، فرمایا کہ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا بھی ذکر ہوگا۔''

[زرقانی علی المواہب: در منثور ج ۶ ص ۳۶۴]

اب قرآن کی کوئی سورۃ اور کوئی آیت تلاوت کی جائے گی وہی ذکر خدا کے ساتھ ساتھ ذکر محبوب خدا بھی ہوگا۔

پروفیسر سید محمد عبدالرشید تحریر کرتے ہیں:-

خدا اور اس کے فرشتوں کا حضور پر درود و سلام بھیجنا اس پر گواہ ہے نیز قرآن پڑھئے تو اول سے آخر تک ذکر رسول کے ترانوں سے معمور ہے۔''

[اقبال اور عشق رسول ص ۸ مطبوعہ اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس نئی دہلی]

قرآن کریم میں حضور اکرم رسول محترم ﷺ کی (۱) عبدیت و رسالت (۲) نورانیت (۳) محبوبیت (۴) شفاعت (۵) عظمت و فضیلت (۶) علم و اخلاق (۷) معراج (۸) امت پر احسان (۹) رحمۃ للعالمینی (۱۰) عطیات الٰہی وغیرہ کا واضح ذکر موجود ہے اور یہ سب مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کی نعت میں داخل ہیں۔

(۱) عبدیت و رسالت:

قرآن کریم میں حضور اکرم ﷺ کی عبدیت پر زور اس لئے دیا گیا ہے کہ شرف کی زیادت صرف وصف عبدیت کے کمال پر منحصر ہے۔ حضور کا یہی کمال ہے جس کی بناء پر وہ تمام مخلوقات خداوندی میں یکتا ہیں اور ان کی اسی عبدیت و بشریت کے طفیل انسان کو اشرف

المخلوقات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضور ﷺ کی صفت عبدیت پر قرآن نے جو خاص زور دیا ہے اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ بندگان حق کی عظمت کے مسئلہ میں فہم انسانی نے اکثر اس قدر دھوکا کھایا ہے کہ عبد کو معبود کا درجہ دیدیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائیوں نے خدا کا بیٹا بنا کر پرستش شروع کردی اور فتنۂ شرک کا عظیم باب وا کیا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے باب میں بھی ان کی قوم اسی کج فہمی کا شکار ہو کر گمراہ ہوئی۔

معراج شریف کے واقعہ میں اس طرف خاص اشارہ ہے:-

(ا) ''سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ ''-الآیہ [سورۂ بنی اسرائیل:۱]

قرآن میں حضور کی خاتمیت اور ان کی رسالت کا واضح ذکر موجود ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں ان کی رسالت عامہ کا ذکر موجود ہے:-

(ب) ''قل یا ایھاالناس انّی رسول اللہ الیکم جمیعا''[سورہ اعراف:۱۵۸]

ترجمہ:- اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔

(۲) نورانیت:

یہاں نورانیت سے مراد ''نور محمدی ﷺ'' ہے۔ اللہ عزوجل کے صفاتی اسمأ میں اس کا ایک نام نور بھی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:-

(ا)''اللّٰہ نورا السموٰت والارض'' الآیہ۔ [سورہ نور:۳۶]

ترجمہ:- یعنی اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو بھی نور فرمایا ہے۔

"قدجاء کم من اللہ نورٌ و کتاب مبین" [سورہ مائدہ:۱۵]

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

قرآن کریم نے حضور اکرم ﷺ کو سراجاً منیرا (روشن چراغ) سراپا ہدایت اور مزکی (پاک کر نے والا) بھی کہا ہے۔ [سورہ احزاب:۴۶]

(۳) محبوبیت:

قرآن مقدس نے نبی کریم ﷺ کی محبت، اتباع و اطاعت کو اللہ کی محبت و اطاعت قرار دیا ہے۔ [سورہ آل عمران:۳۱]

قرآن مقدس کا فرمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی ذات، والدین اولاد اور مال و دولت سے زیادہ پیارا سمجھو گے؛ تبھی مسلمان تسلیم کئے جاؤ گے۔ [سورہ توبہ:۲۴]

نبی کریم ﷺ! ایمان والوں کی جان سے زیادہ عزیز ہیں۔ [سورہ احزاب:۶]

رب عظیم نے حضور اکرم ﷺ کے شہر، کلام اور عمر کی قسم یاد فرمائی ہے۔

[سورۂ بلد:(۱،۲) پارہ ۱۵؛ سورۃ الحجر:۷۶]

قرآن کریم میں خداوند قدوس نے دیگر نبیوں اور رسولوں کی طرح حضور ﷺ کو ان کے نام سے یاد نہ فرما کر مزمل، مدثر، رسول، طٰہٰ اور یٰس وغیرہ کہہ کر یاد فرمایا ہے۔

(۴) شفاعت:

قرآن کریم میں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت اور مقام محمود کے بارے میں ارشاد!

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے

والا مہربان پائیں"۔ [سورۃ النسآء:٦١]

"قریب ہے کہ تمہیں تمہارا رب ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں"

[سورۃ بنی اسرائیل:٧٩]

نبی کریم ﷺ نجات دہندہ ہیں۔ [سورۂ اعراف:٥٧]

(۵) عظمت وفضیلت:

قرآن حکیم نے حضور اکرم ﷺ کی عظمت اور بزرگی کا اس طرح اظہار کیا ہے:-

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

"ورفعنالک ذکرک" [سورۂ الم نشرح:۴]

"تلک الرسل فضلنا بعضهم علیٰ بعض" [سورۂ بقرہ:٢٥٣]

"کان فضل الله علیک عظیما" [سورۂ النسآء:١١٣]

آیت درود میں نبی پر درود بھیج کر فرشتوں سے درود بھجوا کر اور مسلمانوں کو ان پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم دیکر حضور اکرم ﷺ کی عظمت ورفعت واضح کر دی۔

[سورۂ احزاب:٥٦]

(٦) علم واخلاق:

قرآن مجید نے سیدنا نبی کریم ﷺ کو معلم کتاب وحکمت، اللہ سے سیکھنے والا، صاحب خُلق عظیم، اور حامل صدق فرمایا۔ [النسآء، بنی اسرائیل، زمر]

(٧) معراج:

"سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ" الآیہ میں سرکار نبی کریم ﷺ کے

معراج اور عبدیت کا ذکر فرمایا۔ [بنی اسرائیل:۱]

(۸) امت پر احسان:

قرآن کریم نے حضور ﷺ کو (ا) مسلمانوں پر احسان فرمانے والا (ب) مومنوں کی بھلائی پر حریص، اور رؤف و رحیم، بتایا ہے۔ [سورہ توبہ:۲۸]

(۹) رحمۃ للعالمین:

حضور ﷺ ہر عالم کے رحمت ہیں۔ قرآن میں ارشاد ربانی ہے:

"وما ارسلناک الاّ رحمۃ للعالمین" [سورۂ الانبیاء:۱۰۸]

ترجمہ:- اور نہیں بھیجا تم کو مگر رحمت تمام جہان کے لئے۔

(۱۰) عطائے الٰہی

قرآن کا ارشاد ہے:

(ا) "الم نشرح لک صدرک" [سورۂ الم نشرح:۱]

(ب) "انا اعطینک الکوثر" [سورۂ الکوثر:۱،۲،۳]

فرما کر خیر کثیر عطا کرنے نیز ان کے دشمنوں کو ابتر کرنے کی خوش خبری دی۔ علاوہ ان سب کے قرآن کریم نے حضور ﷺ کے لئے فرمایا:

"اول المسلمین، اول المومنین، صادق، عبد کامل، شاہد، ظلمتوں سے نکالنے والا، مرکز حق، برہان، نبی امی، مزکی اور حاکم برحق۔"

[ابراہیم، النسآء، انعام، زمر، بقرہ، بنی اسرائیل، آل عمران]

قرآن مقدس نے حضور ﷺ کو۔ مصطفےٰ اور مجتبیٰ بھی کہا۔ یہ تمام تر قرآنی حوالے سیدنا

محمد عربی ﷺ کی نعت ہی پر مشتمل ہیں۔ [آل عمران، الصف، فتح۔ وغیرہ]

خداوند قدوس نے اپنے جو صفاتی اسمأ اپنے رسول ﷺ کو عطا کئے حسب ذیل ہیں:

"نور، عزیز، کریم، عظیم، شہید، حق، مبین، ذو العلی، ہادی، حاکم، ذو الرحمۃ، نذیر، طاہر، طیب، داعی، قائم، صادق، احسن"۔

قرآن کریم سے حضور ﷺ کے ننانوے اسماء ثابت ہیں اور یہ ان کے خصائص میں سے ہے۔

سابقہ کتب سماویہ میں حضور ﷺ کے اسماء

توریت میں: مبذ مبذ

انجیل میں: فارقلیط، طاب طاب

زبور میں: عاقب

صحیفۂ آدم، صحیفہ نوح، صحیفہ ابراہیم علیہم السلام میں و دیگر صحف سماویہ میں حضور سید الانبیا ﷺ کے صفاتی اسماء اور ان کا تذکرہ وغیرہ موجود ہے اور یہ سب ان کی نعت ہی ہے۔

[مدارج النعت: ادیب رائے پوری ص ۱۶۵، ۱۶۶]

حضرت جبریل علیہ السلام کی نعت

(ترجمہ) "میں نے مشارق و مغارب میں پھر کر دیکھا کوئی شخص محمد (ﷺ) سے افضل نظر نہیں آیا اور کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھنے میں نہیں آیا۔"

[شرح مواہب الدنیہ موسوم بہ زرقانی جلد اول ص ۶۸]

یہ حدیث (نعت جبریل امین) بیہقی اور طبرانی اوسط میں اور ابن عساکر نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ اس پر حضرت جلال الدین

سیوطی علیہ الرحمہ نے سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

جنّوں کی نعت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو ابونعیم نے اس طرح نقل کیا ہے۔

(۱) ''سمج نامی جن جو حضور ﷺ پر ایمان لاکر مسلمان ہو گیا تھا اس نے ایک کافر جن مسعر کو قتل کر دیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مسعر جن مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ابھارتا تھا اور ان کے قتل کے مشورے دیتا تھا، یہی جن حضور نبی کریم ﷺ کو برا بھی کہتا تھا۔ جب سمج جن نے مسعر کو قتل کیا تو اس نے چند اشعار کہے خوشی کے اظہار میں۔ حضور ﷺ نے اس جن کا اسلامی نام عبداللہ رکھا تھا۔

اشعار کا ترجمہ اسطرح ہے:

''جب کہ اس نے سرکشی کی اور تکبر کیا۔ میں نے مسعر کا قتاع اس تلوار سے بنایا کہ وہ بنیادِ ہستی کھودنے والی اور قاطع ہے۔ اس نے ہمارے نبی کو برا کہا تھا۔''

[خصائص الکبریٰ ص ۲۶۷]

(۲) تکلان نامی ایک جن نے بھی حضور ﷺ کی نعت کہی ہے۔

واقعہ اس طرح ہے کہ حضور ﷺ مسجد قباء میں صحابۂ کرام کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ ایک اعرابی سفر سے واپس آکر ان کی خدمت عالی میں حاضر ہوئے اور اپنے سفر میں راستہ بھول جانے اور تکلان جن سے سنی ہوئی نعت کی روئداد حضور سے عرض کی۔ اس واقعہ کے راوی خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

تکلان کے الفاظ یہ ہیں:

(ترجمہ) ''پیغمبر (ﷺ) مبعوث ہوا ہے جو تمام بتوں کو توڑ دے گا، ادیان باطلہ کو

معطل کر دے گا۔ سعید و نیک بخت شخص وہی ہے جو آپ کی مطابقت کرے گا۔ بد بخت وہ ہے جو آپ کی مخالفت میں سعی و کوشش کرے گا۔

[خصائص الکبریٰ ص ۲۶۷]

(۳) **قصیدۂ جنّیہ**: ایک جن کا نام عمر تھا اور جو صحابیِ رسول کہلائے، نے رسول اکرم ﷺ کی شان رفیع میں ایک قصیدہ کہا ہے جس میں اٹھارہ اشعار ہیں۔ یہ "قصیدہ جنّیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

اس قصیدہ کو پاکستان کے ایک ادیب۔ شفیق بریلوی نے ارمغان نعت میں شائع کیا ہے۔ یہ قصیدہ استنبول (ترکی) کے کتبخانے میں موجود ہے۔ مولانا سید احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ترکی سے اس کی نقل حاصل کی تھی اور ۱۳۰۷ھ میں شائع کیا تھا۔

قصیدہ جنّیہ عربی انشاء پرداری کا کمال ہے۔ اسکے بالخصوص آٹھ مصرعے مسلسل سہ حرفی الفاظ میں ہیں، مسجع ہیں اور ہر لفظ پر سوائے ضمہ (پیش) کے اور کوئی اعراب نہیں ہے۔

انسانی تاریخ کی پہلی نعت

حضور آدم علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کی جو مدح وثنا کی ہے اس کا حال بزبان عربی حضرت عبدالرحمٰن بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سنایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور سیدنا محمد عربی ﷺ کی جو تعریف و توصیف بیان کی ہے اس میں انہوں نے حضور ﷺ کو۔ "مقصود آفرینش" اور "مخدوم کائنات" کہا ہے۔

حضور سرور کونین ﷺ کے زلف مبارک کو "والیل" اور رخسار پاک کو "والشمس" کہا ہے۔ [مدارج النعت ص ۱۹۶: ادیب رائے پوری]

یہ تو وہ نعت تھی جو سیدنا آدم علیہ السلام نے بطور خود اپنے الفاظ میں کہی تھی لیکن اس

سے پہلے آپنے ایک نعت کہی تھی جو کسی مخلوق کے ذہن سے سنی ہوئی نعت نہیں تھی نہ ہی کسی مخلوق کے شعری فکر کا نتیجہ تھی بلکہ یہ وہ تحریر تھی جو عرش کے ستونوں پر مندرج تھی اور جس پر آپ کی نگاہ پڑی تھی۔ یہ واقعہ تاریخ انسانی کا پہلا واقعہ تھا جس کی نقاب کشائی حضور سیدنا محمد عربی ﷺ کے دست علم نے فرمائی۔

حدیث پاک ہے۔ راوی ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوگئی تھی تو انہوں نے میرے وسیلے سے اللہ سے معافی چاہی۔ رب کریم نے پوچھا محمد (ﷺ) کو کیسے پہچانا تو عرض کیا کہ آنکھ کھولتے ہی سر عرش یہ لکھا دیکھا۔

لا الٰہ الاّ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

رب نے فرمایا: تمہیں بخش دیا اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ وہ تمہاری اولاد میں سے آخری نبی ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو میں تمہیں نہ پیدا فرماتا۔''

[بیہقی، طبرانی، زرقانی علی المواہب ص ۶۲، درمنشور اور المستدرک حاکم ص ۶۱۵]

اس واقعہ کی تصدیق بائبل اور توریت (Torah) سے بھی ہوتی ہے۔

[Gospel of Bernabas, Page97(Bible)]

نعت رسول قبل ظہور

حضور اکرم ﷺ کی مدحت سرائی ان کی ولادت اور بعثت سے قبل بھی لوگوں نے کی ہے۔

(ا) قوم بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر محمد (ﷺ) کرنا اور اس کے سلسلے میں توریت میں وحی کا آنا (خصائص الکبریٰ بحوالہ حلیہ)

(ب) ورقہ بن نوفل (ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد

بھائی) نے حضورﷺ کے اعلان نبوت سے قبل ان کی نعت کہی تھی۔حضور نے ان کے وفات کے بعد فرمایا کہ میں نے ورقہ کو بہشت کے سبز کپڑے پہنے ہوئے جنت میں دیکھا ہے کیوں کہ وہ مجھ پر ایمان لایا تھا اور میری نبوت کی تصدیق کی تھی۔

[کتب سیرت ابن اسحٰق و ابن ہشام]

ورقہ بن نوفل کی نعت بزبان عربی کا اردو ترجمہ غلام رسول مہر نے کیا ہے۔شعر۵ اور شعر۸ کا ترجمہ اس طرح ہے کہ:-

''محمد (ﷺ) ہم میں عنقریب سردار ہو جائیں گے اور ان کی جانب سے جو شخص کسی سے بحث کرے گا وہی غالب رہے گا۔

کاش میں بھی اس وقت رہوں جب تمہارے سامنے ان واقعات کا ظہور ہو اور کاش اس میں داخل ہونے والوں میں میں سب سے زیادہ حصہ دار ہوں۔''

اعلان نبوت سے قبل اور بعد بھی مشرکین و مخالفین نے حضور کے کردار و اخلاق اور امانت و دیانت کو سراہا ہے۔انہیں--صادق،امین،کریم النفس وغیرہ کہا۔

حضور کے چچا ابو طالب نے حضورﷺ کے لئے مدحیہ اشعار کہے اور حضور کے نکاح اول کے وقت جو خطبہ دیا ہے وہ بھی نعت مصطفٰےﷺ ہے۔ابو طالب نے حضورﷺ کے وسیلے سے بارش کی دعا بھی کی ہے اور اس دعا میں بھی حضور کی عظمت بیان کی ہے۔

[سیرت ابن ہشام ص ۲۵۳]

ابو طالب کا ایک قصیدہ ہے جس کا غلام رسول مہر نے اردو میں ترجمہ کیا ہے،اس قصیدہ کے ایک مصرعہ کا ترجمہ اس طرح ہے:''جو ایسے روشن چہرے والا ہے کہ اس کے وسیلے سے بارش طلب کیجاتی ہے۔'' [مدارج النعت ص ۲۳۰،سیرت ابن ہشام کے حوالے سے]

حضور کی مدینہ آمد پر ''طلع البدر علینا'' سے شروع ہونے والے جو تین اشعار بنی نجار

کی بچیوں نے دف پر گایا وہ تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

نعت رسول بزبان رسول ﷺ

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور سروراں محمد عربی ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اس طرح اپنی شان میں قصیدہ کہا:

(ترجمہ) ''میں محمد (ﷺ) بن مطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق (یعنی انسانوں) میں سے کیا پھر (انسانوں میں سے دو گروہ بنائے (عرب و عجم) اور مجھے بہترین گروہ (عرب) میں سے کیا پھر (عرب) کے چند قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (قریش) سے کیا۔ پھر قبیلہ کے چند خاندان بنائے تو مجھے سب سے اچھے خاندان (بنو ہاشم) میں سے کیا پس میں ذاتی اور خاندانی طور پر سب سے اچھا ہوں۔''

[ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۱۳]

۲) حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے لئے خود فرمایا:

(۱) ترجمہ ''اگر میں مقصود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا''

[زرقانی علی المواہب ص ۴۹]

(۲) ترجمہ ''میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔''

[مدارج النبوۃ]

(۳) ترجمہ ''خدا دیتا ہے میں تقسیم فرماتا ہوں۔'' [متفق علیہ (حدیث)]

(۴) ترجمہ ''میں جمال حق کا آئینہ ہوں۔ جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔''

[متفق علیہ (حدیث)]

(۵) ترجمہ ''میں اللہ کا حبیب ہوں'' [ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۱۹]

(۶) ترجمہ "قیامت کے روز میں بنی آدم کا سردار، انبیاء کا امام و خطیب اور شفاعت کرنے والا ہوں گا اور اس روز میرے قبضے میں لوأ الحمد ہوگا اور ہر کوئی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا"۔ [ترمذی شریف ج ۲ ص ۵۲۰-۵۱۹]

حضور ﷺ کی تعریف و توصیف کی بہت ساری حدیثیں ہیں۔ ترمذی شریف شمائل نبوی ﷺ میں حضور اکرم کے (۱) سراپا (۲) مہر نبوت (۳) بالوں کا بیان، کان میں کنگھی کرنے کا بیان نیز بالوں کی سفیدی اور ان میں مہندی کا ذکر، (۴) زرہ بکتر، تلوار اور خود کا بیان (۵) عمامہ، تہہ بند اور لباس کا بیان (۶) کھانے کا طریقہ، روٹی اور سالن وغیرہ کا بیان، (۷) وضو کرنے کا حال، پانی پینے کی کیفیت، میوہ جات کا استعمال، عطر لگانے، خوش طبعی، سونے اور عبادت وغیرہ کا تفصیلی بیان (۸) تواضع، حیاء، اخلاق، بسر اوقات ......اور دیگر فضائل و حالات کا بیان ہے۔

نام محمد اور احمد خود نعت ہیں

"محمد" ﷺ بے انتہا سراہا گیا۔ اور "احمد" خدا کی بے انتہا حمد کرنے والا۔ گویا حضور ﷺ حمد الٰہی میں بھی یکتا و بے نظیر ہیں اور رب تبارک و تعالیٰ نے ان کی جو بے انتہا تعریف کی اس لحاظ سے بھی وہ بے مثل ولا جواب ہیں۔

عربی نعت گوئی

شاعری کی حیثیت سے نعت گوئی کا آغاز سب سے پہلے عربی زبان میں عہد نبوی میں ہوا۔
ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

"سب سے قدیم قصیدہ جس میں رسول کریم (ﷺ) کی مدح کی گئی ہے وہ اعمش کا ہے۔ یہ وہ نعت گو شاعر ہے جو ایمان سے مشرف نہیں ہوا۔ اس کے نصیب میں عقیدت کے

صرف یہی چند پھول آئے جو شاعر بارگاہ رسالت میں پیش کرنے کے لئے روانہ تو ضرور ہوا لیکن آخر شقاوت سعادت پر غالب آگئی اور دنیا کے لالچ نے دینی نعمت کو ہاتھ سے چھین لیا۔ اس قصے کا بیان طوالت سے خالی نہیں لہٰذا یہاں اسے نظر انداز کرتے ہوئے کلام کا نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

نبی یری مالا ترون وذکره ☆ اغار لعمری فی البلاد والنجد

له صدقات ماتغب و نائلی ☆ ولیس عطاء الیوم مالغه غدا

متی ما تناخی عند باب ابن هاشم ☆ تراحی و تلقی من فواضله ندی

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۶۸، مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۷۶ء]

عربی شاعری میں نعت کی ابتداء

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''عربی شاعری میں نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز ہجرت مدینہ کے بعد لسانی جہاد کے انداز میں اس وقت ہوا جب دشمنان اسلام کی ہجو اور بدزبانی حد سے بڑھ گئی تو آپ (حضور ﷺ) نے صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی مدد اپنے ہتھیاروں سے کی ہے انہیں کیا چیز مانع ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے ان کی مدد نہ کریں۔''

[اردو میں نعت گوئی ص ۱۲۷ بحوالہ تاریخ ادب عربی (احمد حسین زیات) ترجمہ طاہر سورتی ص ۲۶۳]

حضور رسول مقبول ﷺ نے صحابہ کرام سے یہ بھی فرمایا:

''کفار کی ہجو کرو کیوں کہ انہیں اپنی ہجو تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق ہے۔''

[صحیح مسلم شریف (اردو ترجمہ) ص ۵۸۵ جلد سوم]

حضور اکرم ﷺ کے یہ ارشادات نعت گوئی کی تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت

رکھتے ہیں۔انہوں نے کفار کی ہجو کیساتھ ساتھ مدح رسول کے تذکار کو ایک باقاعدہ روایت اور منضبط شکل دینے کی طرف شعرائے اسلام کو متوجہ کیا۔

صحابی رسول حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۷۳ء) دربار رسالت کے پہلے شاعر ہیں جنہیں مشرکین کی ہجویات اور دشنام کا جواب دینے کے لئے مقرر کیا گیا۔

یہ تھا نعت گوئی کا آغاز۔یہیں سے نعت نگاری کے سفر مقدس کا کارواں رواں دواں ہوتا ہے۔

شعرائے رسول الثقلین:

دربار رسالت کے تین مخصوص شعراء ہیں:۔

(۱) حضرت حسان بن ثابت انصاری

(۲) حضرت عبداللہ بن رواحہ

(۳) حضرت کعب بن زہیر......رضی اللہ تعالیٰ عنہم

تاریخ اسلام میں یہ تینوں خوش نصیب،شعرائے رسول الثقلین کے خطاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ان فیروز بخت شاعروں کو سرکار ابد قرار ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے تحسین و آفرین کے تغمہ جات عطا کئے ہیں۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو قریش کے انساب کو اپنی ہجو کا موضوع بنایا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش کو کفر کا عار دلاتے اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرب وضرب سے ڈرایا کرتے تھے۔

صحابہ کرام کی نعت گوئی

شعرائے رسول الثقلین کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ام

المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور شہزادیٔ رسول سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

دربار رسالت کے نامور شاعروں میں سب سے ممتاز حیثیت حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد نبوی میں ایک منبر رکھوا دیا تھا تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر آپ کی مفاخرت کیا کریں اور کفار کے الزامات کا جواب دیا کریں۔

حضرت حسان کے لئے حضور علیہ التحیۃ والثناء فرماتے تھے کہ:

”حق تعالیٰ روح القدس سے حسان کی مدد فرماتا ہے جب تک وہ دین کی مدد کرتے ہیں۔“ [شمائل ترمذی (ترجمہ) ص ۲۴۲]

حضرت حسان کے اشعار میں بے پایاں صدق و خلوص پایا جاتا ہے۔ ان کا بیان اور قوت استدلال بھی قابل صد تحسین ہے البتہ قصیدہ کے خدوخال زمانۂ جاہلیت والے ہیں۔ تشبیب کے اشعار میں وہی عشق و عاشقی کا مضمون ہے۔ سیرت کی کتابوں میں کفار کی ہجو، سرکار علیہ السلام کی مدح اور لشکر اسلام کی تعریف سے متعلق ان کے متعدد قصائد ملتے ہیں۔ ان کی انہی اسلامی خدمات کے سبب انہیں مذہبی شاعری کا بانی کہا جاتا ہے۔ ان کے اشعار میں قرآن مجید سے اخذ کئے ہوئے جملے بکثرت پائے جاتے ہیں۔ انہیں ہجو و مدح میں خاص کمال حاصل تھا۔

حضور ﷺ کے وصال پر جو اشعار انہوں نے کہے ہیں وہ ان کی نعت گوئی کا شاہکار

ہیں ۔حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نعت رسول کے اشعار کے ساتھ صحابۂ کرام کی منقبت بھی شامل کر لی ہے۔

نمونۂ کلام

(۱) هجوت محمد ﷺ انا جبت عنه ☆وعند الله فی ذالک جزاء

[دیوان حسان ص۲-یہ دیوان Dr. H. Hirschfeld کا ۱۹۱۰ء کا مرتب کردہ ہے۔]

یعنی تو نے ایسے کی ہجو کی جو سراپا تعریف میں محمد ہے (ﷺ) اور میں نے اسکا جوابدیا اور اسکی جزاء اللہ کے نزدیک ہے۔

(۲) واجمل منک لم تر قط عینی☆☆ واحسن منک لم تلدالنساء

حسنت طرفا و شرقت قدراً☆☆ کانت قد خلقت کما تشاء

آپ سے زیادہ دلربا شخصیت پر میری نگاہ کبھی نہیں پڑی ۔آپ سے زیادہ حسین وجود کو کسی عورت نے جنم نہیں دیا۔ حسین نگاہ، بلند مرتبہ گویا آپ جیسا چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کئے گئے۔

(۳) ترجمہ، چند اشعار کا: ''یہ وہ ہیں جن پر مہر نبوت چمک رہی ہے۔اللہ کی طرف سے یہ شہادت ہے جو چمکتی ہے اور دیکھی جاتی ہے، اللہ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کا نام ملا رکھا ہے جبکہ پانچوں وقت موذن اشہد کہتا ہے۔ یہ نبی آئے اور روشنی والے چراغ اور رہنما ہو گئے، وہ اس طرح چمکے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلوار چمکے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ عرب کے مشہور اور عظیم المرتبت شاعر تھے اور ساتھ ہی ساتھ مجاہد اسلام بھی تھے۔ ۸ھ میں غزوۂ موتہ میں مجاہدین اسلام کی کمان کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

کتب سیر و مغازی میں حضرت حسان کے بعد سب سے زیادہ اشعار ان ہی کے ملتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ایک بار ان کے شعر سن کر انہیں ''وایاک مثبت اللہ'' (اللہ تم کو بھی ثابت قدم رکھے) دعا دی۔

نمونۂ کلام

وفینا رسول الله یتلو کتابه☆☆اذاالنشق معروف من الفجر ساطع

حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

یہ اپنے وقت کے نامی گرامی شاعر تھے ۹ھ کے اوائل میں توبہ کر کے اسلام قبول کیا۔ سرکار نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں اپنا مشہور قصیدہ ''بانت سعاد'' لیکر حاضر ہوئے اور حضور کو یہ قصیدہ سنایا۔ حضور ﷺ اس وقت جو چادر شریف اوڑھے ہوئے تھے انہیں عطا فرما دی۔

یہ قصیدہ عام رواج کے مطابق تشبیب اور تغزل سے شروع ہوتا ہے۔ پہلے تیرہ اشعار سعاد کے حسن و جمال، وعدہ خلافی اور تلون مزاجی کے بارے میں ہیں، چودہویں شعر سے چونتیسویں شعر تک اونٹنی کی تعریف ہے۔ چغل خوروں سے اظہار بیزاری اور ان دوستوں کی شکایت جو خفگیٔ رسول اللہ ﷺ کے پیش نظر ان سے کنارہ کشی اختیار کر رہے تھے۔

اس کے بعد معذرت کا مضمون، حضور کے حلم و عفو اور احسان کا ذکر ہے اور پھر وہ شعر آتا ہے جسے حاصل قصیدہ کہنا چاہئے۔ یہ شعر نعت گوئی کی تاریخ میں ایک خاص مقام کا حامل ہے اور اسی شعر پر حضور ﷺ نے حضرت کعب کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی تھی۔ شعر یوں ہے۔

انّ الرسول لنور یستضاء به☆☆وصارم من سیوف الهند مسلوک

رسول اللہ ﷺ بلاشبہ ایک نور ہیں جن سے اجالا اسی طرح آنکھوں کے سامنے پھیل

جاتا ہے جس طرح نیام سے جب ہندی تلوار نکلتی ہے تو ایک چمک سی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اس شعر میں تصحیح فرماتے ہوئے سیوف الہند کو سیوف اللہ (اللہ کی تلوار) سے بدل دیا۔

اس سے اگلے شعروں میں صحابۂ کرام کی شجاعت، صداقت اور جوانمردی کی توصیف ہے۔

[سیرت ابن ہشام جلد دوم ۵، ۶، ۶۱۹ میں تفصیل کے ساتھ قصیدۂ بانت سعاد کی تخلیق کے پس منظر اور حضور علیہ السلام کے سامنے اس کے پڑھنے کا حال ملتا ہے]

یہ قصیدہ فصاحت و بلاغت اور فنی خوبیوں کی وجہ سے عربی شاعری میں اپنا ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ اس کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس قصیدہ کے اس مشہور شعر

انّ الرسول............سیوف الله مسلول

پر تضمینیں بھی لکھی گئی ہیں۔

ان شعراء کے علاوہ چاروں خلفائے رسول، حضرت عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت کعب بن مالک، حضرت ابوسفیان بن حارث اور دوسرے صحابۂ کرام نیز ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ، بنت رسول سیدہ فاطمہ زہرہ، حضور کی پھوپھیاں، سیدہ صفیہ و بنت عبد المطلب اور سیدہ عاتکہ بن عبد المطلب وغیرہ نے بھی حضور اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف میں اشعار کہے ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ نعت گوئی ہے جو سرکار ابد قرار ﷺ کے وصال کے بعد کی ہے۔ [مجموعہ نبہانی ج ا ص ۴۸]

عہد مابعد صحابہ کی نعت گوئی

عربی نعت کا دوسرا اہم دور صحابۂ کرام کے عہد کے بعد شروع ہوتا ہے۔

[علامہ نبہانی: مجموعہ نبہانی]

خاندان رسالت میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بھی نعتیں کہی ہیں۔

عہد تابعین کے سب سے زیادہ مشہور شاعر فرزوق گزرے ہیں، انہوں نے اہل بیت کی منقبت کو بھی شامل نعت کیا ہے۔

الکمیت بن زید الاسدی، دعبل، الشریف الرضی اور مہیار نے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ ڈاکٹر زکی مبارک نے ان شعراء کے واقعۂ کربلا اور منقبت اہل بیت سے متعلق قصائد کو بھی ''مدائح النبویہ'' میں شمار کیا ہے۔

[المدائح النبویہ فی الادب ص ۵۳-۱۴۰]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک قصیدہ موسوم بہ ''قصیدۂ نعمانیہ'' ایک مشہور نعتیہ قصیدہ ہے۔

ساتویں صدی ہجری میں امام محمد بن ابی بکر الوتری اور امام یحیٰی الصرصری کے نام نمایاں نعت گو شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔

اس صدی کے آخری مگر سب سے نمایاں شاعر جنہوں نے اپنے اثرات عربی، فارسی، ترکی، اردو اور دوسری زبانوں کے نعت گویوں پر چھوڑے امام شرف الدین محمد بن سعید بو صیری (م ۶۹۷ھ) ہیں۔ ان کا ''قصیدہ بردہ'' مشہور زمانہ اور نعت گوئی کا شاہکار ہے، اس قصیدہ کا پورا نام، ''الکوکب الدریہ فی مدح خیر البریہ'' ہے۔

اس قصیدہ سے ایک بہت ہی مشہور روایت جڑی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے حضرت بوصیری نے بعد میں اس کا دوسرا نام ''قصیدۃ البردہ'' رکھا۔ اسے عام طور سے ''قصیدہ بردہ

شریف'' کہا جاتا ہے۔ واقعہ اس طرح ہے:

''حضرت امام بوصیری نے یہ قصیدہ فالج کے مرض کی حالت میں لکھا تھا۔ ایک شب آپنے حضور ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ حضور نے خواب ہی میں آپ کو اپنی چادر مبارکہ اوڑھادی ،صبح جب آپ بیدار ہوئے تو وہ چادر مبارکہ موجود تھی اور آپ بالکل صحتمند ہو گئے تھے''۔

اس معجزانہ شفایابی کے سبب اس قصیدے کی شہرت بوصیری کی زندگی ہی میں دور دور تک پھیل گئی اور یہ ''قصیدۂ البردہ'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس قصیدہ کا مطلع اس طرح ہے۔

اَمِن تذ کرّ جیرانٍ بذی سَلَمٍ☆☆مَزَ حُبتَ ورحاً جریٰ من مقلتہٍ بزم

(کیا ہمسایوں کی یاد سے جوذی سلم تھے تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو جاری ہیں)

حضرت بوصیری پہلے شخص ہیں جنہوں نے نعت گوئی کی تشبیب کی روایت کو توڑا۔

[انداز بردہ (فضل احمد عارف) ص ۴۷]

یہ قصیدہ اپنی شفائیہ تاثیر کے لئے بھی مشہور ہے۔ اس کے اکثر شارحین نے بعض بیماریوں سے شفاء اور آفات کے روکنے کے لئے اس کا وظیفہ تجویز کیا ہے۔ برکات بردہ کے مصنف فضل احمد عارف نے خواص بردہ کے عنوان سے اس قصیدہ کے فیوض و برکات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

اس قصیدہ کے مسجد نبوی میں پڑھے جانے کی روایت بھی ملتی ہے۔

[روزنامہ حریت کراچی عید میلاد النبی اڈیشن ۱۵؍ مارچ ۷۶ء ص ۳]

آٹھویں صدی ہجری کے نعت گویوں میں شہاب محمود الحلبی ابن نباتہ مصری اور جابر الاندلسی وغیرہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

نویں صدی ہجری میں عبدالرحیم البرعی نے نعت کی روایت کو آگے بڑھایا۔ اس صدی کے نعت نگاروں میں ابو بکر تقی الدین کا نام بھی قابل ذکر ہے۔ عہد جدید (۱۴ رویں صدی

ہجری) کے نعت گویوں میں یوسف بن اسمٰعیل نبہانی اور احمد شوقی دو قابل ذکر نام ہیں۔

برصغیر میں عربی نعت گوئی

عربی نعت عہد صحابہ اور عہد مابعد صحابہ سے ہوتی ہوئی برصغیر تک پہنچی۔ شعرائے ایران نے بھی بزبان عربی مدح رسول کی روایت کو آگے بڑھایا ہے۔

ہندوستان میں شاہ ولی اللہ، آزاد بلگرامی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا فضل حق خیرآبادی اور امام احمد رضا خاں بریلوی کے نام عربی نعت گوئی کے سلسلے میں قابل ذکر ہیں۔

امام احمد رضا خاں کے دیوان ''حدائق بخشش'' ہر سہ حصص میں اردو نعتوں کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی نعتیں بھی موجود ہیں۔

ڈاکٹر حامد علی خاں لکچرار شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے مولانا بریلوی کے دیوان حدائق بخشش سے نیز ان کی دیگر کتب سے ان کے ۳۱۶/اشعار یکجا کئے ہیں، انہوں نے مولانا کی عربی شاعری پر ایک مقالہ بعنوان ''امام احمد رضا کی عربی شاعری'' بھی لکھا ہے۔

[ماہنامہ المیزان: امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء (بمبئی) ص ۴۴۵ تا ۴۵۴]

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی فیصل آباد نے اپنے ایک مقالہ بعنوان ''فاضل بریلوی اور عربی شاعری'' میں ۵۱۷/اشعار کی نشاندہی کی ہے۔

[معارف رضا، کراچی شمارہ دہم ۱۹۹۰ء ص ۹۵]

نعت نبی میں شعراء کے فقرات

زمانہ نبوی ﷺ سے عہد صحابہ اور بعد تک شعراء عرب و دوسرے ممالک کے نعت گویوں نے اپنے کلام میں جا بجا جو فقرات استعمال کئے ہیں وہ بے حد و حساب ہیں۔ ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے چند مشہور فقرات کی نشاندہی کی ہے۔ نمونۂ چند فقرات ذیل میں درج ہیں:

سلیل اکرم نبعته و فریع اشرف بقعة، جاء بامته من اظلمته الی النور،

محمد نبی الله وصفوة وخيرته من بريته ، خيرة الله من خلقه وحجته في ارضه، والهادي الىٰ حقه والمبنه على حكمه، والداعي الىٰ رشده، مبارك مولده، سعيد مورده آخر الانبياء في الدنيا عصرا، واولهم يوم الدين ذكر اوارجهم عند الله ميز اناً واوضحهم حجته و برهانا........... وغيره وغيره

[اردو میں نعتیہ شاعری ص۸۱]

عربی ادب میں سانحہ کربلا کے بعد اہل بیت کی مدح بھی نعت کے ساتھ ساتھ شروع ہوئی اور منقبت کے اشعار نعت میں شامل ہونے لگے۔

چوتھی صدی ہجری سے عربی نعتیہ شاعری کو وسعت ملی اور تنوع مضامین میں اضافہ ہوا۔

فارسی نعت گوئی

دولت عباسی کے آخری خلیفہ معتصم باللہ کی وجہ سے جب عربوں کی جاہ وحشمت انحطاط پذیر ہوئی تو عجمیت کا غلبہ ہوا اور ایرانی تہذیب کا پھریرا اڑنے لگا۔اب عربی شاعری کی جگہ فارسی شاعری نے لے لی۔

فارسی شاعری کے دور اول کا پہلا اہم اور ممتاز شاعر ''رودکی'' ہے لیکن اس کے یہاں نعتیہ کلام نہیں ملتا۔

فارسی شاعری کا دوسرا دور عہد غزنوی سے متعلق ہے جس نے فردوسی جیسے نامور شاعر کو جنم دیا۔فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں تبرکاً نعتیہ اشعار کہے ہیں۔فارسی شاعری کے تیسرے دور یعنی عہد سلجوقی سے تصوف نے شعر کو ایک نئے انداز، نئے فکر،نکھرے سنورے اور لطیف پیرائے میں جذب، کیف اور مستی سے سرشار پیش کیا ہے۔

اس دور کے ممتاز رباعی گو شاعر میں بابا طاہر، ابوسعید ابوالخیر اور عبداللہ انصاری ہیں۔

ان کے یہاں نعتیہ رباعیات بھی ملتی ہیں۔ ابوسعید ابوالخیر (م ۴۴۰ھ/ ۱۰۴۹ء) کی ایک رباعی نمونۃً پیش ہے:

خدا وندا بگر دانی بلارا — ازیں آفت نگہداری تو مارا
بحق آں دو گیسوئے محمد ﷺ — زبوں گرداں زبردستان مارا

[رباعیات ابوالخیر مطبوعہ عالمگیر پریس لاہور ۱۹۳۵ء ص ۱۲]

اس دور کے ممتاز شعراء میں حکیم سنائی (م ۵۴۵ھ) نے نعت کی طرف خاص توجہ کی۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کو مستقل اور مسلسل مباحث کی صورت بخشی۔

نمونۂ کلام

عالم جزورانظام بدو — غرض نفس کل تمام بدو
قدمش درازل نفر سود — قدمش در ابد نیا سوده
فیض فضل خدائی دایۂ او — فخر پر ہمائی سایۂ او
آمد اندر جہاں جہان ہر کس — جان جانہا محمد آمدو بس

[حدیقۃ الحدائق ص ۱۸۲]

حکیم سنائی غزنوی کے بعد قافلۂ نعت کو مزید حوصلہ اور توانائی کیساتھ بڑھانے اور رواں دواں کرنے والوں میں شعراء اور ادباء کے دوش بدوش علماء، اولیاء اور صوفیاء بھی شریک رہے۔

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی، خاقانی نظامی گنجوی وغیرہ چھٹی صدی ہجری کے مشہور فارسی نعت گویوں میں ہیں۔

(۱) خاقانی کو قصیدہ کا بادشاہ کہا جاتا ہے۔ ان کا نعتیہ قصیدہ فارسی کے شاہکار قصائد

میں شمار ہوتا ہے۔

نمونۂ کلام

پئے ثنائے محمد ﷺ بر آر تیغ ضمیر　　که خاص بر قد او بافتند ورع ثنا

زباں بستہ بمدح محمد ﷺ آر د نطق　　که نخل خشک پئے مبریم آور دخرما

صبح دارم کافتابے درنہاں آوردہ ام ☆ ☆ آفتابم کردم عیسیٰ نشاں آوردہ ام

☆

قاسم الرحمۃ ابوالقاسم رسول اللہ کہ ہست ☆ ☆ درولائے او خدیو عقل وجاں مولائے من

[کلیات خاقانی ص ۲۲۸، دیوان خاقانی ص ۲۲۳ تا ۲۳۷]

(۲) نظامی گنجوی

عہد سلجوقی میں بحیثیت نعت گوشاعران کا مقام بہت بلند ہے۔ انہیں خمسہ کا موجد گر مانا جاتا ہے۔ ان کی نعتیں روح پرور اور بلند پایہ ہیں۔ انہیں ''معراج'' نامہ، لکھنے میں خصوصی امتیاز حاصل ہے۔

یہ اللہ کے واسطے سے اپنے آقا سیدنا محمد عربی ﷺ سے سوال کرتے ہیں۔

چوں تربیت حیات کردی ☆ ☆ درخاطر ما فگن یک آیت

☆

اے کار مرا تمامی از تو ☆ ☆ نیرو لئی دل نظامی از تو

☆

زیں دل بدعا قناعتی کن ☆ ☆ وز بہر خدا شفاعتی کن

[لیلیٰ مجنوں ص ۱۶ نسخہ مرتبہ توحید دستگردی طہران]

ای مدنی برقع و مکی نقاب ☆ ☆ سایہ نشیں چند بود آفتاب

[مثنوی مخزن الاسرار۔ نظامی، ص ۲۸]

ساتویں صدی ہجری کے مشاہیر نعت گویوں میں---فرید الدین عطارؔ، جلال الدین رومیؔ، جمال الدین اصفہانی فخر الدین عراقی، اور سعدی شیرازی وغیرہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

(۱) فرید الدین عطارؔ:

ان کا کلام عارفانہ و صوفیانہ ہے۔ زبان سادہ ہے۔ ان کی مثنوی "منطق الطیر" نے ان کے نام کو زندہ جاوید کردیا ہے۔ نعتیہ مثنویوں کے علاوہ ان کا ایک نعتیہ قصیدہ بھی ہے۔

نمونۂ کلام

وصف او در گفت چوں آمد مرا ☆ ☆ چوں عرق از شرم خود آید مرا

☆

او فصیح عالم و من لال او ☆ ☆ کے توانم داد شرح حال او

☆

انبیاء در وصف او حیراں شدہ ☆ ☆ سر شناساں نیز سرگرداں شدہ

[منطق الطیر (عطارؔ) در نعت سید المرسلین ص ۱۰]

(۲) جلال الدین رومیؔ:

جلال الدین رومیؔ کو فارسی کے صوفی شعراء میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ ان کے یہاں اسوۂ رسول کا بیان ایک نئے طرز، نئے رنگ اور زمانے کے مذاق کے موافق تمثیلی انداز میں حیات کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے، مسائل حکمت و عرفان دل نشیں پیرائے میں

پیش کرتے ہوئے شاعرانہ دلاویزی کے دوش بدوش جس توانائی کے ساتھ ہوتا ہے وہ ان کی کیفیت باطن کی ترجمانی ہے جو سینۂ رومیؔ کو عشق نبوی کے زیر و بم سے ہمیشہ دوچار رکھتی ہے۔

مولانا کی شہرۂ آفاق مثنوی کے چھ دفتروں میں مختلف مباحث کے سلسلے میں عظمت نبوی ﷺ اور حقیقت مصطفوی ﷺ کو جس حکیمانہ نظر اور عارفانہ نکتہ رسی سے اجاگر کیا ہے اس کی مثال نعتیہ ادب میں کم ہی ملتی ہے۔

نمونۂ کلام

گر بصورت آدمی انساں بدی ☆ ☆ احمد و بوجہل یکساں بدی

☆

لطف خدائی جملہ کمالات خلق را ☆ ☆ یک چیز کردو داد بدو نام مصطفٰے

☆

سید و سرور محمد نور جاں ☆ ☆ بہتر و مہتر شفیع مذنباں

[مثنوی مولانا روم]

(۳) شیخ سعدیؔ:

حضرت شیخ سعدیؔ کے کلام کی ممتاز خصوصیت بیان کی سادگی اور سرکار رسالت مآب ﷺ سے خلوص اور عقیدت ہے۔

ان کی گلستاں، بوستاں اور کریما کو جو عالمگیر مقبولیت حاصل ہوئی ہے اسکی مثال کم ہی ملتی ہے۔ ''گلستاں بوستاں'' کے مختلف زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

نمونۂ کلام

یک جاں چہ کند سعدی مسکین کہ دو صد جان ☆ ☆ سازیم فدائے سگ دربان محمد ﷺ

بلغ العلیٰ بکمالہٖ　　　کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ　　　صلّوا علیہ وآلہٖ

[گلستاں سعدی]

اس پر کثرت سے تضمینیں لکھی گئی ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے نعت گویوں میں اوحدی مراغئی، خواجہ کرمانی، حافظ شیرازی اور سلیمان ساوجی وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

نویں صدی ہجری کا دور مولانا عبدالرحمٰن جامؔی کی نعت گوئی پر ختم ہوتا ہے۔ ان کا کلام حلقۂ اہل دلاں میں بڑا گرانمایہ مانا جاتا ہے۔

نمونۂ کلام

سلام علیک امی نبی مکرم ☆ ☆ مکرم ترانہ آدم ونسل آدم

☆

مائیم کہ چوں لالہ صحرامی مدینہ ☆ ☆ داریم بدل داغ تمنائی مدینہ

[دیوان کامل جامی ص ۷۳-ص ۸۸]

مولانا جامی فارسی زبان کے آخری بزرگ اور اہم شاعر تھے۔ بقول ڈاکٹر ریاض مجید:

"ان کے بعد عہد صفویہ سے عہد جدید تک متعدد شاعروں ہلال چغتائی (م ۹۲۶ھ) وحشی بافقی (م ۹۹۱ھ) محتشم کاشی (م ۹۹۶ھ) صائب تبریزی (م ۱۰۶۰ھ) مشتاق اصفہانی (م ۱۱۷۱ھ)، فتح علی خاں صبا (م ۱۲۳۷ھ) صفی علی شاہ (م ۱۲۵۱ھ) وصال شیرازی (م ۱۲۶۲ھ) رجائی (م ۱۲۶۲ھ) اور یغمائی جندقی (م ۱۲۷۰ھ) وغیرہ نے مقدور بھر نعت گوئی کی روایت کو آگے بڑھایا مگر ان میں جامؔی کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں۔ مشہور

قصیدہ نگار میرزا حبیب اللہ قاآنی (م ۱۲۷۰ھ) عاشق اصفہانی م ۱۲۸۱ء) سروش اصفہانی (م ۱۲۸۵ھ) ادیب الممالک فراہانی (م ۱۳۳۵ھ) کے ہاں بھی نعت کے نمونے ملتے ہیں۔ بہار خراسانی کا وہ نعتیہ قصیدہ بہت مشہور ہوا جو انہوں نے میلاد النبی کے موقع پر مشہد میں آستانہ قدس پر پڑھا۔ عصر حاضر کے فارسی اخبارات و رسائل میں گاہے گاہے نئے شعراء کی نعتیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ خصوصاً ایران کے حالیہ انقلاب (۱۹۷۹ء) کے بعد ایرانی شاعری میں مذہبی رنگ ابھر رہا ہے اور دوسرے مذہبی مضامین کے ساتھ نعت رسول مقبول ﷺ کا موضوع بھی زور پکڑ رہا ہے۔" [اردو میں نعت گوئی ص ۱۴۸]

هندی نعت گویان فارسی

ہندوستان میں نعتیہ کلام کے واضح نمونے ساتویں صدی ہجری کے آغاز سے ہی ملنا شروع ہو جاتے ہیں۔

خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، بوعلی قلندر پانی پتی اور امیر خسرو وغیرہ نے ہندوستان میں نعت گوئی (فارسی) کی روایت کو آگے بڑھایا۔

(ا) حضرت امیر خسرو نے اپنی مثنویوں اور قصائد و غزل کی ہیئت میں نعت کے اعلیٰ نمونے تخلیق کئے۔

مرزا غالب نے فیض خسرو کا اعتراف اور ان سے اپنی عقیدت مندی کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

"پیتا ہوں دھو کے خسرو شیریں سخن کے پاؤں"

حضرت خسرو ان اہل دل صوفیاء میں ہیں جن کا سرمایۂ افتخار ہی بارگاہ رسالت سے مخلصانہ اور نیاز مندانہ وابستگی ہے۔

نمونۂ کلام:

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرؔو ☆ ☆ محمد ﷺ شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

☆

ختم نبوت شدہ برہان او ☆ ☆ مصحف ختم آمدہ در شان او

حضرت امیر خسرؔو کے بعد فارسی نعت گوئی میں جمال الدین محمد عرفؔی کا مقام بہت بلند ہے۔ یہ شیراز سے ہندوستان آئے۔ عرفؔی کو عظمت مصطفےٰ ﷺ کا شدید احساس ہے۔ انہوں نے شاہوں کی مدح اور قصیدہ خوانی سے نعت رسول اکرم ﷺ کو علیحدہ کیا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحرا ☆ آہستہ کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن ☆ نعت شہ کونین و مدیح کے وجم را

(کلیات عرفؔی)

نظیری نیشاپوری اور مرزؔا بیدل نے بھی قصیدہ و نعت کی ہیئت میں نعت کہی۔ فارسی نعت کی تاریخ میں جان محمد قدسؔی کی وہ نعت بیحد مقبول اور مشہور ہے جس کا مطلع ہے۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی ☆ دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی ☆ آمدہ سوئے تو قدسؔی پئے درماں طلبی

[نغمات سماع ص ۳۵۳]

مرزا غالؔب نے غزل کے فارم اور قصیدہ و مثنوی میں نعتیں لکھی ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، میرزا مظہر جانِ جاناں، خواجہ محمد رضی الدین باقی باللہ وغیرہ نے بھی فارسی نعتیں لکھی ہیں۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے یہاں بھی فارسی نعتیں کافی تعداد میں موجود ہیں۔

ڈاکٹر وحید اشرف بڑودہ یونی ورسٹی نے ان کی فارسی شاعری پر ایک وقیع مقالہ قلمبند کیا ہے اور غزل، مثنوی، رباعی وغیرہ میں رقم کردہ نعتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کا ادبی اور فنی جائزہ لیا ہے۔ [امام احمد رضا نمبر: ماہنامہ المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء]

نمونۂ کلام

زروئے ماہ تاباں آفریدند زبوی تو گلستاں آفریدند
نہ از بہر تو صرف ایمانیا نند کہ خود بہر تو ایماں آفریدند
بکار خویش حیرانم اغثنی یارسول اللہ پریشانم پریشانم اغثنی یارسول اللہ

[حدائق بخشش]

ڈاکٹر محمد اقبالؔ

ڈاکٹر سر محمد اقبال کو فارسی نعت گوئی کے سلسلے کی آخری کڑی مانا گیا ہے۔

یوں تو ان کی پوری شاعری کا محور عشق رسول اللہ ﷺ ہی کا جذبہ ہے مگر جہاں خاص طور پر انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے حوالے سے شاعری کی ہے یا جہاں آپ کا ذکر یا آپ سے خطاب ہے وہ مقامات لائق دید ہیں۔

نمونۂ کلام

در دل مسلم مقام مصطفیٰ ست ☆☆ آبروئے ما ز نام مصطفےٰ ست

....

اے ظہور تو شباب زندگی ☆☆ جلوہ ات تعبیر خواب زندگی

[مثنوی اسرار و رموز کلیات اقبالؔ (فارسی) ص ۱۹-۲۰ و ص ۱۶۶]

یا ز نور مصطفےٰ او را بہاست ☆☆ یا ہنوز اندر تلاش مصطفےٰ ست

[کلیات اقبالؔ (فارسی) ص ۱۶۷]

ان کے نعتیہ قطعات اور رباعیات بھی عشق سرور کونین ﷺ کے آئینہ دار ہیں۔

اردو نعت گوئی

مسلمان عہد صحابہ ہی میں بغرض تجارت ہندوستان آنا شروع ہو گئے تھے۔ محمد بن قاسم کی فتوحات (۹۴ھ/۷۱۲ء) کے بعد مسلمان ملک کے ایک معتدبہ حصہ پر قابض ہو گئے تھے اور اب اس سرزمین سے انکا تعلق تجارت سے پھیل کر کاروبار سیاست کو محیط ہو گیا تھا۔

۴۱۳ھ میں لاہور پر قبضہ کے بعد محمود غزنوی کا تسلط ہو جاتا ہے۔ شہاب الدین غوری کی فتوحات کے بعد اسلامی تسلط دور دور تک پھیلنے لگتا ہے۔ غوری حکومت کے خاتمہ کے بعد جب قطب الدین ایبک نے ۶۰۲ھ میں سلطنت ہند پر قبضہ کیا تو مسلمانوں کی پہلی اور خودمختار حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ بعد میں مسلم سلاطین نے اسکی حدود وسیع کیں۔ علاؤالدین خلجی نے ۶۹۷ھ میں گجرات فتح کیا۔ ۷۱۰ھ تک دکن کے بہت سے علاقے بھی اس کی قلمرو میں شامل ہو گئے اور یوں ۸ ویں صدی کے شروع میں مسلمانوں کا اثر ورسوخ جنوبی ہند تک پھیل گیا اور یہ اثر ورسوخ اس وقت اور بھی گہرا ہو گیا جب محمد بن تغلق نے ۷۲۸ھ میں دہلی کے بجائے دولت آباد کو دارالحکومت بنایا۔ اس طرح مسلمانوں کی ایک کثیر آبادی دکن میں پھیل گئی۔ تغلق کی وجہ سے ہندی اور فارسی سے ملی جلی زبان جس کو اردو کہتے ہیں، کو وسعت ملی۔

ابراہیم عادل شاہ کے دور میں اس کے حکم سے وزارت مال کا حساب کتاب دیسی بھاشا میں لکھنا شروع ہوا۔ اس طرح دیسی زبان کو دربار کے راستے سے تقویت ملی۔

دکن میں صوفیاء اور علماء بھی بکثرت موجود تھے جنہوں نے تبلیغ و وعظ کا کام اسی زبان میں شروع کیا۔

اب دہلی کی زبان جو دہلی اور میرٹھ و اطراف کی بولی تھی اور جس کا بلا واسطہ تعلق شورسینی پراکرت سے تھا اور جو دراصل بھاشا ہی کی ایک شاخ تھی، اس نے دکن میں زور

پکڑا۔اس طرح دیکھا جائے تو نویں صدی ہجری/۱۵ویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی سے دکن میں اردو زبان میں شاعری اور تصنیف وتالیف کی ابتداء ہوگئی تھی۔

ادھر دہلی میں اس سے بھی قبل یعنی آٹھویں صدی ہجری کی ابتداء میں حضرت امیر خسروؔ زبان ہندوی کو فروغ دے رہے تھے یعنی اردو کے خدوخال واضح ہو رہے تھے۔

مورخین نے امیر خسروؔ کو اردو کا پہلا شاعر مانا ہے۔انکی مکرنیاں وغیرہ فارسی آمیز اردو میں ہیں۔حضرت امیر خسرو اور حضرت خواجہ گیسو دراز کے زمانے میں تقریباً ایک صدی کا فرق ہے۔اس ایک صدی بلکہ ۱۵۸۰ء تک زبان اردو کو کوئی خاص فروغ نہیں ہوا کیونکہ یہی دور اکبر کا تھا اور فارسی اب بھی شاہی زبان تھی البتہ دکن میں جو شاہان وقت ہوتے رہے وہ سب کے سب صاحبان علم وفضل تھے اور اہل علم کے قدر دان تھے۔سلطان قلی قطب شاہ سے لیکر ولی دکنی تک یعنی ۱۵۸۱ء تا ۱۶۶۸ء اردو زبان کا کارواں بڑھتا رہا۔ ولیؔ دکنی (۱۶۵۰-۱۷۴۴ء) کے دیوان کی اشاعت کے ساتھ ہی شاعری کا مرکز دکن سے منتقل ہو کر دہلی میں آگیا اور یہاں کے لوگوں کو شعر وشاعری سے کافی دلچسپی ہوگئی۔

شاہجہانی عہد میں اردو نے خوب ترقی کی اور عالمگیر اورنگ زیب کے عہد تک شعر و شاعری کا خوب رواج ہوگیا۔(تاریخ ادب اردو از رام بابو سکینہ،اردو ادب کی تاریخ از عظیم الحق جنیدی،اردو زبان کی تاریخ کا خاکہ از مسعود حسین۔)

چونکہ زبان اردو کے فروغ میں صوفیاء واولیاء اور علماء کا ہاتھ زیادہ ہے(تفصیل کے لئے مولوی عبدالحق کی کتاب اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام ملاحظہ کریں) لہٰذا اس زبان میں شعر وشاعری کی ابتداء مذہبی شاعری سے ہوئی۔چونکہ ذکر رسول اور مدح رسول عقیدہ وعقیدت دونوں سے جڑا ہوا ہے لہٰذا حمد کے ساتھ نعت سے شعر وشاعری کی شروعات فطری تھی اور اس طرح نعت کا فروغ پانا بھی فطری تھا۔

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق اس سلسلے میں رقمطراز ہیں:-

''اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز و افتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش کے وقت سے ہی مومنہ اور کلمہ گو رہی ہے۔ صوفیائے کرام اور مبلغین اسلام کے ہاتھوں دین متین کی ترویج و اشاعت کیلئے یہ پروان چڑھی اور شروع ہی سے اسکی توتلی زبان پر حمد و ثناء اور نعت رسول مقبول ﷺ جاری ہوگئی۔ (اردو کی نعتیہ شاعری ص ۵)

نعتیہ ادب جب ہندوستان پہنچتا ہے اور اردو میں نعت گوئی کا آغاز ہوتا ہے تو یہ عربی و فارسی نعتیہ کلام سے الگ اپنا انفرادی رنگ بھی پیدا کر لیتا ہے کیونکہ یہ ملکی اثرات اور ہندی کلچر و رسم و رواج اور ہندو ضیمات و مائتھالوجی (My thology) سے بھی متاثر ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام

(۱) نعت ایک الگ ہی نوع سخن ہے جو صرف مدح رسول اکرم ﷺ کیلئے مختص ہے۔

(۲) نعت سنت الٰہیہ ہے۔

(۳) نعت شاعری کی حیثیت سے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات ظاہری سے عربی زبان میں شروع ہوئی۔

(۴) وصف رسول کا حق کوئی بندہ یا خدائے لم یزل کی کوئی مخلوق ادا نہیں کر سکتی اسلئے کہ ورفعنا لک ذکرک فرما کر خالق کائنات نے ان کے ذکر کو بلند فرما دیا ہے۔ البتہ نعت رسول یعنی مدح رسول، ذکر رسول، نبی کی رفعت شان کا اہتمام بشکل شاعری یا کسی اور شکل میں لازمی ہے اسلئے جنہیں اللہ نے قوت اظہار بخشی ہے وہ منظوم شکل میں وصف رسول کرتے ہیں اور اس طرح اس بے انتہا سراہے گئے رسول کی بیمثالی کا اعتراف کرتے ہیں اور بوسیلۂ رب اس کی مدح و ثنا کا حق ادا کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

(۵) نعت رسول ﷺ کہنا یا رقم کرنا بڑی خوش نصیبی ہے۔

(۶) نعت حسین ترین اور مشکل ترین صنف ہے۔ یہ بڑا ہی نازک موضوع ہے۔ یہاں قدم قدم پر شریعت کا پہرہ ہے۔ یہاں ذرا سی بے ادبی سب کچھ غارت کر دیتی ہے۔ نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا بلکہ اس سے بھی مشکل مرحلہ ہے۔

(ا) بقول عرفیؔ ؎

عرفیؔ مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا
آہستہ کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

......

(ب) با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

(ج) اور بقول عزت بخاری ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ ایں جا جنید و بایزید

(د) امام احمد رضا بریلوی کے بقول:۔

"اور حقیقۃً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے" (الملفوظ حصہ دوم ص ۴۱: حضرت مفتی مصطفیٰ رضا خاں بریلوی)

(ہ) میدان نعت جہاں تنگ ہے وہیں وسیع اس لحاظ سے ہے کہ ممدوح کے فضائل بے حد و حساب ہیں اور شاعر کیلئے موضوع کی بے پناہ وسعت ہے۔ یہاں اسے مبالغہ کی زحمت بھی نہیں اٹھانی پڑتی اسلئے کہ جہاں منعوت کے فضائل مبالغے کے حدود سے آگے گزر گئے ہوں وہاں تخیل کی بلند ترین پرواز کو بھی کمال ممدوح سے پس ماندہ ہونا پڑتا ہے۔ فضائل مصطفوی

ﷺ کے بیان میں شاعر زمین سے پرواز کر کے سیر افلاک کرتا ہے۔وہ ستاروں سے آگے گزر کر مقام مصطفائی کا مشاہدہ کرتا ہے یہاں تک کہ تمام افلاک اس کے تخیل کی زد میں آجاتے ہیں اور اب وہ اپنے ممدوح کو عرش و کرسی پر جلوہ فرما پاتا ہے یعنی حد مکان کو پار کر انہیں لا مکاں میں جلوہ گر پاتا ہے۔اس لحاظ سے نعت نگار کو طبع آزمائی کیلئے ایک بیکراں میدان ہاتھ آتا ہے۔ہاں پاس شرع اور احترام و ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھٹنے پائے۔

ماخذ و مراجع

۱-قرآن کریم

۲-کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (امام احمد رضا فاضل بریلوی)

۳-(اقتباسات) زبور، توریت، اناجیل

۴-مسلم شریف (حدیث-امام مسلم) صحیح مسلم

۵-ترمذی شریف (امام ترمذی-کتاب حدیث) جامع الترمذی

۶-مشکوٰۃ شریف

۷-شمائل نبوی (حافظ محمد بن عیسیٰ)

۸-شرح المشکوٰۃ (طیبی)

۹-شمائل ترمذی (جامع الترمذی)

۱۰-سنن دارمی (الدارمی)

۱۱-شرح البخاری (کرمانی)

۱۲-صحیح البخاری (بخاری شریف-امام بخاری)

۱۳-المستدرک (حاکم)

۱۴-اربعین نووی (نووی)

لغات

نور اللغات

قاموس (نعت)

بہارِ عجم (نعت

غیاث اللغات (رزاقی پریس کانپور ۱۳۲۳ھ)

اردو لغت (مرزا مقبول بیگ بدخشانی)

کتبِ سیرت

سیرت ابن ہشام: علامہ محمد بن عبدالما لک ابن ہشام

سیرت ابن اسحاق: ابن اسحاق

شفاء شریف: قاضی عیاض

دیگر کتب

مدارج النعت: ادیب رائے پوری، شمالی ناظم آباد کراچی ۱۹۸۶ء

زرقانی علی المواہب: امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی

خصائص الکبریٰ: علامہ سیوطی

شواہد النبوۃ: مولانا جامی

کتاب العمدہ جلد اول

مجموعہ نبہانی: یوسف اسماعیل نبہانی

درمنثور: جلال الدین سیوطی
المدائح النبویہ فی الادب: ڈاکٹر زکی مبارک
تاریخ ادب عربی: احمد حسین زیات
تاریخ ادب اردو: رام بابو سکینہ
اردو زبان کی تاریخ: عظیم الحق جنیدی
اردو ادب کی تاریخ کا خاکہ: مسعود حسین، پروفیسر
مدارج النبوۃ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی
مواہب الدنیہ: امام احمد بن محمد قسطلانی
الملفوظ دوم: مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی
اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا حصہ: مولوی عبدالحق
درس بلاغت: شمس الرحمٰن فاروقی
اردو میں نعتیہ شاعری: ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق
اردو میں نعت گوئی: ڈاکٹر ریاض مجید
نعت نگاری اتر پردیش میں: علی جواد زیدی
تجلی الیقین: امام احمد رضا خاں بریلوی
الخطبات الاحمدیہ: سر سید احمد خاں
اقبال اور عشق رسول: پروفیسر عبدالرشید
دیوان انیس: میر انیسؔ
کلیات عرفی: (عرفی) منشی نولکشور ۱۸۸۲ء
نغمات سماع: (قدسی)

حدائق بخشش: امام احمد رضا خاں
مثنوی روم (مولانا روم)
گلستان سعدی (شیخ سعدی)
دیوان کامل جامی: جامی
کلیات اقبال فارسی (محمد اقبالؔ)
ارمغان نعت: شفیق بریلوی
کلیات خاقانی (خاقانی)
حدیقۃ الحدائق (سنائی)
مثنوی مخزن الاسرار: نظامی
لیلےٰ مجنوں: توحید دست گردی
منطق الطیر: عطار
دیوان حسان: ڈاکٹر ایچ - ہرش فیلڈ
رباعیات ابوالخیر: عالمگیر پریس لاہور
انداز بردہ: احمد عارف
معارف رضا (سالنامہ) کراچی ۱۹۹۰ء
ماہنامہ المیزان بمبئی: امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء
حریت - عید میلاد النبی نمبر ۱۵ مارچ ۱۹۷۶ء (روزنامہ - کراچی)
خیر البشر کے حضور:: ممتاز حسین

﴿دوسرا باب﴾

اردو میں نعت گوئی کی ابتداء

اور موضوعاتِ نعت کا اجمالی خاکہ

عربی نعت گوشعراء کا قافلہ عرب کی مقدس سرزمین سے اپنے نوری سفر کا رخ عجم کی جانب رواں دواں ہوتا ہے تو زبان فارسی نعت نبوی سے نہال ہو جاتی ہے اور فارسی نعت گوئی فارس تک محدود نہ رہ کر مسلم فاتحین اور بزرگان دین کے ساتھ ہندوستان بھی پہنچتی ہے۔

عصری سفر کے تسلسل کی کڑیاں ایک دوسرے سے ملکر دائرۂ تخلیق کو مزید وسعت اور سمت و جہت عطا کرتی ہیں۔ جب فارسی زبان، زبانِ ہندوی یا بھاشا سے ہم آغوش ہوتی ہے اور ان دونوں کے ملاپ سے ایک نئی زبان کو وجود ملتا ہے تو دکن کی سرزمین منور و معطر ہو جاتی ہے اور صرف ارض دکن ہی نہیں ہمالہ کی ترائی سے لیکر وادیٔ کشمیر اور راس کماری تک نور و نکہت کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں کی ہند میں حکومت اور مختلف سیاسی ردو بدل اہل ہند کو جہاں نئی نئی برکتیں عطا کرتے ہیں وہیں اظہار خیال کا ایک آلہ بشکل زبان اردو بھی عطا کرتے ہیں۔

ان سیاسی اثرات سے زیادہ اس خصوص میں صوفیاء کرام کی مساعی ہیں جو زبان کی تشکیل کی ذمہ دار ہے۔ یہ اہل دل و نظر صوفیاء جنہوں نے دین فطرت اسلام کی تہذیب و انسانیت سے پر تعلیمات سے تاریکی اور ظلمت کی وادیوں میں بھٹکنے والے بندگان خدا کو شعور و آگہی اور نور و ہدایت عطا کرنے کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑا، وہ اپنے ساتھ سیاسی جاہ و حشم کا کوئی سامان نہ لائے۔ ان خرقہ پوشوں کی جلو میں سورماؤں کی صف آرائی، ہتھیاروں

کی جھنکار، اور گرد و غبار کی آندھیاں نہ تھیں لیکن اس کے باوجود بھی یہ جماعت آہنی قلعوں سے مستحکم تر مقامات تسخیر کرتی گئی۔ انہوں نے دلوں کو مسخر کیا۔ یہ آندھی طوفان بنکر نہ آئے، نسیم سحر کی مانند آئے۔ انہوں نے چراغوں کو گل کرنے کے بجائے دیپ سے دیپ جلائے، دلوں کی تطہیر کی، انسانیت کی تعمیر کی، فکر کو جلا اور نظر کو بصیرت بخشی۔ انہوں نے اپنے آقا سیدنا محمد عربی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پیش کرنے کے لئے ملکی بولی کو آلہ کار بنایا اور حیات بخش سرمدی نغمات سے دلوں کو موہ لیا۔

بابا فرید گنج شکر نور اللہ مرقدہ (م ۶۶۴ھ) کے ہندی مقولے، منظوم اقوال اور چند نظمیں ملتی ہیں۔

حضرت بو علی قلندر پانی پتی (م ۷۲۴ھ) کا بھی ہندی کا ایک شعر مشہور ہے۔

حضرت امیر خسرو (م ۷۲۵ھ) نے تو ہندی نظمیں، دوہرے، مکرنیاں وغیرہ سبھی کچھ کہے۔

حضرت شرف الدین یحیٰ منیری (م ۷۸۲ھ) ہندی کے شاعر گزرے ہیں۔

ان تمامی حضرات اہل دل نے ہند میں تاجدار عرب کے گیت سنائے اور جب آٹھویں صدی ہجری کے اواخر یا نویں صدی ہجری کے اوائل میں دکن میں دکنی اردو میں شعر و شاعری کی ابتدا ہوئی تو نعت مقدس کا آغاز ہوا۔

اردو نعت کا اولین نمونہ

دکنی نظم و نثر کا باقاعدہ آغاز عام طور پر حضور خواجہ گیسو دراز سے کیا جاتا ہے۔ مورخین و محققین کی تحقیق کے مطابق زبان اردو میں نعت رسول ﷺ کا جو پہلا سرمدی ترانہ بلند ہوا وہ حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا ترانہ نعت تھا۔

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، شفیق بریلوی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید

نے بھی سید رفیع الدین اشفاق اور شفیق بریلوی کے حوالے سے اپنی کتاب اردو میں نعت گوئی میں بھی یہی تحریر کیا ہے۔

(۱) خواجہ بندہ نواز گیسو دراز حضرت سید محمد حسینی قدس سرہ:

آپ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے۔ ۸۱۵ھ میں گلبرگہ آئے اور ۸۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ تصوف میں آپ کے تین رسالے:

(۱) معراج العاشقین (۲) ہدایت نامہ (۳) سہ بارہ

بہت ہی مشہور ہیں۔ مولوی عبد الحق نے "اپنی کتاب اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیاء کرام کا حصہ" میں حضرت خواجہ کے چند نعتیہ اشعار دئے ہیں۔

پروفیسر آغا حیدر حسن صاحب کی مملوکہ بیاض میں بھی حسب ذیل اشعار ملتے ہیں:۔

اے محمد ہجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلی ہو یگی سیس سپورنا سہرا
واحد اپنی آپ تھا اپین آپ نجھایا
پرکٹہ جلوے کارنے الف میم ہو آیا
عشقوں جلوے دینے کو کاف نون بسایا
لولاک لما خلقت الافلاک خالق پالائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجود ہو آئے
امت رحمت بخشش ہدایت تشریف پائے

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۱۲۶، ارمغان نعت ص ۸۰، اردو میں نعت گوئی ص ۱۶۹]

مختلف محققین نے حضرت گیسو دراز کے جو اشعار پیش کئے ہیں انمیں کہیں کہیں الفاظ

میں معمولی سا فرق ہے۔

(۲) سید محمد اکبر حسینی (متوفی ۸۲۳ھ):

آپ حضرت گیسودراز کے صاحبزادے تھے۔علم وفضل میں بڑا مقام رکھتے تھے۔ اپنے والد کے خلیفہ تھے۔تصوف میں انکی ایک کتاب دستیاب ہے جس میں نثر و نظم دونوں ہیں۔آپ کا ایک نعتیہ مصرع حسب ذیل ہے۔

"بعد از ثنا خدا کی،بھیجوں درود نبی پر"

(۳) فخر الدین نظامی (متوفی ۱۳۷۰ء):

کہتے ہیں یہ سلطان احمد شاہ ثالث کے درباری شاعر تھے۔ان کی مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' ہے۔یہ مثنوی ۸۲۵ھ تا ۸۳۸ھ کے زمانے کی تصنیف ہے۔اس کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کے شعر ملتے ہیں۔

[اردو میں نعت گوئی ص ۱۷۰؛ ڈاکٹر ریاض مجید]

امولک مٹ سیس سنسار
کرے کام نردھار کرتار کا
محمد ﷺ جرم آدبنیاد نور
دوئے جگ سرے دے پرساد نور

[مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی ص ۶۹-۷۳]

(۴) صدار الدین (م ۸۷۶ء):

بہمنی دور کے ایک صوفی شاعر ہیں۔انہوں نے اپنی تصنیف کسب محویت میں رسم

نعت اس طرح نبھائی ہے۔

ناؤں کے اللہ محمد کا اول-کسب کا سب کو کہوں در ہر محل

[کسب محویت مخطوطہ کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد (ورق اول)]

(۵) خوب محمد (متوفی ۱۶۱۳ء):

ان کی عارفانہ مثنوی خوب ترنگ کے آغاز میں حمد و نعت کے ملے جلے نمونے ملتے ہیں۔ خوب ترنگ کے اخیر میں خوب محمد نے مقامات معراج، مرتبہ نبوت اور مقام رسالت کو موضوع بنایا ہے۔

اس حصہ کی نعت کا انداز بھی صوفیانہ واردات اور مشاہدات کا آئینہ ہے۔

جو سا آرسی وحدت جان
جسم محمد اسے پہچان (ﷺ)
مثل محمد ہوئے نہ کوئی (ﷺ)
سب اس کے تفصیل سو ہوئے

[سیرت پاک (مضمون افسر صدیقی امروہوی) ص ۹۸]

(۶) عبدالملک بھروچی:

بھروچی نے ۱۰۰۹ھ میں مولود نامہ تصنیف کیا جس میں ۲۵۰/اشعار ہیں۔

ان میں حضور رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے حالات درج ہیں۔

نمونۂ کلام:

عاجز غریب عبدالملک لیا محمد ﷺ سوں پناہ
بخشے الٰہی توں اسے تیرے کرم سوں سب گناہ

[مولود نامہ مخطوط کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو حیدر آباد (ورق ۱۶/الف)]

جنوبی ہند میں نعت گوئی کا باقاعدہ آغاز:

قطب شاہی سلطنت کا زمانہ جس قدر اردو شاعری کیلئے سازگار ثابت ہوا اسی قدر نعت گوئی کیلئے بھی مبارک رہا۔ اس دور کے پہلے نمایاں شاعر محمد قطب شاہ (۹۷۲ھ تا ۱۰۲۰ھ) ہیں جنکے نام سے یہ دور موسوم ہے۔

(۱) سلطان محمد قلی قطب شاہ:

محمد قلی قطب شاہ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ یہی وہ شاعر ہے جس نے اردو شاعری میں اولیت کا سہرا ولی دکنی کے سر سے اتارا ہے۔ یہ سلطان تخت وتاج بھی تھے اور سرورِ کونین رسول اکرم ﷺ کے محب اور زبردست عقید تمند بھی تھے۔ ہر سال میلاد مصطفے ﷺ کا جشن بڑے ہی اہتمام سے منعقد کرتے تھے۔

نام حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء پر اس شاعر کا دل کیسا اچھلتا ہے۔ وہ اس پر نازاں ہے کہ اسے سلطانی غلامیٔ رسول کے طفیل عطا ہوئی ہے۔

اے معانی رات دن نام محمد ﷺ ورد کر
نج دعا با مدعا ہے رتبہ منصور تھے

اسم محمد ﷺ ہے جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جم رہے ہستی سلطانی مجھے

چاند سورج روشنی پایا تمہارے نور تھے
آب کوثر کو شرف ٹھڈی کے پانی پور تھے

[کلیات سلطانی قلی قطب شاہ مرتبہ ڈاکٹر محی الدین، زور، ص۱۰-۱۲]

(۲) ملّا وجہی: (م ۱۰۷۰ھ)

ملّا اسد اللہ وجہی کی شاعری کا آغاز ابراہیم قطب شاہ کے زمانے سے ہوا۔"قطب مشتری" انکی ۱۰۱۸ھ کی تصنیف ہے جس میں ۱۲۶/ابیات کی نعت ہے۔اسکے بعد ذکر معراج ہے جو ۱۳۴/اشعار پر مشتمل ہے۔یہ نظم کیساتھ ساتھ نثر پر بھی قدرت رکھتے تھے۔ سب رس اور تاج الخلائق اسپر شاہد ہیں۔

نمونۂ کلام:

محمد ﷺ نبی نانو تیرا ہے
عرش کے اوپر چھانو تیرا ہے

امیدوار ہے جگ تیرے پیار کا
کہ بخشائے تو پاپ سنسار کا

[قطب مشتری مرتبہ مولوی عبدالحق ص ۸-۹]

(۳) غوّاصی:

انہوں نے قطب شاہی عہد میں شاعری شروع کی۔یہ عبداللہ قطب شاہ کے درباری شاعر تھے۔بقول ڈاکٹر جمیل جالبی انہوں نے بیجاپور میں نہ صرف مثنوی نگاری کو رواج اور فروغ دیا بلکہ اس کے رخ اور انداز کا دھارا بھی موڑ دیا۔

[تاریخ ادب اردو (جلد اول) ص ۴۷۷]

انہوں نے اپنے کلام میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت مولی علی اور ائمہ عظام سے بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

(۴) ابن نشاطی (م ۱۰۶۶ھ) کی مثنوی ''پھول بن میں'' بھی کچھ نعتیہ اشعار ملتے ہیں جسے عبدالقادر سرسری نے مرتب کیا ہے۔

نمونۂ کلام:

محمد ﷺ پیشوا ہے سروراں کا
ہے سر خیل سب پیغمبراں کا

ہے تیرے خلق سوں جنت معطر
کرم سوں ہے تیرے طوبیٰ مشمّر

[پھول بن ص ۷-۸]

(۵) محمد نصرت نصرتی:

یہ سلطان عادل شاہ کے درباری شاعر تھے۔ ملک الشعراء ان کا خطاب تھا۔ انہوں نے تین بادشاہوں، عادل شاہ، علی عادل شاہ ثانی اور سکندر عادل شاہ کا زمانہ دیکھا۔

گلشن عشق، علی نامہ، تاریخ اسکندری، قصائد، غزلیات، رباعیات انکی تصانیف ہیں۔

انکی نعت میں صفات رسول اللہ ﷺ پر زور زیادہ ہے۔ بیان میں شاعرانہ رنگ آمیزی ہے۔ بزبان تصوف عشق و محبت کا بیان بھی ہے۔

رہے نا مور سید المرسلین
کہ آخر ہے وہ شافع المذنبین

[مثنوی گلشن عشق ص ۱۰ (مرتبہ مولوی عبدالحق)]

اردو نعت کا کارواں بڑھتا ہے۔سید بلاقیؔ، طبیعیؔ، قدرتیؔ، فتاحیؔ اور امامیؔ جیسے شعراء نعت کے اس نوری سفر میں شریک رہتے ہیں۔آگے چلکر فضاؤں میں ایک آواز گونجتی ہے۔ عشق و مستی کی آواز۔کیف وسرور سے پر نبوی عقیدت ومحبت کی تڑپ لئے ہوئے۔

یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کو لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے
[کلیات ولیؔ مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی ص ۳۱۱]

یہ صدائے محبت۔صدائے ولیؔ ہے۔دکن کے اس شاعر کی آوازا جس نے اردو شاعری کو ایک نیا رنگ وآہنگ دیا اور شاعری کی طرف جسکے سبب عام رجحان بیدار ہوا۔

(۶) ولی دکنی (م ۱۱۱۹ھ):

یہ اردو شاعری کے اولین معماروں میں ایک ہیں۔ان کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے شمالی ہندوستان کی زبان کو دکنی ادب کی طویل روایت سے ملا کر ایک کردیا۔

یہ عالمگیر اورنگزیب کے عہد میں پہلی بار دہلی گئے۔وہاں انکی بڑی شہرت ہوئی اور انکی وجہ سے اردو شاعری کی طرف عام رجحان پیدا ہوا۔یہ عربی اور فارسی میں مہارت رکھتے تھے۔یہ محبت رسول انکا ایمان اور انکی جان تھی۔ان کے یہاں نعتیہ غزلیں،قصائد،مثنویاں، رباعیاں،مخمس اور مستزاد بھی ملتے ہیں۔

حمد ونعت کے علاوہ مناقب اولیاء بھی ان کے یہاں موجود ہیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے انہیں بڑی عقیدت تھی۔

نمونۂ کلام:

ہم کو شفیع محشر وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذر گناہ بس ہے

....

مغفرت تیری ولیؔ سہل بلا ریب ہے کیوں

نام احمد کا جو لب پر تیرے ہر دم آیا

ولی کے قصائد کے دو اشعار ؎

بعد حمد خدائے بے ہمتا--یاد کر نعت سید مرسل

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے

ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے

مثنوی کے دو شعر ؎

محمد وہ کہ جس کے حق میں لولاک--کہا ہے خالق املاک وافلاک

عجب گلزار ہے وہ مظہر کل--کہ جس باغ کا خورشید اک گل

ولیؔ کے مخمس کا ایک بند:

یٰسین و طٰہٰ، والضحیٰ نازل ہوئے تجھ شان میں

واللیل اور والشمس ہے تجھ زلف ومکھ کے دھیان میں

افلاک پیدا ہو گئے لولاک کے الحان میں

تجھ یاد سوں راحت اچھوں ہر موماں کی جان میں

تیرے چرن کی خاک سوں روشن بنیں سب دن اچھوں

[کلیات ولیؔ مرتبہ سید نور الحسن ہاشمی ص ۷۷، ۲۰۴، ۳۰۹، ۳۲۴، ۳۲۶، ۳۲۸]

ولیؔ دکنی کے بعد قاضی محمود بحریؔ، سید محمد فراقیؔ بیجاپوری، فدویؔ، سراجؔ اورنگ آبادی، نوازش علی شیداؔ، محمد باقر آگاہؔ، وغیرہ نے اردو نعت کی روایت کو آگے بڑھایا۔

جنوبی ہند میں مولانا محمد باقر آگاہ کے بعد نعت اردو کی روایت کو آگے بڑھانے والے اور بھی بہت سے شعراء ہیں۔

تیرہویں صدی ہجری کے نعت گو شاعروں میں شیر محمد خاں ایمان، اعز الدین خاں نامی، خواجہ فیاض الدین بندہ، شیخ محمود علی ناظم حیدرآبادی اور نواب ارسطو جاہ وغیرہ خصوصیت کے ساتھ معروف ہیں۔

چودھویں صدی ہجری میں نعت گوئی کی اسی روایت کو خطیب بادشاہ مدراسی اور سیٹھ محمد اسمٰعیل مغموم مدراسی نے آگے بڑھایا۔ ان دونوں شاعروں کے نعتیہ کلیات طبع ہو چکے ہیں۔

جنوبی ہند میں اردو نعت کی روایت تقریباً ساڑھے پانچ صدیوں پر محیط ہے۔

☆

شمالی ہند میں اردو

نعت گوئی کا جائزہ

شمالی ہند میں اگرچہ مسلمانوں کا عمل دخل جنوبی ہند سے بہت پہلے ہو چکا تھا، مگر اردو ادب کی پہلی تصنیفات جنوبی ہند میں ہی ہوئیں۔ شمالی ہند میں بھی اردو کی ابتدائی نشو و نما صوفیاء کرام کی مرہونِ منت ہے۔

"شمالی ہند کی نعت گوئی کا اولین سرمایہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ اردو شاعری کے آغاز (میرؔ و سوداؔ کے عہد) سے قبل کا وہ زمانہ ہے جب اردو میں مستقل تصانیف بہت کم کم نظر آتی ہیں اور اسکا بیشتر شعری سرمایہ صوفیاء کرام کے دوہروں، ریختہ کی صورت میں لکھی جانے والی غزلوں، نامہ کی ترکیب سے لکھے جانے والے منظوم رسالوں اور مذہبی مثنویوں پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ اس عہد سے تعلق رکھتا ہے جو میرؔ و سوداؔ و مصحفیؔ سے شروع ہوتا ہے جبکہ اردو شاعری کا باقاعدہ رواج ہو جاتا ہے"۔

[اردو میں نعت گوئی از ڈاکٹر ریاض مجید ص ۲۶۷-۲۶۸]

قدما کا دور جو میرؔ و سوداؔ سے پہلے کا دور مانا گیا ہے اور ان شاعروں کو اس دور کے آخری طبقے میں شمار کیا گیا ہے۔ اس دور میں حضرت غلام قادر شاہ (م ۱۱۷۶ھ) سے لیکر اسماعیل امروہوی تک نعت گوئی کے مذاق میں انحطاط پایا جاتا ہے۔

دہلی میں شاعری کا آغاز حاتمؔ، آبروؔ، ناجیؔ اور یکرنگ سے ہوتا ہے۔ لیکن جب میرؔ اور سوداؔ کے دور میں شمالی ہند میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے تو زبان و ادب کے اسالیب نسبتاً واضح اور پختہ ہو جاتے ہیں اور مختلف شعرا کے یہاں نعتیہ عناصر نظر آنے لگتے ہیں۔

سوداؔ و میرؔ کا عہد

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق رقمطراز ہیں:-

''شعراء کی کاوشوں نے فارسی ترکیبوں اور محاوروں کو اردو کا لباس بخشا اور اسطرح کے خیالات کے اظہار کے لئے وسعت کا سامان کیا۔ دراصل یہ زمانہ زبان کی اصلاح اور صفائی کے لئے نہایت ممتاز ہے۔ زبان کے حسن و قبح کو تنقیدی نظر سے پرکھا گیا اور اساتذہ نے اسکے کھوٹ کو دور کرنے میں بڑی جاں فشانی سے کام لیا۔ ان کے مذاق سلیم نے ہندی کے ثقیل الفاظ کے ساتھ فارسی کی نامانوس ترکیبوں کو بھی کلام سے خارج کر دیا۔ یہ ضرور ہے کہ دکن کے نعت گو شعراء کے کلام میں دکنی رنگ اب بھی نمایاں ہے۔

یہ دور مثنوی اور قصیدہ کے فروغ کے لئے مشہور ہے۔ نعتیہ مضامین کے لئے شعراء نے انہیں اصناف سخن کو اختیار کیا۔ چنانچہ نعت میں ہم سوداؔ کے یہاں قصیدہ، نوازشؔ کے یہاں قصیدہ و مثنوی اور آگاہؔ کے یہاں مثنوی پاتے ہیں۔ اس عہد کا ایک اور کارنامہ ہے کہ شعراء نے حضور انور ﷺ کی سیرت پاک کو بالتفصیل احادیث صحیحہ کی روشنی میں نظم کیا اور اسوۂ حسنہ کے وہ پہلو پیش کئے جن سے اصلاح امت کی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔

وہ غلط روایات جو نعتیہ ادب میں ایک عرصہ سے دخیل ہو گئی تھیں انہیں خارج کیا اور اسکی قباحت کو واضح کیا ساتھ ہی اردو ادب میں منظوم سیرت پاک کے اچھے نمونے پیش کئے جو آنے والے شعراء کی رہنمائی کے لئے مفید ثابت ہوئے۔

(۱) مرزا محمد رفیع سوداؔ (م ۱۱۹۵ھ) [۱۷۱۲ء-۱۷۸۱ء]

مرزا محمد رفیع سوداؔ شمالی ہند کے شعراء میں پہلے معروف شاعر ہیں۔ اردو قصیدے کو صحیح معنوں میں تکنیکی ہنرمندی انہوں نے بخشی۔ انکے یہاں نعتیہ قصائد کے علاوہ مثنوی اور غزل

میں نعت کے نمونے ملتے ہیں۔ زورِ کلام اور نیرنگیٔ مضامین انکا ادبی کرشمہ ہے۔
ان کے ایک نعتیہ قصیدہ کا مطلع ہے:-

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

ایک شعر اسطرح ہے۔

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی

اس قصیدہ کا ایک اور شعر۔

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اسکی
امانت دارِ نورِ احمدی ہوتی نہ پیشانی

[کلیاتِ سودا ص۲۲۲]

یہ قصیدہ ۱۴۸ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا مطلع مبنی بر تصوف بہت ہی پر معنی اور رفعت کا حامل ہے۔

سودا کے اس قصیدے کو ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے شمالی ہند میں اردو کی باضابطہ نعتیہ شاعری کا ابتدائی نمونہ کہا ہے۔

[اردو کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر طلحہ رضوی برق ص ۳۵]

سودا کے چند مزید اشعار اسطرح ہیں۔

محمد باعث ایجاد و افلاک۔ محمد علت غائی افلاک صلی اللہ علیہ وسلم

[کلیاتِ سودا جلد اول ص ۲]

محمد جگ میں سالار رسل ہے۔۔ محمد مالک ہر جزو کل ہے صلی اللہ علیہ وسلم

محمد علم کا گھر ہے علی اسکا ہے دروازہ
غلام اسکا ہو تو جو کلب ہو باب محمد کا ﷺ

(۲) میر تقی میر:

میر کے یہاں نعت کی مقدار بہت کم ہے۔ انکی نعت میں حضور اکرم ﷺ کے حضور اپنے گناہوں اور خطا کاریوں کا اظہار ہے۔ دردمندی، اخلاص اور سوز وگداز ان کی نعت کی خصوصیات ہیں۔

انکی ایک خوبصورت رباعی اسطرح ہے:-

پیغمبر حق کہ حق دکھایا اسکا
معراج ہے کمتریں پایا اسکا
سایا جو اسے نہ تھا یہ باعث ہوگا
کل حشر کو سب پہ ہوگا سایا اسکا

(۳) شیدا اور (۴) باقر آگاہ بھی اس دور کے اچھے نعت گو شاعر ہیں۔

(۳) غلام ہمدانی مصحفی (م ۱۲۴۰ھ):

سودا اور میر کے ہم عصر ہیں۔ انکے یہاں غزلوں میں کہیں کہیں نعت کا شعر نظر آتا ہے۔

نہ ہوگی جاں کنی کے وقت ہرگز تشنگی غالب
کہ تو اے مصحفی مداح ہے ساقی کوثر کا
[کلیات مصحفی دیوان اول ص ا]

دور ما قبل متوسطین:

(ا) نظیر اکبر آبادی کو ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے متقدمین اور متوسطین کے دور

کے بیچ میں جگہ دی ہے۔ [اردو میں نعتیہ شاعری ص۲۱۹]

ان کی سن ولادت ۱۷۴۰ء ہے۔لہٰذا انہیں میر اور سودا کے ہم عصروں میں شمار کیا جانا چاہئے تھا لیکن چوں کہ انکا انتقال ۱۸۳۰ء میں ہوا اسلئے انہیں قدما کے دور سے متعلق نہیں کیا گیا۔

نظیر اکبرآبادی کی نعت گوئی کو رفیع الدین اشفاق نے غنیمت قرار دیا ہے۔

[اردو میں نعتیہ شاعری]

نمونہ کلام:

محمد ﷺ رحمت اللعالمیں ہے۔حبیب حق شفیع المذنبیں ہے

تم شہ دنیا و دیں ہو یا مصطفیٰ

سرگروہ مسلمیں ہو یا مصطفیٰ

ہے تمہاری ذات والا منبع لطف وعطا

کیا نظیر اک اور بھی سب کے مدد کا آسرا

(۲) حضرت شاہ نیاز بریلوی (م ۱۸۲۵ء):

یہ نظیر کے ہمعصر ہیں۔سن ولادت ۱۷۶۱ء ہے بمقام سرہند۔۱۷۸۵ء میں بحکم مولانا فخر الدین دہلوی بریلی تشریف لائے۔انکا بھی شمار متوسطین کے دور کے ماقبل دور میں کیا جائیگا یہ صوفی شاعر گزرے ہیں۔

[تاریخ شعراء روہیل کھنڈ جلد دوم از سید تعظیم علی نقوی شایاں مطبوعہ کراچی ۱۹۸۹ء ص ۲۳۷، ۲۳۸]

زیادہ تر نعتیہ کلام فارسی میں ہے۔اردو میں بھی نعت کے اچھے نمونے ملتے ہیں۔ان کی شاعری کا رنگ عارفانہ و عاشقانہ ہے۔

نمونۂ کلام:

زہے عزوعلائے منتہائے اوج انسانی
نبئ یثربی ومہبط تنزیل فرقانی

متوسطین کا دور

اس دور کا نعتیہ کلام کم و کیف دونوں اعتبار سے نہایت اہم ہے۔ حقیقت میں ادبی لحاظ سے نعت گوئی کے فروغ کی ابتدا کا شرف اس دور کو حاصل ہے۔

کرامت علیخاں شہیدیؔ، حکیم مومن خاں مومنؔ، حافظ لطفؔ بریلوی، مولوی کفایت علی کافیؔ مرادآبادی، مولوی غلام امام شہیدؔ اور مولوی تمناؔ مرادآبادی وغیرہ نے نعتیہ شاعری کو مستحکم بنیادوں پر رکھنے میں اپنی فطری قابلیت کو پرخلوص طور پر استعمال کیا۔

ان شعراء نعت گو کے علاوہ چند ہندو شعرا بھی ایسے ہیں جنہوں نے اسی دور میں سرکار رسالت مآب ﷺ سے اپنی پرخلوص عقیدت کا اظہار کیا، مثلاً:

(۱) لالہ بھگونت رائے راحتؔ (۲) منشی ہرگووند پرشاد فضاؔء، (۳) شنکر لال ساقیؔ، (۴) پنڈت امرناتھ آشفتہؔ دہلوی وغیرہ۔

اس دور کے خصوصیات مختصراً یہ ہیں:

(۱) زبان صاف اور شستہ، تشبیہات اور استعارات کی ندرت اور رنگینی بہت خوب ہے۔

(۲) نعتیہ شاعری کے رنگ تغزل میں فروغ کے آثار نمودار ہوئے۔

(۳) کلام میں اثر، خلوص اور معنویت زیادہ ہے۔ خیالات میں تنوع اور انداز بیان میں جدت نمایاں ہے۔

(۴) دکنی دور سے لیکر دور متوسطین تک نعتیہ ادب میں جو خلا سا محسوس ہوتا ہے اس دور

میں اس کی نہ صرف تلافی کی بلکہ ایک نیا رنگ بھرا اور نعتیہ شاعری کو جان اور توانائی دی۔

(۵) سیاسی بدحالی اور معاشی تباہ حالی نے مذہبی رجحانات کو جھنجھوڑا اور اس طرح کی کشمکش نے مذہبی ادب کے فروغ کا سامان کیا۔

(۱) مولوی کرامت علی خاں شہیدی (م ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء):

یہ بریلی کے باشندے تھے۔ انہوں نے ایک غزل میں بریلی کا ذکر اسطرح کیا ہے۔

ہے جس کے شہر میں چین و جنگل و یا کشمیر
تیرے باعث ہوئی اے جان بریلی چوتھی

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۲۵]

نعتیہ شاعری میں انکا مقام بہت بلند ہے۔ ۱۲۵۵ھ میں حج کیا اور اسی دوران ایک قصیدہ غرّا لکھا جو اسطرح شروع ہوتا ہے:۔

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کے مد کا
سر دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا

اس قصیدے کا یہ شعر مشہور خلائق ہے۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

[دیوان شہیدی مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۶ء]

آپ حج کر کے مدینہ منورہ جا رہے تھے تو راستہ میں بیمار پڑے اور ۴ر صفر ۱۲۵۶ھ کو جب ایسے مقام پر پہونچے کہ وہاں سے حضور اکرم ﷺ کا روضۂ اقدس نظر آ رہا تھا تو بحسرت روضۂ مبارک پر نظر ڈالی اور انکی وہ تمنا پوری ہوگئی۔ ع

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں

۴؍صفر ۱۲۵۶ھ کو ان کا وصال ہو گیا۔ شہیدی کا یہ قصیدہ ۲۳؍اشعار پر مشتمل ہے۔ انکی ایک نعتیہ غزل بھی ہے جس کا مطلع اسطرح ہے:

ہے سورۂ والشمس اگر روئے محمد ﷺ
واللیل کی تفسیر ہوئی موئے محمد ﷺ

[ایضاً]

شہیدی نے نعتیں کم کہی ہیں لیکن جو کچھ کہا ہے رسول گرامی وقار ﷺ کے فنائیت کے درجے پر فائز ہو کر کہا ہے۔

(۲) حکیم مومن خاں مومن (م ۱۲۶۸ھ):

مومن اردو کے عظیم شاعروں میں ایک ہیں۔ شہرستان غزل کے شہر یاروں میں انکا بھی شمار ہے۔ انکے قصائد بھی اپنی علمی شان اور مصطلحات کی آرائش کے سبب ایک خاص شہرت اور گراں قدری کے حامل ہیں۔ انکی نعتیہ شاعری میں ایک قصیدہ، ایک تضمین، ایک مثنوی اور چند رباعیاں ملتی ہیں۔ غزلیات کے آغاز میں حمد کے ساتھ نعت کے اشعار بھی کہے ہیں۔ یہ علم نجوم اور رمل میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔

قدسی کی مشہور نعتیہ غزل پر مومن کی تضمین کا ایک بند دیکھیں:-

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی
میں غلام اور وہ صاحب ہے میں امت وہ نبی
یا نبی یک نگاہ لطف بہ امی وابی
مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
دل و جاں فدایت چہ عجب خوش لقبی

[کلیات مومن ص ۲۴۰]

مومنؔ کے نعتیہ قصیدے میں ۹۷ر اشعار ہیں۔اس قصیدہ کا نام ''زمزمہ سنجی مطیع بہ مضمون بادخوانی نسیم گلشن نبوت وشال چمن رسالت ہے۔'' یہ مطلع در مطلع تین اجزاء پر مشتمل ہے۔

چمن میں نغمہء بلبل ہے یوں طرب مانوس
کہ جیسے صبح شب ہجر، نا بہائے خروس
زبان لعل کہاں اور مدیح تاج خروس
گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس
ترے ہے فیض سے ہر قطرہ آبیار مجوس
ترے ہے نور سے ہر ذرہ جلوہ زار شموس

[کلیات مومنؔ ج ۲ر ص ۱۱،۱۲،۱۷]

(۳) مولوی کفایت علی کافیؔ مرادآبادی:

شمالی ہند میں اردو نعت کا جو دوسرا دور شہیدیؔ وغیرہ سے شروع ہوتا ہے اس دور میں نعت کی روایت کو آگے بڑھانے والے بڑے شاعروں میں ایک یہ بھی ہیں۔انہوں نے بھی نعت کے لئے غزل کی ہیئت کو استعمال کیا۔

ڈاکٹر ریاض مجید تحریر کرتے ہیں:-

''دیوان کافیؔ کے آخر میں انکے کچھ نعتیہ خمسے بھی ہیں جو قدسیؔ کی مشہور فارسی نعت اور کافیؔ کی اپنی نعتوں کی تضمین ہیں۔انکے علاوہ ایک معراج نامہ ہے جو ترجیع بند کی صورت میں ہے''۔

دیوان سے الگ داستان صادق، جذبہ عشق، مثنوی تجمل دربار نبی کریم، حلیہ شریف، مولود بہاریہ، بہار خلد، (شمائل ترمذی کا ترجمہ) خیابان فردوس بھی کافیؔ کی یادگار تصنیفات ہیں۔''

[اردو میں نعت گوئی ص ۳۰۸]

کافیؔ نے محبت میں ڈوب کر نعت رقم کی ہے۔انکی مشہور نعت کے چند اشعار دیکھیں، مصرعہ مصرعہ سے وارفتگی ٹپکتی محسوس ہوتی ہے:-

دیکھتے جلوۂ دیدار کو آتے جاتے
گل نظارہ کو آنکھوں سے لگاتے جاتے
ہر سحر روئے مبارک کی زیارت کرتے
داغ حرماں، دل محزوں سے مٹاتے جاتے
دست صیاد سے چھوٹے جو ہزاروں کی طرح
چمن کوچہء دلبر ہی کو جاتے جاتے
کافیؔ کشتہء دیدار کو زندہ کرتے
لب اعجاز اگر آپ ہلاتے جاتے

[دیوان کافیؔ ص ۵۱]

مولوی کفایت علی کافیؔ جنگ آزادی کے نامور مجاہد تھے۔۱۸۵۸ء میں انگریزوں نے پھانسی دیدی۔تختہ دار پر آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:-

کوئی گل باقی رہیگا نے چمن رہ جائیگا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائیگا
ہم صفیر و باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اڑ جائیں گی سونا چمن رہ جائیگا
اطلس و کمخواب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو
اس تن بیجان پر خاکی کفن رہ جائیگا
سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائیگا

(۴) لطف علی خاں لطفؔ بریلوی (م۱۸۸۱ء):

انہوں نے نعت کو اپنے کلام میں مستقل حیثیت دی ہے۔ انکے یہاں غزلیں زیادہ ہیں۔ جن کی تعداد ۱۰۲ رہے۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید:۔"غزل میں نعت نگاری کی روایت کے سب سے پہلے بڑے شاعر ہیں۔ انہوں نے نعت رسول اکرم ﷺ کے لئے بھرپور انداز میں غزل کی ہیئت کا استعمال کیا"۔ [اردو میں نعتیہ گوئی ص۳۳۱]

ایک سراپا ستانوے شعروں کا ہے۔ ایک خمسہ اور قطعہ بھی ان کے دیوان میں شامل ہیں۔ نعت کیساتھ انہوں نے منقبت بھی کہی ہے۔

نمونۂ کلام:

وصف لکھتا ہوں نبی کے حسن عالمگیر کا
کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو مری تحریر کا

لطف یہ شہرت ہوئی حاصل بدولت نعت
ہر کوئی کہتا ہے کہ مداح رسول اللہ ہے

محبوب خدا ہے وہ رسولوں کا نبی ہے
دعوائے غلامی بھی وہاں بے ادبی ہے

جیتے جی آتش دوزخ ہے بجھانی گر لطفؔ
یاد میں احمد مختار کی رویا کیجئے

خدا کا رستہ تو نے بتایا | تو ہی ہادی ہے رہبر رہنما خاص
ہو شمع لحد شمع تولائے محمد ﷺ | ہو نقش لحد نقش کف پائے محمد ﷺ
ہے نور محمد سے زمیں مہر جہاں تاب | اور خط شعاعی ہے شجر ہائے مدینہ

(۵) غلام امام شہید (م ۱۸۸۶ء):

یہ نثر نگار بھی ہیں اور شاعر بھی۔ ''اردو میں انشائے بہار بے خزاں'' انکے مکتوبات اور مضامین کا مجموعہ ہے جو ۱۸۶۶ء میں شائع ہوا۔ انکی ''مولود شہیدی'' بھی بہت مشہور ہے۔

[داستان تاریخ اردو از پروفیسر حامد حسن قادری ص ۲۴۸، ۲۴۹]

دور متوسطین میں بحیثیت نعت نگار انکا مقام بہت بلند ہے۔ ان کے یہاں قصیدہ، مثنوی، خمسہ، غزل اور ترجیع بند۔ سب میں نعت ملتی ہے۔

نمونۂ کلام:

سینہ ہے مرا روکش صحرائے مدینہ
دل ہے جرس محمل لیلائے مدینہ

[ماہنامہ شام وسحر (نعت نمبر) ص ۲۷]

قدسی کی نعتیہ غزل پر انہوں نے بھی تضمین کی ہے اور معراج سے متعلق مضامین باندھے ہیں۔

قد رعنا کی ادا جامہ ءزیبا کی پھبن | سرمہ ءچشم غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامے کی سجاوٹ وہ جبین روشن | اور وہ مکھڑے کی تجلی وہ بیاض گردن
وہ عمامہ عربی اور وہ نیچا دامن | دلربایانہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کرچاک گریبان کفن | اٹھ چلے قبر سے بیتاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سیدی مکی مدنی العربی
دل وجاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

[مولود شریف (شہید) ص ۴۹]

(۶) منشی شنکر لال ساقیؔ (م ۱۸۹۰ء):

انہوں نے اردو اور فارسی دونوں میں نعت کہی ہے۔ ان کی دو کتابیں ملتی ہیں (۱) انتخاب کلیات (۲) کریما شیخ سعدی کا بھاشا میں منظوم ترجمہ۔ یہ اپنی نعت گوئی کے متعلق کہتے ہیں۔

میرا ہر لفظ نعت احمدی سے در یکتا ہے
لکھا جو دائرہ ہے وہ مہ کامل کا ہالا ہے

[اذان بتکدہ مرتبہ فوقؔ مطبوعہ ۱۹۳۴ء ص ۳۴]

نمونۂ کلام:

جب مئے عشق نبی سے مجھے مستی ہوگی
بے خودی ہوگی، بلندی نہ یہ پستی ہوگی

ہوئی کافور نور مصطفیٰ سے شرک کی ظلمات
سیاہی سے ندامت کی دل کفار کالا ہے

[ایضاً]

(۷) لالہ بھگونت رائے راحتؔ (م ۱۸۸۴ء):

یہ امانتؔ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ یہ علوم اسلامیہ اور ہندو شاستروں دونوں سے بخوبی واقف تھے۔ یہ پانچ مشہور مثنویوں کے مصنف ہیں۔ پانچویں ''مثنوی بوستان راحتؔ'' (۱۸۶۷ء) میں نعتیہ اشعار ہیں۔

نمونۂ کلام:

رسول خدا سرور ملک دیں
امام الہدیٰ آبروئے زمیں

احد کا احمد سے ہے جلوہ عیاں
فقط میم موہوم ہے درمیاں

[سہو و سراغ از کالیداس گپتا رضؔا ص ۷۶]

(۸) منشی ہرگوبند پرساد فضا:

سن ولادت اور سن وفات معلوم نہیں البتہ ''گلدستۂ سخن'' مرتبہ نول کشور ص ۸۱ پر درج ہے کہ فضؔا کا مولد و مسکن لکھنؤ ہے اور سترہ سال سے یعنی ۱۸۵۷ء سے مطبع نول کشور سے وابستہ ہیں۔

انکے نعتیہ اشعار حسب ذیل ہیں۔

محمد رہنمائے انس و جاں ہے
رسول کبریائے دو جہاں ہے
وہ ہے مہر سپہر رہنمائی
محب بارگاہ کبر یائی

ہوئے عقدے جہاں میں جو کہ لاحل
کئے اعجاز سے سرتا بہ پا حل

نبی ایسا کوئی دنیا میں پیدا
نہ تھا آگے نہ اب ہے اور نہ ہوگا

[سہو وسراغ از کالیداس گپتا رضاؔ ص ۷۷ تا ۷۹]

(۹) پنڈت امر ناتھ آشفتہ دہلوی:

سن ولادت اور سن وفات معلوم نہیں۔ ۱۸۵۳ء میں جب محمد حسین خاں تحسین مہتمم مطبع مصطفائی دہلی نے نامی گرامی شعرائے ہند سے قدسی کی مشہور زمانہ نعتیہ غزل کی خمسی تضمین کرا کر خمس ہائے غزل قدسی کے نام سے چھپوائی تھیں تو سو سے زیادہ شعراء نے غالبؔ اور مومنؔ جیسے مشاہیر کے پہلو بہ پہلو پنڈت امر ناتھ آشفتہؔ کو بھی شامل کیا۔

اسی تضمین کا ایک بند درج ذیل ہے۔

زیب کونین بہار چمن مطلبی
نہ ہوا اور نہ ہوئیگا کوئی تم سا نبی
شافع روز جزا سرور عالی نسبی
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت کہ عجب خوش لقبی

[سہو وسراغ از کالیداس گپتا رضاؔ ص ۷۹ تا ۸۰]

(۱۰) مولوی محمد حسین تمنا مرادآبادی (م ۱۳۱۷ھ):

ان کا نعتیہ دیوان موسوم بہ ''ترانہ ایمان'' بھی نعت کے عصری رویوں سے عبارت ہے۔ انکی نعت گوئی صوفیانہ اور عالمانہ اسلوب کی حامل ہے۔

نمونۂ کلام:

نبی کی مغفرت عنوان فرمان الٰہی ہے
احد مکشوف ہے عقدہ کھلے گر میم احمد کا

کروں صرف اک کلام نعت گیسوئے پیمبر میں
اگر مل جائے مجھ کو طول عمر جاودانی کا

[ترانۂ ایمان ص ۳، ۸]

متاخرین کا دور:

اس دور کے بارے میں ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں:

"یہ دور وہ ہے جبکہ دہلی اور لکھنؤ دونوں دبستان ایک دوسرے سے متاثر ہوئے۔ اس دور میں نعت گو شعراء کا وہ طبقہ فروغ پاتا ہے جس نے حب نبی ﷺ کے والہانہ اظہار میں مناسب اور نامناسب کے امتیاز کو نظر انداز کر دیا۔ اب داخلی جذبات کے اظہار میں وہ مضامین بھی جگہ پاتے ہیں جنکی تشریح تصوف کی زبان میں ہوسکتی ہے۔

غرض یہ کہ یہ دور نعتیہ شاعری میں تغزل کے شباب کا دور ہے اور ظاہر ہے کہ رنگ تغزل میں بے احتیاطی کی صورتیں پیدا ہوسکتی ہیں"

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۸۱، ۲۸۲]

اس دور میں نعتیہ شاعری کے دو اہم ستون حضرت محسنؔ کاکوروی اور حضرت امیر مینائیؔ ہیں۔ اور دونوں لکھنؤ کے دبستان شاعری سے تعلق رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید دور امیرؔ و محسنؔ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"نعت گوئی کے دور تشکیل کی یہی روایت امیر مینائیؔ اور محسنؔ کاکوروی تک پہونچکر تکمیل فن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔"

[اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۴۷]

(۱) امیرؔ مینائی (م ۱۹۰۰ء):

یہ مشہور علمی اور مذہبی خانوادۂ مینائی کے فرد ہیں۔ علم و فضل میں یکتا تھے اور تصوف سے خاص لگاؤ تھا۔

امیرؔ مینائی نے نعت گوئی کو بطور خاص اس وقت اپنایا جب ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد لکھنؤ چھوڑ کر کاکوری میں پناہ لی۔ یہاں انکی ملاقات مشہور نعت گو شاعر محسنؔ کاکوروی سے ہوئی۔ ویسے تو انکے کلام میں پہلے بھی کہیں کہیں نعت کے اشعار ملتے ہیں، مگر انکے نعتیہ کلام کا بڑا اور وقیع حصہ ان کے قیام کاکوری اور اس کے بعد کے زمانے میں تخلیق ہوا جس میں محسنؔ کاکوروی کے اثرات کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے۔

انکے ابتدائی کلام کا مجموعہ "بہارستان" ۱۸۵۷ء کے ہنگامے میں تلف ہو گیا۔ چند کلام ضرور ملتے ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار اس طرح ہیں۔

ہم ہوں یا موسیٰ ہو کوئی دیکھ سکتا ہے اسے
پردے حیرت کے پڑے ہیں جلوہ گاہ طور میں
حوصلہ عالی اگر ہو ہر جگہ معراج ہے
دار بھی ہے شاخ سدرہ دیدۂ منصور میں

[دبدبۂ امیریؔ ص ۲۲]

انہوں نے محسنؔ کاکوروی کے مشہور قصیدے "ابیات نعت" کی تضمین بھی لکھی ہے۔

محسنؔ کے قصیدہ کا پہلا شعر ہے۔

مٹانا لوح دل سے نقش ناموس اب وجد کا
دبستان محبت میں سبق تھا مجھ کو ابجد کا

امیرؔ مینائی کی تضمین کا نمونہ۔

میں بسم اللہ آزادی ہوں سر پر تاج ہے مد کا
الف آوارگی کا راست نقشہ ہے مرے قد کا

زمانہ رامپور کی شاعری ''مراۃ الغیب'' کی صورت میں نمودار ہوئی۔ یہ انکا پہلا مطبوعہ دیوان ہے۔ چند شعر دیکھیں۔

محشر کا اور ساقی کوثر کا واسطہ
اک جام تشنگی میں شراب طہور کا

نام عاصی داخل فرد شفاعت ہو گیا
خاتمہ بالخیر احمد کی بدولت ہو گیا

نواب یوسف علی خاں کے انتقال کے بعد نواب کلب علی خاں کا دور شروع ہوا اور کلب علی خاں نے انکو ملک الشعراء کا خطاب دیا۔

رامپور سے لکھنؤ واپس آنے پر انکی شاعری کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ ایک سال بعد پھر رامپور چلے جاتے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں رامپور سے حیدر آباد جاتے ہیں اور وہیں ۱۳/اکتوبر ۱۹۰۰ء میں رحلت کر جاتے ہیں۔

ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ بنام ''محامد خاتم النبیین'' نول کشور نے ۱۸۶۳ء/۱۲۸۹ھ میں شائع کیا۔ انکی ایک تصنیف ''صنم خانہ عشق'' میں بھی نعتیہ اشعار موجود ہیں۔ اس کا ایک

شعر اس طرح ہے۔

سکہ رائج جب دین مصطفیٰ کا ہو گیا
غلغلہ ساری خدائی میں خدا کا ہو گیا

امیرؔ کے یہاں غزلیات، قصیدے، ترجیع بند، رباعیات اور دوسری کئی اصناف ہیں جن میں انہوں نے نعت لکھی۔

انکی تصنیفات میں ''محامد خاتم النبیین'' کے علاوہ ''مثنوی نور و تجلی و ابر کرم'' نعتیہ مسدس، صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر، اور شاہ انبیاء نعت سے متعلق ہیں۔

انہوں نے نعت کے ساتھ ساتھ منقبت بھی کہی ہے۔ امیرؔ کا پہلا قصیدہ شہیدؔی کے اس مشہور قصیدہ کی تقلید میں ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کے مد کا
سرِ دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا

امیرؔ کا قصیدہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

تفکر امتیاز جان و جاناں میں کیا حد کا
عروض ابتک نہ آیا ہاتھ اس بیت معقد کا

نمونۂ کلام:

بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمد ﷺ کا
اثر میم مشدد میں ہے ذوالقرنین کی سد کا

پکارتے ہیں تمھیں کو یہ یا رسول اللہ
جو مسجدوں میں مؤذن اذان دیتے ہیں

سونگھے جو کوئی انکے لباس بدن کی بو
خوش آئے کیا دماغ کو اسکے چمن کی بو

مدینہ جاؤں پھر آؤں اور دوبارہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہونچا میں رہا جاتا ہوں

زہے نو بہار شبیہ مبارک -مصور نثار شبیہ مبارک

مفتاح باب خلد جسے کہتے ہیں امیرؔ
الفت رسول کی ہے وہ الفت رسول کی
زہے رحمت کہ ختم انبیا کی آمد آمد ہے
حبیب خاص محبوب خدا کی آمد آمد ہے

کر دو خبر یہ محفل میلاد شاہ ہے
یاں آمد جناب رسالت پناہ ہے

بحیثیت مجموعی امیرؔ مینائی نے نعت گوئی کی تاریخ میں قابل ذکر اضافہ کیا۔

(۲) محسنؔ کاکوروی (م ۱۹۰۵ء):

''اردو شاعری میں نعت گوئی کا حقیقی دور محسنؔ کی نعتیہ شاعری سے شروع ہوتا ہے۔

انہوں نے ۱۶ ر سال کی عمر میں پہلا قصیدہ نعتیہ موسومہ گلدستۂ کلام رحمت لکھا۔

[تذکرہ علمائے ہند از رحمان علی ص ۱۳۴]

حضرت محسنؔ کے یہاں غزلیات، قصائد، مثنویات اور رباعیات وغیرہ میں نعتیں ملتی ہیں۔

مضمون اور مواد کے اعتبار سے محسنؔ بنیادی طور پر ایک نعت گو کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔

محسنؔ نے نعتیہ ادب کو ایک تب و تاب نو بخشی اور اسے فنی حیثیت عطا کی۔

محسنؔ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ انہوں نے صرف نعت ہی لکھی ہے۔ کسی اور اصناف میں طبع آزمائی نہیں کی۔ انہوں نے نعت مصطفےٰ ﷺ کو مقصد زیست اور مسلک بنالیا تھا۔

محبت رسول ﷺ کی بدولت انہوں نے خواب میں زیارت رسول اکرم ﷺ بھی کی ہے۔ محسنؔ کی مثنوی میں ''صبح تجلی'' اور ''چراغ کعبہ'' زیادہ مشہور ہوئیں اور قصیدوں میں ''مدیح خیر المسلمین'' کو زبردست مقبولیت حاصل ہوئی۔ اسے ''قصید لامیہ'' بھی کہتے ہیں۔

''صبح تجلی'' محسنؔ کی سب سے طویل مثنوی ہے جس کے اشعار کی تعداد قریباً پونے دو سو ہے۔ اس میں واقعۂ معراج کا بیان کیا ہے۔ بیت اللہ میں تشریف آوری، مسجد اقصیٰ میں ورود اور پھر ہفت افلاک کی سیر، جنت دوزخ کا حال، آخر میں عرش و کرسی اور مقام اعلیٰ تک حضور اکرم ﷺ کی رسائی دکھانے کے بعد شاعر نے ایک مناجات پر مثنوی کو ختم کیا ہے۔

مثنوی کے آغاز میں منظر نگاری ملاحظہ ہو۔

بیضاویٔ صبح کا سماں ہے تفسیر کتاب آسماں ہے

ہے خاتمہ شب دل افروز دیباچۂ نگار نسخۂ روز

آثار سحر ہوئے نمایاں سیپارہ لئے ہوئے دوراں

محسنؔ کی دوسری مثنوی ہے "چراغ کعبہ" اس میں واقعۂ معراج کو نظم کیا گیا ہے۔

مثنوی کا پس منظر نہایت شاعرانہ ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کریں۔

بھیگی ہوئی رات آبرو سے

داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے

اوڑھے ہوئے لیلیٰ گل اندام

شبنم کی ردا بقصد احرام

گرتے ہیں ٹوٹ کر ستارے

ہیں رمی جمار کے اشارے

[کلیات محسنؔ]

محسنؔ کا قصیدہ لامیہ ایک جداگانہ اسلوب کا نمائندہ ہے۔ اسکی فضاء ہندی عناصر سے تیار کی گئی ہے۔ مطلع ہے:-

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

اس قصیدے میں خاص نعت اور مدح رسول ﷺ کے اشعار دیکھیں۔

گل خوشرنگ رسول مدنی العربی
زیب دامان ابد، طرّہ دستار ازل
نہ کوئی اسکا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر
نہ کوئی اسکا مماثل نہ مقابل نہ بدل

[کلیات محسنؔ]

محسنؔ کے یہاں تلمیحات کا استعمال بھی خوب ہے۔

وہ روز ازل کا سعد اکبر — وہ اول ما خلق کا مظہر
آنکھوں کی تلاش جلوۂ رب — کانوں میں صدائے نحنُ اقرب

محسنؔ نے ایک مسدس میں حضور انور ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے۔ایک شعر دیکھیں۔

حقا کہ وہ جسم سے سرتاپا - ہے شاہد غیب کا سراپا

گذرے مری نعت کے سخن میں-رکھی ہوئی یہ مثنوی کفن میں

نور القمرین و ا لکواکب-خورشید مشارق ومغارب

سلطان فلک حشم محمد ﷺ -مہر عرب وعجم محمد ﷺ

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لئے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لئے

مولا کی نوازش نہاں کھلتی ہے
عزت میری پیش قدسیاں کھلتی ہے

ایک رباعی:

مجھ کو نہیں چاہئے کسی کا سایہ
انسان کا ملک کا یا پری کا سایہ
سایہ نہ تھا جس کے تن اطہر کا
میرے سر پر رہیگا اس کا سایہ

☆

شعرائے دور جدید

۱۸۵۷ء کی جنگ انقلاب نے ایک نئی کروٹ بدلی۔ یہ دور سیاسی، سماجی، تہذیبی اور تمدنی اعتبار سے نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ پوری ہندوستانی قوم کے لئے بڑے ہی اضطراب وانتشار کا دور تھا۔ البتہ اردو زبان و ادب کی ترقی کے اعتبار سے یہ زریں دور مانا گیا ہے۔ اس دور نے ایک سے بڑھکر ایک عالم، ادیب، شاعر اور مدبر و مفکر پیدا کئے۔ اردو نثر کو خاص طور سے اس دور میں بڑا فروغ حاصل ہوا۔

جنگ آزادی میں مسلمانوں میں عوام کے ساتھ ساتھ علماء، شعراء بھی شریک تھے۔ خصوصاً دین سے شغف رکھنے والے شاعر نہ صرف یہ کہ اس میں پیش پیش رہے بلکہ انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور جام شہادت نوش کیا۔

مولوی کفایت علی کافیؔ مرادآبادی تحریک آزادی میں حصہ لینے کی پاداش میں شہید ہوئے۔

اردو نعت کا عصر جدید ایسے ہی نعت گو شاعروں کی صداؤں سے متاثر قافلہ نعت کو ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی یعنی نبی کونین ﷺ کے حسن و جمال، سراپا وغیرہ کے بیان کے ساتھ ان کے حسین اسوہ اور تاریخی، سیاسی و انقلابی کارناموں کو نعت کا موضوع بنا کر مزید آگے بڑھاتا ہے۔

یہ دور تصنع اور تکلف سے دور حقیقت پسندی اور سادگی کا دور ہے۔ غزلوں اور نظموں میں مسائل حیات اور اخلاقی مضامین بندھنے لگے۔ فطری جذبات کے اظہار کو اس دور میں کمال فن سمجھا گیا۔ اس طرح خیالات میں صحت مند اور صحت بخش تنوع پیدا ہوا اور ایسے ہی خیالات نے ادب میں جگہ پائی۔

اس دور کے نعتیہ ادب نے ماضی سے جدا ایک نئی لے پیدا کی۔ اور نعتیہ شاعری میں ایک روح نو پھونک دی۔

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

''عصر جدید کی نعت گوئی کا بڑا دھارا قومی اور ملی موضوعات لئے ہوئے ہے۔ اس میں رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے بیان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تذکار سیرت رسول سے نعت گو شاعروں نے اصلاح احوال کا کام لیا اور معجزات اور جمال محمدی ﷺ کی بجائے آنحضرت ﷺ کے پیغام اور سیرت کو نعتوں کا موضوع بنایا۔

[اردو میں نعت گوئی ص ۳۵۸]

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اسی دور کے نعت گویوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

اس دور کے مشاہیر نعت گو شعراء حسب ذیل ہیں:-

۱. مولوی الطاف حسین حالؔی (م ۱۹۱۴ء)

۲. مولوی شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء)

۳. مولوی سید علی حیدر نظمؔ طباطبائی (م ۱۹۳۳ء)

۴. مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (م ۱۹۰۸ء)

۵. آسیؔ سکندر پوری (م ۱۹۱۶ء)

۶. درگا سہائے سرورؔ (م ۱۹۱۰ء)

۷. دلو رام کوثریؔ (م ۱۹۳۱ء)

۸. مولانا محمد علی جوہرؔ (م ۱۹۳۱ء)

۹. مولانا حامد رضا خاں حامدؔ بریلوی (م ۱۹۴۲ء)

۱۰. راجہ کشن پرشاد شادؔ حیدر آبادی (م ۱۹۴۰ء)

۱۱. حسرت موہانی (م ۱۹۵۱ء)

۱۲. بیدم وارثی (م ۱۹۴۴ء)

۱۳. ڈاکٹر سر محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء)

۱۴. اکبر وارثی میرٹھی (م ۱۹۵۴ء)

۱۵. مولانا مصطفےٰ رضا خان بریلوی (م ۱۹۸۱ء)

۱۶. مولوی ظفر علی خاں (م ۱۹۵۶ء)

۱۷. حفیظ جالندھری..................وغیرہم

عصر جدید کا دور آخر

نعت کے محققین اور جائزہ نگاروں نے دور جدید کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ۱۸۵۷ء سے لیکر ۱۹۰۰ء تک یا اس کے بعد ۲۰ ویں صدی کی پہلی دہائی سے ابھر کر سامنے آنے والے نعت گویوں کو دور اول میں شامل کیا ہے۔ بقیہ کو دور آخر میں۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید:۔

"عصر جدید کے دور آخر میں کچھ شاعر ایسے بھی سامنے آئے جنکی زندگی کا بڑا حصہ متحدہ ہندوستان میں گذرا مگر جنہوں نے تقسیم ہند کے بعد کی ادبی و شعری فضا بالخصوص نعت کو بہت متاثر کیا۔ ایک اعتبار سے انہیں نعت گوئی کے عصر حاضر کے قریبی پس منظر میں بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔ انمیں درج ذیل نعت گو شعرا قابل ذکر حیثیت رکھتے ہیں۔

سہیل اعظم گڑھی، امجد حیدر آبادی، عزیز لکھنوی، حمید صدیقی، ماہر القادری، بہزاد لکھنوی وغیرہ"

[اردو میں نعت گوئی ص ۴۷۱]

(۱) مولوی الطاف حسین حآلی (م۱۹۱۴ء):

حآلی شاعر، نثر نگار اور نقاد تینوں حیثیات سے مشہور ہیں۔ انکی نعت گوئی کا آغاز قدسؔی کی مشہور فارسی نعت کی تضمین سے ہوتا ہے۔ اس کے دس سال بعد انہوں نے ۱۳۳ اشعار پر اپنا مشہور قصیدہ رقم کیا جسکا مطلع ہے۔

بنے ہیں مدحت سلطان دو جہاں کے لئے
سخن زباں کے لئے اور زباں دہاں کے لئے

[کلیات نظم حآلی (مرتبہ ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی) جلد اول ص ۲۸۸]

حآلی نے نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر زیادہ زور دیا ہے اور تعلیمات نبوی کو منظوم شکل میں پیش کر کے قوم کو عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے۔

شریروں کو ساتھ اپنے جس نے نباہا
بروں کا ہمیشہ بھلا جس نے چاہا
طفیل اسکا اور اس کی عزت کا یا رب
پکڑ ہاتھ جلد اس کی امت کا یا رب
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی
اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

مسدس حآلی میں ملنے والے نمونۂ نعت کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ان مضامین پر مشتمل ہے جو سرکار ﷺ کی مدح تو نہیں مگر جسکا نعت کے ذیلی موضوعات سے ہر دور میں کوئی نہ کوئی ربط رہا ہے۔

مسدس میں حآلی نعت رسول ﷺ میں یوں گویا ہوتے ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

حالیؔ کی وہ مناجات جس نے اردو نعت میں قومی اور ملی مسائل کے تذکار کو رواج دیا اس شعر سے شروع ہوتی ہے۔

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

(۲) شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء):

شبلی بحیثیت مورخ، نقاد اور ادیب و انشاء پرداز بہت ہی مشہور ہیں۔ لیکن انکی ایک حیثیت شاعر کی بھی ہے۔ ان کی نعتوں میں خلق محمدی ﷺ کی اچھی تصویر کشی ہے۔ ہجرت کا نقشہ بھی کھینچا ہے اور مکارم اخلاق نبی ﷺ پر زور دیا ہے۔

نمونۂ کلام:

کوئی نوکر نہ تھا خادم نہ برادر نہ عزیز
گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور
ہاں مدینہ میں ہوا غل کہ رسول آتے ہیں
راہ میں آنکھ بچھانے لگے ارباب نظر
صل یارب علیٰ خیر نبی و رسول
صل یا رب علیٰ افضل جن و بشر

[کلیات شبلی ص ۳۴، ۳۸]

(۳) نظم طباطبائی (م ۱۹۳۳ء):

انہوں نے نعت میں سات قصیدے کہے جو ایک طرح سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تاریخ وسیرت کے مختلف واقعات کے تذکار پر مشتمل ہیں۔

نمونۂ کلام:

ظہور اس کا جو آخر میں ہوا اس سے یہ ظاہر ہے
کہ ذات اسکی ہے ایجاد جہاں کی علت غائی

ان مظالم کو زمانے سے چھڑانے کے لئے
بطن مکہ سے بڑھا نور خدا عزوجل

[مجموعہ نظم از نظم طباطبائی، ص ۶، ص ۳۱]

نظم کے نعتیہ قصیدے علمیت وشعریت کا امتزاج ہیں۔

(۴) مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (م ۱۹۰۸ء):

مولانا حسن رضا بریلوی امام احمد رضا خاں بریلوی کے برادر اوسط ہیں۔ داغؔ دہلوی کے تلامذہ میں انکا اہم مقام ہے۔ یہ شاعر غزل بھی ہیں اور شاعر نعت بھی ہیں۔ غزلیہ شاعری کے بعد انہوں نے مستقل طور سے نعت گوئی کو اپنا لیا تھا۔ نعتیہ شاعری میں اپنے برادر معظم امام احمد رضا خاں بریلوی سے اصلاح لی۔ ''ذوق نعت'' انکے نعتیہ دیوان کا نام ہے۔ انہوں نے اردو نعت میں گراں قدر اضافے کئے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری حسنؔ بریلوی کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''امام احمد رضا خاں کی طرح حسن رضا خاں کی نعتوں میں جو چیز خاص طور پر متاثر

کرتی ہے وہ سادگی و صفائی بیان کے ساتھ ساتھ انکے جذبات عشقیہ کی وہ شدت ہے جو آنحضرت سے انکے والہانہ لگاؤ کا ثبوت ہر قدم پر مہیا کرتی ہے"

[اردو کی نعتیہ شاعری ص ۸۷]

نمونۂ کلام:

قل کہہ کے اپنی بات بھی منہ سے ترے سنی
اتنی ہے گفتگو تری اللہ کو پسند

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا
کہ انکی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے

آتا ہے غریبوں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتا کا بھلا ہو

آستانے پہ ترے سر ہو اجل آئی ہو
اور اے جان جہاں تو بھی تماشائی ہو

سیر گلشن کون دیکھے دشت طیبہ چھوڑ کر
سوئے جنت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر
مر کے جیتے ہیں جو انکے در پہ جاتے ہیں حسنؔ
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

حسنؔ کیوں کر نہ ہو جاؤں فنا اس کی محبت میں
کہ طالب جس کے جام عشق کی ساری خدائی ہے

(ذوق نعت)

(۵) آسیؔ سکندر پوری (م ۱۹۱۶ء):

پورا نام عبدالعلیم ہے۔ یہ ایک گوشہ نشین صوفی اور شاعر تھے۔ مختصر کلیات شائع ہو چکا ہے۔

نمونۂ کلام:

دل شیدا ہے بیمار محمد- اسیر زلف خم دار محمد ﷺ

(۶) درگا سہائے سرورؔ جہان آبادی (پیلی بھیت) (۱۹۱۰ء):

خم خانۂ سرورؔ اور جام سرورؔ انکے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ جوانی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ ایک مخمس میں انکے چند نعتیہ شعر اس طرح ہیں۔

دل ہی دل میں مرے ارمان کھلے جاتے ہیں
خاک پر گر کے دُر اشک بہے جاتے ہیں
تیری رسوائی پہ کم بخت تلے جاتے ہیں
ہوں سیاہ کار مرے عیب کھلے جاتے ہیں
کملی والے مجھے کملی میں چھپا لے آجا

(۷) دلّو رام کوثریؔ (م ۱۹۳۴ء):

دلّو رام کوثریؔ کے بارے میں پروفیسر سید یونس شاہ اپنی تالیف "تذکرہ نعت گویان اردو" میں لکھتے ہیں:

"رسول خدا ﷺ کی نعت گوئی آخر کار رنگ لائی اور یہ دلّو رام کوثری سے کوثر علی کوثرؔ بن گئے۔ ممدوح نے مداح کو اپنی طرف کھینچ لیا اور یہ عین فطرت کا تقاضا تھا۔ جب ہندو تھے تو بھی مداح رسول عربی تھے اور جب مسلمان ہوئے تو یہ شراب عشق دو آتشہ بن گئی۔ یہ

اسکی دین ہے جسے پروردگار دے۔"

[ص ۲۸]

ویسے دیگر کتب تواریخ یا تذکروں میں اس طرح کا واقعہ نہیں ملتا۔ خیر اس سے قطع نظر نعت گوئی میں کوثرؔی ایک اہم نام ہے۔ یہ حصار پنجاب کے باشندے تھے۔
نعت گوئی کو یہ اپنا شغل بتاتے ہیں۔

بتاؤں کوثرؔی کیا شغل اپنا
میں ہوں ہردم ثنا خوان محمد ﷺ

نعت رسول ﷺ میں یہ فنائیت کا درجہ رکھتے تھے۔

میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر
قمر کو مری پاسبانی میں رکھا

کوثرؔی نے حضور اکرم ﷺ سے اپنا تعلق جس طرح قائم کیا ہے وہ ایک شاعرانہ جدت اور اپج کی عمدہ مثال ہونے کے ساتھ ساتھ انکے جذبات کا بھی آئینہ دار ہے۔

کرائے ہندو بیاں اس طرز سے تو وصف احمد کا
مسلماں مان جائیں لوہا شب تیغ مہند کا

ہے حسّان ان میں پہلا تو میں دوسرا ہوں
نہیں فرق اول اور ثانی میں رکھا
خدا نے اسے سونپی محفل عرب کی
مجھے بزم ہندوستانی میں رکھا

کوثرؔی کے یہاں عقیدت و محبت کا والہانہ اظہار ہے۔ رنگ تغزل غالب ہے۔

مدینہ میں مجھ کو بلایا محمد ﷺ - ذرا اپنا کوچہ دکھایا محمد ﷺ

خدا کی خدائی میں تجھ سا نہیں ہے-تو یکتا ہے بعد از خدا یا محمد ﷺ

نوٹ :- ''یا محمد'' (ﷺ) کہنا شرعاً ممنوع ہے۔

کوثر ی تنہا نہیں ہے مصطفیٰ کے ساتھ ہے

جو نبی کے ساتھ ہے وہ کبریا کے ساتھ ہے

[اذان بتکدہ، مرتبہ محمد الدین فوق]

(۸) مولانا محمد علی جوہر (م ۱۹۳۱ء):

مولانا محمد علی جوہر آزادئ ہند کے ایک عظیم ہیرو، تحریک خلافت کے قائد اور مذہبی و سیاسی تحریکات کے رکن کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ انکو شعر و شاعری کا بھی شغف تھا۔ ان کی شاعری انقلابی و اصلاحی ہے۔ ان کے یہاں نعتیہ اشعار بھی ملتے ہیں۔

نمونۂ کلام:

وہی دن ہے ہمارے عید کا دن- جو تری یاد میں گزرتا ہے

ہو محمد ﷺ کیوں نہ قرآں اور بھی ہمکو عزیز

اس میں خود تیری جو جیتی جاگتی تصویر ہے

ہے نام مصطفےٰ کی برکت کہ پھر خدا- یوں جڑ جما رہا ہے محمد ﷺ کے دین کا

(۹) مولانا حامد رضا خاں بریلوی (م ۱۹۴۲ء):

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں حامدؔ بریلوی۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کے فرزند اکبر ہیں۔ عربی ادب اور نقلی و عقلی علوم کے ماہر تھے۔ ان کا نعتیہ دیوان ضائع ہو گیا۔ چند اردو

نعتیں ملتی ہیں۔ چند اشعار اس طرح ہیں۔

چاند سے اپنے چہرے پر گیسوئے مشک فام دو
دن ہے ابھی کھلا ہوا وقت سحر ہے شام دو

☆

محمد مصطفیٰ نام خدا خیر الوریٰ تم ہو
شہ خیرالوریٰ شان خدا صلی علیٰ تم ہو

[حجۃ الاسلام از عبدالنعیم عزیزی]

(۱۰) راجہ کشن پرشاد شادؔ (م ۱۹۴۰ء):

شادؔ ریاست حیدر آباد دکن میں مدار المہام تھے۔ ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ "ہدیۂ شاد" کے نام سے موسوم ہے جو ۱۹۰۷ء میں طبع ہوا۔ ناقدین نے ان کا رنگ نعت اور رنگ گویائی امیرؔ کے رنگ سے ملتا جلتا بتایا ہے۔

چند نعتیہ اشعار اس طرح ہیں:

کافر عشق محمد ﷺ ہوں شادؔ۔ سبحہ سے بڑھکر مرا زنّار ہے

نوٹ :- اس شعر پر علماء نے گرفت کی ہے۔

مشغلہ نعت نبی کا ہے مجھے شکر خدا
بعد مدت کے یہ ہاتھ آیا ہے مقصد مجھکو

عاشق ہوں مجھے جنت فردوس سے کیا کام
ہے سر میں ازل سے مرے سودائے مدینہ

جنکو کہتے ہیں محمد وہ ہیں اپنے سلطاں
جسکو کہتے ہیں مدینہ وہ ہے کشور اپنا

سرور شمس الضحیٰ یا نبی بدر الدجیٰ
عقل کل نور الہدیٰ شاہ دیں خیر الوریٰ

(۱۱) حسرتؔ موہانی (م ۱۹۵۱ء):

مشہور علمی و مذہبی اور روحانی خانوادہ کے فرد تھے۔ یہ تحریک آزادی کے روح رواں اور مرد مجاہد تھے۔ انہیں حضور ﷺ نے خواب میں اپنی زیارت سے بھی نوازا تھا۔ انہوں نے نعتیہ اشعار خوب کہے۔ ان کے کلام میں رسول اکرم ﷺ کی محبت و عقیدت کے اشارے جا بجا پائے جاتے ہیں۔ حضور غوث اعظم کی منقبت بھی انہوں نے لکھی ہے۔

نمونۂ کلام:

حسرتؔ غلام شافع روز شمار ہے
کب اس کو فکر پرسش روز جزا کی ہے

شرف رکھتی ہے بادشاہی پہ بیشک۔ مدینہ کی حسرتؔ غریب الدیاری

زہے قسمت سنا ہے نام کس کا آج کانوں نے
زباں پر میری حسرتؔ کلمہ صلی علیٰ کیوں ہے

(۱۲) بیدم وارثی (م ۱۹۴۰ء):

انکا تعلق حضرت الحاج شاہ وارث علی علیہ الرحمۃ کے خانوادہ سے تھا۔ صوفی باصفا شاعر تھے۔ انہوں نے مسئلہ وحدت الوجود کو اشعار کے آئینہ میں بیان کیا ہے۔ انکا دیوان ''نورالعین معروف بہ مصحف بیدم'' شائع ہو چکا ہے۔

نمونۂ کلام:

یہ ادنیٰ ہے وصف کمال محمد ﷺ
کہ ہے عرش زیر نعال محمد ﷺ

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسول
کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسول

کیا پوچھتے ہو گرمیٔ بازار مصطفےٰ
خود بک رہے ہیں آ کر خریدار مصطفےٰ

بیدم کی وہ نعت جسکا مطلع ہے۔

آئی نسیم کوئے محمد ﷺ
کھنچنے لگا دل سوئے محمد ﷺ

بہت مقبول ہے۔

(۱۳) ڈاکٹر سر محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء):

انیسویں صدی کی آٹھویں دہائی سے لیکر بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں علم وادب کی دنیا

میں اقبالؔ کی شخصیت مہر جہاں تاب کی طرح ابھری جسکی کرنوں سے نہ صرف برصغیر ہندو پاک بلکہ جملہ عالم اسلام نے درخشندگی، حرارت اور توانائی حاصل کی۔ اقبالؔ شاعر مشرق اور ملی اور قومی شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ اخلاق، فلسفہ، سیاست، دین، قومیت، وطنیت، نیچر اور جانے کتنے موضوعات سے انکی شاعری پُر ہے۔ اقبالؔ جدید اردو شاعری کے کشورستان کے شاہ باعظمت ہیں۔ اقبالؔ کی نعت گوئی برائے محبت رسول ﷺ و برائے اشاعت سیرت رسول ہے۔ اردو میں انہوں نے نعتیں بہت کم لکھی ہیں البتہ جو کچھ لکھا وہ اپنی جگہ آپ مثال ہے۔

بانگ درا ۱۹۲۴ء میں چھپی تھی۔ اسکی بکثرت نظموں میں حجازی لے اور حجازی مے پائی جاتی ہے۔ جواب شکوہ بھی خوب ہے۔ نمونہ کے اشعار۔

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی

تلاش جسکی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

[کلیات اقبال اردو]

تجھ کو چھوڑا تو رسول عربی کو چھوڑا

بت گری پیشہ کیا بت شکنی کو چھوڑا

اقبالؔ نے عشق رسول کو طاقت کا سرچشمہ اور جان ایمان بتایا ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے

دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

[کلیات اقبال ''جواب شکوہ'' سے]

اقبالؔ کے یہ اشعار بہت ہی مشہور ہیں:-

وہ ختم رسل دانائے سبل وہ ہادیٔ کل جس نے
غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

[بال جبریل]

وہ زمیں ہے تو مگر اے خواب گاہ مصطفٰے
دید ہے کعبہ کو تیری حج اکبر کے سوا

[بانگ درا]

(۱۴) اکبرؔ وارثی میرٹھی (م ۱۹۵۲ء):

میلاد خواں کی حیثیت سے انہوں نے بڑی شہرت پائی۔ میلاد اکبر مولود شریف کی انکی بڑی مشہور کتاب ہے۔ میلاد اکبر کے علاوہ باغ کلام اکبر، نہال روضۂ اکبر، نہال اکبر، ریاض اکبر، گلزار اکبر اور گلستان اکبر وغیرہ کے نام سے انکے کئی نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ انکی نعتوں میں خلوص و عقیدت کی فراوانی ہے اور انکی نعتیں انکے جذبۂ حب رسول کی مظہر ہیں۔

نمونۂ کلام:

تعظیم سے لیتا ہے خدا نام محمد ﷺ
کیا نام ہے اے صلی علی نام محمد ﷺ

[میلاد اکبر ص ۱۹]

ہے جسم محمد ﷺ سراجاً منیرا
کہ ہے شان میں جسکی ذکراً کثیرا

دل میں مرے آنکھوں میں سماجائے محمد ﷺ
ہر سمت نظر آئے تجلائے محمد ﷺ

[باغ کلام اکبر ص ۵،۱۵]

ان کی شہرت اس سلام سے بہت ہوئی:-

یا نبی سلام علیک-یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک -صلوٰۃ اللہ علیک

[میلاد اکبر ص ۳۷]

ان کی یہ نعت بہت ہی مشہور ہے جس کا مطلع اس طرح ہے:-

جب عرب کے چمن میں وہ نور خدا ہر طرف اپنا جلوہ دکھانے لگا
کفر غارت ہوا بت گرے ٹوٹ کر منھ پہاڑوں میں شیطاں چھپانے لگا

[میلاد اکبر ص ۴۶]

(۱۵) مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوریؔ بریلوی (م ۱۹۸۱ء)

مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب امام احمد رضا خاں بریلوی کے فرزند اصغر تھے۔ سن ولادت ۱۸۹۲ء ہے۔ یہ ایک عظیم مفتی اور فقیہ اور روحانی و دینی پیشوا تھے۔ شاعری ورثے میں ملی تھی۔ ان کے دیوان سامان بخشش میں غزل، ترجیع بند اور رباعی وغیرہ میں نعتیں ہیں۔ نوریؔ ان کا تخلص ہے۔

نمونۂ کلام:

تو شمع رسالت ہے عالم ترا پروانہ
تو ماہ نبوت ہے اے جلوۂ جانانہ

مدینہ کی گلیاں بہارا کروں میں
دل و جان تم پر نثارا کروں میں

وہ حسیں کیا جو فتنے اٹھا کر چلے-ہاں حسین تم جو فتنے مٹا کر چلے
من رأنی رأ الحق سنا کر چلے-میرا جلوہ ہے حق کا بتا کر چلے
(سامان بخشش)

(۱۶)مولوی ظفر علی خاں (م۱۹۵۶ء):

مولانا ظفر علی خاں کو اردو نظم و نثر میں یکساں کمال حاصل تھا۔ان کی نعت میں قوم و ملت کی زبوں حالی اور سرور کونین ﷺ کی بارگاہ میں قوم مسلم کی فریاد اور استغاثہ کا عنصر نمایاں ہے۔ساتھ ہی ساتھ انکی نعتیں ان کے جذبہ حب رسول کی بھی مظہر ہیں۔ان کے یہاں حق گوئی اور بیباکی پورے طور سے نمایاں ہے۔

نمونۂ کلام:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

[اخبار زمیندار ۱۹۳۰ء]

خدا کی حمد ، پیغمبر کی مدح، اسلام کے قصے
مرے مضموں ہیں جب سے شعر کہنے کا شعور آیا

[بہارستان]

مندرجہ بالا یہ شعر انکی جملہ شاعری کا اصل اصول ہے۔

قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور تین دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا

[بہارستان]

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیں تو ہو
سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اعلیٰ تمہیں تو ہو

[بہارستان ص۴۶]

ان کی وہ نعت جس کا مطلع حسب ذیل ہے بہت ہی مشہور ہے:

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز وہ آنے والی تھی دنیا کے سب درباروں میں

[حسیات ص۱۸]

رونق بزم دورۂ عالم ﷺ - خواجہ گیہاں سرور عالم ﷺ

[ایضاً]

(۷) حفیظ جالندھری (م ۱۳۱۷ھ):

حفیظؔ کی نعت کا دائرہ نہ صرف سیرت رسول اکرم ﷺ بلکہ پوری تاریخ اسلام پر محیط ہے۔ یہ اپنے شاہنامہ اسلام کیلئے بہت ہی مشہور ہیں۔ شاہنامہ اسلام کی چاروں جلدیں حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ سے قبل دنیا کی حالت سے لیکر آپکی پیدائش، سیرت و کردار، عادات و اطوار و اخلاق، اعمال و اوصاف اور غزوات وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس میں جو سلام ہے وہ اپنا جواب آپ ہے۔ سلام کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

سلام اے آمنہ کے لال! اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات! فخر نوع انسانی
سلام اے ظل رحمانی! سلام اے نور یزدانی
ترا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی

ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

حضور اکرم ﷺ کی عقیدت و محبت کے بیان میں حفیظؔ کے یہ شعر بہت معروف ہیں۔

سما سکتی ہے کیوں کر حب دنیا کی ہوا دل میں
بسا ہو جبکہ حب نقش محبوب خدا دل میں

☆

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے
یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر مال و جاں اولاد سے پیارا

دور جدید کے شاعروں میں اکبرؔ الہ آبادی کے یہاں بھی نعتیں ملتی ہیں۔حافظؔ پیلی بھیتی امام احمد رضا خاں بریلوی کے ہم عصر تھے۔ان کے کئی نعتیہ مجموعے چھپ چکے ہیں۔

شائقؔ حیدر آبادی (م۱۳۱۵ھ)، یزدانیؔ میرٹھی (م۱۳۱۷ھ)،مظفر الدین معلیٰ (م ۱۳۳۵ھ)،صحوؔ ابو العلائی (م۱۳۴۴ھ) جلیل مانکپوری (م۱۳۶۵ھ)،الیاسؔ برنی اور دوسرے نعت گو شعراء بھی دور جدید کی نعتیہ روایت کو آگے بڑھانے والوں میں پیش پیش رہے۔

دور جدید کے آخری زمانے کے نعت گویوں میں اہم شخصیات حسب ذیل ہیں:

(۱) سہیلؔ اعظم گڑھی (م۱۳۶۵ھ):

نام اقبالؔ سہیل۔بقول افتخار اعظمی عصر جدید کے آخری اہم نعت گو ہیں۔

[ارمغان حرم مرتبہ افتخار اعظمی ص۲۱]

نمونۂ کلام:

احمد مرسل فخر دو عالم ﷺ
مظہر اول مرسل خاتم ﷺ

[ارمغان حرم مرتبہ افتخار اعظمی،ص۴۶]

انکے دو قصائد اور ایک خمسہ بہت معروف ہیں۔

سرشت حسن تغافل مزاج عشق غیور
وہ التفات سے ہم التجا سے ہیں معذور

(نعتیہ قصیدہ کا شعر)

بہارستان ہستی کا لئے دور شباب آیا
شہنشاہ دو عالم مہبط ام الکتاب آیا

(خمسہ سے)

ایک نعتیہ غزل بھی بہت مشہور ہے۔ایک شعر دیکھیں۔

کتاب فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقش ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا

[ارمغان حرم سے]

(۲) امجد حیدرآبادی (م ۱۳۸۰ھ):

امجد کے کلام پر عارفانہ رنگ غالب ہے۔ان کے متعدد شعری مجموعے...... ریاض امجد (اول، دوم)، حج امجد اور نظر امجد چھپ چکے ہیں جن میں خاص طور پر نعتیہ مضامین ہیں۔ان کے خیالات شریعت کی حدود و قیود سے ٹکراتے نظر آتے ہیں۔

نمونۂ کلام:

شکل احمد میں خود آیا ہوا مطلق مقید اظہار
تردّد میں نظر آتا نہیں رستہ تعین کا احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ
چشم رحمت تری مازاغ البصر پھر نہیں ہے کیوں غریبوں پر نظر

[ریاض امجد حصہ دوم ص ۱۵]

تیری مرضی رحم کر یا نہ پھر کر دیکھ تو لے رحمت عالم ادھر
یا رسول اللہ انظر حالنا یا رسول اللہ اسمع قالنا

اس خاتمِ انبیاء کا آخر میں ظہور۔ ہے مصرعۂ آخر رباعی کی طرح

[رباعیات امجد]

(۳) زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی (م ۱۳۸۵ھ):

حمیدؔ صدیقی زائرِ حرم اور شاعرِ حرم کے لقب سے مشہور ہیں اور اردو نعت گوئی میں سوز و گداز اور جذب و مستی کے عناصر کو فروغ دینے والے شاعر ہیں۔ ان کا رنگ بیدمؔ کے رنگ سے ملتا ہے۔ ''گلبانگ حرم'' ان کا مجموعہ نعت ہے۔

نمونۂ کلام:

دربارِ نبی کے جلووں کی وہ بارشِ پیہم کیا کہیے
وہ صبح کا منظر کیا کہیے وہ شام کا عالم کیا کہیے

کس کی تجلیاں ہیں تصور میں جلوہ گر
آئینہ بن گیا ہے مرا دل نہ پوچھیے

حمیدؔ اب کچھ نہیں ہے یاد مجھکو
نبی کا تذکرہ ہے اور میں ہوں

(۴) ماہر القادری (م ۱۳۹۸ھ):

انکی نعت گوئی میں انکی شخصیت اور فکروفن کا تحریکی عنصر نمایاں ہے۔ان کی نعت گوئی کا مقصد حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد اور پیغام کو عام کرنا ہے۔ اسیران پدر ، ذکر جمیل ، حریت کا مبلغ اعظم ، نذر عقیدت ، پیغمبر انسانیت ، دربار قدس میں اور ظہور قدسی ان کی معروف نعتیہ نظمیں ہیں۔

حفیظ جالندھری کے مشہور شاہنامہ کی طرز پر انکا سلام بھی بہت معروف ہے۔ یہ ہدیہ سلام تقریباً ۵۰ شعروں پر محیط ہے۔

چند اشعار اس طرح ہیں۔

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

[ذکر جمیل (ماہر القادری) ص ۴۵]

عصر حاضر کی نعت گوئی

(تقسیم ہند کے بعد اردو نعت گوئی)

۱۹۴۷ء میں زمین، خاندان و کنبے اور خون کی تقسیم کے ساتھ ساتھ زبان و ادب کی تقسیم بھی عمل میں آ گئی۔ بہت سے شعراء اور ادباء جو متحدہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور عمر کا کافی حصہ یہیں گزارا، تقسیم ملک کے بعد پاکستان ہجرت کر گئے اور انکا شمار ہندوستانی شعراء میں ہونے کے بجائے پاکستانی شعراء میں ہونے لگا۔ تقسیم ملک کے بعد پاکستان وجود میں آیا۔ بہت سی سیاسی، سماجی اور مذہبی ہلچل پیدا ہوئیں اور ان تمام اضطراب، افراتفری اور اتھل پتھل نے نعتیہ ادب کو بھی متاثر کیا۔

ترقی پسند تحریک کی غزل مخالفت کی وجہ سے نظم جدید کی طرف توجہ، دوسری جانب حامیان غزل کا غزل کو نئی جہت سے آشنا کرنے کی جد و جہد۔ اس کشمکش نے نعت گوئی کی طرف شعراء کی توجہ مبذول نہ ہونے دی۔

دینی و مذہبی حلقوں میں نعت کا چلن ضرور رہا مگر رسماً اور بطور عقیدت۔ فن پر توجہ نہ رہی۔ عرسوں یا مذہبی جلسوں اور میلاد کی محفلوں میں بحیثیت نعت گو شعراء نے شرکت اگر کی بھی تو بجائے نمونہ شاعری پیش کرنے کے متشاعری اور گلے بازی کا مظاہرہ ہوتا رہا اور آج بھی تقریباً وہی حال ہے۔ بیشتر نعتیہ مشاعرے بھی مذہبی حلقوں کی طرف سے انعقاد پذیر ہوتے رہے لہٰذا فن کی طرف توجہ خاص مبذول نہ رہی صرف پیشہ ورانہ غرض یا سستی شہرت پیش نظر رہی۔

ادبی حلقوں سے البتہ چند شعراء ایسے ضرور سامنے آئے جنکی نعتیں ادبی و فنی مرتبہ کی

حامل رہیں۔ مذہبی حلقہ سے مستقل نعت گو کی حیثیت سے آنے والوں میں چند ہی کی نعتیہ شاعری کو فنی حیثیت سے کوئی اہمیت حاصل ہوسکی۔

قیام پاکستان کے وقت متعدد شعراء ہندوستان میں ایسے بھی تھے جو نعت گو کی حیثیت سے معروف ہو چکے تھے لیکن بعد میں انہوں نے پاکستان کی شہریت اختیار کر لی مثلاً ضیاء القادری، بہزاؔد لکھنوی، شمسؔ بریلوی، شمسؔ مینائی، دردؔ کاکوروی، افقؔ کاظمی امروہوی، اثرؔ صہبائی اور اسدؔ ملتانی وغیرہ۔

پاکستان میں ۱۹۶۰ء کے بعد نعت گوئی ایک نئی انگڑائی لیکر اٹھی اور اس وقت ایک تحریک کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اس وقت نظم جدید، سانیٹ، ہائیکو وغیرہ اصناف میں بھی نعتیں خوب خوب کہی جا رہی ہیں۔

ہندوستان کے عصر حاضر کے چند اہم نعت گو کے اسماء اس طرح ہیں (انمیں کچھ انتقال بھی کر چکے ہیں) انورؔ صابری، کوثرؔ جائسی، ادیبؔ مکن پوری، قتیلؔ دانا پوری، حقؔ بنارسی، شمیمؔ جے پوری،، عثمان عارفؔ، طیشؔ صدیقی، عمرؔ انصاری، حیاتؔ وارثی، والیؔ آسی، تسنیمؔ فاروقی، کرشن بہاری نورؔ، سومناتھ سومؔ، قمرؔ سلیمانی، رازؔ الہ آبادی، بیکلؔ اتساہی، فناؔ نظامی کانپوری، اجملؔ سلطانپوری، انورؔ جلال پوری، مولانا ریحان رضا خان بریلوی، ہمسرؔ قادری، معراجؔ فیض آبادی اور وسیمؔ بریلوی وغیرہ۔

مذہبی حلقہ سے ابھر کر آنے والوں میں بیکلؔ کی حیثیت بہت نمایاں ہے۔ انکے کئی نعتیہ مجموعے چھپ چکے ہیں ۱۹۹۲ء میں انکا تازہ نعتیہ مجموعہ شائع ہوا ہے جسے بڑی مقبولیت ملی۔

نئی غزل کے موجودہ شعرا میں پروفیسر وسیمؔ بریلوی کی نعتیں بھی قابل قدر ہیں۔ انہوں نے اپنی نعتوں میں عصری شعور کو بڑی خوبصورتی سے تحلیل کیا ہے۔ انکے یہاں خلوص کی صداقت اور جذبہ کی پاکیزگی پائی جاتی ہے۔ چند اشعار دیکھیں۔

قیادتوں کے محافظ بس اک نگاہ کرم
بھٹک رہا ہے بہت دن سے قافلہ میرا

عرب کے چاند کی آمد سے پہلے کس نے سوچا تھا
کہ تپتے ریت کی قسمت میں ایسی چاندنی ہوگی

مدینہ جیسا مجھے معتبر نہیں لگتا
کوئی مقام ہو آنکھوں کا گھر نہیں لگتا

موجودہ پاکستانی نعت گو شعرا

(۱) عبدالعزیز خالد:

عصر حاضر کے سب سے منفرد نعت گو عبدالعزیز خالدؔ ہیں۔ انکے اسلوب کا ایک عنصر انکی نوتراشیدہ اور خود وضع کردہ تراکیب ہیں جن سے انہوں نے اپنی نعت کو وقیع اور مزین کیا ہے۔ انکے کلام میں اساطیری عناصر میں ہندو دیو مالا کے ساتھ یونانی دیو مالا کی تلمیحات بھی نظر آتی ہیں۔ انکی انفرادیت ان کے نعتیہ مجموعوں کے نام ہی سے جھلکتی ہے۔ مثلاً فارقلیط، منحمنا، حمطایا، ماذ ماذ، عبدہ وغیرہ۔

نمونۂ کلام:

کثیر المکارم کریم المساعی
نمائندہ حضرت کبریا کہیے
وہ میرا مہاراج پربھو گو سائیں
سلونا ہے سجدار ہے سانولا ہے

نوٹ :-لفظ ''سانولا'' قابل گرفت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سانولے نہیں سرخ وسفید تھے۔

تو ہے عز عرب تو ہے فخر عرب عین جود وکرم

اے خطیب امم رافی وشافی وکافی وملتجی

(۲) مظفؔر وارثی:

انہوں نے نعت گوئی کی روایت میں کئی نئے تجربے کئے ہیں جن میں مترنم بحروں کا استعمال اور ہیئت وسانچوں کو انداز نو سے برتنے کی سعی کی ہے۔ایک نعتیہ نظم کے چند مصرعے اس طرح ہیں:

تو امیر حرم میں فقیر عجم

تیرے گن اور یہ لب

میں طلب ہی طلب ،تو عطا ہی عطا

تو کجا من کجا

پاکستانی نعت گوئی میں ذات وکائنات کے مسائل، انسانی دکھوں اور انکی مداوا کی بات سرکار رسول کونین ﷺ کے حوالے سے کی جارہی ہے۔موجودہ نعت نگاروں نے نعت کو ایک نیا لہجہ اور نیا رنگ دیا ہے۔جدید علامتوں اور اشاروں کو بڑی چابک دستی سے استعمال کیا جارہا ہے۔

(۳) حفیظؔ تائب:

پروفیسر حفیظؔ تائب کی نعتیں ذوق جدید کی نمائندہ ہیں۔انکے یہاں احترام رسالت مآب ﷺ اور جذبہ شیفتگی کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔انکے دو نعتیہ مجموعے ''صلو علیہ وآلہ'' اور ''وسلمو تسلیما'' شائع ہوکر شرف قبولیت حاصل کرچکے ہیں۔

نمونۂ کلام:

دے تبسم کی خیرات ماحول کو ہم کو درکار ہے روشنی یا نبی
ایک شیریں جھلک ایک نوریں ڈلک تلخ و تاریک ہے زندگی یا نبی

تصورات کے صحرا میں وہ حرم ابھرا
کھلے گلاب میری دھول دھول آنکھوں میں

صبا متھراوی، راجہ رشید محمود، ریاض مجید، حافظ لدھیانوی، راسخ عرفانی، نظیر لدھیانوی، قمر یزدانی،، ادیب رائے پوری، اعظم چشتی، مسرور کیفی، عارف رضا، عارف عبدالمتین، رشید وارثی، احمد ندیم قاسمی وغیرہ پاکستان کے وہ معتبر نعت گو شعراء ہیں جو اردو نعت میں لسانی، ہیئتی اور شعری تجربوں سے اسے نئی سمتوں اور نئی جہتوں سے آشنا کر رہے ہیں۔

اردو نعت کی تاریخ لگ بھگ ساڑھے پانچ صدیوں پر محیط ہے اور نعت کا یہ نوری قافلہ زبان اور بیان، انداز و ادا اور صدا کی نت نئی رعنائیوں سے ہم آغوش ہوتے ہوئے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

موضوعات نعت کا اجمالی خاکہ

نعت اردو میں حضرت خواجہ گیسو دراز علیہ الرحمہ سے ابتک نعت نگاروں نے جن موضوعات پر نعتیں رقم کی ہیں ان کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ دورِ متقدمین کے بعد موضوعات نعت میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ نئی نعت کے شعراء نو حضور اکرم ﷺ سے تعلق رکھنے والی

ہر شے کو نعت کا موضوع بنا رہے ہیں۔ تاہم ابتدائے نعت گوئی سے تا حال نعت نگاروں نے جن موضوعات کو اپنایا ہے ان کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے:-

۱. نور محمدی۔ آنحضرت ﷺ کا نور من نور اللہ اور اصل تکوین عالم ہونا۔

۲. حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا۔

۳. علم غیب مصطفےٰ ﷺ

۴. شفاعت رسول ﷺ

۵. رسول کریم ﷺ سے توسل و استمداد

۶. رسول اکرم ﷺ کی حاکمیت، سروری، قاسم ہونا اور تصرفات واختیارات

۷. نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ ہونا

۸. حضور کی خاتمیت (ﷺ)

۹. حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی

۱۰. معراج اور قاب قوسین کا ذکر

۱۱. ولادت مصطفوی ﷺ

۱۲. معجزات نبوی ﷺ

۱۳. حضور کی سخاوت، رحیمی و کریمی کا ذکر

۱۴. درود و سلام

۱۵. حسن و جمال اور سراپا کا بیان

۱۶. عبدیت

۱۷. محبوبیت (خدا کا محبوب اکبر ہونا)

۱۸. غزوات اور جہاد کا ذکر

۱۹. اسوۂ حسنہ۔ اخلاق و کردار

۲۰. تعلیمات

۲۱. مدینہ طیبہ کا ذکر جمیل

۲۲. سرکار نبی کریم کے نعلین پاک، جبہ مبارک اور شمائل وغیرہ کا بیان۔

۲۳. جبریل امین و تمام فرشتوں کا حضور ﷺ کا خادم ہونا۔

۲۴. نبیٔ امی ﷺ سے انبیائے کرام علیہم السلام کا تقابل

۲۵. پردۂ میم ....وغیرہ وغیرہ

نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ نعت پاک پر جب تک قرآنی ادب کا سایہ نہ ہوگا نعت میں پاسِ شرع نہ ہوگا اور وہ راستے سے ہٹ جائیگی۔

عینیت اور پردۂ میم:

حقیقی تصوف اور مسئلہ وحدت الوجود کی غلط سمجھ کے سبب نعت مجروح ہوئی ہے۔ احمؔد کے میم کو ہٹا کر احدؔ بنا دیا گیا ہے اور عرب کے عین کو لفظ سے جدا کر کے رب بنا دیا ہے۔

حضرت محسنؔ جیسے عظیم نعت نگار کے یہاں بھی اس طرح کے مضامین ملتے ہیں۔

عینیت سے غیر رب کو رب سے

غیریت عین کو عرب سے

ذات احمد تھی یا خدا تھا

سایہ کیا میم تک جدا تھا

(کلیات محسنؔ ص۲۳۲، ۲۳۳)

(۲) شائق حیدر آبادی لکھتے ہیں۔

میم کا رخ سے اٹھا کر گھونگھٹ
شکل دکھا دو میرے پیارے احمد

(۳) صحوابوالعلائی کہتے ہیں۔

پردۂ میم میں چھپے ہیں حضور - ہم سے نزدیک نہیں کچھ دور

امیر مینائی اور اقبالؔ جیسے مشاہیر شعراء نے اسطرح کا مضمون باندھا ہے:

(۴)

ہو جائیں امیرؔ احمد بے میم پہ قرباں
خلعت احدیت کا بھی پایا شب معراج

(امیر مینائی)

(۵)

نگاہ عاشق دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر
وہ بزم یثرب میں بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

(اقبالؔ)

مدینہ شریف کے لئے یثرب کا استعمال منع ہے۔

محمد علی جوہرؔ، حفیظؔ جالندھری، ظفر علی خاں، امیرؔ مینائی وغیرہ نے بھی یثرب کا استعمال کیا ہے۔

نعت کے موضوعات اور مضامین کے برتنے میں شرعی حدود سے باہر جانے کی چند اور مثالیں:

(۱)

ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پہ گھمنڈ
مصطفیٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ

(شائق، حیدر آبادی)

(۲)

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد (ﷺ) سے

(فاران، سیرت نمبر)

(۳)

کالی کملی والے بھیا آؤ اب سرکار

(۴)

محمد سرِّ قدرت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے

(شائق)

شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

(خزینۂ نعت اول ص ۴۶ از حیدر)

(۵) ناسخ کے یہاں خدا اور رسول کو ایک کر دینے کا انداز دیکھئے۔

معانی قل ہو اللہ احد کے ہیں یہاں ناسخ
برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میم احمد کا

(٦) حالؔی کا یہ شعر دیکھیں۔مرتبہ رسالت کے کس قدر خلاف ہے۔

مجھے دی ہے ہے بس حق نے اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

(٧) شہیدی کا یہ شعر بھی مرتبہ الوہیت کے منافی ہے۔

خدا منھ چوم لیتا ہے شہیدیؔ کس محبت سے
زبان پر میری جس قدم نام آجاتا ہے محمد کا

(٨) مرزا سوداؔ کا یہ شعر انبیائے کرام کی توہین کے مترادف ہے۔

کرے جو ہمسری اس سے کسے تاب
کہ نبیوں سے ہیں بڑھ کے اسکے اصحاب

(٩)

جوگن کی جھولی بھر دے او رام نام والے
اس بت کو رام کر دے او رام نام والے
(امجؔد حیدر آبادی)

حضور ﷺ کو خدا سمجھ لینا۔ان سے دیگر انبیاء کے تقابل میں انبیاء کی توہین کا پہلو نکال دینا، نبی ﷺ کو ایلچی اور بھائی کہہ کر ان کی بارگاہ قدس میں بے ادبی کا ارتکاب کرنا،ان کے لئے دل ربا، رنگیلے وغیرہ کا استعمال،خدا اور رسول کے فرق کو مٹا دینا،خدا کو جسم والا سمجھ کر منھ کا چوم لینا کہنا وغیرہ......غلط روایات اور معجزہ کا بیان، مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا......تمام باتیں شرعاً ناروا ہیں۔

یوں تو شاعری خواہ اس کا موضوع کچھ بھی ہو طہارت الفاظ ہر جگہ ضروری ہے اور نعتؔ میں تو قدم پر شریعت کا پہرہ ہے۔یہ تو بڑے ادب کا مقام ہے۔ہر لفظ کو منزل تطہیر سے گزار

کر استعمال کرنا پڑتا ہے۔

نعت بے شک عقیدے اور عقیدت کا اظہار ہے مگر ان عقائد کا جو قرآن و سنت سے ماخوذ ہوں اور جن پر علماء امت کا اجماع ہو نیز جن میں کسی بے ادبی یا عدم تقدیس کا شائبہ نہ ہو اور شرعی گرفت میں آنے کا احتمال نہ ہو۔ ابتدائے نعت گوئی سے چند محتاط شعراء کو چھوڑ کر بیشتر کے یہاں اس طرح کی کمیاں موجود ہیں۔ حقیقی نعت وہ ہے جس میں شعری حسن، ادبی اور فنی جمال کیساتھ شرعی وقار بھی موجود ہو۔

ماخذ و مراجع

۱. اردو میں نعتیہ شاعری: ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

۲. اردو میں نعت گوئی: ڈاکٹر ریاض مجید

۳. اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا حصہ (مولوی عبد الحق)

۴. مثنوی کدم راؤ پدم راؤ: فخر الدین نظامی (مرتبہ ڈاکٹر جمیل)

۵. ارمغان نعت (شفیق بریلوی)

۶. کسب محویت مخطوطہ (صدر الدین)

۷. مولود نامہ مخطوطہ (عبد الملک بھروچی)

۸. سیرت پاک (انتخاب مضامین ماہ نو کراچی)

۹. کلیات سلطان قلی قطب شاہ (مرتبہ ڈاکٹر محی الدین زور)

۱۰. قطب مشتری (تصنیف ملا وجہی ۔ مرتبہ مولوی عبد الحق)

۱۱. تاریخ ادب اردو (ڈاکٹر جمیل جالبی)

۱۲. مثنوی پھول بن: ابن نشاطی، مرتبہ عبد القادر سروری

۱۳. مثنوی گلشن عشق: نصرتی مرتبہ مولوی عبد الحق

۱۴. کلیات ولی (مرتبہ ۔ سید نور الحسن ہاشمی)

۱۵. اردو کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

۱۶. کلیات سودا

۱۷. کلیات مصحفی

۱۸. اردو ادب کی تاریخ از عظیم الحق جنیدی

۱۹. تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ: سید تعظیم علی نقوی

۲۰. دیوان شہیدؔی

۲۱. دیوان شاہ نیاز: مرتبہ شفیق بریلوی

۲۲. کلیات مومنؔ

۲۳. ماہنامہ ماہ نو (فن وثقافت نمبر)

۲۴. دیوان کافؔی

۲۵. داستان تاریخ اردو: پروفیسر حامد حسن قادری

۲۶. رسالہ شام وسحر (نعت نمبر)

۲۷. مولود شریف (غلام امام شہید)

۲۸. اذان بتکدہ (مرتبہ محمد الدین فوقؔ)

۲۹. سہو وسراغ: کالیداس گپتا رضا

۳۰. ترانۂ ایمان (تمنا مرادآبادی)

۳۱. بہارستان : امیر مینائی

۳۲. دبدبۂ امیری : ،،

۳۳. مراۃ الغیب : ،،

۳۴. تذکرہ علمائے ہند: رحمان علی

۳۵. کلیات محسنؔ

۳۶. کلیات نظم حالؔی (مرتبہ-ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی)

۳۷. کلیات شبلؔی

۳۸. مجموعہ نظم (نظم طباطبائی)

۳۹. اردو کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر فرمان فتحپوری

۴۰. تذکرہ نعت گویان اردو: سید یونس شاہ

۴۱. کلیات اقبال

۴۲. بانگ درا : ڈاکٹر اقبال

۴۳. بال جبریل : "

۴۴. جواب شکوہ : "

۴۵. مصحف بیدم :

۴۶. ہدیہ شاد (راجہ کشن پرشاد شاد)

۴۷. حجۃ الاسلام: عبدالنعیم عزیزی

۴۸. ذوق نعت: حسن بریلوی

۵۰. شاہنامہ اسلام: حفیظ جالندھری

۵۱. سامان بخشش (مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی)

۵۲. باغ کلام اکبر : اکبر میرٹھی۔ میلاد اکبر مطبوعہ نورانی پریس کانپور

۵۳. میلاد اکبر : "

۵۴. گلزار اکبر : "

۵۵. اخبار زمیندار : مولانا ظفر علی خاں

۵۶. بہارستان : "

۵۷. حسیات : "

۵۸. ریاض امجد : امجد حیدرآبادی

۵۹. رباعیات امجد : "

٦٠. ارمغان حرم: سہیل اعظم گڑھی۔ مرتبہ شفیق بریلوی

٦١. گلبانگ حرم: حمید صدیقی

٦٢. ذکر جمیل: ماہر القادری

٦٣. منحمنا: عبدالعزیز خالد

٦٤. فارقلیط : "

٦٥. حمطایا : "

٦٦. والضحیٰ :بکل اتساہی (مرتبہ: عبدالنعیم عزیزی)

٦٧. صلّوا علیہ و آلہٖ : پروفیسر حفیظ تائب

٦٨. وسلّموا تسلیما :پروفیسر حفیظ تائب

٦٩. ماہنامہ فاران سیرت نمبر کراچی.

﴿تیسرا باب﴾

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا عہد

(سیاسی، سماجی، تہذیبی، تمدنی اور ادبی پس منظر)

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا عہد-۱۸۵۶ء لغایت ۱۹۲۱ء ہے اور ہندوستانی و عالمی تاریخ میں یہ عہد بڑی اہمیت کا حامل ہے.

یہ عہد بڑے ہی اضطراب وانتشار کا عہد ہے، محاربات وانقلابات کا عہد ہے، تحریکوں اور نظریوں کے وجود پذیر ہونے اور بڑھنے پھیلنے کا عہد ہے۔ یہ زمانہ ہندوستان میں سیاسی، سماجی، مذہبی اور ادبی تغیرات کا زمانہ رہا ہے۔

سیاسی پس منظر

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں مسلمان صرف میدان جنگ ہی نہی ہارے تھے بلک علم و حکمت کا میدان بھی انکے ہاتھوں سے نکل گیا تھا۔ اس وقت ہندوستانیوں خاص طور سے ہندی مسلمانوں کی حالت اس گھر کے افراد کی طرح تھی کہ جس گھر میں خاندان کے سربراہ اور سرپرست کی موت کے بعد ہوا کرتی ہے۔ مغلیہ حکومت کی موت ہو چکی تھی۔ ہر سو ایک سوگواری کا عالم ہے۔ اسی سوگواری کے عالم میں تشکک و کجروی کا ماحول بھی بن چکا ہے اور حصے بخرے کرنے کی اسکیمیں بنائی جارہی ہیں۔ ہندو مسلم اتحاد کے بندھن کو کاٹنے کی اسکیم! مسلمانوں کو پارہ پارہ کرنے کی سازش!!، ملک میں عیسائیت کی تبلیغ کے ذریعہ تمام مذاہب

خصوصاً اسلام پر ضرب کاری لگانے، اسکے چہرہ کو مسخ کرنے اور اس کے ذمہ داروں اور پیروؤں کو دین بیزاری میں مبتلا کرنے کی سازش!! بڑے ہی اتھل پتھل کا دور تھا۔

چونکہ انگریز حکومت و سیاست کی بساط پر چھایا ہوا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ کھیل کسی اور کے ہاتھ میں چلا جائے لہٰذا وہ حکومت پر اپنی گرفت مضبوط تر رکھنے کیلئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا اور اسنے سب سے بڑا حربہ لڑاؤ اور حکومت کرو (Divide & Rule) آزمانا شروع کر دیا تھا اور بالآخر یہی اسنے اپنی پالیسی بنائی.

انگریز دیکھ چکا تھا کہ ہندوستان میں اسکے قدم جمانے اور اسکے لئے اپنی حکومت قائم کرنے میں خود اس ملک کے غدار، وطن و ملت فروش ہی ممد و معاون ثابت ہو رہے تھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ میں جس قوم نے بڑی جواں مردی کیساتھ اس سے بنرد آزمائی اور معرکہ آرائی کی تھی اس قوم کے کچھ ضمیر فروشوں نے اپنی قوم کے ساتھ غداری کر کے ان کی جیتی ہوئی بازی کو ہار میں تبدیل کر دیا تھا تو کیوں نہ اس قوم کے باقیماندہ غیوروں کو پست کر دیا جائے تا کہ وہ سر نہ اٹھا سکیں اور ضمیر فروشوں کے ہاتھ مضبوط کئے جائیں تا کہ استحصال میں اضافہ ہی ہوتا رہے۔ پس تاریخ گواہ ہے کہ انگریز نے آزادی کی جنگ میں حصہ لینے والے علماء و دیگر مجاہدین کیساتھ کس طرح وحشیانہ سلوک کیا اور ان کے خاندان کے لوگوں پر کیسے کیسے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے، کسی کو تختہ دار پر لٹکایا، کسیکو کالے پانی بھیجا، کسی کی جائداد ہڑپ لی اور کسی کے پورے خاندان کو تباہ کر دیا۔

ابتداء میں انگریز کو یہ خدشہ بنا ہوا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ فاقہ کش قوم جسے قوم مسلم کہتے ہیں جھپٹ پڑنے کی تیاری شروع کر دے لہٰذا اس کو خوف و لالچ سے اور اسے مختلف فرقوں اور جماعتوں میں بانٹ کر ہمیشہ کیلئے اس سے ہونے والے کسی بھی خطرہ کو ختم کر دیا جائے لہٰذا اس نے نوابوں اور جاگیرداروں کو اپنی محکومی میں رکھ کر انہیں ان کی قوم پر حاکم بنا

دیا اس طرح خود حاکم در حاکم اور قوم کو محکوم در محکوم اور غلام در غلام بنا کر رکھ دیا۔

مولویوں اور خانقاہیوں کے ایک مخصوص گروپ کی خوب خوب پذیرائی کی۔ انہیں پیروں اور مولویوں کے دوش بدوش امراء اور علماء دین کو بھی نوازنا شروع کیا۔ 'سر' اور 'خان بہادر' جیسے خطابات اور مولوی صاحبان کے واسطے 'شمس العلماء' جیسے القابات، ساتھ ہی ساتھ مدرسوں اور تبلیغی جماعتوں نیز خانقاہوں کو بھرپور مالی امداد! نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جانب اعلیٰ اور پسماندہ قوم کی دیوار کھڑی ہوگئی اور مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے، دوسری طرف عقائد و نظریات کی بنیاد پر کتنی جماعتیں اور کتنے فرقے اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمان آپس میں ہی دست بہ گریباں ہوگیا۔ نواب اور جاگیر دار صاحبان محلوں میں عیش کرنے لگے اور اپنی ہی قوم کو اپنی رعایا، محکوم اور غلام سمجھ کر اس پر ظلم ڈھانے لگے۔

دوسری جانب انگریز نے ہندو سماج میں بھی اسی طرح کے ہتھکنڈے آزمائے۔ راجاؤں اور زمینداروں کو مراعات دیں پنڈتوں اور مہنتوں کی پذیرائی کی۔ ادھر بھی 'سر' اور 'رائے بہادر' جیسی اپادھیاں تقسیم ہونا شروع ہوگئیں۔

انگریز نے اوّلاً ہندوستانیوں کو ہندو مسلم مذہب کے بھید بھاؤ کی بنیاد پر ایک دوسرے سے متنفر کر کے انہیں ایک دوسرے کا حریف اور دشمن بنا دیا۔ دوم یہ کہ ہر قوم کے اندر اس نے مختلف فرقے بنوائے، برادری اور نسل کی بنیاد پر انہیں ایک دوسرے کا دشمن بنایا اور آپس میں تقسیم کر دیا۔ سوم! علاقہ اور زبان کی بنیاد پر انہیں ایک دوسرے کا شدید مخالف اور دشمن بنایا۔ بہرکیف وہ لڑاؤ اور حکومت کرو (Divide & Rule) کی پالیسی میں کامیاب ہوتا چلا گیا۔

۱۸۷۰ء تک برطانوی حکمرانوں نے ہندوستانیوں خاص طور سے مسلمانوں کو ہر اعتبار سے تختۂ مشق بنائے رکھا اور انہیں پست سے پست تر کر کے رکھ دیا۔ ان پر ملازمتوں، صنعت

وحرفت وتجارت اور اونچی تعلیم کے دروازے بند رہے۔ مسلمان اکثریتی فرقہ کی بہ نسبت تعلیمی اور اقتصادی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ مسلمانوں کی تعلیمی، معاشی اور اقتصادی پستی میں اگر ایک جانب انگریز کا ہاتھ تھا تو دوسری طرف وہ خود بھی اس زوال کے ذمہ دار تھے، جہاں ہندو اور پارسی نوجوان بغیر کسی جھجک اور شرم کے مختلف کاروبار اور کاموں میں لگ گئے تھے وہیں مسلمان انہیں نیچا کام سمجھ کر ان سے دور رہا اور 'پدرم سلطان بود' کا جاپ کرتا ہوا خیالی پلاؤ پکاتا رہا اور بھانت بھانت کی بازیوں میں مبتلا رہا۔ ۱۸۷۰ء کے بعد ملکی حالات میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ مسلمانوں کو عہدے اور کرسیاں پیش کی جانے لگیں۔

۱۸۸۴ء میں مسٹر ہیوم (Mr. Hume) نے انڈین نیشنل کانگریس (Indian National Congress) قائم کی جس کا مقصد ہندوستانیوں کو راج بھگت یعنی آقائے فرنگ کا وفادار اور غلام بنائے رکھنا تھا۔

مسٹر ہیوم نے انڈین نیشنل کانگریس ملک میں بڑھتی ہوئی بے اطمینانی اور بے چینی کو دبانے نیز پس ماندہ طبقہ کی معاشی و اقتصادی بدحالی کو دور کرنے اور حکومت برطانیہ و ہندوستان کے نئے تعلیم یافتہ طبقہ کے میل ملاپ سے برطانوی سامراج کو درپیش خطرے سے بچانے کے لئے قائم کی تھی۔ بہرکیف ۱۹ رویں صدی کسی نہ کسی طرح گزر گئی۔

۱۹۰۵ء میں تقسیم بنگال عمل میں آیا۔ اسی زمانہ میں ریشمی رومال تحریک کا بھی آغاز ہوا۔

لارڈ کرزن کے حکم سے ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم عمل میں آئی تھی اور نئے صوبے کا نام مشرقی بنگال و آسام رکھا۔ اسی تقسیم کے بعد بنگال میں بدامنی کی فضا ہموار ہو گئی مگر ۱۹۰۸ء سے اس بدامنی کی فضا دور تک پھیلتی چلی گئی۔ ماردھاڑ اور دہشت گردی کا سلسلہ شروع ہو گیا بالآخر ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار کے موقع پر جارج پنجم نے تقسیم بنگال منسوخ کر دیا اور کلکتہ کے بجائے دہلی کو دارالحکومت بنایا۔

۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی۔

ایک طرف تو ہند میں دو قومی نظریہ کی پالیسی پروان چڑھ رہی تھی اور اس میں ہندو مسلم دونوں قوموں کے چند لیڈران پیش پیش تھے۔ دوسری جانب عالم اسلام میں مغربی استعمار اپنے ذلیل ہتھکنڈوں سے مسلم حکومتوں کو نقصان پہنچانے اور انہیں ختم کرنے کے درپہ تھا۔

روس نے مشہد مقدس میں حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے مزار پر گولہ باری کی۔ ۱۹۱۱ء میں اٹلی نے طرابلس پر حملہ کر کے جارحیت کا ارتکاب کیا۔ ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان ہوئی۔ ۱۹۱۳ء میں مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ سڑک نکالتے وقت حکومت نے دبا لیا۔ اس پر بڑی شورش ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم (First World War) شروع ہوئی جو ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی۔ ترکی پر انگریزوں نے بے پناہ مظالم کئے اور ۱۹۱۹ء میں ترکوں پر انگریزوں کے مظالم کے خلاف ہندوستان میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ یہ تحریک پورے ملک میں طوفان کیطرح پھیل گئی۔ بچہ بچہ انگریز حکمرانوں کیخلاف نفرت وعداوت کا شعلۂ جوالہ بن گیا۔ اس ہمہ گیر نفرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موہن داس کرم چند گاندھی نے ۱۹۲۰ء میں کانگریس کی طرف سے ترک موالات (Non Co-operation) کا اعلان کر دیا گیا۔ گاندھی جی کی اس تحریک میں مولویانِ فرنگی محل اور علی برادران پیش پیش تھے۔

اسی زمانہ میں تحریک ہجرت اور تحریک ترک گاؤکشی بھی چلیں ملک بڑے ہی گونا گوں سیاسی بحران سے دوچار تھا۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں اور ان کا سیاسی کردار

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی خالص مذہبی انسان تھے۔ انہیں کرسی وعہدہ اور جاگیر وریاست یا لقب وخطاب کی سیاست سے کوئی غرض نہ تھی۔ مگر وہ سیاسی، سماجی، تعلیمی

اور مذہبی کسی بھی رخ سے اور کسی بھی طور پر اپنے دین وایمان پر کوئی بھی چوٹ، ضرب یا حملہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ وہ حریت پسند تھے اور انہیں انگریزی حکومت اور انگریزی تہذیب اور طور طریقوں سے سخت نفرت تھی۔ وہ اسلامی غیرت اور ملت اسلامیہ کی ہمدردی اور خیر خواہی کا پیکر تھے۔ لہٰذا انہوں نے ہر ایسی تحریک کی مخالفت کی جو اسلام اور مسلمانوں کی دشمن تھی گو کہ بظاہر وہ بڑی خوش نما دکھائی پڑتی تھی۔

تحریک ہجرت اور تحریک گاؤ کشی کے معاملے میں بھی انہوں نے دخل اندازی کی اور ان تحریکات کے حامیوں کا رڈ کیا۔ فتاویٰ جاری کئے اور مسلمانوں کو اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے سوجھ بوجھ سے کام لینے اور فتنہ وشر میں مبتلا نہ ہونیکی برابر تلقین کی۔

تحریک ہجرت کے سلسلے میں امام احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا:-

”رہا دار الاسلام- اس سے ہجرت عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی و بے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں، بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی۔“

[فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۲]

کچھ لوگوں نے انگریز سے جہاد کی اسکیم بھی بنائی اور اس سلسلہ میں متعدد مفتیوں سے فتوے بھی لئے۔

جہاد بے شک اسلامی فرائض میں اہم ترین فریضہ ہے لیکن یہ اسی وقت فرض ہوگا جب اسکی شرائط پائی جائیں۔ اسکی اہم شرائط میں سے سلطان اسلام اور قوت کا موجود ہونا ہے، اسی لئے امام احمد رضا خاں نے کہا:-

”مفلس پر اعانت مال نہیں، بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں ولہٰذا مسلمانان ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔“ [دوام العیش ص ۱۰۸]

ایک دوسرے مقام پر قوت وطاقت کے شرط ہونیکا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سلطان اسلام جس پر اقامت جہاد فرض ہے، اسے بھی کافروں سے پہل حرام ہے جبکہ انکے مقابلے کے قابل نہ ہو''۔[رسائل رضویہ ج دوم، ص ۲۱۰]

ظاہر ہے کہ اس وقت ہندوستان میں نہ تو سلطان اسلام موجود تھا نہ ہی طاقت پھر جہاد کس برتے پر کیا جاتا۔ کچھ لوگوں نے فاضل بریلوی کے ان فتاویٰ کی بنا پر انہیں انگریز کا ایجنٹ بھی کہا جو سراسر اتہام اور جھوٹا الزام تھا۔ آج وقت اور تاریخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ایجنٹ کون تھا؟

ہجرت کر کے جانے والوں کا جو حشر ہوا وہ بھی صفحات تاریخ میں نقش ہے۔ رئیس احمد جعفری اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

''پھر ہجرت کی تحریک اٹھی، اٹھارہ ہزار مسلمان اپنا گھربار، جائداد، اسباب غیر منقولہ اونے پونے بیچ کر.........خریدنے والے زیادہ تر ہندو ہی تھے، افغانستان ہجرت کر گئے۔ وہاں جگہ نہ ملی واپس کیئے گئے، کچھ مرکھپ گئے جو واپس آئے تباہ حال، خستہ، درماندہ، مفلس، قلاش، تہی دست، بےنوا، بے یارو مددگار! اگر اسے ہلاکت نہیں کہتے تو کیا کہتے ہیں۔'' [حیات محمد علی جناح ص ۱۰۸]

تحریک خلافت و تحریک ترک موالات اور امام احمد رضا فاضل بریلوی

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات پورے ملک میں طوفان کی مانند چھا چکی تھی اور ان کے خلاف لب ہلانا یا قلم کو حرکت دینا پورے ملک سے دشمنی مول لینے کے مترادف تھا۔ ایسے شخص کے لئے ملت اسلامیہ کا دشمن اور برٹش ایجنٹ قرار دے دیا جانا عام سی بات تھی۔ مگر ایسے عالم میں بھی حضرت فاضل بریلوی نے کسی بھی مخالفت اور الزام کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بصیرت ایمانی کا فیصلہ صادر فرما دیا اور طوفانوں کی زد پر دین و ایمان اور عشق نبوی ﷺ کا چراغ فروزاں رکھا۔ تاریخ شاہد ہے اور مورخین اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ زمانے کا بڑا سے بڑا طوفان ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ پیدا کر سکا بلکہ انکی جرأت و استقامت اور ایمانی غیرت نے طوفانوں کا رخ موڑ دیا۔ اس وقت تو ان پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے گئے لیکن طوفانی دور گزر جانے کے بعد غیر متعصب اور دیانت دار مورخین نیز رہنمایان قوم انکی ایمانی بصیرت اور مومنانہ غیرت و حمیت کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے۔

علی برادران یعنی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر جو تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے پیش روؤں میں تھے اور جنہیں گاندھی جی کا دست و بازو سمجھا جاتا تھا، جب برسوں بعد انکی آنکھیں کھلیں اور ملک میں مسلمانوں کی سیاسی زبوں حالی اور غیروں کی سیاسی جکڑ بندیوں میں انہیں مقید دیکھا تو امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے دست حق پرست پر اپنے تمام اقوال و افعال سے توبہ کی جو ان سے ان تحریکات کے زمانے میں اور گاندھی و دیگر اسلامی نظریات کی حمایت میں سرزد ہوئی تھیں۔

[حیات صدرالافاضل از غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ ادارہ نعیمیہ سواد اعظم لاہور ص ۷۳]

مولانا محمد علی جوہر کی ایک تقریر سے بھی اخیر میں ان کی گاندھی اور گاندھیائی تحریک سے بیزاری کا ایک ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ تقریر مولانا محمد علی جوہر نے ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۷ء کو پشاور کے ایک اجلاس میں کی تھی:-

''ہندو رہنما مہاتما گاندھی ہمیشہ خلافت کے سرمائے سے دورہ کرتا رہا، ہماری قید کے بعد بھی مہاتما جی نے دورہ کے مصارف خلافت کے سرمائے سے لئے حتیٰ کہ کانگریس کے لئے ایک کروڑ روپیہ جمع کرنے کیلئے آپ کے دوروں کے مصارف بھی خلافت نے ادا کئے۔'' [حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری ص ۱۰۵]

اسی طرح سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی جنہوں نے ان تحریکات میں بہت سارے اسلامی اصولوں کو بالائے طاق رکھدیا تھا اور گاندھی جی کی حمایت میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ دین و مذہب تک کو فراموش کر دیا تھا اور اس سے قبل ۱۹۱۳ء میں مسجد کانپور کے معاملے میں حکومت انگلشیہ کی حمایت میں فتویٰ دیکر اسلامی اصول فقہہ کے وقف بالعوض یا بلاعوض قابل انتقال نہیں کے خلاف عمل کیا تھا جس پر امام احمد رضا فاضل بریلوی نے خاص طور سے اور دیگر علمائے ہند اور عوام نے بھی بیزاری کا اظہار کیا تھا، سے رجوع کیا۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مولانا بریلوی کی گرفت اور ان کی مراسلت سے متاثر ہو کر اپنا توبہ نامہ اخبار ہمدم لکھنؤ، جمعہ ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ/۲۰ر مئی ۱۹۲۱ء ص ۳ کالم نمبر ۴ میں شائع تو کرا دیا تھا مگر مولانا بریلوی کے مرسلہ توبہ نامہ پر دستخط نہیں کئے تھے۔ اس سے نئی بحث کا آغاز ہوا اور دونوں طرف سے پھر سلسلۂ مراسلت شروع ہو گیا۔

بہر کیف امام احمد رضا خاں صاحب کے وصال کے کئی برسوں بعد اور اپنے وصال ۱۹ر جنوری ۱۹۲۶ء سے قبل باقاعدہ توبہ کی اور امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی طرف سے اپنا دل اس وقت صاف کیا جب مولانا بریلوی کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں

صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی۔

اس سلسلے میں علامہ محمد عبدالحفیظ مفتی آگرہ نے لکھا ہے:

"میں خود فرنگی محل مدرسہ نظامیہ کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں ۔حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر شرح چغمینی پڑھی ہے مگر زمانۂ خلافت میں کچھ باتیں ان سے سرزد ہوگئیں جن پر اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا خاں) نے گرفت فرمائی۔ آخرکار وصال سے کچھ پہلے..................حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں سے تحریر دی۔ اس کے بعد حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرنگی محل گئے۔ دونوں میں مصافحہ و معانقہ ہوا......فقیر اس موقع پر حاضر تھا................" [شمع ہدایت از مفتی محمد عبدالحفیظ، مطبوعہ کراچی ص۹۳-۹۴]

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوا کہ تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے معاملہ میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا موقف درست تھا اور علی برادران و مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے ان کی مخالفت نجی بنیاد پر نہ ہوکر دینی بنیاد پر تھی۔ اور بالآخر وقت نے ثابت کر دیا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی حق پر تھے اور ان کی سیاسی بصیرت، دینی حمایت اور سوجھ بوجھ کس قدر گہری تھی۔

امام احمد رضا خاں صاحب کی سیاسی اور مومنانہ بصیرت کے سلسلہ میں جماعت اسلامی ہند کے ترجمان ماہنامہ الحسنات رامپور کا یہ بیان قابل غور ہے:

"احمد رضا خاں کے آخری دور میں سیاست نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا تھا۔ ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور دوسرے ہی سال ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کا آغاز ہوا۔ احمد رضا خاں نے اس سے اختلاف کیا اور ایک رسالہ المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) تحریر کیا۔ اس میں

انہوں نے کفار و مشرکین سے اختلاط اور انکے ساتھ سیاسی اتحاد کے خطرناک نتائج کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے معتقدین نے جماعت رضائے مصطفٰے کے نام سے ایک تنظیم قائم کی اور اس کے بعد آل انڈیا سنّی کانفرنس کے نام سے دوسری تنظیم قائم کی گئی جس کا دوسرا نام جمہوریت اسلامیہ مرکزیہ رکھا گیا۔

اس کے ایک اہم رکن اور بانی نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء) تھے، جو احمد رضا خاں کے خلیفہ تھے۔ سیاست کے اس نازک دور میں وہ جوش و خروش سے زیادہ سلامت روی کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے تھے۔"

[الحسنات ص۵۴ شخصیات نمبر سالنامہ ۱۹۷۹ء]

ڈاکٹر سر محمد اقبال بھی ابتداء پنجاب خلافت کمیٹی کے سکریٹری تھے۔ مگر کچھ دنوں بعد انہوں نے استعفٰی دیتے ہوئے کہا:

"میں نے خلافت کمیٹی سے کیوں استعفا دیدیا۔ وہ لاہور آئیں تو ان کو حالات سے آگاہ کروں جس طرح یہ کمیٹی قائم کی گئی اور جو کچھ اس کے بعض ممبروں کا مقصد تھا اس کے اعتبار سے اس کمیٹی کا وجود میری رائے میں مسلمانوں کے لئے خطرناک تھا۔"

[مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خاں مطبوعہ بزم اقبال لاہور ۱۹۵۴ء اقبال کے استعفا کی تاریخ ہے ۱۱ر فروری ۱۹۲۰ء ص ۲۷]

مسئلہ خلافت پر مولانا عبدالباری فرنگی و مولانا ابوالکلام آزاد سے امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بحثیں بھی ہوئیں۔ مولانا فرنگی محلی نے تو اس مسئلہ پر اپنے خطبۂ صدارت میں چند سطور قلم بند کئے ہیں مگر ابوالکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب میں ص ۳۲ سے ۷۰ تک حسب عادت اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے مسئلہ خلافت اور ابوالکلام آزاد کے ردّ میں ایک رسالہ

بنام دوام العیش فی الائمة من قریش تصنیف کیا۔اس رسالہ میں انہوں نے خلافت اسلامیہ کی تعریف و توضیح کی ہے اور خلیفۂ اسلام کیلئے کیا کیا شرائط ہیں انہیں بالتفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر کیا ہے۔

کچھ معترضین نے نے مولانا موصوف پر سلطنت ترکی کی مخالفت اور انگریزوں کی حمایت کاالزام لگایا ہے حالانکہ یہ بھی دیگر الزامات کی طرح غلط اور بے بنیاد ہے۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے۔اصل مقصد بہ غلامی ہنود سوراج کی چکی ہے۔بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔بھاری بھرکم خلافت کا نام لو عوام بھڑیں چندہ خوب ملے اور گنگا جمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے''۔

[دوام العیش فی الائمة من قریش ص ۶۵]

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا عہد سیاسی اعتبار سے بڑا ہنگامہ خیز تھا۔علماء و مشائخ تک سیاسی آندھی میں بہہ گئے تھے۔مگر امام احمد رضا بریلوی خود بھی ثابت قدم رہے اور اپنی بصیرت اور سیاسی سوجھ بوجھ سے قوم کو بھی ہلاکت سے محفوظ رکھا۔

سماجی پس منظر

سماج کوئی بھی ہو،مذہب وعقیدہ یا ذات برادری کسی بھی بنیاد پر قائم ہو،ہر سماج پر حکومت کا سیدھا اثر پڑتا ہے۔

ظاہر ہے پورا ملک برطانوی حکومت کے زیر نگیں تھا اور حکومت انگلشیہ ہندوستانی قوم کا جس بیدردی سے استقبال واستیصال کر رہی تھی اس نے سماج کو کس نہج پر پہنچایا ہوگا؟

انگریزوں نے حکومت چونکہ مسلمانوں سے چھینی تھی اسلئے وہ مسلمانوں کو خاص طور سے زنجیر غلامی میں شدت سے جکڑ کر رکھنا چاہتے تھے۔

ملک پر تسلط قائم کرنے کے تقریباً ڈیڑھ دہائی بعد مسلمانوں کیلئے تعلیم و ملازمت اور سرخروئی، ترقی اور خوش حالی کے دروازے کھلے وہ بھی پوری طور سے ہر فرقہ و طبقہ کے لئے نہیں صرف چند مخصوص طبقات کیلئے کہ برٹش حکومت کے خاص بہی خواہ و خیر خواہ تھے۔ ان میں مولوی اور پیر صاحبان، نوابین و جاگیرداران اور چند دانشوران ملک تھے۔

۱۷ر دسمبر ۱۸۸۶ء کو سر سید احمد خاں صاحب نے محمڈن اینگلو اورنٹیل کالج M.A.O. College کی بناء ڈال کر مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی اور اقتصادی زبوں حالی ختم کرنیکی ایک راہ نکالی تھی مگر اسمیں بھی بہر حال حکومت کی خیر خواہی شامل تھی۔ چونکہ انگریزوں نے عمائدین قوم کو خوش کرنے کیلئے جاگیریں اور ریاستیں تقسیم کردی تھیں اور اپنی اپنی جگہوں پر وہ خود مختار تھے مگر یہ سب کچھ حکومت کی وفاداری ہی کے صلے میں تھی۔

یہ طبقہ عیش و نشاط کی بزم آرائیوں میں مگن تھا۔ جو لوگ یا جو خاندان کسی نہ کسی طور سے ان جاگیرداروں اور نوابوں سے وابستہ تھے وہ بھی مست مگن تھے۔ انکی دیکھا دیکھی قوم بھی فاقہ مستی میں مبتلا تھی۔ صنعت و حرفت اور تعلیم سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ اسراف و تبذیر و بے راہ روی، یہ بازی وہ بازی، عجیب افراتفری تھی۔ فالتو اخراجات، بیجا اور غیر اسلامی و غیر اخلاقی رسومات کا دور دورہ تھا، سود پر قرض لئے جا رہے تھے، زمین و جائداد کوڑیوں کے مول بک رہے تھے۔

خود مسلم معاشرے میں بھی ذات برادری، دولت و ثروت اور دینی و دنیوی تعلیم نیز دیگر لغو بنیادوں پر مختلف طبقاتی سماج بنے ہوئے تھے۔ ہندو مسلم رواداری تو دن بدن کمزور پڑتی ہی چلی جا رہی تھی۔ خود مسلمانوں میں ایک دوسرے کیلئے نفرت و تعصب بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ بھانت بھانت کے مذہبی نظریات و عقائد وجود میں آگئے تھے۔ مختلف مکاتب فکر نے قوم کو متعدد فرقوں اور جماعتوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ برٹش حکومت نے مسلمانوں کے

ان مذہبی معاملات میں خصوصی دلچسپی لی۔ مدرسوں کو مالی امداد کی فراہمی، مولویوں کو مراعات! ان سے مسلمانوں کو دین بیزار کرنے اور فرقوں میں بانٹنے کیلئے کتابیں لکھوائیں، ان کی خوب خوب اشاعت کی اور انکے ترجمے کرائے۔

جانے کتنے عوامل تھے جنہوں نے مسلم سماج کو ایک بے راہ رو معاشرہ میں بدل کر رکھ دیا تھا۔ معاشرہ کو تقریباً گھن لگ چکا تھا۔

خود عیسائی مشنریاں مذہب اسلام پر حملہ کرنے میں پیش پیش تھیں۔ غریب مسلمانوں کو دولت اور عورت کے چکر میں پھانس کر عیسائی بنانے کی مہم بھی تیزی پر تھی۔ اہانت رسول ﷺ کا دروازہ کھولا جا رہا تھا۔ عیسائیوں کی دیکھا دیکھی ہندو دھرم کے آچاریوں اور پنڈتوں نے بھی اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس معاملہ میں انہیں درپردہ انگریزوں کی حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔

مسلم علماء نے ہر گستاخ رسول کا منہ توڑ جواب دیا۔ ان کے ردّ میں کتابیں لکھیں اور ان سے مناظرے کئے۔

اسی دور میں ختم نبوت کا فتنہ بھی رونما ہوا جسے مرزا غلام احمد قادیانی نے جنم دیا۔ غلام احمد قادیانی نے خود کو مسیح موعود، ظل نبی اور بروزی نبی کہا۔ یہ خود بھی انگریزوں کے ایجنٹ تھے۔ دعوائے نبوت اور نظریہ ختم نبوت اس غلام نے آقائے فرنگ کے اشارے ہی پر پیش کیا تھا۔

علیگڑھ کی تعلیمی تحریک

مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں آگے بڑھانے نیز انہیں گورنمنٹ سروس میں لاکر انہیں معاشرہ کا ایک خوش حال اور مہذب فرد اور پوری قوم مسلم کو باوقار قوم بنکر ہند میں زندہ رہنے

کی تحریک تھی۔ ظاہر ہے یہ لائق تحسین اقدام تھا اور بڑی کارآمد تحریک تھی لیکن یہ تحریک صرف تعلیم دنیا اور حکومت فرنگ کی وفاداری قائم رکھنے تک ہی محدود تھی۔ مسلمانوں کو حقیقی معنی میں عقائد و ایمان سے آراستہ کر کے ایک غیر تمندانہ زندگی گذارنے کی تحریک نہیں تھی اور اسی لئے بہت سے دانشوروں نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی مخالفت بھی کی اور اس تحریک کو مسلمانوں کے لئے سودمند نہیں سمجھا۔

سرسید سے علیٰحدگی اختیار کرنے کے بعد مولوی شبلی نعمانی نے ندوہ تحریک چلائی۔ ندوہ کی تاسیس یوں تو ۱۸۹۳ء میں ہوئی تھی مگر ندوۃ العلوم لکھنؤ کا سنگ بنیاد ۱۹۰۸ء میں رکھا گیا۔ ندوہ تحریک کا مقصد تھا مسلمانوں کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم سے بھی آراستہ کرنا۔

یہ تحریک بظاہر بڑی سودمند اور مسلمانوں کو بیدار کرنے نیز انہیں دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ کر کے باوقار قوم بنکر زندہ رہنے کی تحریک تھی۔ مگر اسے بھی انگریزوں کی سرپرستی اور مالی امداد حاصل تھی۔

بہرکیف مسلم معاشرہ کسی بھی اعتبار سے ایک صالح اور صحتمند معاشرہ نہ تھا کہ جسے حقیقی معنی میں مسلم معاشرہ یا اسلامی نظام پر قائم معاشرہ کہا جا سکے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اپنے عہد کے کسی بھی تحریک کی جانب سے غافل تھے نہ آنکھ بند کئے ہوئے تھے۔ ہر سیاسی سماجی و تعلیمی تحریک اور نظریہ اور ہر فلسفہ و آدرش پر ان کی نظر تھی اور جدھر سے بھی نظریات اسلام پر حملہ ہوا یا جو بھی تحریک اسلامی نظریات اور تعلیمات سے متصادم ہوئی، انہوں نے کھل کر اس کا ردّ کیا اور شاید اسی لئے وہ اپنوں اور بیگانوں دونوں کے دشمن ہو گئے اور لوگ انہیں متشدّد اور تنگ نظر کہنے لگے۔

فاضل بریلوی اور ندوہ تحریک

فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں صاحب نے ۱۸۹۳ء میں ندوہ کے جلسۂ تاسیس میں شرکت کی تھی مگر بعد میں اس کے غیر اسلامی نظریات اور انگریزی اعانت و سرپرستی کے سبب ۱۸۹۷ء میں اس تحریک سے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کا ندوہ کے بارے میں کوئی نظریہ پیش کرنے سے پہلے خود مولوی شبلی نعمانی صاحب کی زبانی انکی اس وقت خوشی کا عالم دیکھ لیا جائے کہ جب ندوۃ العلماء لکھنؤ کا سنگ بنیاد یو۔ پی کے انگریز لیفٹنٹ گورنر نے رکھا تھا:-

"یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آتے تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ مقدس علماء عیسائی فرمانروا کے سامنے دلی شکر گزاری کے ساتھ ادب سے خم تھے............ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درسگاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا۔ غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی، مسلمان، شیعہ، سنی، حنفی، وہابی، رند، زاہد، صوفی، واعظ، خرقہ پوش اور کج کلاہ سب جمع تھے"۔

[شبلی نامہ مرتبہ شیخ محمد اکرم ص ۱۴۰]

انہیں مولوی شبلی نعمانی کا یہ بیان بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ لکھتے ہیں:-

"۱۹۰۸ء میں میں نے (ماہنامہ) 'الندوہ' (لکھنؤ) میں ایک مستقل مضمون کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ مسلمانوں پر انگریزی حکومت کی اطاعت و وفاداری مذہباً فرض ہے"۔ [شبلی نامہ مرتبہ شیخ محمد اکرم ایضاً ص ۲۴۵]

اب ظاہر ہے ایسے عالم میں فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں صاحب نے ندوہ تحریک کا بائیکاٹ کیا اور اسکو کھچڑی کہا نیز اس کے رد میں رسائل لکھے تو کیا غیرت اسلامی اور نفرتِ

فرنگ کی بنیاد پر نہیں لکھے؟

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ندوہ کے رد میں متعدد رسائل لکھے جن میں چند مشہور یہ ہیں:

۱. سوالات حقائق نما بردوس ندوۃ العلماء (۱۳۱۳ھ)

۲. بارش بہاری بر صدف بہاری (۱۳۱۵ھ)

۳. ندوہ کا تیجہ روداد سوم کا نتیجہ (۱۳۱۳ھ)

۴. سوالات علماء و جوابات ندوۃ العلماء (۱۳۱۹ھ)

۵. ترجمۃ الفتویٰ وجہ ہدم البلویٰ (۱۳۱۷ھ)

۶. فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین

.............................وغیرہم

ندوہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی بیزاری کا اظہار کیا ہے:

”ندوۃ العلماء کے اجتماع سے مجھے روشن خیال علماء کی جو حالت منکشف ہوئی کیوں کہ منتبین ندوہ کی طرف میرا ایسا ہی حسن ظن تھا۔ اس سے طبیعت کو اور زیادہ مایوسی اور طبقہ علماء کی طرف سے سخت وحشت پیدا ہو گئی ...... میں نے دیکھا کہ بالکل چالاک دنیا والوں کی سی کارروائیاں کی جارہی ہیں اور وہ تمام وسائل بیدریغ عمل میں لائے جاتے ہیں جو اپنی کامیابی کے لئے ایک شاطر سے شاطر اور عیار سے عیار جماعت کر سکتی ہے۔ لوگوں کو شامل کرنے کیلئے ہر طرح کی عیاریاں کی جاتی تھیں۔ [آزادی کی کہانی ص ۲۱۷-۲۱۸]

ندوہ سے علیحدگی اور بیزاری کا اظہار صرف امام احمد رضا خاں صاحب ہی نے نہیں کیا تھا بلکہ دوسرے علماء نے بھی اس سے اختلاف کیا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی نے بھی ندوہ کی شدید مخالفت کی ہے۔

[تذکرۃ الرشید (حصہ دوم) ص ۲۰۵: عاشق الٰہی میرٹھی مطبوعہ قیصر گنج میرٹھ]

فاضل بریلوی

اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ

بعض وجوہ کی بناء پر فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں نے علیگڈھ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس تحریک کی بھی مخالفت کی ہے۔امام احمد رضا خاں دنیوی تعلیم یا سائنس، فلسفہ، آرٹ اور دیگر تکنیکی تعلیم کے مخالف ہرگز نہ تھے بلکہ انکا یہ نظریہ تھا کہ مسلمان دوسری قوموں سے آگے بڑھیں اور ترقی کریں مگر اپنے فکری اور اعتقادی امتیازات وتشخصات کو برقرار رکھتے ہوئے۔

امام احمد رضا خاں اور عیسائیت وگستاخان رسول کا ردّ

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے ہر گستاخ رسول اور اسلام پر حملہ کرنے والے ہر فرد اور جماعت کا رد کیا ہے وہ اپنا رہا ہو یا بیگانہ۔انہوں نے ان تمام مولویوں کا رد کیا ہے جنہوں نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے۔مولانا بریلوی نے پادریوں اور آریوں کا بھی رد کیا ہے اور کتب ورسائل تصنیف کیے ہیں۔

چند کتب کے اسماء

١. کیفر کفر آریہ (١٣١٦ھ)۔

آریہ کے رد میں۔

٢. مذم النصرانی والتقسیم الایمانی (١٣١٦ھ)۔

پادریوں کے رد میں۔

٣. ببیل مژدہ آراؤ کیفر کفران نصاریٰ (١٣٢٠ھ)۔

بائبل سے قرآن کی حقانیت اور نصرانیت کا ردّ۔

۴. الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام

انگریزوں عیسائیوں کے ردّ میں۔

امام احمد رضا خاں اور ختم نبوت تحریک کا ردّ

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کا انکار کرتے ہوئے خود ہی مسیح ہونیکا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۰ء میں ختم نبوت کے عقیدے کو لغو اور باطل قرار دیکر خود نبی بن بیٹھے۔ یہ سب کچھ انگریزوں کی شہ پر کیا گیا تھا۔

[حقیقۃ النبوہ حصہ اول از مرزا بشیر الدین ص ۶۳ و ستارہ قیصر از غلام احمد قادیانی ص ۷]

یہ اسلام میں بہت بڑا فتنہ تھا۔ امام احمد رضا خاں نے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے نظریات کا کھل کر ردّ کیا اور ختم نبوت کے اثبات و قادیانی کے ابطال پر کئی کتابیں تصنیف کیں۔ چند کتب کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱. جزاء اللہ عدوہ باباہٗ ختم النبوۃ

۲. السوٗ والعقاب الیٰ المسیح الکذاب

۳. الصارم الرّبانی الیٰ اسراف القادیانی......وغیرہا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کی اصلاحی تحریکات

امام احمد رضا خاں صاحب نے قوم مسلم کی اصلاح اور عقائد و ایمان کے تحفظ کیلئے مختلف تجاویز پیش کیں اور اصلاحی تحریکات چلائیں۔ انہوں نے فتاویٰ، کتب و رسائل اور لٹریچرس کے ذریعے بدعات و منکرات، غیر اسلامی نظریات و حرکات اور رسموں رواجوں کے سد باب میں موثر اور نمایاں رول ادا کیا۔ ان کے صاحبزادگان، خلفاء اور تلامذہ نے ان کے ہر کام میں اور ان کی ہر تحریک میں ان کی بھر پور اعانت کی اور ان کے وصال کے بعد بھی

ان کے مشن کو جاری رکھا۔

مسلمانوں کے صلاح و فلاح اور نجات کے سلسلے میں امام احمد رضا خان صاحب نے تدبیر فلاح ونجات واصلاح نامی ایک رسالہ میں مسلمانوں کی معاشی واقتصادی بدحالی دور کرنے نیز مذہب پر سختی سے قائم رہکر حصول تعلیم اور ترقی وخوشحالی کے راستے پر گامزن ہونے کے سلسلے میں چار نکات بتائے ہیں۔

اس رسالہ میں پیش کردہ نکات پر مشہور ماہر معاشیات پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی کوئٹر یونیورسٹی کناڈا نے ایک مقالہ قلمبند کیا ہے جو کتابی شکل میں فاضل بریلوی کے معاشی نکات کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے اور اس کا انگریزی ترجمہ بنام

Economic guide lines for Muslims Proposed by -Imam Ahmad Raza Khan in 1912 A.D.

مترجم ہیں پروفیسر ایم اے قادری۔

اس رسالہ میں فاضل بریلوی نے مسلمانوں کو اسراف بیجا سے بچنے اور اپنے معاملات کچہریوں میں جا کر اور بے انتہا خرچ کرنے کے بجائے آپس میں طے کرنے اور باہم فیصلہ کرنے پر زور دیا ہے۔

دوسرا نکتہ امام موصوف نے یہ پیش کیا ہے کہ بمبئی، کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بے سودی اسلامی بینک کھولیں۔

تیسرا نکتہ ہے۔ مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

چوتھا نکتہ ہے۔ علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

پروفیسر صدیقی اس رسالہ میں مندرجہ نکات پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے تاثرات اس طرح پیش کرتے ہیں:

"میں سوچتا ہوں کہ کاش ۱۹۱۲ء میں چند ایک ایسے ہی اہل دل مسلمان ہوتے جو امام احمد رضا خاں کے ارشادات پر عمل کر لیتے تو مسلمانوں کی اقتصادی تاریخ برصغیر میں یقیناً مختلف ہوتی۔

ایسی گہری سوچ اور ایسے نکات جنکے نتائج اس قدر دوررس ہوں کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں یہ تو صرف مردمومن کا کمال ہے"۔

امام احمد رضا خانصاحب نے گداگری اور حرام کمائی کی سخت مذمت کی ہے۔ جاہل پیروں، نام نہاد صوفیوں اور مولویوں، جاہل اور پیشہ ور فقیروں، غیر اسلامی رسموں رواجوں، میلوں ٹھیلوں میں شرکت، بے پردگی، لہو ولعب، فحاشی، مسلمانوں کی ایذا رسانی، نسبت پر فخر، آپسی تعصب، بٹیر بازی، کنکوے بازی وغیرہ بازیوں، محرم میں بیجا رسومات پر عمل، تعزیہ داری، اوہام باطلہ، عورتوں کی اعراس میں شرکت و قبروں کی زیارت، فرضی قبروں اور مزاروں کے قیام، پختہ قبر بنانے، شادی بیاہ میں غلط رسم ورواج کی پابندی، بیجا وفضول خرچ وغیرہ کی مذمت اور ان کے رد میں پچاسیوں کتابیں لکھی ہیں اور ہر طرح سے صحت منداور صالح معاشرہ کی تشکیل، آپسی اتحاد اور اتفاق پر زور دیا ہے۔

چند کتب ورسائل حسب ذیل ہیں:-

۱. العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ (معروف بہ فتاویٰ رضویہ)......مختلف جلدیں۔

۲. احکام شریعت اوّل دوم

۳عرفان شریعت (مصنف: امام احمد رضا خاں، مرتبہ: مولوی عرفان علی)

۴. الملفوظ ہر چہار حصص (مرتبہ مولانا مصطفےٰ رضا خاں)

۵. فتاویٰ افریقہ (پورا نام السنیہ الانیقہ فی فتاویٰ افریقہ)

۶. خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال

۷. بدرالانوار فی آداب الآثار

۸. الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ

۹. لمعۃ الضحیٰ فی اعضاء اللحیٰ

۱۰. صلات الصفاء فی نور المصطفیٰ

۱۱. مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء............وغیرہ

امام احمد رضا خاں صاحب نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالف نہ تو انگریزی حکومت کی حمایت میں کی تھی نہ ہی ترکی کی دشمنی میں بلکہ مسلمانوں کو دوسروں کیساتھ ضم ہونے سے روکنے نیز گاندھیائی سیاست اور نظریات سے بچا کر ان کے ملی تشخص کو برقرار رکھنے اور ان کے دین و ایمان کے تحفظ کی خاطر کی تھی۔

امام موصوف نے ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان کے موقع پر اسلامی سلطنت اور مظلوم مسلمانوں کی اعانت و امداد کی شرعی تدبیریں بتائیں، لٹریچرس شائع کرائے، ہر طرح سے تائید و حمایت کی اور اس سلسلہ میں ''انصار الاسلام'' نامی جماعت قائم کی۔

مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری مارہروی نے امام احمد رضا خاں صاحب کی مساعی اور تدابیر کا تذکرہ اپنی کتاب 'برکات مارہرہ و مہمانان بدایوں' صفحات ۱۱، ۱۲ پر بڑے خوبصورت ڈھنگ سے کیا ہے۔

جمعیۃ العلماء ہند کی کانفرنس

۲۲ / تا ۲۴ / مارچ ۱۹۲۱ء جمعیۃ العلماء ہند کا ایک تاریخی اجلاس بریلی میں منعقد ہوا تھا۔ ابوالکلام آزاد نے امام احمد رضا بریلوی کو ایک خط تحریر کیا چنانچہ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ جو جماعت اہل سنت کے ترجمان تھے اور

حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ بھی تھے، نے ابوالکلام اور دیگر ارکان خلافت کو مخاطب کرتے ہوئے زبردست تقریر کی اور واشگاف الفاظ میں واضح کر دیا کہ ہم نہ تو ترکی کے خلاف ہیں نہ ہی مسلم اتحاد اور انگریز کے البتہ ہم مذہب میں کسی بھی غیر مسلم سے اتحاد نہیں کر سکتے۔" [روداد مناظرہ مطبوعہ قادری پریس بریلی ص ۷-۸]

سید سلیمان اشرف کی تقریر کے بعد مولانا ابوالکلام نے تقریر کی اور "جماعت رضائے مصطفیٰ" (قائم کردہ حضرت فاضل بریلوی) کے پیش کردہ سوالات کا بالکل جواب نہ دیا اور مناظرہ سے پہلو بچا گئے۔ ابوالکلام آزاد صاحب نے بہت سے غیر اسلامی اقوال کا انکار کیا اور کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا مگر جب ان باتوں کو اخبار میں شائع کرانے کی شرط رکھی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا۔ البتہ یہ اقرار کیا کہ ہر کافر سے موالات حرام ہے۔ غیر مسلم کو پیشوا بنانا حرام ہے مگر پھر بھی آئندہ اپنے رویہ میں تبدیلی نہ لائے۔ [روداد مناظرہ ص ۸،۹]

اس جلسے میں فاضل بریلوی امام احمد رضا خانصاحب کی طرف سے یعنی جماعت رضائے مصطفیٰ کے نمائندگان کی حیثیت سے مندرجہ ذیل حضرات شریک تھے۔

۱. مولانا حامد رضا خاں بریلوی

۲. مولانا برہان الحق جبل پوری

پہلے مناظرہ کے لئے جو علماء متعین کئے گئے تھے وہ یہ تھے:

۱. مولانا امجد علی اعظمی۔ صدر

۲. مولانا حسنین رضا خاں بریلوی۔ ناظم اعلیٰ

۳. مولانا ظفر الدین بہاری۔ رکن

۴. مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ رکن

اس جلسہ میں سید سلیمان اشرف صاحب نے جس طرح زور خطابت دکھا کر ابوالکلام

صاحب کو خاموش کیا ہے اس کا نقشہ مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی نے جو کہ فاضل بریلوی اور ان کی جماعت کے مخالف تھے، عناد و تعصب کے باوجود بالکل صحیح کھینچا ہے اور سلیمان اشرف صاحب کی بڑی تعریف کی ہے۔*

[ذکر آزاد ص ۲۴ و ہفت روزہ چٹان لاہور ۲/مارچ ۱۹۶۱ء]

مولوی عبدالماجد دریابادی نے بھی سید سلیمان اشرف صاحب کی تقریر کا منظر بڑے زوردار الفاظ میں بیان کیا ہے۔(محمد طفیل: نقوش لاہور شمارہ بابت (ماہ مئی ۱۹۶۵ء، ص ۴۷)

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے بھی سید سلیمان اشرف کی اس تقریر اور ان کی دوسری خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ (گنج ہائے گرانمایہ لاہور ص ۲۶)

شدھی تحریک اور اس کے انسداد میں امام احمد رضا خاں کی تحریکوں کا کارنامہ

فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں، ان کے خلفاء اور ان کے ہم نوا علماء کی مومنانہ بصیرت کی داد نہ دینا بے انصافی ہوگی۔ انہوں نے تحریک خلافت اور ترک موالات کے دوران بار بار اس حقیقت کا اظہار کیا تھا کہ کوئی بھی غیر مسلم، مسلمان کا مذہبی دوست یا ہم نوا نہیں ہوسکتا لہٰذا ان تحریکوں میں ان کی شمولیت ایک چال ہے۔ خود مولانا محمد علی جوہر صاحب نے بعد میں اس کا اعتراف کیا تھا جو انکی ۲۵/دسمبر ۱۹۲۷ء میں پشاور کے ایک اجلاس کی تقریر سے ظاہر ہے۔ [حیات محمد علی جناح ص ۱۰۵: رئیس احمد جعفری]

بہر کیف مسلمانوں کا اپنے عقائد سے روگردانی کر کے غیروں کے پیچھے چلنے اور ان کی رہنمائی قبول کرنیکا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانوں کو شدھی بنانے کی تحریک نے زور پکڑا اور مرتد بنانے کا کام تیزی سے شروع ہوگیا۔ اس موقع پر مولانا بریلوی کی جماعت نے بڑا کام کیا۔ مولانا تو وصال فرما چکے تھے مگر ان کی تحریک جاری تھی اور اس تحریک کے ممبران نے ڈٹ کر

مختلف سنگھٹنوں کا مقابلہ کیا اور شدھی تحریک کا زور توڑ دیا۔ اس طرح چوبیس لاکھ سے زائد مرتد ہو جانے والوں کو دوبارہ داخل اسلام کیا۔ امام احمد رضا خانصاحب کے دونوں صاحبزادگان (۱) مولانا حامد رضا خان (۲) مولانا مصطفےٰ رضا خاں اور انکے خلفاء خصوصاً......

مولانا نعیم الدین مرادآبادی

مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی

مولانا ابوالحسنات قادری............

اور دوسرے علماء

پیر جماعت علی شاہ، مولانا قطب الدین برہمچاری، مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا مشتاق احمد کانپوری وغیرہ اس انسداد میں پیش پیش تھے۔

تہذیبی و تمدنی پس منظر

کسی ملک کی مختلف قوموں پر ملک کے فرمانروا یا ملک میں جس قوم کی حکومت ہوتی ہے، اس کے مذہب، اس کی تہذیب اور تمدن کا بڑا اثر پڑتا ہے۔

ہندوستان میں حکومت انگریز کی تھی لہٰذا ہندوستان میں رہنے والی ہر قوم پر انگریزی تعلیم، انگریزی فیشن، انگریزی تہذیب اور طور طریقوں نیز ان کے مذہب کا اثر پڑا۔ مسلمان بھی انگریزیت سے بچ نہ سکے بلکہ دیگر اقوام ہند کی بہ نسبت یہ انگریزیت میں زیادہ رنگ گئے۔ مسلم قوم کا وہ طبقہ جو اونچا طبقہ کہلاتا تھا وہ بڑی تیزی سے انگریزیت میں رنگ گیا۔ انگریزی تعلیم، انگریزی بول چال، انگریزی لباس، رہن سہن، طور طریقہ غرضیکہ مکمل طور سے انگریزی تہذیب کو اس نے اپنا لیا تھا۔ جو طبقہ انگریزوں سے متنفر تھا وہ اپنے طرز

قدیم پر قائم رہا مگر اس کے کٹر پن نے بہت سی ایسی باتوں سے اسے دور کر دیا تھا جو مدنیت (Urbanity) کیلئے لازمی ہوتی ہیں۔ بہت سے مولوی صاحبان صابن تک کے استعمال سے گریز کرتے تھے۔

اکبر الہ آبادی نے اپنے شعروں میں مغربی طرز تعلیم اور ہندوستان میں انگریزی تہذیب کی دلدادگی پر بہت کچھ کہا ہے اور بڑا لطیف طنز کیا ہے۔

بے پردگی، شراب و شباب کی آزادی، جدید تعلیم کے فیض سے بڑوں کے ادب کو بالائے طاق رکھدینا وغیرہ، تہذیب جدید یعنی تہذیب فرنگ کی خوبیاں تھیں۔ جب تہذیبی انداز تبدیل ہوتا ہے تو اسی اعتبار سے تمدنی ڈھانچہ بھی بدلتا ہے اور عہد کے اعتبار سے مدنیت اور اشرافیت کی نمائش کا انداز بھی بدل جاتا ہے لہٰذا اشرفاء اور مہذب لوگوں میں وہی شمار ہوتے تھے جو انگریزی تہذیب کے دلدادہ تھے البتہ اپنے مخصوص مشرقی سماج میں اس وقت بھی قدیم تہذیبی قدریں برقرار تھیں لیکن اس معاشرہ میں لہو ولعب اور بہت سی بیجا نمائش کی باتیں در آئی تھیں اور یہی ناچ رنگ اور آزادانہ روی اس عہد کا تمدن تھا۔ انگریزی تعلیم اردو زبان وادب کے فروغ میں ضرور معاون ہوئی۔

لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس عہد کی تہذیب ایک تو خالص مغربی تہذیب تھی، ایک خالص مشرقی اور ایک دونوں کا مکسچر تھی۔ اس دور کی ایک تہذیب کو اردو تہذیب اور دوسری کو اینگلو اردو تہذیب (Anglo Urdu Civilization) کا بھی نام دیا جا سکتا ہے۔

ادبی پس منظر

فاضل بریلوی امام احمد رضا خاں صاحب کا عہد انیسویں صدی کے نصف آخر سے بیسویں صدی کی تیسری دہائی تک کا عہد ہے اور یہ عہد اردو زبان وادب کی توسیع اور اس کے فروغ کا عہد ہے۔ یہ عہد خصوصیت سے اردو نثر کے عروج کا عہد ہے اور اسی لئے زبان و

ادب کے مورخین نے اس عہد کو اردو نثر کا عہد زریں کہا ہے لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ اردو شاعری کو اس عہد میں کوئی فروغ نہیں حاصل ہوا البتہ بہ نسبت شاعری کے نثر نگاری زیادہ پھولی پھلی۔

اردو شاعری کے مختلف رنگ و آہنگ اسی عہد میں ترتیب پائے۔ جہاں غزل کی گرتی ہوئی عمارت کو سہارا دینے والے شعراء میں حسرتؔ، فانیؔ، اصغرؔ اور جگرؔ کے نام نمایاں ہیں وہیں اقبالؔ کی مفکرانہ تخلیقی کارگزاریوں کا عہد بھی یہی رہا ہے۔ ایک طرف جوشؔ کی رومانیت و انقلاب آفرینی کا دور دورہ ہے تو دوسری طرف ترقی پسند تحریک کے ابتدائی خدوخال مرتب ہونے کیلئے بھی فضا سازگار رہی ہے۔ مگر شاعری کے ہمہ جہت رنگوں کی آبیاری کے اس ماحول میں اردو نعت بھی اپنے تمام تر جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

اردو نعت کے اہم ستونوں میں جہاں امیرؔ مینائی اور محسنؔ کاکوروی اپنی والہانہ عقیدتوں کو نعت میں سموئے ہوئے ملتے ہیں وہیں حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی بھی ذات ہے جنکی تخلیقی صلاحیت کو عشق نبی ﷺ نے وہ معتبر لہجہ عطا کیا ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔

اردو ۱۸۳۳ء میں ہی سرکاری زبان بنادی گئی تھی۔ اس کے بعد سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے انگریزوں اور ہندوستانیوں سے ربط و ضبط بڑھانے اور خلط ملط پیدا کرنے کے سلسلے میں اردو زبان کی توسیع کی طرف مزید توجہ دی۔ بہت سے لغات بھی شائع ہوئے۔ چھاپہ خانے بھی کافی تعداد میں قائم ہو گئے تھے۔

۱۸۵۷ء کے بعد "جدید اردو ادب" کی تاریخ کا آغاز ہوا۔

جنگ انقلاب کے بعد تو برسوں تک ہندوستانیوں پر جمود طاری رہا جو ایک فطری عمل تھا لیکن اس کے بعد حالات میں تبدیلی رونما ہونا شروع ہوئی۔

علیگڑھ کالج کا قیام اردو کی ترقی میں بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ سرسید نے رسالہ "تہذیب

الاخلاق" جاری کیا۔ اپنی تحریروں اور رسالوں کے ذریعہ مفید اور مقصدی ادب کی تخلیق کی۔

سرسید کے رفقاء محمد حسین آزاد، نذیر احمد، الطاف حسین حالی اور مولوی شبلی نعمانی نے اردو زبان وادب اور شاعری وتنقید کا رخ بدل دیا۔ یہ زمانہ ۱۹۱۴ء تک کا ہے۔ اس تحریک نے اردو شعراء اور مصنفین کو نیا ادبی نقطۂ نظر دیا، موضوعات کو وسعت بخشی اور بیان کی سادگی اور سلاست پر زور دیا۔ ان رفقائے سرسید کے علاوہ وقار الملک، محسن الملک، منشی ذکاء اللہ اور سید علی بلگرامی وغیرہ نے فرسودہ موضوعات کو ترک کر کے سیاسی، سماجی، تاریخی اور تہذیبی اہمیت کے موضوعات کی طرف توجہ کی۔

اردو نثر کی توسیع اور اس کے نکھار سنوار میں خود امام احمد رضا کا بھی بڑا ہاتھ ہے، انہوں نے فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف اور مابعد الطبیعیات جیسے مذہبی اور نقلی علوم وفنون کے علاوہ سائنس، فلسفہ، منطق، ریاضی، نجوم، ہیئت، سیاسیات، اقتصادیات اور سماجیات جیسے علوم وفنون میں کتب ورسائل لکھ کر اردو کو وسعت بخشی، عقلی علوم کے مصطلحات اور محاورات سے اردو کو مالا مال کیا۔

مذہبی ادب کے توسط سے طنز ومزاح کا گرانقدر سرمایہ اردو کو عطا کیا اور اردو کو رومان انگیز فضاؤں سے نکال کر زمین سے اس کا رشتہ جوڑا۔

حیرت بھی ہے اور افسوس بھی کہ جس عہد میں رفقائے سرسید اردو کو مختلف جہتوں اور وسعتوں سے آشنا کر رہے تھے اسی عہد میں امام احمد رضا بھی اردو کو متعدد علوم وفنون سے وسعت اور بانکپن عطا کر رہے تھے مگر مورخین اور ناقدین نے امام احمد رضا کے نثری کارناموں کا تذکرہ تک نہیں کیا صرف رام بابو سکسینہ نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:

"مولوی احمد رضا خاں کے بعض رسائل بھی جو بہت پر جوش لہجے میں لکھے گئے تھے اسی وقت نکلے اور ندوہ کے مقابلہ پر ایک جنگجو جماعت جدوہ قائم ہوگئی"۔

(تاریخ ادب اردو ص ۶۹، از: رام بابو سکسینہ)

اردو میں امام احمد رضا کی تصانیف ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں اور پچاس پچپن علوم پر زبان اردو میں اتنی تصانیف آج تک کسی بھی مصنف یا عالم کی نظر نہیں آئیں۔

امام احمد رضا نے قرآن کریم کا جو اردو ترجمہ بنام "کنز الایمان فی ترجمۃ القران" پیش کیا ہے وہ اردو زبان وادب کی خدمت اور اس کی توسیع میں ایک اہم اضافہ ہے۔ اس ترجمہ کی تعریف میں ان کے مسلک وعقیدہ سے اختلاف رکھنے والوں نے بھی کی ہے۔

جماعت اسلامی ہند کا ترجمان ماہنامہ "الحسنات" رام پور لکھتا ہے:

"فقہ میں جد الممتار اور فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ایک اور علمی کارنامہ ترجمۂ قرآن مجید ہے جو ۱۳۳۰ھ میں "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے منظر عام پر آیا اور جس کے حواشی "خزائن العرفان فی تفسیر القرآن" کے نام سے مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے تحریر فرمائے۔

یہ ترجمہ اس حیثیت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ جن چند آیات قرآنی کے ترجمہ میں ذرا سی بے احتیاطی سے حق جل مجدہ اور آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے۔ احمد رضا خاں نے ان کے بارے میں خاص احتیاط برتی ہے۔

(ماہنامہ الحسنات، رام پور، شخصیات نمبر، سالنامہ ۱۹۷۹ء ص ۵۴، ۵۵)

معارف، اعظم گڑھ نے بھی اس ترجمہ کو سراہا ہے۔

(معارف، اعظم گڑھ: ۲۲ رفروری ۱۹۶۲ء)

مولانا غلام رسول سعیدی اس ترجمہ کی ادبی حیثیت کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"اس ترجمہ میں اردو عربی کے اسلوب میں رنگی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور فصاحت بیان کے آئینہ میں اعجاز قرآن کا عکس نظر آتا ہے۔ اور جو فصاحت زبان سے آشنا ہوا سے کہنا

پڑے گا کہ اس ترجمہ میں زبان و بیان کی بلاغت اعجاز کے سرحدوں کو چھوتی معلوم ہوتی ہے۔" (محاسن کنزالایمان طبع ششم، مرکزی مجلس رضا، لاہور)

امام احمد رضا کے خلفاء و مریدین جیسے۔ (۱) مولانا ظفر الدین بہاری (والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو۔ محقق) (۲) مولانا قاضی عبد الوحید عظیم آبادی۔ مدیر تحفۂ حنفیہ پٹنہ (والد ماجد قاضی عبد الودود، محقق) (۳) مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، صدر شعبۂ دینیات، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ (۴) مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت۔

[سترہ حصے، اسلامی شریعت (فقہ حنفی) کا انسائکلو پیڈیا]

نیز امام احمد رضا کے خانوادہ کے افراد جیسے (۱) مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی (امام احمد رضا کے برادر اوسط) (۳) مولانا حامد رضا خاں و مولانا مصطفیٰ رضا خاں (امام احمد رضا کے صاحبزادگان) (۴) امام احمد رضا کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، وغیرہم نے اپنی تصانیف نیز اردو رسائل نکال کر ان کے ذریعہ اردو کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

امام احمد رضا کے نثری کارناموں کو فراموش کرنے کے سلسلے میں جہاں دور حاضر کے متعدد اسکالروں نے حیرت اور دکھ کا اظہار کیا ہے وہیں پروفیسر وسیم بریلوی نے بھی حیرت و تاسف کا اظہار کیا ہے۔

امام احمد رضا کی نثر نگاری پر یوں تو معارف رضا کراچی کے مختلف شماروں میں مقالات و مضامین شائع ہو چکے ہیں اور سید ریاست علی صاحب مرحوم کا ایک کتابچہ بنام "امام احمد رضا کے نثری شہ پارے" چھپ چکا ہے۔ راقم عبد النعیم عزیزی کے بھی دو رسائل (۱) طنزیات رضا (۲) نثر اردو اور امام احمد رضا بھی شائع ہو چکے ہیں۔

بہر کیف امام احمد رضا کا عہد بلاشبہ نثر اردو کا زریں عہد رہا ہے۔

اس زمانہ کے اخبارات ورسائل کی وجہ سے بھی اردو نثر کو فروغ حاصل ہوا جن میں چند نمایاں جرائد کے اسماء حسب ذیل ہیں:

مولوی باقر کا اخبار- اردو اخبار-نیز محبّ وطن- صادق الاخبار-کوہ نور-علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ-دبدبہ سکندری رام پور- پیسہ لاہور وغیرہ۔

یہ عہد مذہبی اعتبار سے بھی بڑا ہنگامہ خیز رہا ہے، بھانت بھانت کے عقائد ونظریات کا وجود پذیر ہونا اور نتیجۃً مناظروں کی گرم بازاری، پھر آریوں اور عیسائیوں سے بھی مذہبی بحثیں اور مناظرے لہٰذا ان بحثوں اور مناظروں کی وجہ سے بھی اردو زبان وادب کو فروغ حاصل ہوا، طنز وظرافت کو نمایاں ترقی ہوئی اور صالح لٹریچر بھی کافی مقدار میں سامنے آئے۔

علی گڈھ کالج کے بعد عثمانیہ یونی ورسٹی اور اس کے دار الترجمہ نیز انجمن ترقی اردو نے اردو کی ترقی میں اہم اور موثر رول ادا کیا۔ انگریزی، عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کے تراجم سے بھی اردو کو بڑی وسعت ملی اور یہ مالا مال ہونے لگی۔

مذہبی لٹریچر کے علاوہ فلسفہ وسائنس، عمرانی علوم، ریاضی ونجوم وہیئت اور دیگر علوم وفنون اردو میں عام ہونے لگے۔ نئی نئی فرہنگیں تیار ہوئیں۔

انگریزی تعلیم اور انگریزی زبان وادب کی وجہ سے اردو شاعری واردو تنقید کو نیا رخ ملا۔ ناول نویسی کی ابتداء سے اس کے ادب کا ذخیرہ وسیع ہو گیا۔

دار المصنفین اعظم گڈھ سے بھی اردو ادب کو سہارا ملا اور فروغ حاصل ہوا۔

دار المصنفین نے ادباء اور مصنفین تیار کئے۔ سلیمان ندوی اور عبد الماجد دریا بادی جیسے ادباء ومصنفین اسی ادارہ کی پیداوار ہیں۔

منشی سجاد حسین کے اودھ پنچ (۱۸۷۷ء) نے بھی اردو زبان وادب خصوصاً طنز ومزاح کے لئے نیا راستہ ہموار کیا اور اردو میں ایک ملاحت پیدا ہو گئی۔ امام احمد رضا کے عہد کا ادبی

ماحول اور ادبی پس منظر بڑا ہی دلکش ہے۔

ویسے تو امام احمد رضا کے عہد کی پہلی دہائی سے تقریباً دوسری دہائی تک۔ غالبؔ، ظفرؔ، انیسؔ، دبیرؔ اور شیفتہؔ جیسے عظیم شعراء بھی حیات تھے مگر یہ ان کا آخری دور تھا البتہ ان کے فن و ادب سے لوگ تابندگی حاصل کر رہے تھے اور خود ان کی اپنی ذات سے ادبی فیوض و برکات حاصل کر رہے تھے۔

نعت گوئی کے جہان میں سید کفایت علی کافیؔ (م ۱۹۵۸ء) کا چرچا بھی تھا اور محسنؔ کاکوروی و امیرؔ مینائی جیسے معتبر نعت نگار اردو شاعری کو جامعہ تقدیس زیب تن کرا رہے تھے۔

امام احمد رضا کے ہمعصر شعرا

(غزل گو و نعت نگار)

۱-امیرؔ مینائی (م ۱۹۰۰ء)

۲-داغؔ دہلوی (م ۱۹۰۰ء)

۳-الطاف حسین حالیؔ (م ۱۹۰۴ء)

۴-محسنؔ کاکوروی (م ۱۹۰۵ء)

۵-شبلیؔ نعمانی (م ۱۹۱۴ء)

۶-اکبرؔ الہ آبادی (م ۱۹۲۱ء)

۷-جلالؔ (م ۱۹۰۹ء)

۸-حسنؔ بریلوی (م ۱۹۰۸ء)

۹-درگا سہائے سرورؔ (م ۱۹۱۰ء)

۱۰-آسیؔ غازی پوری (م ۱۹۱۶ء)

۱۱-لطفؔ بریلوی (م ۱۸۸۱ء)

۱۲-دلّو رام کوثری (م۱۹۳۳ء)

۱۳-نظم طباطبائی (م۱۹۳۳ء)

۱۴-محمد علی جوہر (م۱۹۳۱ء)

۱۵-راجہ کشن پرشاد شاد (م۱۹۴۰ء)

۱۶-ظفر علی خاں (م۱۹۵۶ء)

۱۷-محمد اقبال (م۱۹۳۸ء)

۱۸-بیدم وارثی (م۱۹۴۴ء)

۱۹-اکبر وارثی (م۱۹۰۴ء)

۲۰-مولانا حامد رضا بریلوی (م۱۹۴۲ء)

۲۱-ریاض خیر آبادی (م۱۹۳۴ء)

۲۲-عزیز لکھنوی (م۱۹۳۵ء)

۲۳-اصغر گونڈوی (م۱۹۳۶ء)

۲۴-صفی لکھنوی (م۱۹۵۰ء)

۲۵-فانی بدایونی (م۱۹۴۱ء)

۲۶-حسرت موہانی (م۱۹۵۱ء)

۲۷-جگر مرادآبادی (م۱۹۶۰ء)

۲۸-امجد حیدرآبادی (م۱۹۶۰ء)

۲۹-مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی (م۱۹۸۱ء)

۳۰-زائر حرم حمید صدیقی لکھنوی (م۱۹۶۵ء)

۳۱-حفیظ جالندھری (م۱۹۸۲ء)

۳۲- جوشؔ ملیح آبادی (م۱۹۸۲ء)

۳۳- اقبالؔ سہیل اعظم گڈھی (م۱۹۴۶ء)

ان میں چند شعراء ایسے بھی ہیں جو امام احمد رضا بریلوی کے وصال (۱۹۲۱ء) تک بحیثیت شاعر منظر عام پر آچکے تھے لہٰذا انہیں امام احمد رضا کے ہم عصروں میں شامل کیا گیا ہے۔

ہم عصر نثاران اردو

۱- مرزا غالبؔ (م۱۸۶۹ء)۔ گو غالبؔ کی شہرت یا ان کی حیثیت شاعر کی ہے لیکن انہوں نے اردو مکتوب نگاری کو جو ایک نیا اسلوب دیا ہے اس کی بناء پر زبان و ادب کے اکثر مورخین نے انہیں نثاران اردو کے زمرہ میں بھی جگہ دی ہے لہٰذا اس فہرست میں ان کا بھی نام دیا جارہا ہے۔

۲- رجب علی بیگ سرورؔ (م۱۸۶۹ء)

۳- غلام امام شہیدؔ (م۱۸۷۶ء) یہ شاعر بھی تھے اور نثر نگار بھی

۴- سر سید احمد خاں (م۱۸۹۸ء)

۵- محسن الملک (م۱۹۱۷ء)

۶- الطاف حسین حالیؔ (م۱۹۱۴ء) یہ بحیثیت شاعر، نثر نگار اور نقاد مشہور ہیں۔

۷- غلام غوث بیخبرؔ (م۱۹۰۵ء)

۸- محمد حسین آزاد (م۱۹۱۰ء)

۹- چراغ علی (م۱۸۹۵ء)

۱۰- منشی ذکاء اللہ (م۱۹۱۰ء)

۱۱- شبلی نعمانی (م۱۹۱۴ء) یہ شاعر، ادیب، مصنف، نقاد اور مورخ وغیرہ کی حیثیت سے مشہور ہیں۔

۱۲- نذیر احمد (م۱۹۱۲ء)

۱۳-عبدالحلیم شؔرر (م ۱۹۲۶ء)

۱۴-پنڈت رتن ناتھ سرشؔار (م ۱۹۰۲ء)

۱۵-مرزا محمد ہادی رسؔوا (م ۱۹۳۱ء)

۱۶-منشی پریم چند (م ۱۹۳۶ء)

۱۷-خواجہ حسن نظاؔمی (م ۱۹۵۵ء)

۱۸-مولانا ابوالکلام آزاؔد (م ۱۹۵۸ء)

دلّی اجڑنے کے بعد لکھنؤ اردو شاعری کا مرکز بنا۔ شاہان اودھ کی سرپرستی اور قدر دانی نے اردو کو نئی زندگی دی۔ سلطنت اودھ کے خاتمہ کے بعد شعراء منتشر ہو گئے۔ چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے ان کی سرپرستی کی۔ ریاست رام پور کے نواب یوسف علی خاں خود شاعر تھے، انہوں نے غالؔب و مومؔن سے اصلاح بھی لی تھی۔ شعراء کے بڑے قدردان تھے۔

نواب موصوف کے جانشین نواب کلب علی خاں نوابؔ بھی صاحب دیوان شاعر تھے۔ رامپور اسکول نے ان کی سرپرستی میں ترقی کی۔

دہلی اسکول کے نمائندے داغؔ و تسلیم تھے اور لکھنؤ کے بحؔر، جلاؔل اور امیؔر۔

رامپور اسکول بھی عہد امام احمد رضا خاں ہی میں قائم ہوا۔ امام احمد رضا کے برادر اوسط مولانا حسن رضا خاں حسؔن بریلوی مرزا داغؔ دہلوی کے شاگرد تھے اور وہ بھی اسی اسکول سے متعلق تھے۔

ماخذ و مراجع

۱-العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ جلد ششم معروف بہ فتاویٰ رضویہ۔ از: امام احمد رضا بریلوی

۲-دوام العیش فی الائمۃ من قریش از امام احمد رضا

۳-رسائل رضویہ جلد دوم از امام احمد رضا

۴-حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری

۵-حیات صدر الافاضل: مولانا غلام معین الدین نعیمی

۶-شمع ہدایت: مفتی محمد عبد الحفیظ

۷-تذکرۃ الرشید: مولوی عاشق الٰہی میرٹھی

۸-ماہنامہ الحسنات رام پور سالنامہ ۱۹۷۹ء

۹-مکاتیب اقبالؔ بنام نیاز الدین خاں

۱۰-شبلی نامہ: شیخ محمد اکرام

۱۱-آزاد کی کہانی: مولوی ابوالکلام آزاد

۱۲-حقیقۃ النبوۃ: مرزا بشیر الدین (حصہ اول)

۱۳-ستارۂ قیصر: مرزا غلام احمد قادیانی

۱۴-فاضل بریلوی کے معاشی نکات: پروفیسر رفیع اللہ صدیقی

۱۵-روداد مناظرہ قادری پریس بریلی

۱۶-ذکر آزاد: مولوی عبد الرزاق ملیح آبادی

۱۷-ہفت روزہ چٹان لاہور، ۲ مارچ ۱۹۶۱ء

۱۸-تاریخ ادب اردو: رام بابو سکسینہ

۱۹-معارف اعظم گڑھ (ماہنامہ۔ فروری ۱۹۶۲ء)

۲۰-محاسن کنز الایمان: مولانا غلام رسول سعیدی

۲۱-نقوش لاہور، مئی ۱۹۶۵ء (ماہنامہ)

۲۲-گنج ہائے گرانمایہ: پروفیسر رشید احمد صدیقی

﴿چوتھا باب﴾

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

حیات اور شخصیت کا تفصیلی جائزہ

ولادت:-

امام احمد رضا خاں صاحب کی ولادت ۱۰؍شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍جون ۱۸۵۶ء محلّہ جسولی شہر بریلی میں ہوئی۔ ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا۔

امام احمد رضا خانصاحب کے زمانہ کا محلّہ جسولی اب محلّہ ذخیرہ میں شامل ہوگیا ہے اور محلّہ جسولی اس سے اگلا محلّہ (جانب مغرب وجنوب) کہلاتا ہے۔ البتہ تحصیل کے کاغذات میں محلّہ ذخیرہ، محلّہ جسولی اور اس کے آگے جانب مغرب کے دیگر محلّے موضع جسولی کے تحت آتے تھے۔

اس خاندان میں شروع سے یہ دستور چلا آرہا ہے جو آج تک برقرار ہے کہ نومولود بچہ کا عقیقہ محمد نام پر ہوتا ہے اور بعد میں پکارنے کا دوسرا نام رکھا جاتا ہے۔ ان کے دادا نے ان کا نام احمد رضا رکھا اور انہوں نے بڑے ہوکر اس نام سے پہلے عبدالمصطفیٰ کا اضافہ کیا اور اس طرح پورا نام عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں رکھا۔ اپنے تمام فتووں پر مولانا موصوف اسی نام سے دستخط کرتے تھے اور مہر لگاتے تھے۔

تاریخی نام :

امام احمد رضا خانصاحب کا تاریخی نام المختار (۱۲۷۲) ہے۔ انہوں نے قرآن مقدس کی مندرجہ ذیل آیت: اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمُ الۡاِیۡمَانَ وَاَیَّدَھُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡه۔

[قرآن کریم، پارہ ۲۸ سورۂ حشر، آیت نمبر۲۲]

ترجمہ:-''یہی وہ ہیں جنکے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی'' [کنزالایمان]

شجرۂ نسب :

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا شجرۂ نسب حسب ذیل ہے:-

امام احمد رضا خاں بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن سعادت یار خاں بن سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

امام احمد رضا خاں کے مورث اعلیٰ سعید اللہ خاں صاحب ملک افغانستان کے شہر قندھار کے موقر قبیلہ بڑیچ کے پٹھان تھے جو سلطان محمد شاہ کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ حکومت وقت نے انہیں فوج میں شش ہزاری عہدے پر فائز کیا اور شجاعت جنگ بہادر کے خطاب سے نوازا۔

یوں تو امام موصوف کا خاندان شروع سے ہی دیندار تھا مگر اس خاندن میں علم دین اور تصوف کا دور دورہ سعید اللہ خانصاحب کے پوتے محمد اعظم خانصاحب کے وقت سے ہوا اور جب سے ابتک یہ خانوادہ ایک مقدس علمی خانوادے کی حیثیت سے مشہور چلا آرہا ہے۔

سعادت یار خاں صاحب حکومت وقت کی جانب سے چند امور کی انجام دہی کے لئے بریلی آئے تھے اور یہیں پر ان کا وصال ہو گیا اس کے بعد ان کا خاندان یہیں آباد ہو گیا۔ محمد اعظم خاں صاحب انہیں کے بڑے صاحبزادے تھے۔

حافظ کاظم علی خاں رحمۃ اللہ بدایوں کے تحصیلدار تھے۔ مولانا رضا علی خان اور مولانا نقی علی خاں صاحبان اپنے عہد کے ممتاز علمائے کرام میں تھے۔

[حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین]

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنے والد، دادا اور اپنے ہندوستانی ہونے کا ذکر اس

طرح کیا ہے۔

''احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا'' [حدائق بخشش از امام احمد رضا]

تعلیم و تربیت:

امام احمد رضا خانصاحب نے ناظرہ قرآن کریم چار سال کی عمر میں ختم کیا۔

تذکرہ علمائے ہند کے مؤلف مولوی رحمان علی صاحب لکھتے ہیں کہ امام احمد رضا خانصاحب نے چھ سال کی عمر میں ماہ ربیع الاول شریف میں بہت بڑے مجمع کے سامنے میلاد شریف پڑھی۔ بقیہ متداولہ علوم اپنے والد گرامی مولانا نقی علی خاں صاحب سے حاصل کیں۔ (تفصیلی حالات جاننے کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کیا جاسکتا ہے (۱) حیات اعلیٰ حضرت: مولانا ظفر الدین بہاری (۲) تذکرہ علمائے ھند از مولوی رحمان علی (۳) تذکرہ علمائے اہل سنت: مولوی محمود احمد قادری)

امام احمد رضا خان کے اساتذہ کرام

۱۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (م ۱۸۸۳ء)

۲۔ مولانا نقی علی خاں بریلوی والد امام احمد رضا خاں (م ۱۸۸۰ء)

۳۔ مولانا عبد العلی رامپوری

۴۔ مولانا سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی (م ۱۹۰۶ء)

مرزا غلام قادر بیگ بریلوی امام احمد رضا خاں کے ابتدائی استاد ہیں۔ امام احمد رضا خاں صاحب نے درس نظامی کی تکمیل اپنے والد ماجد مولانا نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمہ سے کی۔

حضرت سیدنا سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی اور حضرت مولانا عبد العلی رامپوری رحمۃ اللہ علیہما سے بھی استفادہ کیا۔

[سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدر الدین و حیات امام اہلسنّت از پروفیسر مسعود احمد]

امام احمد رضا نے مندرجہ ذیل حضرات سے سندِ فقہہ وحدیث حاصل کی:

۱۔ حضرت سیدنا آل رسول مارہروی (م ۱۸۷۹ء)

۲۔ حضرت مولانا نقی علی خاں بریلوی (م ۱۸۸۰)

۳۔ حضرت شیخ احمد بن زین دحلان مکّی (م ۱۸۸۱ء)

۴۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن سراج مکّی (م ۱۸۸۳ء)

۵۔ حضرت شیخ حسین صالح (م ۱۸۸۴ء)

* مولانا بدرالدین قادری: سوانح علیحضرت: حیات امام اہل سنت: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

علوم منقول ومعقول کی تحصیل کے بعد تقریباً چودہ سال کی عمر میں مسند افتاء پر فائز ہوئے۔ امام احمد رضا خاں تیرہ سال دس ماہ پانچ روز کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی روز ان پر نماز فرض ہوئی اور احکام شرعیہ متوجہ ہوئے۔

[الاجازۃ الرضویہ بمجبل مکتہ البھیۃ (مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم) مرتبہ محمد عبدالحکیم شاہجہانپوری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء ص ۳۰۹]

بیعت و خلافت

امام احمد رضا خاں اور ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں ضلع ایٹہ جا کر خانوادۂ برکاتیہ کے مشہور ومعروف عالم وشیخ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت آل رسول علیہ الرحمہ نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کو سلسلۂ قادریہ برکاتیہ میں داخل سلسلہ فرما کر تمام سلاسل اور اوراد و وظائف کی اجازت کے ساتھ اپنی خلافت سے مشرف فرمایا۔

بیعت کے وقت امام احمد رضا خاں بریلوی کی عمر سترہ سال تھی۔ اس کم عمری میں بیعت کیساتھ ساتھ اجازت وخلافت عطا فرما دینے پر لوگوں کی حیرت ہوئی کہ اس خانقاہ میں

لوگ آتے ہیں، برسہابرس پڑے رہتے ہیں، مرشد کی خدمت، چلہ کشی اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں اسپر بھی شیخ کی توجہ نہیں ہوتی لیکن یہاں پہلے ہی دن اس جوان العمر مولوی کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمادی۔

لوگوں کی حیرت پر سید آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا:-"لوگ آتے ہیں، انہیں بنانا اور ستھرا کرنا پڑتا ہے مگر مولوی احمد رضا بنے سنورے آئے تھے صرف سلسلہ میں جوڑنے کی ضرورت تھی وہ میں نے پورا کردیا۔ ع

اکسیر بن چلا ہوں اک آنچ کی کسر ہے

جس آنچ کی کسر تھی وہ آنچ پہنچا کر انہیں اکسیر بنادیا۔ پھر ارشاد فرمایا:-"قیامت کے دن رب تبارک وتعالیٰ ارشاد فرمائیگا کہ آل رسول! تو دنیا سے کیالایا؟ تو میں احمد رضا کو پیش کرونگا"۔

مزید فرمایا:"یہ چشم و چراغ خاندان برکات ہیں۔ اوروں کو تیار ہونا پڑتا ہے یہ بالکل تیار آئے تھے صرف نسبت کی ضرورت تھی۔" [مجدا سلام از مولانا نسیم بستوی ص ۳۷-۳۸]

پہلا حج و زیارت

امام احمد رضا پہلے حج و زیارت سے ۱۸۷۸ء میں مشرف ہوئے۔ اس موقع پر مفتیٔ شافعیہ سید احمد دحلان مکی اور مفتی حنفیہ عبد الرحمٰن سراج وغیرہ نے آپ کو فقہہ و حدیث میں سندیں دیں۔ شیخ حسین بن صالح امام شافعیہ نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے عطا کی اور ضیاء الدین احمد کا لقب دیا۔

[حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین مجد د اسلام از مولانا نسیم بستوی]

دوسرا حج و زیارت

دوسری بار امام احمد رضا بریلوی ۱۹۰۵ء میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ انکا یہ حج

تاریخی اور یادگار حج ہے۔اسی حج کے دوران مکہ و مدینہ کے علماء اور مفتیان کرام نے ان کے فتاویٰ...... حسام الحرمین کی تائید و تصدیق کی۔اسی سفر میں آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے اثبات میں اپنی مشہور زمانہ تصنیف......"الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" (۱۳۲۳ھ) فصیح عربی میں آٹھ گھنٹے چند منٹ کے اندر بغیر کسی کتاب کی مدد کے لکھی اور سارے حوالجات جو آپ نے پیش کئے تھے بالکل درست نکلے۔مکہ و مدینہ اور دیگر بلادِ اسلامیہ کے علماء و مشائخ ان کی تبحر علمی، عربی دانی، طرز استدلال اور قوت حافظہ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ان علماء اور مشائخ نے اس کتاب پر اپنی تقاریظ بھی لکھیں اور مولانا بریلوی کو بہت سارے القاب سے یاد کیا جن میں چند حسب ذیل ہیں:۔

(ترجمہ) معرفت کا آفتاب، فضائل کا سمندر، بلند ستارہ، دریائے ذخّار، علامۂ زماں، یکتائے روزگار، فرید عصر، یگانہ دہر......وغیرہم۔[حسام الحرمین از امام احمد رضا]

علامہ اسمٰعیل خلیل مکی نے آپ کو صدی کا مجدد کہا۔[ایضاً]

"الدولۃ المکیہ" کا اردو ترجمہ آپ کے فرزند اکبر مولانا حامد رضا خاں نے کیا تھا۔

امام احمد رضا کتاب "الدولۃ المکیہ" کے آخیر میں ص ۴۵۷ پر خود رقم طراز ہیں:۔"

پہلا حصہ پہلے دن سات گھنٹے میں پورا کر دیا تھا، پھر اسمیں فائدے کے لئے نظر ششم بڑھائی اور آج باوصف کثرت اشغال کے دوسرا حصہ بعد ظہر کے لکھا اور اسے ایک گھنٹہ سے کچھ زائد میں تمام کر دیا تو بحمد اللہ ۲۷ر ذی الحجہ روز چہار شنبہ کو عصر سے پہلے پورا ہوا۔"

امام احمد رضا اور علمائے عالم اسلام

امام احمد رضا خان بریلوی کو عالم اسلام کے مقتدر علماء و مشائخ نے خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان کی علمی وجاہت و جلالت نیز دینی خدمات کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔

چند علماء و مشائخ کے اسماء حسب ذیل ہیں

مکّہ معظمہ:-

۱۔ احمد الجزائری بن السید احمد مصری مالکیہ

۲۔ اسمٰعیل بن خلیل محافظ کتب الحرام

۳۔ حسن بن محمد مدرس حرم شریف

۴۔ محمد کریم اللہ مہاجر مکّی

مدینہ منورہ:-

۵۔ احمد بن محمد بن خیر النساری عباسی مدنی

۶۔ سید عمر بن المصطفٰے

۷۔ عبد القادر حلمی الحسین الخطیب

۸۔ عبد الکریم ابن الستار زی بن عزیز التونسی المالکی مدرس حرم نبوی

۹۔ عبد اللہ احمد اسعد الکیلانی الحسنی الحسینی الحموی

۱۰۔ علی بن علی الرحمانی مدرس حرم نبوی

۱۱۔ غلام حیدر مہاجر مدنی

۱۲۔ محمد توفیق الایوبی الانصاری

۱۳۔ محمد بن سید الواسع الحسنی الادریسی

۱۴۔ محمد یعقوب رجب مدرس حرم نبوی

۱۵۔ محمد یاسین بن سعید

۱۶۔ محمود بن صبغۃ المدراسی المدنی

۱۷۔ محمود علی عبدالرحمٰن شویل مدرس حرم نبوی

۱۸۔ مصطفیٰ ابن التارزی التونسی المالکی مدرس حرم نبوی

۱۹۔ موسیٰ علی الشامی الازہری الاحمدی الدرویر المدنی

۲۰۔ ہدایت اللہ بن محمود بن محمد سعید السندی البکری

۲۱۔ یٰسین احمد الخیاری مدرس حرم نبوی

۲۲۔ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی

شام:

۲۳۔ احمد رمضان

۲۴۔ عبدالحمید بن بکری العطار الشافعی، شیخ

۲۵۔ محمد آفندی الحکیم

۲۶۔ محمد امین سوید الدمشقی

۲۷۔ محمد امین السفر جلانی امام و مدرس جامع مسجد بجقدار

۲۸۔ محمود بن سید العطاء

۲۹۔ محمد تاج الدین، محمد بدر الدین الحسنی

۳۰۔ محمد عارف بن محمد محی الدین ابن احمد

۳۱۔ محمد عطاء اللہ، شیخ

۳۲۔ محمد القاسمی شیخ و مدرس

۳۳۔ محمد یحیٰ القلعی النقشبندی

۳۴۔ محمد یحیٰ المکتبی الحسنی، مدرس

۳۵۔ مصطفیٰ بن محمد آفندی الشطی الحنبلی، شیخ مدرسۃ البدرائیہ

مصر:-

۳۶۔ ابراہیم المعطی السقاء الشافعی۔مدرس جامعہ ازہر قاہرہ

۳۷۔ عبدالرحمن المدخنن المصری الحنفی مدرس جامعہ ازہر قاہرہ

عراق:-

۳۸۔ محمد سعید بن عبد القادر قادری نقشبندی مدرس اول فی مدرسۃ حضرۃ الامام اعظم.................رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

[الفیوضات المکیہ وحسام الحرمین از امام احمد رضا اور امام احمد رضا اور عالم اسلام از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد]

امام احمد رضا کو ۱۴ ر ویں صدی ہجری کا مجدد تسلیم کرنیوالے مشاہیر علماء و مشائخ

۱۔مولانا سید اسمٰعیل مکی محافظ کتب الحرام مکہ

۲۔شیخ موسیٰ علی شامی

۳۔سید احمد علی مہاجر مدنی

۴۔سید عبدالقادر طرابلسی مدرس مسجد نبوی مدینہ منورہ

۵۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی

۶۔سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی، الھند

۷۔شاہ ابوالقاسم عرف شاہ جی میاں مارہروی۔الھند

۸۔شاہ مہدی حسن مارہروی۔الھند

۹۔مولانا عبدالقادر بدایونی۔الھند

۱۰۔مولانا عبدالمقتدر بدایونی۔الھند

۱۱۔مولانا عبدالقیوم بدایونی الھند

۱۲۔مولانا وصی احمد سورتی محدث پیلی بھیتی۔بھارت

۱۳۔مولانا حکیم خلیل الرحمٰن پیلی بھیتی۔انڈیا

۱۴۔مولانا محمد سلامت اللہ رامپوری، انڈیا

۱۵۔مولانا ہدایت رسول لکھنوی، انڈیا

۱۶۔مولانا عبدالسلام جبل پوری، انڈیا

۱۷۔مولانا برہان الحق جبل پوری۔انڈیا

۱۸۔منشی محمد لعل خاں مدراسی، انڈیا

۱۹۔مولانا احمد حسین کانپوری، انڈیا

۲۰۔مولانا عبدالغفار بنگلوری، انڈیا

۲۱۔شاہ سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی، انڈیا

۲۲۔شاہ سید احمد اشرف کچھوچھوی، انڈیا

۲۳۔مولانا محمد فاخر الہ آبادی، انڈیا

۲۴۔مولانا عمر الدین ہزاروی، موجودہ پاکستان

۲۵۔مولانا قاضی عبدالوحید پٹنہ والد ڈاکٹر قاضی عبدالودود محقق، انڈیا

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

[الفیوضات المکیہ وحسام الحرمین از امام احمد رضا خاں]

امام احمد رضا خاں بریلوی کے تلامذہ

۱۔مولانا حسن رضا خاں حسؔن بریلوی (برادر اوسط امام احمد رضا خاں بریلوی)

۲۔مولانا محمد رضا خاں (برادر اصغر امام احمد رضا خاں بریلوی)

۳۔مولانا حامد رضا خان بریلوی (فرزند اکبر امام احمد رضا خاں بریلوی)

۴۔مولانا حسنین رضا خان بریلوی (امام احمد رضا خاں کے بھتیجے)

۵۔مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی

۶۔مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی

۷۔مولانا محمد ظفر الدین بہاری والد ڈاکٹر مختار الدین آرزؔو

۸۔مولانا عبدالواحد پیلی بھیتی

۹۔مولانا حافظ عبدالکریم

۱۰۔مولانا سید امیر احمد

۱۱۔مولانا سلطان احمد خاں

۱۲۔مولانا حافظ یقین الدین خاں

۱۳۔مولانا سید نور احمد چاٹگامی

۱۴۔مولانا منور حسین

۱۵۔مولانا واعظ الدین

۱۶۔مولانا عبدالرشید عظیم آبادی

۱۷۔مولانا شاہ غلام محمد بہاری

۱۸۔مولانا حکیم عزیز غوث

۱۹۔مولانا نواب مرزا......وغیرہم ......رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ [الفیوضات الملکیہ وحسام الحرمین از امام احمد رضا خاں اور امام احمد رضا اور عالم اسلام از پروفیسر مسعود احمد و ۱۴ویں صدی ہجری کے مجدد از مولانا جلال الدین قادری نیز دبدبۂ سکندری رامپور کی جلدیں ۳۰/اپریل ۱۹۴۸ء تا ۱۱/اکتوبر ۱۹۴۸ء]

مندرجہ بالا حضرات کے علاوہ ہندو بیرون ہند سے وقتاً فوقتاً اپنے وقت کے مقتدر علماء کرام و مفتیان دین اور شعر وادب و حکمت و نجوم و جفر اور دیگر علوم وفنون کے ماہرین بھی ان سے استفادہ کیلئے انکی خدمت میں آتے رہتے تھے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے مشاہیر خلفاء

مکّہ معظمہ و مدینہ منورہ:

۱۔شیخ محمد عبدالحیٔ
۲۔شیخ صالح کمال مکی
۳۔سید اسمٰعیل مکی
۴۔سید مصطفیٰ مکی
۵۔شیخ عبدالرحمٰن مکی
۶۔شیخ محمد عابد مکی
۷۔شیخ علی بن حسین مکی
۸۔شیخ خلیل مکی
۹۔شیخ ابو حسین محمد مرزوقی مکی
۱۰۔شیخ اسعد دھان مکی
۱۱۔شیخ جمال مکی
۱۲۔شیخ عبداللہ مکی
۱۳۔شیخ بکر رفیع مکی
۱۴۔سید عبداللہ دحلان مکی
۱۵۔شیخ حسن
۱۶۔سید سالم
۱۷۔سید علوی
۱۸۔سید ابوبکر
۱۹۔سید محمد بن عثمان
۲۰۔شیخ محمد یوسف
۲۱۔شیخ عبدالقادر کردی مکی
۲۲۔شیخ عبداللہ فرید
۲۳۔سید مامون برّی مدنی
۲۴۔سید محمد سعید مدنی
۲۵۔شیخ عمر مدنی
۲۶۔شیخ ضیاءالدین مہاجر مدنی

علمائے ہند و پاک:

۱۔مولانا حامد رضا خاں بریلوی (امام احمد رضا خاں کے فرزند اکبر)
۲۔مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (امام احمد رضا خاں کے فرزند اصغر)
۳۔مولانا حسنین رضا خاں بریلوی

۴۔ مولانا امجد علی اعظمی

۵۔ مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی

۶۔ مولانا محمد ظفرالدین بہاری

۷۔ مولانا سید دیدار علی الوری

۸۔ مولانا سید احمد اشرف جیلانی

۹۔ مولانا احمد مختار صدیقی

۱۰۔ مولانا عبدالاحد قادری

۱۱۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی

۱۲۔ مولانا رحیم بخش آروی

۱۳۔ مولانا محمد لعل خاں مدراسی

۱۴۔ مولانا عمر بن ابوبکر

۱۵۔ مولانا محمد شریف کوٹلوی

۱۶۔ مولانا سید محمود جان

۱۷۔ مولانا امام الدین کوٹلوی لوہاران

۱۸۔ مولانا غلام جان ہزاروی

۱۹۔ مولانا احمد حسین امروہوی

۲۰۔ مولانا عبدالسلام جبلپوری

۲۱۔ مولانا برہان الحق جبلپوری

۲۲۔ مولانا محمد شفیع بیسلپوری

۲۳۔ مولانا فتح علی شاہ

۲۴۔مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری............وغیرہم

رحمۃ اللہ اجمعین۔[الاستمداد، الاجازۃ المتینہ، از امام احمد رضا خاں، اکرام احمد رضا، از مولانا برہان الحق جبلپوری، سوانح اعلیٰ حضرت، از مولانا بدرالدین قادری]

امام احمد رضا خانصاحب کے تمام خلفاء اپنے وقت کے جید علماء، مفتیان دین، فقہاء و محدثین اور اسلام کے مبلغین میں سے تھے۔

مولانا موصوف نے اپنے مشاہیر خلفاء کا منظوم تذکرہ اپنی ایک کتاب الاستمداد میں خود فرمایا ہے۔ ان خلفاء کی تعداد ۱۴ر ہے۔ ممالک عرب و دیگر بلاد اسلامیہ کے خلفاء کا تذکرہ مولانا موصوف نے اس نظم میں نہیں کیا ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلفاء کی تعداد اسی تک پہنچ گئی ہے۔

[تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت از مولانا محمد صادق قصوری وڈاکٹر مجید اللہ قادری مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی]

اولاد امجاد

۱۔مولانا حامد رضا خاں......فرزند اکبر

۲۔مولانا مصطفیٰ رضا خاں......فرزند اصغر

اور پانچ صاحبزادیاں۔[حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفرالدین]

سفر آخرت

امام احمد رضا خاں صاحب ۲۵رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸را کتوبر ۱۹۲۱ء کو اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف مراجعت کرگئے۔ مولانا موصوف نے اپنے وصال سے قبل الہامی طور پر قرآن مقدس کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے اپنی وفات کا مادّہ تاریخ نکالا تھا۔ ویطاف علیھم بانیتہ من فضۃ و اکواب۔

[وصایا شریف از مولانا حسنین رضا خاں، سورۂ دہر آیت ۱۵]

ترجمہ:- ''خدام چاندی کے کٹورے اور گلاس لئے ان کو گھیرے کھڑے ہیں۔''

تعزیتی پیغامات

امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ العزیز کے وصال پر متعدد اخبارات ورسائل نے تعزیتی مضامین چھاپے اور علماء ومشائخ نے تار وڈاک سے تعزیتی تحریریں ارسال کیں، مادّہ ہائے تاریخ وفات نکالے، منقبتیں لکھیں اور تاثرات پیش کئے۔ یہاں پر چند مشہور اخبارات ورسائل اور علماء کے تعزیتی تاثرات وحوالجات پیش کئے جارہے ہیں۔

۱۔ اخبار پیسہ لاہور...... تعزیتی نوٹ

۲۔ دبدبہ سکندری رامپور

مادّہ ہائے تاریخ وفات

(ا) از مولانا حامد رضا خاں بریلوی

''شیخ الاسلام والمسلمین'' (۱۳۴۰ھ)

(ب) از مولانا سید محمد میاں کچھوچھوی

''امام الھدیٰ عبدالمصطفی احمد رضا علیہ الرحمہ'' (۱۹۲۱ء)

(ج) از سید علی حسین اشرفی میاں ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' (۱۳۴۰ھ)

(د) از مولوی ابو یوسف محمد شریف کوٹلی لوہاران

(۱) ''باب عطاء احمد رضا'' (۱۳۴۰ھ)

(۲) شیخ عظماء'' (۱۹۲۱ء)

(۳) افاضت پناہ (۱۳۴۰ھ)

(۴) خلیق نیک ذات (۱۹۲۱ء)

(۵) موت العالم عدل موت العالَم (۱۳۴۰ھ)

[دبدبہ سکندری رام پور ۳۰ رجنوری ۱۹۲۲ء]

امام احمد رضا کی یادگاریں

امام احمد رضا کی وہ یادگاریں جو انہوں نے خود قائم کیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ دارالعلوم منظر اسلام، محلّہ سوداگران، بریلی ۱۳۲۲ھ:

منظر اسلام تاریخی نام ہے۔ یہ مدرسہ خود امام احمد رضا خانصاحب نے قائم کیا تھا جو آج تک برقرار ہے۔ ملک اور بیرون ملک کے ہزاروں علماء، قراء اور حفاظ اس مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں، اور ہو رہے ہیں۔

۲۔ دارالافتاء:

جہاں سے امام احمد رضا خانصاحب فتاویٰ تحریر کرتے تھے۔ یہ دارالافتاء بنام رضوی دارالافتاء آج بھی برقرار ہے۔

نوٹ: امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی وہ مخصوص یادگار کہ جس مسند پر بٹھا کر حضرت سیدنا آل رسول احمدی نور اللہ مرقدہٗ نے انہیں مرید کیا تھا اور جو مخصوص کر لیا گیا تھا وہ آج بھی مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ خانوادۂ برکاتیہ میں موجود ہے۔

امام احمد رضا خاں کے احباب و اصحاب

حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کے مشہور دینی و ملی رہنماؤں سے آپ کے تعلقات تھے۔ انہیں میں سے بہت سے اصحاب ان کے خاص معتقدین اور مداحوں میں تھے۔ آپ خود بھی ہر خورد و کلاں کا احترام کرتے تھے اور ان سے محبت سے پیش آتے تھے۔

چند اسماء اس طرح ہیں:-

۱۔مولانا عبدالقادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ)

۲۔مولانا عبدالمقتدر بدایونی (م ۱۳۳۴ھ)

۳۔مولانا عبدالقدیر بدایونی (م ۱۳۷۹ھ)

۴۔مولانا ہدایت اللہ رامپوری (م ۱۳۲۶ھ)

۵۔مولانا سلامت اللہ رامپوری (م ۱۳۲۸ھ)

۶۔مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی (م ۱۳۳۲ھ)

۷۔مولانا عبدالکافی الہ آبادی (م ۱۳۵۰ھ)

۸۔مولانا محمد فاخر الہ آبادی

۹۔مولانا محمد عادل کانپوری (م ۱۳۲۵ھ)

۱۰۔مولانا عبیداللہ کانپوری (م ۱۳۴۳ھ)

۱۱۔مولانا مشتاق احمد کانپوری (۱۹۶۳ء)

۱۲۔مولانا عبدالصمد پھپھوندوی (م ۱۳۲۳ھ)

۱۳۔مولانا مصباح الحسن پھپھوندوی (۱۳۸۴ھ)

۱۴۔مولانا عزیز الحسن پھپھوندوی (م ۱۳۶۳ھ)

۱۵۔مولانا نثار احمد کانپوری (م ۱۳۳۰ھ)

۱۶۔مولانا ریاست علی شاہجہان پوری (م ۱۳۳۹ھ)

۱۷۔مولانا ظہور الحسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ)

۱۸۔خواجہ احمد حسین امروہوی (م ۱۳۶۱ھ)

۱۹۔مفتی کرامت اللہ دہلوی

۲۰۔سید شاہ عبد الغنی سہسرامی

۲۱۔مفتی ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ)

۲۲۔علامہ احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۲ھ)

۲۳۔مولانا محمد عمر حیدر آبادی (م ۱۳۳۰ھ)

۲۴۔سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (م ۱۳۵۵ھ)

امام احمد رضاخاں کے اصحاب عقیدت

۱۔مولانا وصی احمد سورتی محدث پیلی بھیتی (م ۱۹۱۶ء)

۲۔پروفیسر سید سلیمان اشرف شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ (م ۱۳۵۲ھ)

۳۔مولانا سید ایوب علی رضوی بریلوی (م ۱۹۷۰ء)

۴۔مولانا امام الدین قادری (م ۱۹۶۱ء)

۵۔مولانا یار محمد بندیالوی (م ۱۳۶۷ھ)

۶۔مولانا حشمت علی خاں پیلی بھیتی (م ۱۳۸۰ھ)

۷۔مولانا محبوب علی خاں پیلی بھیتی (م ۱۳۸۵ھ)

............وغیرہم

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اصحاب عقیدت میں علماء، شعراء ادباء اور اسکالرس سبھی طرح کے حضرات تھے۔پروفیسر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ بھی اپنے آخری عمر میں آپ کے بڑے معتقد ہو گئے تھے۔

امام احمد رضا خاں کے معاصرین

۱۔مولانا عبد الحئی فرنگی محلی (م ۱۳۱۴ھ)

۲۔مولوی نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۳۰ھ)

۳۔ نواب صدیق حسن بھوپالی (م ۱۳۰۷ھ)

۴۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۳۴۴ھ)

۵۔ مولانا عبدالماجد بدایونی (م ۱۳۵۰ھ)

۶۔ مولانا محمد علی جوہر (م ۱۹۳۱ء)

۷۔ مولوی اشرف علی تھانوی (م ۱۳۶۲ھ)

۸۔ مولوی رشید احمد گنگوہی (م ۱۳۲۳ھ)

۹۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی (م ۱۳۴۶ھ)

۱۰۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی (م ۱۲۹۷ھ)

۱۱۔ مولوی انور شاہ کشمیری (م ۱۳۵۰ھ)

۱۲۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ)

۱۳۔ مولوی حسین احمد مدنی (م ۱۳۷۷ھ)

۱۴۔ خواجہ حسن نظامی (م ۱۹۵۵ء)

۱۵۔ مرزا غلام احمد قادیانی (م ۱۹۰۸ء)

۱۶۔ مولوی شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء)

۱۷۔ سر سید احمد خاں (م ۱۸۹۸ء)

۱۸۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال (م ۱۹۳۸ء)

۱۹۔ ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء)

حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی اور حضرت سیدنا شاہ وارث علی دیوی شریف...... رحمۃ اللہ علیہم بھی امام احمد رضا خاں کے ہم عصروں میں تھے۔ یہ حضرات البتہ عمر میں آپ سے کافی بڑے تھے۔

امام احمد رضا خاں کی شخصیت

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی شخصیت مختلف جہتوں، سمتوں اور پہلوؤں پر مشتمل ہے اور ہر جہت و سمت اور ہر پہلو خورشید خاوری کی شعاؤں کی مانند ایک دوسرے سے پیوست بھی ہے اور ایکدوسرے سے جدا بھی ہے۔

مولانا بریلوی کی شخصیت کا ہر پہلو، ہر سمت اور ہر جہت بذات خود ایک شخصیت ہے اور ہر ایک کے مختلف جلوے ہیں۔

دیکھنے والوں نے مولانا کو صرف ایک روایتی مولوی کی حیثیت سے دیکھا اور ان کی شخصیت اور مولویت کو دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کی کوشش نہیں کی۔ حالانکہ کسی کو مولوی یعنی حقیقی معنیٰ میں عالم دین تسلیم کر لینا ہی اسکی ہمہ جہتی و ہمہ صفتی اور اسکی عظمت کے اعتراف کے مترادف ہے۔ اسلئے کہ ایک عالم دین ......وارث انبیاء اور نائب سید الانبیا ہوتا ہے۔ یہ وہ عالم ربانی ہوتا ہے جسکے سر پر فضیلت کی دستار اور نیابت رسول ﷺ کا زریں تاج آراستہ ہوتا ہے۔ حضور ختمی مآب ﷺ کی نیابت کس قدر عظیم و جلیل منصب ہے، اور ایسے نائب رسول کی شخصیت کس قدر عظمت و تقدیس کی حامل اور مسلّم شخصیت ہوگی، اس کا اندازہ ہر باشعور انسان کر سکتا ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے اپنے علم و عمل اور اخلاق و کردار سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سچا عالم دین مسجد کی امامت سے لیکر زندگی کے ہر شعبہ میں قوم و ملت کی امامت اور پیشوائی کا حقدار ہوتا ہے۔ وہ دل و نظر کی تطہیر کے ساتھ ساتھ شخصیت کی تعمیر بھی کرتا ہے۔ وہ صرف نجات اخروی ہی کا راستہ نہیں دکھاتا بلکہ دنیوی زندگی کی فلاح و کامرانی کا راستہ بھی دکھاتا ہے اور اس راستہ پر چلاتا بھی ہے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی ایک متبحر عالم دین، ایک عظیم فقیہہ ومفتی اور فقیہ کی تعریف پر وہ صرف علم وفضل کے اعتبار سے نہیں، اخلاق وکردار، تقویٰ و پرہیز گاری، بے غرضی و بے لوثی ایثار وحق گوئی اور مومنانہ فراست۔ ہر اعتبار سے پورے اترتے تھے۔

شخصیاتی پہلو کا اجمالی خاکہ

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی..........فقیہہ ومفتی۔ مترجم۔ محدث ومفسر۔ مناظر و مقرر، نحوی وکلامی، منطقی وفلسفی۔ ماہر ریاضی وسائنس، مورخ وجغرافیہ داں، منجم و جفار وہیت داں، ماہر عمرانیات وسیاسیات اور ماہر معاشیات واقتصادیات......ماہر اخلاقیات ونفسیات وانسانیات، ادیب وشاعر، نقاد وشارح، مصنف ومحقق ومدقق، مدبر ومفکر ومصلح۔ شیخ ومرشد و روحانی پیشوا اور ان سب پر مستزاد یہ کہ اپنی صدی یعنی ۱۴ ویں صدی ہجری کے مجدّد۔ اور ایک غیر تمند عاشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء۔

امام احمد رضا خاں کے علوم و فنون

فاضل بریلوی امام احمد رضا خانصاحب نے جن علوم وفنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعہ سے کی ان کی تعداد پچپن (۵۵) تک پہنچتی ہے۔ یہ تمام تفصیلات فاضل بریلوی نے اس عربی سند اجازت میں دی ہے جو انہوں نے محافظ کتب الحرام شیخ اسمٰعیل خلیل مکی کو عنایت کی۔ اس سند کا مسودہ ٦ رصفر ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰٦ء کو تیار ہوا اور مبیضہ ۸ رصفر ۱۳۰۴ھ/ ۱۹۰٦ء کو۔ اسکا تاریخی نام ہے۔

الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیہ

----------۱۳۲۴----------

فاضل بریلوی نے اسمیں مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کیا ہے۔

۱۔علم قرآن ۲۔علم حدیث ۳۔اصول حدیث ۴۔فقہ حنفی ۵۔کتب فقہ جملہ مذاہب

۶۔اصول فقہ ۷۔جدل مہذب ۸۔علم تفسیر ۹۔علم عقائد والکلام ۱۰۔علم نحو ۱۱۔علم صرف ۱۲۔علم معانی ۱۳۔علم بیان ۱۴۔علم بدیع ۱۵۔علم منطق ۱۶۔علم مناظرہ ۱۷۔علم فلسفہ ۱۸۔علم تکسیر ۱۹۔علم ہیأۃ ۲۰۔علم حساب ۲۱۔علم ہندسہ۔[الاجازۃ الرضویہ از امام احمد رضا]

مندرجہ بالا علوم وفنون امام احمد رضا خاں نے اپنے والد سے حاصل کئے ان علوم کے بعد مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کرتے ہیں:۔

۲۲۔قرآت ۲۳۔تجوید ۲۴۔تصوف ۲۵۔سلوک ۲۶۔اخلاق

۲۷۔اسماء الرجال ۲۸۔سیر ۲۹۔تاریخ ۳۰۔لغت ۳۱۔ادب مع جملہ فنون۔

[رسائل الرضویہ از مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری]

ان دس علوم کے بارے میں مولانا موصوف لکھتے ہیں:۔

"میں نے اساتذہ کرام سے بالکل بھی نہیں پڑھا، پر نقاد علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے"۔[ایضاً]

پھر مندرجہ ذیل علوم وفنون کا ذکر کرتے ہیں

۳۲۔ارثماطیقی ۳۳۔جبر و مقابلہ ۳۴۔حساب سیتنی ۳۵۔لوغارثمات ۳۶۔علم التوقیت ۳۷۔مناظرہ ومرایا ۳۸۔علم الاکر ۳۹۔زیجات ۴۰۔مثلث کروی ۴۱۔مثلث مسطح ۴۲۔ہیأت جدیدہ ۴۳۔مربعات ۴۴۔جفر۔ ۴۵زائرچہ۔[الاجازۃ الرضویہ ص ۳۰۳]

اور آخر میں مندرجہ ذیل علوم وفنون کا ذکر کیا ہے:۔

۴۶۔نظم عربی ۴۷۔نظم فارسی ۴۸۔نظم ہندی۔ ۴۹۔نثر عربی ۵۰۔نثر فارسی ۵۱۔نثر ہندی ۵۲۔خط نسخ ۵۳۔خط نستعلیق ۵۴۔تلاوت مع تجوید ۵۵۔علم الفرائض۔

[الاجازۃ الرضویہ ص ۳۰۷]

حضرت فاضل بریلوی نے الاجازۃ الرضویہ میں علوم وفنون کی تعداد ۵۵ بتائی ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے بعد سترہ سال تک مولانا بریلوی حیات رہے اور اس مدت میں انہوں نے مزید فنون میں دسترس حاصل کی ہوگی لہٰذا اسی بنیاد پر چند جائزہ نگاروں نے ان کے علوم وفنون کی تعداد ستر (۷۰) تک بتائی ہے۔

پروفیسر مجید اللہ قادری شعبۂ ارضیات، کراچی یونیورسٹی (پاکستان) لکھتے ہیں:

"کتابوں میں اکثر غیر مطبوعہ اور جو طبع ہو چکی ہیں ان پر علوم جدیدہ کی روشنی میں نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ راقم الحروف نے علوم جدیدہ کے حوالے سے جو کتب ورسائل اور فقہی مسائل میں جدید علم کے جزئیات مطالعہ کئے ہیں ان سے اسطرح آپ کے علوم وفنون کی تعداد ستر (۷۰) تک جا پہنچتی ہے۔

علم طبیعیات، علم صوتیات، علم نور، علم کیمیا، علم طب، علم الاعداد، علم معاشیات، علم اقتصادیات، علم محارب، علم شماریات، علم ارضیات، علم جغرافیہ، علم سیاسیات، علم بین الاقوامی امور، علم معدنیات، علم حیاتیات، علم اخلاقیات میں بھی آپ مہارت رکھتے تھے۔

(مقالہ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا)

اگر مختلف جائزہ نگاروں کے گنائے ہوئے علوم وفنون کو سمیٹ کر جدید دانش گاہوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھائے جانے والے علوم وفنون اوران کے نصاب کے مطابق کردیں تو ان کی تعداد مندرجہ ذیل بنتی ہے۔

۱. دینیات واسلامیات (Theology & Islameology)
۲. فقہ مع جملہ فنون (Jurisprudence & its branches)
۳. حدیث مع جملہ فنون بشمول علم اسماء الرجال وغیرہ

Hadith(The tradition of the Holy Prophet) and its branches including Encyclopaedia of narrators of Hadith)

۴. تفسیر واصول تفسیر

Excegesis or Commentary of the Quran & principle of the Excegesis

۵. علم مناظرہ(Dialectic)

۶. قرأت وتجوید
۷. فونیات(Phonetics)

۸. عقائد وکلام
۹. مابعدالطبیعیات (Meta Physics)

۱۰. عملیات وروحانیات(Charms, Incantation, Spirituality)

۱۱. تصوف(Mysticism)

۱۲. اخلاقیات وانسانیات(Ethics & Humanities)

۱۳. تاریخ
۱۴. جغرافیہ

۱۵. فلسفہ
۱۶. منطق(Logic)

۱۷. نفسیات(Psychology)

۱۸. معاشیات واقتصادیات(Economics)

۱۹. علم تجارت وبنکاری (Commerce & Banking)

۲۰. عمرانیات(Sociology)

۲۱. سیاسیات(Political Science)

۲۲. عربی زبان وادب
۲۳. فارسی زبان وادب

۲۴. اردو زبان وادب
۲۵. ہندی نظم

۲۶. علم جفر(Numerology cum Literology)

۲۷. علم ہیئت(Astronomy) ۲۸. نجوم(Astrology)

۲۹. زائرچہ(Horoscopism)

۳۰. توقیت(Timings) ۳۱. علم طبیعیات (Physics)

۳۲. علم کیمیا(Chemistry) ۳۳. حیاتیات(Zoology)

۳۴. نباتات(Botany)

۳۵. زراعت وباغبانی(Agriculture & Horticulture)

۳۶. ارضیات

۳۷. ریاضی

(Algebra, Geometry, Trigonometry, Dynamics, Statics, Statstics Set Theory, Topology etc.)

۳۸. طب وحکمت

اگر مندرجہ بالا علوم کے جملہ فنون کو علیحدہ سے شمار کریا جائے تو یہ تعداد اور بڑھ جائیگی۔ یہ وہ علم وفنون ہیں جو موجودہ یونیورسٹیوں میں رائج ہیں جس میں اسلامی علوم سے متعلق بہت سے فنون ہر یونیورسٹی میں رائج نہیں ہیں۔

علم جفر، روحانیات و عملیات، مابعد الطبیعیات، خط نسخ، خط نستعلیق، مغربی یونیورسٹیوں میں روحانیات وعملیات کے نام پر وِچ کرافٹ(Witch Craft)یعنی کالا جادواور تنتر منتر وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔امام احمد رضا نے ہندی زبان میں بھی اشعار کہے

ہیں جنکے نمونے ان کے کلام میں موجود ہیں۔

جن علوم وفنون کا ذکر امام احمد رضا کے تعلق سے کیا گیا وہ آپ کی مختلف تصانیف میں بکھرے پڑے ہیں۔اب اگر علوم وفنون کی وسعت کے لحاظ سے امام احمد رضا کی شخصیت پر غور کریں تو بلا شبہ آپ بذات خود ایک انسائیکلوپیڈیا، ایک دانش کدہ، ایک جامعہ یا یونیورسٹی بلکہ علم وفضل کے ایک جہان نظر آتے ہیں۔

آپ جدید وقدیم علوم وفنون کے جامع اور سنگم تھے۔نہ صرف یہ کہ تاریخ اسلام بلکہ تاریخ عالم میں علوم وفنون کی ایسی جامع شخصیت شاذ ونادر ہی ملے گی اور اگر اس صدی سے قبل کئی صدیوں کا جائزہ لیں تو شاید آپ کی شخصیت منفرد نظر آئیگی۔

تصنیفات و تالیفات

امام احمد رضا کی تصانیف وتوالیف کی تعداد الگ الگ تذکرہ نگاروں نے الگ الگ بتائی ہے۔

(ا) کتاب ''حیات اعلیٰ حضرت'' سن تالیفات ۱۹۳۸ء کے مؤلف مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے چھ سو کی تعداد پیش کی ہے۔

مفتی اعجاز ولی خاں صاحب بریلوی نے یہ تعداد ایک ہزار لکھی ہے۔

[ضمیمہ المعتقد المنتقد مکتبہ الیشق ترکی ص ۲۶۶]

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے امام احمد رضا کے کتب وحواشی کی تعداد ۸۴۴ تحریر کی ہے۔ [حیات مولانا احمد رضا خاں]

''ماہنامہ المیزان'' بمبئی نے امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء نے ۳۵ علوم وفنون پر ۵۴۸ کتب کی

فہرست پیش کی ہے۔

(۵) ڈاکٹر حسن رضا خاں نے اپنے ڈاکٹریت مقالہ ''فقیہ اسلام'' میں امام احمد رضا کے کتب کی تعداد ۶۶۶ لکھی ہے۔

(۶) راقم الحروف کو مولانا عبدالمبین نعمانی کے ذریعہ امام احمد رضا کے کتب کی جو فہرست حاصل ہوئی ہے اس میں آپ کی طبع شدہ کتب کی تعداد ۶۸۳ ہے۔

امام احمد رضا کے بہت سے قلمی نسخے آپ کے خلفاء اور ہند و پاک کے متعدد خانوادوں اور اداروں میں رکھے ہوئے ہیں لیکن ان کی تدوین و اشاعت کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں ہے۔

راقم الحروف جو فہرست پیش کرے گا اس میں سائنسی علوم کو فلسفہ لکھا ہوا ملے گا۔

اجمالی فہرست کتب امام احمد رضا خاں بریلوی

۱-تفسیر ۱۵	۲-اصول تفسیر و علوم قرآن ۱
۳-رسم خط قرآن ۱	۴-حدیث ۳۶
۵-اصول حدیث ۳	۶-اسانید حدیث ۳
۷-تخریج احادیث ۴	۸-جرح و تعدیل ۲
۹-اسماء الرجال ۷	۱۰-لغات حدیث ۱
۱۱-فقہ ۲۵۳	۱۲-اصول فقہ ۷
۱۳-رسم المفتی ۳	۱۴-فرائض ۴
۱۵-تجوید ۴	۱۶-عقائد، کلام، سیر ۱۲۴

۱۷-مناظرہ ۷ ۱۸-فضائل ۲۰

۱۹-سیرت ۴ ۲۰-مناقب ۱۲

۲۱-تاریخ ۳ ۲۲-تصوف ۱۲

۲۳-سلوک ۲ ۲۴-اذکار ۹

۲۵-اخلاق ۳ ۲۶-نصائح، مواعظ ۵

۲۷-ملفوظات ۲ ۲۸-مکتوبات ۲

۲۹-خطبات ۱ ۳۰-ادب ۲۲

۳۱-نحو ۲ ۳۲-صرف ۱

۳۳-لغت ۳ ۳۴-عروض ۱

۳۵-تعبیر ۱ ۳۶-اوفاق ۱

۳۷-تکسیر ۴ ۳۸-جفر ۹

۳۹-توقیت ۱۸ ۴۰-لوگارثم ۲

۴۱-زیجات ۹ ۴۲-ہندسہ ۴

۴۳-حساب ۴ ۴۴-ریاضی ۶

۴۵-ریاضی ۴ ۴۶-ہیأت ۱۶

۴۷-نجوم ۵ ۴۸-جبر و مقالہ ۳

۴۹-ارثماطیقی ۳ ۵۰-منطق ۳

۵۱-فلسفہ ۶ ۵۲-سیمیّٰی ۲

میزان = ۶۸۳

امام احمد رضا کی چند مشہور تصانیف اس طرح ہیں:

۱-فتاویٰ رضویہ: اس کتاب کا پورا نام العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ ہے جو مولانا موصوف کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔اس کی بارہ جلدیں ہیں۔اس فتاویٰ میں دینی اور نقلی علوم کے علاوہ سائنسی،عمرانی،اقتصادیاتی علوم وفنون کے جواہر پارے بکھرے پڑے ہیں۔ فتاویٰ عالم گیری کے بعد حنفی مذہب پر زبان اردو میں فتاویٰ کا ایسا کوئی اور مجموعہ نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری یعنی فتاویٰ ہندیہ ایک بادشاہ (اورنگ زیب) نے ۴۰رعلماء کی ایک ٹیم مقرر کرکے مرتب کرایا تھا اور یہ فتاویٰ رضویہ تنہا ایک فرد کا کارنامہ ہے۔

۲-احکام شریعت
۳-فتاویٰ افریقہ
۴-خالص الاعتقاد
۵-سبحان السبوح
۶-حسام الحرمین
۷-الدولۃ المکیہ
۸-تمہید ایمان
۹-دوام العیش
۱۰-فتاویٰ الحرمین
۱۱-الکلمۃ الملہمہ
۱۲-فوز مبین دررد حرکت زمین
۱۳-الکوکبۃ الشہابیہ
۱۴-العطایا القدیر
۱۵-الاستمداد
۱۶-الامن والعلیٰ
۱۷-جد الممتار علی رد المحتار
۱۸-ختم النبوۃ
۱۹-تدبیر فلاح ونجات واصلاح
۲۰-منیر العین
۲۱-الحجۃ الموتمنہ

۲۲-المعتمد المستند ۲۳-بدر الانوار

۲۴-الفیوضات المکیہ ۲۵-الکفل الفقیہ الفاہم

۲۶-الفضل الموہبی وغیرہ

امام موصوف کے ملفوظات کو بنام "الملفوظ" چار حصوں میں ان کے فرزند اصغر مولانا مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہٗ نے مرتب کیا تھا۔ الملفوظ علوم و معارف کا گنجینہ ہے۔

عروض ولغت اور شعر وادب سے متعلق چند تصانیف

ضائع بدیعہ-عربی، فارسی، ہندی۔ سن تصنیف ۱۳۱۲ھ۔ شرح مقالیہ مذاقیہ-اردو سن تصنیف ۱۳۱۵ھ۔ مشرقستان اقدس اردو مطبوعہ ۱۳۱۵ھ

کشف حقائق اردو اشعار تصوف کی شرح ۱۳۰۸ھ۔ لغت و استعارات اردو سن تصنیف ۱۳۲۵ھ وغیرہم

امام احمد رضا کی کتب جن کا انگریزی ترجمہ ہو چکا ہے

۱-تمہید ایمان-مترجم پروفیسر غیاث الدین قریشی ۲-معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین -ترجمہ بنام **A fair guide about revolving Sun and static erth** مترجم-مسٹر نگار عرفانی پاکستانی ۳-مولانا موصوف کے اردو ترجمۂ قرآن کنز الایمان کا انگریزی ترجمہ: پروفیسر فرید الحق کراچی نے کیا ہے۔ ۴-علم غیب پر مولانا کی مشہور تصنیف "الدولۃ المکیہ" کا ترجمہ ڈاکٹر حنیف اختر فاطمی نے کیا ہے۔

نوٹ:-تمہید ایمان کا سندھی اور پشتو زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ یہ سارے تراجم طبع ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں۔

امام احمد رضا کی فقہی بصیرت

امام احمد رضا خاں بریلوی نے ۱۴ رسال کی عمر سے فتویٰ نویسی کا آغاز کر دیا تھا۔

[الملفوظ مرتبہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں مطبوعہ میرٹھ ص ۱۱]

اس عمر میں آپ نے اپنے وقت کے ایک مشہور اور کہنہ مشق مفتی ارشاد حسین مجددی، رام پوری کے ایک فتوے (جس پر متعدد مفتیان کرام کی تصدیقات موجود تھیں) کے خلاف فتویٰ تحریر کیا، اس پر نواب رامپور کلب علی خاں نے مفتی صاحب سے استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ ان کے فتوے پر مفتیوں نے تصدیقات ان کی شہرت کی بناء پر کی تھیں مگر بریلی کے مولانا نے فتوے کو فتوے کی حیثیت سے دیکھا نہ کہ ان کی شہرت کی وجہ سے آنکھیں بند کر کے صاد کر دیا۔ فتویٰ مولانا امام احمد رضا خاں ہی کا درست ہے۔

نواب رام پور کو یہ سن کر امام احمد رضا سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔ مولانا موصوف رام پور گئے اور نواب صاحب سے ملاقات کی مگر نواب صاحب کے یہاں جو چاندی کی کرسی رکھی تھی اس پر بیٹھنے سے منع کر دیا اور لکڑی کی کرسی پر بیٹھے۔

امام احمد رضا نے نواب صاحب کو چاندی کی کرسی کے استعمال کی ممانعت سے دینی مسئلہ بھی بتایا۔ اسی موقع پر مولانا موصوف کی ملاقات علامہ فضل حق خیر آبادی صاحب کے صاحبزادے علامہ عبدالحق خیر آبادی سے بھی ہوئی۔

[حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری ص ۱۳۲-۱۳۴ و ص ۳۳]

۱- امام احمد رضا نے ۲۸۵ قسم کے پانیوں کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی خصوصیات، تجزئے اور کیمیاوی ردعمل کے ساتھ ان میں سے ۱۶۰ قسم کے پانیوں سے وضو کو جائز اور ۱۲۵ قسم سے وضو کو ناجائز بتایا ہے۔

[باب المیاہ فتاویٰ رضویہ اول از امام احمد رضا خاں]

۲-تیمّم کے سلسلے میں مولانا موصوف نے ۳۲۱ قسم کی مٹیوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی کیمیائی خوبیوں اور خامیوں کو گناتے ہوئے ۱۹۱ قسم کی مٹیوں سے تیمّم کو جائز بتایا ہے جبکہ ان سے پہلے کے فقہاء اور مفتی صاحبان نے یہ تعداد ۸۴ لکھی ہے۔ انہوں نے ۱۳۰ قسم کی مٹیوں سے تیمّم کو ناجائز بتایا ہے جبکہ پہلے کے فقہاء اور مفتیان کرام نے یہ تعداد ۸۵ لکھی ہے۔

[فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۸۴۹]

۳-کاغذ کے نوٹ کے جواز کا فتویٰ امام احمد رضا خاں صاحب ہی کا دیا ہوا ہے۔ مکہ معظّمہ میں ۱۹۰۵ء میں مولانا امیر داد امام مسجد الحرام اور ان کے استاذ مولانا حامد احمد محمود حدادی نے کاغذی نوٹ کے متعلق سوال کیا تھا۔ اس پر امام احمد رضا نے نوٹ کے جواز میں ''کفل الفقهيه الفاهم فى احكام قرطاس الدراهم'' نامی رسالہ تحریر فرمایا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کی فقاہت اور ان کی فتویٰ نویسی کی عظمت کا اعتراف ان کے ہمعصر مفتیان حرمین و دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء و فضلاء کے علاوہ اسکالروں اور ججوں نے بھی کیا ہے چند حضرات کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱-شیخ ابو الفتاح ابو غدہ، ریاض یونیورسٹی

۲-پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد، کراچی یونیورسٹی

۳-ڈاکٹر سر محمد اقبال، شاعر مشرق

۴-مولانا ابو الحسن علی ندوی

۵-پیر محمد کرم شاہ ازہری، جج سپریم کورٹ آف پاکستان

۶-پروفیسر جی، ڈی، قریشی، نیو کارسل یونیورسٹی انگلستان

۷-مولانا ابو الاعلیٰ مودودی

۸-پروفیسر ایس، ٹی، علی نقوی، گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ، سندھ، پاکستان

۹-پروفیسر ڈاکٹر مصطفےٰ خاں، سندھ یونیورسٹی حیدرآباد، پاکستان

۱۰-ڈاکٹر باربراڈی منکاف، برکلے یونیورسٹی، امریکہ

۱۱-ڈاکٹر جے، ایس، بلیان لیڈن یونیورسٹی ہالینڈ

۱۲-جسٹس محمد دین چیف کورٹ بھاولپور۔انہوں نے ایک مقدمہ کے سلسلے میں امام احمد رضا سے فتویٰ لیا تھا۔

۱۳-پروفیسر محی الدین ازہرالوائی اہلحدیث، سابق پروفیسر جامعہ ازہر قاہرہ مصر اور موجودہ پروفیسر مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب۔

۱۴-ڈی، ایف، ملاّ، سفارت خانہ انڈونیشیا

[مکتوب بنام نور محمد قادری اسلام آباد پاکستان ۷/جنوری ۱۹۸۱ء]

حوالہ جات

(۱) سے (۱۱) تک کے لئے ملاحظہ کریں:

(۱) امام احمد رضا خاں ارباب علم و دانش کی نظر میں از یاسین اختر مصباحی ص۱۹۴
(۲) معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء تحریر محررہ یکم اگست ۱۹۶۸ء از ڈاکٹر عابد علی۔
(۳) مقالات یوم رضا ص۱۰۵ (۴) پیغام برائے مجلس رضا محررہ ۹/اکتوبر ۱۹۸۱ء۔
(۵) نزہتہ الخواطر جلد ۸ ص۶۱ (۶) مقالات یوم رضا جلد ۲، ص۲۹ از عبد النبی کوکب
(۷) رسالہ الہاشم ص۱۵ ۱۹۸۳ء (۸) مقالات یوم رضا جلد ۲ ص۶۰ (۹) جہان رضا، لاہور ص۱۸۸ (۱۰) Muslim Religion Leadership in India 1974 A. D-
(۱۱) Berkley University, U.S.A. مجلہ امام احمد رضا کانفرنس ۱۹۸۹ء
(۱۲) معارف رضا کراچی ۱۹۸۷ء (۱۳) رسالہ معارف اعظم گڑھ، ستمبر ۱۹۴۹ء

ص ۴۳،۴۴۔(۱۴) رسالہ الحسنات رامپور، شخصیات نمبر سالنامہ ۱۹۷۹ء ص ۵۴،۵۵۔ ۱۲ کے لئے ،فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ص ۱۹۶: امام احمد رضا ۱۳ کے لئے ،صوت الشرق فروری ۱۹۷۰ء ص ۱۶۔

اخبار پیسہ لاہور اور دیگر جرائد ورسائل نے امام احمد رضا کی فقاہت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔

امام احمد رضا کے فقہ پر ڈاکٹریٹ

امام احمد رضا کے فقہ پر ڈاکٹر حسن رضا خاں صاحب نے پٹنہ یونیورسٹی سے پی،ایچ، ڈی کیا۔ان کا مقالہ "فقیہ اسلام" کے نام سے بھارت اور پاکستان دونوں جگہوں سے شائع ہو چکا ہے۔

امام احمد رضا کے فقہی شاہکار

۱-العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، یہ فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہے۔

۲-جد الممتار علی رد المحتار۔کے علاوہ ان کے دیگر کتب بھی فقہ میں شہرت رکھتے ہیں۔

امام احمد رضا کے فتاوے

امام احمد رضا کے فتاویٰ عربی، فارسی اور اردو زبانوں کے علاوہ انگریزی میں بھی ہیں۔ آپ کی یہ خوبی تھی کہ سائل جس زبان میں سوال کرتا تھا جواب اسی زبان میں دیتے تھے۔ انگریزی میں آئے ہوئے استفتا کا جواب لکھنے کے بعد اسے انگلش ترجمہ کرا کے سائل کو جواب روانہ کرائے ہیں۔

آپ کے منظوم فتاوے بھی ہیں اور خوبی یہ ہے کہ سائل نے جس بحر اور ردیف وقافیہ میں منظوم استفتاء کیا ہے۔آپ نے اس کو منظوم جواب اسی بحر اور ردیف قافیہ میں دیا ہے۔

امام احمد رضا کا محدثانہ مقام

امام احمد رضا ایک عظیم فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جلیل القدر محدث بھی تھے۔ علم حدیث پر ان کے عبور کا مظاہرہ ان کی مندرجہ ذیل کتب سے ہوتا ہے۔

۱-الامن والعلیٰ ۲-الزبدۃ الزکیہ ۳-منیر العین. وغیرہ

مولانا ابوالحسن علی ندوی اور ان کے والد مولوی عبدالحئی فرنگی محلی نے امام احمد رضا کی حدیث دانی کا اعتراف کیا ہے۔ سجدۂ تعظیمی کی حرمت میں مولانا بریلوی نے ''الزبدۃ الزکیۃ'' نامی جو رسالہ رقم کیا ہے اس کے سلسلے میں ندوی صاحب یوں لکھتے ہیں:

''یہ ایک نہایت جامع رسالہ ہے جو اس کے وفور علم اور قوت استدلال کی دلیل ہے۔''

(عربی سے ترجمہ) [نزہۃ الخواطر جلد ۸ص ۴۰]

محدث وصی احمد سورتی پیلی بھیتی اور سید محمد میاں اشرفی جیلانی محدث کچھوچھوی نے امام احمد رضا کی حدیث دانی کا لوہا مانا ہے۔ [خطبہ صدارت ناگپور از محدث کچھوچھوی]

پیر سید مہر علی گولڑوی نے امام احمد رضا بریلوی کو اعلیٰ پائے کا محدث اور با ادب تسلیم کیا ہے۔ [الشاہ احمد رضا ص ۱۰۳ از مفتی غلام سرور لاہوری]

امام احمد رضا اور تفسیر و ترجمہ

امام احمد رضا کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت کی گئی تھی اور تفسیر معتبرہ راجحہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔

امام احمد رضا کا اردو ترجمہ جس کا نام ہے ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' وہ قرآن فہمی کا شاہکار ہے اور زبان اردو میں ایک بلند مقام ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ فصاحت و بلاغت سے پر اور کسی بھی طرح کی شرعی سقم، بے ادبی اور گستاخی سے مبرا ہے۔ یہ ترجمہ مولانا بریلوی

نے ۱۳۳۰ھ میں مکمل کیا تھا۔

معارف اعظم گڑھ فروری ۱۹۶۲ء، ماہنامہ فاران کراچی مارچ ۱۹۷۶ء (مدیر ماہر القادری)، ماہنامہ الحسنات رامپور شخصیات نمبر ۱۹۷۹ء نے مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن کی تعریف کی ہے۔

معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء میں ایک فاضل اہلحدیث سعید بن عزیز یوسف زئی نے مولانا موصوف کے ترجمۂ قرآن پر مقالہ لکھ کر ترجمہ کی خوبیوں کو اجاگر کیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن پر لکھی جانے والی چند کتابیں

یوں تو امام احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن ''کنز الایمان'' کے محاسن پر متعدد صاحبان علم کے مضامین و مقالات شائع ہو چکے ہیں لیکن مندرجہ ذیل کتب و رسائل کی اہمیت زیادہ ہے۔

۱- محاسن کنز الایمان از مولانا شیر محمد اعوان۔ ۲- امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ از مولانا سید محمد مدنی کچھوچھوی۔ ۳- دفاع کنز الایمان از مولانا اختر رضا خاں بریلوی۔

مقالات میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا مقالہ۔

(۱) ''کنز الایمان تفاسیر کی روشنی میں'' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء (۲) خصائص کنز الایمان از مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری، لاہور (۳) منہاج القرآن میں شامل رانا جاوید کا مقالہ تفسیر کے فن پر مولانا امام احمد رضا بریلوی نے اردو، فارسی، اور عربی تینوں زبانوں میں کتب و رسائل لکھے ہیں۔

اردو زبان میں یہ کتابیں عام فہم ہیں۔"الصمصام" اور "النفحة الفائحه"

ترجمۂ قرآن کنزالایمان پر پی،ایچ،ڈی

امام احمد رضا بریلوی کے ترجمۂ قرآن ''کنزالایمان'' پر کراچی یونیورسٹی کے شعبۂ ارضیات کے استاذ، پروفیسر مجید اللہ قادری نے پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی میں مقالہ لکھا ہے۔

امام احمد رضا اور سائنس وریاضی

امام احمد رضا نے جب علم ریاضی کی تحصیل شروع کی تو ان کی ذکاوت فطری دیکھ کر ان کے والد ماجد مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

''تم اپنے علوم دینیہ کی طرف متوجہ ہو، ان علوم کو خود حاصل کرلو گے''۔

[امام احمد رضا خاں: الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمہ ص ٦]

آپ موصوف خود رقم فرماتے ہیں: ''حسب ارشاد سامی بعونہٖ تعالیٰ فقیر نے حساب و جبر و مقالہ ولوگارثم وعلم مربعات وعلم مثلث کروی وعلم ہیئت جدیدہ وقدیمہ و زیجات و ارثماطیقی وغیرہا میں تصنیفات وتحریرات رائقہ لکھیں اور صدہا قواعد وضوابط خود ایجاد کئے تحدثا بنعمۃ اللہ تعالیٰ۔ [حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ١٥٥، از: مولانا ظفر الدین]

اس پس منظر میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جو اپنے وقت کے عظیم ریاضی داں تھے، کے یہ ریمارکس قابل توجہ ہیں:

''ان کو علم لدنی حاصل تھا۔ میرے سوال کا جواب بہت مشکل اور لاحل تھا۔ ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر عرصے سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں۔'' [مولانا ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت جلد اول ص ١٥٥]

اسی تاثر کی وجہ سے ملاقات کے بعد فوراً پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری صدر شعبۂ دینیات سے کہا:

"صحیح معنیٰ میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے"

[مولانا برہان الحق جبلپوری: اکرام احمد رضا خاں مطبوعہ لاہور ۱۹۸۰ء]

دراصل سر ضیاء الدین صاحب ریاضی کے چند لاینحل سوالوں کے حل کے سلسلے میں جرمنی کے سفر کا ارادہ رکھتے تھے۔ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری صاحب، صدر شعبۂ دینیات، ایم، یو، علی گڑھ نے ضیاء الدین صاحب سے امام احمد رضا کے پاس جا کر مسائل کے حل کے لئے اصرار کیا، بڑی ردوقدح کے بعد سر ضیاء الدین صاحب بریلی آئے اور امام احمد رضا نے چند گھنٹوں بلکہ اس سے بھی کم وقفہ میں سوالات حل کر دیئے اس پر ضیاء الدین صاحب بہت متاثر ہوئے اور انہیں ایک عالم دین کے جدید ریاضی کے اس قدر مہارت پر حیرت بھی ہوئی۔

مندرجہ بالا ریمارکس ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے ۱۹۲۹ء میں قیام شملہ کے زمانہ میں مولانا محمد حسین میرٹھی کے سامنے پیش فرمائے جب انہوں نے ان سے امام احمد رضا سے ملاقات کی تفصیل دریافت کی۔

امام احمد رضا سے ضیاء الدین صاحب سے ملاقات اور سوالوں کے حل کا واقعہ مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے اپنی تالیف "حیات اعلیٰ حضرت" جلد اول میں تحریر کیا ہے۔

اسی واقعہ کو ایک امریکی فاضلہ ڈاکٹر باربراڈی مٹکاف اس طرح رقم کرتی ہیں:

"He (Maulana Ahmad Raza Khan) was distinguished from the very beginnig for his skills and initative skills in Mathem atics. He was said to have solved the problems for which sir Ziauddin would have travelled Germany in search of solution"

[Muslim Relegion leadership in India 1974 A.D. Berkley University; U.S.A. Page 35]

یعنی وہ ابتداء سے ہی ریاضی میں اپنی ذہانت وفطانت کیلئے ممتاز تھے۔ان کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سر ضیاء الدین کے ان سوالوں کو حل کر دیا تھا جن کے حل کے لئے وہ جرمنی کا سفر کرنے والے تھے۔

جامعہ ازہر کے سابق استاذ اور مدینہ یونی ورسٹی سعودی عرب کے موجودہ پروفیسر محی الدین ازہر الوائی اس طرح رقم طراز ہیں:

"پرانا مشہور مقولہ ہے کہ شخص واحد میں دو چیزیں تحقیقات علمیہ اور نازک خیالی نہیں پائی جاتیں لیکن امام احمد رضا کی ذات گرامی اس تقلیدی نظریہ کے عکس پر بہترین دلیل ہے۔ آپ عالم و محقق ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین نازک خیال شاعر بھی تھے جس پر آپ کا دیوان "حدائق بخشش" بہترین شاہد ہے۔ اس کے علاوہ فلسفہ، علم فلکیات، ریاضی اور دین وادب میں آپ ہندوستان میں صف اول کے ممتاز علماء اور شعراء میں تھے۔"

[(عربی سے ترجمہ) صوت الشرق (عربی رسالہ) قاہرہ مصر فروری ۱۹۷۰ء ص ۱۶، ۱۷]

پروفیسر ابرار حسین علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان نے امام احمد رضا کی تصنیف "الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ" موضوع علم غیب رسول کے مطالعہ کے بعد ان کی ریاضی دانی کے متعلق اس طرح اظہار خیال کیا ہے:

"اعلیٰ حضرت بہت بلند پایہ کے ریاضی داں تھے۔"الدولۃ المکیہ" پڑھنے سے (جو میری سمجھ سے بہت بلند ہے) اس کی تصدیق ہوئی کہ انہوں نے وہاں کچھ دلائل ریاضی کے نظریات پر مبنی دئے ہیں اور یہ نظریات وہ ہیں جو آج کل ٹاپالوجی (Topology) کے زمرے میں آتے ہیں"

[معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء ص ۶۰۔ابرار حسین: مکتوب بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مکتوبہ ۱۹/ اپریل ۱۹۸۰ء]

ٹاپالوجی (Topology) ہائر الجبرا میں ایک علٰیحدہ مضمون ہے یعنی ایک ریاضی کا نظریہ جو جدید یونیورسٹیوں میں ریاضی کے ایم، اے، اور ایم، ایس، سی، کے طلبہ کو پڑھائی جاتی ہے،

راقم الحروف عبدالنعیم عزیزی نے اس پر اردو اور انگریزی میں ایک مقالہ: امام احمد رضا اور ٹاپالوجی

"Imam Ahmad Raza & Topology"

قلم بند کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔

ایم۔ حسین بہاری نے امام احمد رضا کی ریاضی دانی اور سائنسی علوم پر ایک مقالہ بعنوان ''امام احمد رضا جدید سائنس کی روشنی میں'' قلم بند کیا ہے اور مولانا موصوف کے مندرجہ علوم وفنون پر روشنی ڈالی ہے:

لوگارثم (ریاضی) ، ارضیات، کیمیا، توقیت (Timings) (ماہنامہ المیزان، امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء ص ۲۹۱)

شبیر حسن بستوی، پروفیسر شبیر احمد غوری علی گڑھ، پروفیسر محمد مسعود احمد، پروفیسر ابرار حسین، پروفیسر حاکم علی، پروفیسر مجید اللہ قادری، سید ریاست علی قادری مرحوم کراچی، محمد اعظم سعیدی، شاد گیلانی، خواجہ مظفر حسین اور عبدالنعیم عزیزی وغیرہ نے امام احمد رضا کے ریاضی اور کیمیا، طبعیات، ارضیات، نجوم، ہیئت اور توقیت سے متعلق علوم وفنون پر مقالات لکھ کر شائع کرائے ہیں۔

(المیزان بمبئی۔ امام احمد رضا نمبر، معارف رضا کراچی ۱۴۰۱ھ ۱۴۰۳ھ ۱۴۰۴ھ ۱۹۸۴ء ۱۹۸۶ء؛ ماہنامہ سنی دنیا بریلی، فوز مبین نمبر ۱۹۸۳ء مقدمہ بر کتاب فوز مبین در رد حرکت زمین از امام احمد رضا)

امام احمد رضا نے مشہور منجم وسائنس داں البرٹ، ایف، پورٹا کی پیشین گوئی جو بانکی

پور پٹنہ کے انگریزی اخبار ''ایکسپریس'' ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی۔ یعنی
''۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو آفتاب کے مقابل بعض سیاروں کے اجتماع کے سبب قیامت صغریٰ برپا ہوگی اور دنیا کے بعض علاقے نیست و نابود ہو جائیں گے'' کے رد میں ایک محققانہ رسالہ لکھا جس کا تاریخی نام رکھا ''معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین'' (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) ایف پورٹا کی پیشن گوئی غلط ثابت ہوئی اور مولانا موصوف کی بات درست نکلی۔

رسالہ کا انگریزی ترجمہ بنام

"A fair guide about Revolving sun & static earth"

شائع ہو چکا ہے۔ مترجم ہیں مسٹر نگار عرفانی۔

امام احمد رضا نے اپنی کتابوں:

۱۔ الکلمۃ الملہمہ ۲۔ فوز مبین در رد حرکت زمین۔ میں قدیم و جدید فلاسفہ اور سائنس دانوں کے نظریہ گردش زمین کا مدلل و مفصل رد لکھا ہے۔ گیلے لیو، نیوٹن، طوسی، ملا محمد جونپوری، شمس الدین مبارک، بوعلی سینا اور البرٹ آئن سٹائن وغیرہ کا تعاقب کیا ہے۔

ریاضی، نجوم، ہیئت، جفر، کیمیا، طبیعیات اور ارضیات سے متعلق

امام احمد رضا کی چند مشہور تصانیف

ان فنون پر امام احمد رضا کی بیشتر تصانیف عربی و فارسی میں ہیں۔ چند کتب جو اردو میں ہیں ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:

۱۔ الجفر الجامع ۲۔ مربعات ۳۔ مقالہ مفردہ ۴۔ زیج الاوقات ۵۔ مصرح المطالع للتقویم والطالع ۶۔ سیتن ولوگارثم ۷۔ سر الاوقات ۸۔ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۹۔ الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمۃ ۱۰۔ ترجمہ قواعد نائیکل المنک ۱۱۔ فوز مبین در رد

حرکت زمین۔۔۔ یہ کتاب امام موصوف نے ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں لکھی تھی۔ اس کے کچھ حصے قلمی نسخے سے مختلف رسائل میں چھپ چکے تھے لیکن مکمل طور سے یہ کتاب طبع ہو کر منظر عام پر نہیں آسکی تھی۔ ۱۹۸۸ء میں اسے راقم الحروف عبدالنعیم عزیزی نے قلمی نسخے سے نقل کر کے نوٹ، حواشی وغیرہ لگا کر اور فرہنگ تیار کرا کے شائع کیا۔ اس طرح یہ کتاب ستّر سال بعد مکمل حالت میں منظر عام پر آئی۔

نوٹ: جفر اور توقیت وغیرہ کو بھی سائنسی علوم میں شامل کر لیا گیا ہے۔

امام احمد رضا۔ معاشیات اور عمرانی علوم

امام احمد رضا مدبر و مصلح بھی تھے۔ انہوں نے مسلم معاشرہ سے جہالت اور بدعات و منکرات ختم کر کے اسے پاکیزگی عطا کرنے نیز مسلمانوں کو فضول خرچی، لہولعب وغیرہ چھوڑ کر جائز کمائی کرنے اور بچت اسکیم پر عمل کرنے کی بڑی تلقین کی ہے۔ انہوں نے اپنے فتوے کے ذریعے غیر اسلامی رسم و رواج ترک کرنے کی بار بار ہدایت کی ہے۔

امام موصوف کا ایک رسالہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" مسلمانوں کی زبوں حالی اور معاشی بدحالی دور کرنے کے سلسلے میں ایک اہم تصنیف ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے مسلمانوں کے سامنے چار اہم نکات پیش کئے ہیں:

۱۔ ان امور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے، مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں تا کہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہو سکیں۔

۲۔ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، اور حیدرآباد دکن کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لئے بینک کھولیں۔

۳۔ مسلمان اپنے قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

۴-علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

امام موصوف کے اس رسالہ پر پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی کوئنز یونیورسٹی کینبرا نے جو تبصرہ کیا ہے ار جو جائزہ لیا ہے وہ بہت ہی اہم ہے۔رفیع اللہ صدیقی کے مقالہ کا نام ہے ''فاضل بریلوی کے معاشی نکات۔جدید معاشیات کے آئینے میں''

یہ رسالہ ۱۹۷۸ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔پروفیسر صاحب نے اس مقالہ میں یہ بھی دکھایا ہے کہ امام موصوف نے اپنے رسالہ میں پہلا نکتہ پس اندازی (بچت اسکیم) کا پیش کیا ہے اور یہ مساوات (Equation) قائم کیا ہے۔

بچت=سرمایہ داری۔

یہی مساوات اور مشہور زمانہ نظریۂ روزگار و آمدنی انگریز ماہر اقتصادیات جے۔ایم،کینز (J.M. Keynes) نے ۱۹۳۶ء میں پیش کیا اور اسے اس پر تاج برطانیہ نے لارڈ کے خطاب سے نوازا۔

امام موصوف نے اصلاح معاشرہ وعمرانی علوم اور اقتصادی ومعاشی اصلاح سے متعلق جو کتب تصنیف کی ہیں ان میں سے چند قابل ذکر کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱-مقال عرفاء ۔۲-لمعۃ الضحیٰ ۔۳-الزبدۃ الزکیہ۔ ۴-رسالہ تعزیہ داری۔۵-بدر الانوار۔۶-خیر الآمال......وغیرہ

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ''فتاویٰ رضویہ'' ''فتاویٰ افریقہ'' اور ''احکام شریعت'' وغیرہ میں بھی اس طرح کے اصلاحات اور فاضل بریلوی کی مصلحانہ کاوشوں کو دیکھا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا کی سیاسی بصیرت

امام احمد رضا نہ سیاسی مولوی تھے اور نہ ہی انہوں نے عملی طور سے کسی بھی سیاست میں حصہ لیا لیکن ان کی سیاسی بصیرت قابل داد ہے۔

فاضل بریلوی کو انگریزی حکومت سے نفرت تھی۔انہوں نے حکومت برطانیہ سے دیگر مولویوں کی طرح ربط ضبط رکھا نہ ہی کوئی خطاب لینا گوارا کیا۔ان کا عہد تھا کہ وہ کبھی انگریزوں کی کچہری میں نہیں جائیں گے۔وہ لفافے پر ملکہ وکٹوریہ یا دیگر انگریزوں کے تصاویر والے ڈاک ٹکٹ الٹا کر کے لگاتے تھے۔

سید الطاف علی بریلوی تحریر کرتے ہیں:

"سیاسی نظریے کے اعتبار سے سے مولانا احمد رضا خاں حریت پسند تھے۔انگریز اور انگریزی حکومت سے دلی نفرت تھی۔شمس العلماء قسم کے خطاب وغیرہ کو حاصل کرنے کا ان کو یا ان کے صاحبزادگان کو کبھی تصور نہ ہوا۔والیان ریاست اور حکام وقت سے بھی قطعاً راہ و رسم نہ تھی۔" [روزنامہ جنگ، کراچی، شمارہ ۲۵/جنوری ۱۹۷۹ء ص ۶ کالم ۵،۶]

روزنامہ جنگ کراچی کے حوالے سے یہ بھی ملاحظہ ہو:

"(۱)امام احمد رضا کی بات قائم رہی یعنی وہ ایک مرتبہ بھی کورٹ میں حاضر نہ ہوئے۔"

(۲)حضرت مولانا ڈاک ٹکٹ لفافے پر ہمیشہ الٹا لگاتے تھے یعنی ملکہ وکٹوریہ، ایڈورڈ ہفتم اور جارج پنجم کے سر نیچے ہوتے تھے۔"

[روزنامہ جنگ، کراچی، شمارہ ۲۵/جنوری ۱۹۷۹ء ص ۶ کالم ۵،۶]

انگریز اور انگریزیت سے تنفر اور بیزاری کے سلسلے میں ان کے مندرجہ ذیل رسائل خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

(۱)اعلام الا علام بان ہندوستان دارالاسلام مصنفہ ۱۳۰۶ھ م ۱۸۸۸ء مطبوعہ بریلی ۱۹۲۷ء (۲)الصمصام علی مشکک فی آیۃ علوم الارحام سن تصنیف ۱۸۹۷ء مطبوعہ لاہور۔(۳)المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ

امام احمد رضا کی نظر سیاست پر بڑی گہری تھی۔ انکا دور بڑے ہی سیاسی اتھل پتھل کا دور تھا۔ انہوں نے جو بھی سیاسی نظریہ پیش کیا، ملت کی فلاح و بہبود کی خاطر پیش کیا۔

امام احمد رضا نے تحریک خلافت، تحریک ترک موالات وغیرہ کی مخالفت کی، سرسید، عبدالباری فرنگی محلی، ابوالکلام آزاد وغیرہ کے سیاسی نظریات کا انہوں نے رد بھی کیا ہے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو ان کے غلط اور غیر اسلامی نظریات سے روکنے کے لئے، امام احمد رضا نے عبدالباری صاحب کے سولہ خطوط کے جواب میں ۲۲ خطوط لکھے۔ یہ جملہ مراسلات امام احمد رضا کے فرزند اصغر مفتی مصطفیٰ رضا خاں صاحب نے حسنی پریس بریلی سے ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء میں بعنوان ''الطاری الداری لھفوات عبد الباری'' تین حصوں میں شائع کئے، امام موصوف نے اپنی اس تالیف کا ذکر اپنی ایک رباعی میں اس طرح کیا ہے۔

زہ علم و فن جناب عبد الباری　　خوش سکہ زن جناب عبد الباری

یک کودک من طاری داری بنوشت　　دنداں شکن جناب عبد الباری

[الطاری الداری لھفوات عبدالباری حصہ سوم ص ۸۱]

مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور امام احمد رضا کے سیاسی نظریات پر (مولانا بریلوی کے مکتوبات بنام مولانا عبدالباری کی روشنی میں) پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہے۔

مکتوبات امام احمد رضا خاں بریلوی
مع تنقیدات و تعاقبات

سال طباعت: ۱۹۸۸ء ناشر: مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور۔

زیر نظر کتاب میں دونوں مقتدر علماء کے نظریات کا موازنہ کرتے ہوئے فاضل مصنف نے یہ بھی دکھایا ہے کہ مولانا بریلوی نے کس طرح مولانا فرنگی محلی کا تعاقب کیا ہے۔ کسی سیاسی مسئلے کے سلسلہ میں گاندھی جی امام احمد رضا خاں بریلوی سے ملاقات کرنا چاہتے تھے مگر انہوں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔

پروفیسر ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ لکھتے ہیں:

"ایک صاحب ایک دن بہت خوش خوش آئے اور گاندھی جی کا پیغام حضرت (امام احمد رضا خاں صاحب) کے پاس لائے کہ وہ بریلی آکر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے بہت مختصر جواب دیا۔ فرمایا گاندھی جی کسی دینی مسئلہ کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے اور دنیاوی معاملہ میں میں کیا حصہ لوں گا جب کہ میں نے اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے اور دنیوی معاملات سے کبھی غرض نہیں رکھی۔"

[المیزان بمبئی، امام احمد رضا نمبر ص ۳۳۵]

امام احمد رضا بریلوی کی سیاسی بصیرت پر سید الطاف علی بریلوی، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر مطلوب حسین، ڈاکٹر عبدالرشید، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مولانا سید الزماں ندوی، پروفیسر محمد ایوب قادری، کوثر نیازی اور مولانا سید محمد ہاشمی کچھوچھوی وغیرہ مقالات لکھ چکے ہیں۔

[روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۷۹ء معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء Ulema in Politics معارف رضا 1972 (Page 27) by Ishtiyaque Husain Qureshi.

کراچی ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء، رہبر ورہنما، اجالا۔ از ڈاکٹر مسعود احمد، المیز ان بمبئی۔ امام احمد رضا خاں نمبر، ایک ہمہ جہت شخصیت از کوثر نیازی مطبوعہ ادارہ معارف رضا نعمانیہ لاہور ۱۹۹۰ء، فاضل بریلوی اور ترک موالات از ڈاکٹر مسعود احمد مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور۔]

''دوام العیش فی الائمۃ من قریش'' امام احمد رضا خاں بریلوی کی ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے جس میں انہوں نے خلافت اسلامیہ کی شرائط بیان کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ خلیفۂ اسلام قریشی ہی ہوسکتا ہے۔

اس کتاب میں فاضل بریلوی نے محققانہ انداز میں بحث کی ہے اور خلافت اسلامیہ کے سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد کے نظریات کا علمی و تحقیقی رد کیا ہے اور ان کا تعاقب فرمایا ہے۔

امام احمد رضا خاں اور اردو نثر نگاری

امام احمد رضا نے مختلف علوم پر کتابیں لکھی ہیں۔ ان کا اسلوب ہر علم میں علم وفن کے مطابق فطری اسلوب ہے۔ انہوں نے با قاعدہ نثر اردو کے تعلق سے کوئی کتاب تو نہیں لکھی ہے لیکن جائزہ کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان کے یہاں انشاء پردازی، طنز ومزاح وغیرہ کے اچھے نمونے ملتے ہیں اور ان کی نثر میں بڑی سلاست اور روانی بھی ہے۔ ان کے یہاں دقیق رنگین، مقفع و مسجع اردو کے نمونے بھی ملتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی کی نثری خدمات کو نظر انداز کئے جانے پر پروفیسر وسیم بریلوی، صدر شعبۂ اردو بریلی کالج، بریلی نے تاسف کا اظہار کیا ہے۔ پروفیسر صاحب رقم طراز ہیں:

''عہد سرسید اردو نثر کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لئے کہ اس عہد میں اردو نثر کو داستانوں کی رومان انگیز فضاؤں سے نکال کر زمینی مسائل سے جوڑا گیا۔ خاص طور پر اردو نثر کو عقلیت کا آئینہ دار بنانے کی کوشش رہی۔ سرسید کا تہذیب الاخلاق خود اسی مشن کا بڑا

محرک تھا مگر حیرت کا مقام یہ ہے کہ جس عہد میں سرسید، حالی، شبلی، محمد حسین، آزاد اور نذیر احمد اپنی عہد آفریں کوششوں سے اردو نثر کو انگریزی ادب کے اثرات کے تحت زیادہ سے زیادہ مطابق مشکور زمانہ بنانے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے، اسی عہد میں حضرت امام احمد رضا خاں صاحب دینی، روحانی فیوض و برکات کی خوشبو پھیلانے کے ساتھ ساتھ اردو نثر کو عہد قدیم کے معتبر علوم کی طرح علوم جدیدہ سے بھی جوڑ رہے تھے اور علم ریاضی سے لیکر علم مابعد الطبیعیات، اجرام فلکی، نجوم اور سائنس کی انمول جہتوں کا ترجمان بنا رہے تھے، اس پر کسی کی نظر کیوں نہیں گئی اور اردو نثر کی تاریخ ان کے نام پر اتنی خاموش کیوں نظر آتی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ نظریاتی طور پر ان سے اختلاف رکھنے والوں نے ان کی ادبی و لسانی کوششوں کو محض اس لئے فراموش کیا کہ ان کی عبقری شخصیت سے خائف رہے ہوں"۔

[قلمی تحریر مخزونہ راقم الحروف عبدالنعیم عزیزی]

رام بابو سکینہ نے تاریخ ادب اردو ص ۶۹ پر حصۂ نثر میں امام احمد رضا کے بارے میں صرف اتنا لکھا ہے کہ:- "مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے بھی بعض رسائل بہت پر جوش لہجے میں لکھے گئے تھے، اسی وقت نکلے اور ندوہ کے مقابلہ پر ایک جنگ جو جماعت جدوہ قائم کی گئی"۔

"امام احمد رضا خاں بریلوی کی نثر نگاری کے چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

(۱) محمل لیلیٰ کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل خرد خردہ میں دنگ ہے۔ نیا سماں ہے، نیا رنگ ہے، قرب میں بعد، بعد میں قرب، وصل میں ہجر، ہجر میں وصل! گوہر شناور دریا مگر صدف نے پردہ ڈال رکھا ہے کہ نم سے آشنا نہیں۔" (رسالہ اعتقاد الاحباب)

(۲) "اور محبوب بھی کیسا جان ایمان و کان احسان، جس کے جمال جہاں آرا کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامہ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا۔ کیسا محبوب جسے اس کے مالک نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ کیسا محبوب جس نے اپنے

تن پر ایک عالم کا بار اٹھالیا، کیسا محبوب جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو لعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے شب و روز گریاں وملول! (رسالہ۔تاریخ النور)

طنزیہ تحریریں

(۳) ''وعظ کا پیشہ کہ آج کل نہ کم علم بلکہ نرے جاہلوں نے کچھ الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر حافظہ کی قوت، دماغ کی طاقت، زبانی طلاقت کو شکار مردم کا جال بنایا ہے۔ عقائد سے غافل، مسائل سے جاہل اور وعظ گوئی کے لئے آندھی! ہر جامع، ہر مجمع، ہر میلہ میں غلط حدیثیں، جھوٹی روایتیں، الٹے مسئلے بیان کرنے کو کھڑے ہو جائیں گے اور طرح طرح کے حیلوں سے جو مل سکا کمائیں گے۔ (کتاب۔احسن الوعا)

(۴) ''اب بہار عشرہ کے پھول کھلے۔ تاشے باجے بجتے چلے۔ طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ کہ گویا ساختہ تصویریں بعینہٖ حضرات شہدا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں۔ کچھ نوچ اتار باقی توڑ تاڑ دفن کردئے۔ یہ ہر سال اضاعت مال کے جرم و وبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ! صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے۔ آمین! اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وحرام ہے'' (اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند)

(۵) ''اللہ، اللہ۔ یہ قوم!۔ یہ قوم! سراسر لوم، یہ لوگ جنہیں عقل سے لاگ، جنہیں جنوں کا روگ، یہ اس قابل ہوئے کہ خدا پر اعتراض کریں اور مسلمان ان کی لغویات پر کان دھریں۔'' (الصمصام)

امام احمد رضا خاں اور فن تاریخ گوئی

تاریخ گوئی ایک بہت ہی مشکل فن ہے۔اس فن کا ریاضی سے بڑا گہرا ربط ہے۔ شعراء وادباء کے یہاں یہ فن خصوصی اہتمام کیساتھ پایا جاتا ہے۔اس فن کا تعلق صرف کسی ایک زبان سے نہیں بلکہ اردو، فارسی، عربی، ہندی، اور سنسکرت سے بھی ہے۔انگریزی ادب میں بھی تاریخ گوئی کا ثبوت ملتا ہے۔انگریزی میں اسے **Chronogram** کہتے ہیں۔

پروفیسر کلیم الدین احمد نے فرہنگ ادبی اصطلاحات میں اس کی بابت لکھا ہے۔وہ کہتے ہیں:

”کتبے میں بعض حروف نمایاں ہوتے ہیں جو رومن اعداد بھی ہوتے ہیں اور ان حروف کے اعداد مل کر تاریخ بناتے ہیں۔“

[فرہنگ ادبی اصطلاحات (Dictionary of Literary terms English-Urdu) ص۔۴۰]

جن لوگوں کو فن تاریخ گوئی میں درک حاصل تھا ان کے بارے میں کتب تواریخ کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف اسی فن کے آدمی تھے۔شبانہ روز اپنی صلاحیتیں صرف اسی فن میں صرف کرتے تھے جس کے سبب انہیں اس فن کا سرخیل تسلیم کیا گیا۔فن تاریخ گوئی میں کمال حاصل کرنے والوں میں صاحب میزان التاریخ مرزا اوج لکھنوی، صاحب افادہ تاریخ جلال لکھنوی، منشی انوار حسین اور غرائب الجمل کے مصنف عزیز جنگ ولا کے اسماء خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

آئینہ بلاغت (ص ۴۳،۴۴) میں مرزا محمد عسکری نے ”اقسام ومتعلقات نظم ونثر“ کے تحت تاریخ کی تعریف بیان کی ہے اور اس کے سات اقسام کا ذکر کیا ہے اور مومن وناسخ کے اردو اور فارسی شعروں اور مصرعوں کی مثالیں بھی دی ہیں۔

درس بلاغت (ص ۱۵۳،۱۵۴) میں شمس الرحمن فاروقی نے بھی تاریخ کی تعریف اور قاعدۂ ابجد (قاعدۂ جمل) اور زبر وبینہ کے قاعدہ کا ذکر کیا ہے۔

فن تاریخ گوئی سے اردو شعراء کو بھی دلچسپی رہی ہے۔ ناسخؔ، مومنؔ، انشاءؔ اور ذوقؔ وغیرہ اس فن میں ماہر سمجھے جاتے تھے۔ ناسخؔ کے دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمہ وقت اسی فن میں غلطاں و پیچاں رہتے تھے۔

صاحب سبحۃ المرجان نے اس فن کی تعریف اس طرح کی ہے:

''تاریخ ایسے فن کا نام ہے جس سے متکلم سال ہجری کسی حادثہ کے وقوع کا فن جمل کے قاعدے سے بیان کرے۔ یہ فن ادیبوں کی نظر میں ایک دستاویز اور ظریفوں کی نگاہ میں ایک بازیچہ ہے۔ عرب مؤلفین کے یہاں اس فن کی طرف سے بے اعتنائی پائی جاتی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ اس کا شمار فن بدیع میں نہیں ہوا اور فن بدیع کے ماہرین میں کسی نے اس فن کو ہاتھ نہیں لگایا حالانکہ یہ صنعت ذکر کرنے کے قابل تھی۔ اس کے برخلاف فارس کے ادیبوں نے اس فن کی طرف بھرپور توجہ کی ہے اور اس کا مکمل حق ادا کر دکھایا ہے۔''

[سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، از: میر غلام علی آزاد، ص۲۱۱]

امام احمد رضا خاں صرف شاعر یا تاریخ گو ہی نہیں تھے بلکہ ان کی عظیم شخصیت فضائل وکمالات کا مخزن تھی۔ وہ بیک وقت علوم نقلی و عقلی کے ایک عظیم ماہر اور ایک متجر عالم تھے اور اس نادر فن میں بھی وہ اپنی مثال آپ نظر آتے ہیں۔ امام احمد رضا خاں صاحب نے کئی کئی صنعتوں میں تاریخیں نکالی ہیں۔ موقع و محل کی مناسبت بغیر کاغذ و قلم کا سہارا لئے برجستہ تاریخی مادے نکالدیئے ہیں۔ ان کے اکثر کتب ورسائل کے نام تاریخی ہیں۔ ان کی کتابوں کے تاریخی نام میں یہ بھی خوبی ہے کہ کتاب کی تصنیف کا مقصد بھی سامنے آجاتا ہے اور تاریخ تصنیف بھی نکل آتی ہے۔

کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ انہوں نے ایک ہی موقع سے دو چار نہیں بلکہ دس دس تاریخی مادّے نکالے ہیں۔ کئی شعرا کے دواوین کی تاریخیں انہوں نے نکالی ہیں۔ لوگ نو

مولود بچوں کے تاریخی نام نکالنے کی ان سے اکثر فرمائش کیا کرتے تھے۔

۱- ڈاکٹر مختار الدین آرزو سابق صدر شعبۂ عربی، مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی ولادت پر ان کے والد ماجد مولانا ظفر الدین صاحب (مرید و خلیفہ امام احمد رضا خاں صاحب) نے بذریعہ خط امام احمد رضا خاں صاحب سے ان کا تاریخی نام رکھوایا۔ مولانا بریلوی نے فی البدیہہ مختار الدین (۱۳۳۶ھ) نام رکھدیا۔ [حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۱۴۲]

مولانا ظفر الدین بہاری نے لکھا ہے کہ چودہ سال کی عمر سے امام احمد رضا نے اس فن کا کمال دکھانا شروع کر دیا تھا۔ [حیات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص ۱۴۱]

لیکن قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رضا خاں نے بارہ سال کی عمر سے ہی اس فن کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ اپنے والد گرامی مولانا محمد نقی علی خاں علیہ الرحمہ کی کتاب "سرور القلوب فی ذکر المحبوب" کا قطعہ تاریخی انہوں نے بارہ سال کی عمر میں لکھا۔

امام احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں:

(۲)

میرے والد نے جب کیا تصنیف — یہ رسالہ بوصف شاہ ہدیٰ
جس کا ہر صفحہ تختۂ فردوس — ہر ورق سدرہ و طوبیٰ
گیسوئے حور ہے سواد حروف — مردم چشم حور ہر نقطہ
یاقلم اس کا ابر نیساں ہے — ہر ورق اس کا علم کا دریا
ہر سطر رشک موج صافی ہے — دائروں کو صدف لکھوں تو بجا
نقطے جن کے ہیں گوہر شہوار — قیمت ان کی جنت الماویٰ
سال تالیف میں رضاؔ نے کہا — وصف خلق رسول امی کیا

۱۲۸۴ھ

[حدائق بخشش حصہ سوم، از: امام احمد رضا خاں مرتبہ مولوی محبوب علی خاں ص ۹۵]

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قطعہ تاریخ مولانا بریلوی نے بعمر ۲۱ سال (۱۲۹۳ھ) کتاب ہذیٰ کی طباعت کے موقع پر رقم کیا تھا۔

اس کتاب کی طباعت پر مندرجہ ذیل قطعہ لکھا:

شد چوں طبع ایں کتاب عجیب بود در فکر سال طبع رضا
ناگہانی داد ہاتفش آواز ذکر ہاوی چہ مر ہم جانہا

[حدائق بخشش حصہ سوم، از: امام احمد رضا خاں مرتبہ مولوی محبوب علی خاں ص ۹۵]

(۳) مولانا بریلوی نے صنعت تضاعف جیسی مشکل ترین صنعت میں اپنے برادر اوسط مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی کی کتاب۔

"نگارستان لطافت" (سن تصنیف ۱۳۰۲ھ) پر قطعۂ تاریخ لکھا ہے۔ اس میں مادۂ تاریخ کو دو چند کرنے سے سن مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔ اس صنعت میں اب تک ضیاء احمد حیدر آبادی کی ایک تاریخ کی مثال نظر آتی ہے۔ انہوں نے ایک شادی کی تاریخ لفظ نور علیٰ نور کو دوگنا کر کے ۱۲۴۴ھ نکالی ہے۔ [غرائب الجمل ص ۱۹۳]

مولانا بریلوی نے ایک لفظ کو تین گنا کر کے اس صنعت میں مادہ تاریخ نکالا ہے۔

چو لامع شد کہ در او تجلی مہ طیبہ علیہ اللہ صلی
دہانش مشرق وحی مبیں شد بر آمد مہر از ماہ مجلی
ہجوم آوردہ اندر جلوہ گاہش نجوم آل و اصحاب معلی
چوں ایں مہر و ماہ و انجم بہم شد رضا گوید سہ بالا شد تجلی ۱۳۰۲ھ

[حدائق بخشش حصہ سوم ص ۹۵، ۹۶]

۴- امام احمد رضا بریلوی نے اپنے مرشد سید آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کے سن وصال پر بھی کئی تاریخیں استخراج کی ہیں۔ سن وصال ۱۲۹۶ھ ہے۔

(الف) تواریخ الاولیاء، (۱۲۹۶ھ)، رضی اللہ عنہ والمحبوب (۱۲۹۶ھ)

[حدائق بخشش حصہ سوم ص ۹۷]

(ب) صنعت توشیخ میں بھی انہوں نے اپنے مرشد کی تاریخ اس طرح نکالی ہے۔ دوسرے ماہرین کے یہاں اس کی مثال نہیں ملتی ہے۔

خذالتا ریخ فی التو شیح نظما — یلوا ح کا نہ البدر المتیر

وخذ من کل قطر مثل سطر — تکن مستا و لیس لہٗ نظیر

ولی طاھر برٌ امام (۱۲۹۶ھ) — وصول طیب بدر المنیر (۱۲۹۶ھ)

وحید طالع بحرامان (۱۲۹۶ھ) — ودود طائب بدل اجیر (۱۲۹۶ھ)

[حدائق بخشش حصہ سوم ص ۹۸]

(ج) امام احمد رضا نے اپنے مرشد سیدنا آل رسول قدس سرہ کی تاریخ وفات مربع کی سولہ چالوں سے نکالی ہے اور اس طرح اس مربع کی سیدھی آڑھی ترچھی جتنی چالیں ہوتی ہیں سب سے سن وفات نکلتا ہے۔

۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ	۱۲۹۶ھ
طارم محل ۳۲۸	واصل برب ۳۳۱	اصفی عمل ۳۲۱	اجود قرب ۳۱۶
بحر سمی ۳۲۰	اشبہ بجد ۳۱۷	آل رسول ۳۲۷	انقی صفا ۳۳۲
فرد اجل ۳۱۸	اصفی السنا ۳۲۳	آں روح دیں ۳۲۹	جان عرب ۳۲۶

کنف صفی	شاہ ہدیٰ	نور نجی	افق العلی
۳۳۰	۳۲۵	۳۱۹	۳۲۲

۱۲۹۶ھ ۱۲۹۶ھ ۱۲۹۶ھ ۱۲۹۶ھ

۵-امام احمد رضا بریلوی نے اپنی پیدائش اور وفات کی تاریخیں قرآنی آیات سے استخراج کی ہیں۔

(الف) **تاریخ ولادت:** اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و اید ھم بروح منہ (۱۲۷۲ھ)

(ب) **تاریخ وفات:** ویطاف علیھم بانیۃ من فضۃ و اکواب (۱۳۴۰ھ)

۶-امام احمد رضا خاں بریلوی کی چند کتابوں کے تاریخی نام:

(الف) حدائق بخشش (امام کا نعتیہ دیوان) اسے ۱۳۲۵ھ میں امام موصوف نے مرتب کیا۔ بحساب ابجد تعداد حروف ۱۳۲۵ھ بنتے ہیں۔

(ب) الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ)

(ج) امام احمد رضا خاں صاحب نے اپنے اردو ترجمہ قرآن کا نام بھی تاریخی رکھا ہے۔ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' (۱۳۳۰ھ)

(د) حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ)

(ہ) کفل الفقیہہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم، (۱۳۲۴ھ)

(و) معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین۔ (۱۳۳۸ھ) وغیرہ

۷-امام موصوف نے اپنے برادر اوسط حسنؔ بریلوی کے نعتیہ دیوان۔۔''ذوق نعت'' (۱۳۲۶ھ) کا تاریخی قطعہ بھی لکھا ہے۔ تعداد اشعار نو ہیں۔ آخری چار شعروں سے سن

تالیف مستخرج ہے یعنی ۱۳۲۶ھ

آخری شعر اس طرح ہے۔

نیک حجاب محسن فضل عفوو بنی ۱۳۲۶ھ ☆ فضل عفوو بنی جبل دی وجبل من ۱۳۲۶ھ

امام احمد رضا خاں کو فن تاریخ گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ یہاں پر صرف چند نمونے پیش کئے گئے ہیں وہ بھی اس لئے کہ اس فن کا تعلق شعر و ادب سے بھی ہے۔

امام احمد رضا خاں اور دیگر علوم و فنون

امام احمد رضا خاں صاحب نے عقائد و کلام، تاریخ و سیر، فلسفہ و منطق، تصوف و اخلاقیات اور دوسرے علوم وفنون پر بھی کافی تعداد میں کتابیں لکھی ہیں۔ مختصر جائزہ پیش ہے۔

عقائد و کلام پر چند تصانیف

۱-مقامع الحدید۔۲-تجلی الیقین۔۳-الکوکبۃ الشہابیہ۔۴-السؤ والعقاب۔۵-تمہید ایمان۔۶-العقائد والکلام۔وغیرہم

فلسفہ و منطق پر چند تصانیف

۱-حاشیہ اصول طبعی۔۲-حاشیہ ملاجلال میرزاہد۔۳-حاشیہ شمس بازغہ۔وغیرہم

تاریخ و سیر پر چند کتب

۱-جمع القرآن۔۲-سلام وسیر۔۳-نفی الفئی۔۴-سلطنت مصطفیٰ۔وغیرہم

تصوف و اخلاقیات پر چند کتب

۱-نقاء السلافہ۔۲-العروس المعطار۔۳-شرح الحقوق۔۴-اعز الاکتناہ۔وغیرہا

امام احمد رضا خاں بریلوی کی زیادہ تر تصنیفات و تالیفات اردو زبان ہی میں ہیں۔

امام احمد رضا خاں بریلوی اور تجدیدی کارنامے

امام احمد رضا خاں صاحب کو ۱۴ اروین صدی ہجری کے علمائے ہند، علمائے حرمین طیبین نیز علمائے عالم اسلام نے ۱۴ اروین صدی ہجری کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ مجدد دین وملت کی تجدید اور احیائے سنت کا کارنامہ انجام دیتا ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے تفلسف سے لیکر سماج وسیاست اور عقائد ونظریات سے لیکر بدعات ومنکرات نیز سائنسی نظریات جو اسلامی نظریات سے متصادم تھے، کا بلیغ رد کیا ہے اور اپنی تصانیف کے ذریعہ حق واضح کر دیا ہے۔

امام موصوف نے خصوصیت کے ساتھ وہابیت اور قادیانیت کی سخت گرفت کی ہے۔ اللہ ورسول کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والوں اور صریح کفری کلمات تحریر کرنے والوں پر فتویٰ دیا ہے اور اپنے فتوے کی تائید وتصدیق حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ کے مفتیان کرام سے کرا کر حکم شرع واضح کر دیا ہے۔

مولانا موصوف نے بدعات اور منکرات کا شدید رڈ کیا ہے اور مردہ سنتوں کو زندہ کیا ہے۔ انہوں نے ملت اسلامیہ کو ایک نیا عزم اور حوصلہ بخشا ہے۔

امام احمد رضا اور بریلویت

امام احمد رضا خاں پر یہ الزام ہے کہ انہوں نے ایک نیا فرقہ اور مسلک قائم کیا ہے اور وہ ہے بریلوی مسلک یا بریلویت! یہ سراسر غلط ہے۔

بریلوی یا بریلویت کوئی دین، مذہب یا فرقہ نہیں ہے۔

امام موصوف کی کتابوں سے ان کا نظریہ اور عقیدہ واضح ہے۔ انہوں نے اسلام اور سنت نبوی کی حقیقی تصویر پیش کی ہے اور رسول مقبول ﷺ، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور اولیاء کرام سے عقیدت ومحبت کی رسم کو تازہ کیا ہے اور قوم کا رشتہ اسلاف

کرام، ان کی یادوں اور یادگاروں سے جوڑا ہے۔

اس ضمن میں ماہنامہ الحسنات رامپور کے شخصیات نمبر (سالنامہ ۱۹۷۹ء ص:۵۴، ۵۵) کا یہ ریمارک قابل غور ہے اور تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے کافی ہے:

''بریلوی مسلک کے سلسلے میں یہ خیال درست نہیں ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے دین اسلام میں نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی ہے البتہ یہ درست ہے کہ علماء کی اس جماعت کو عرف عام میں مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے عقیدت کی بناء پر بریلوی کہا جاتا ہے اور دوسرے احناف سے بعض مسائل میں اختلاف کی بناء پر ان کا الگ تشخص قائم ہو گیا۔''

امام احمد رضا خاں اور رد بدعات و منکرات

امام احمد رضا خاں صاحب، پر بدعات و منکرات یعنی اسلامی عقائد اور سنت نبوی کے خلاف امور کو رائج کرنے کا بھی الزام ہے جو سراسر بے بنیاد ہے۔ البتہ یہ مولانا موصوف کے عقیدت مندوں کا بھی ان پر ظلم ہے کہ وہ محرم داری، اعراس اور مزارات اولیاء وغیرہ کے سلسلے میں خود بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں اور مخالفین کو امام احمد رضا خاں کو مطعون اور مورد الزام ٹھہرانے کا موقع دیدیتے ہیں لیکن سچائی اس کے برعکس ہے۔

امام موصوف کے واضح اسلامی عقائد و نظریات اور بدعات و منکرات کے رد کے سلسلے میں متعدد علماء نے کتب و رسائل لکھے ہیں تا کہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔

مولانا یاسین اختر مصباحی نے۔(۱) ''امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات''

[ناشر المجمع الاسلامی مبارک پور مطبوعہ ۱۹۸۵ء]

اور جناب سید فاروق القادری نے ''فاضل بریلوی اور امور بدعات''

[رضا پبلی کیشنز لاہور مطبوعہ ۱۹۸۱ء]

لکھ کر تمام الزامات کو غلط ثابت کیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ:

(۱) امام احمد رضا خاں نے شریعت کو اصل اور طریقت کو اس کی فرع بتائی ہے۔

(۲) جاہل صوفیوں، بے علم پیروں، جھوٹے تعویذی ملاؤں اور باباؤں کے دام فریب سے قوم کو بچایا ہے۔

(۳) پیر سے غیر محرم عورتوں کو پردہ کرنا لازم قرار دیا ہے۔

(۴) بدعتی اور فاسق کی امامت کو مکروہ بتایا ہے۔

(۵) پیشہ ور جاہل مقررین اور غیر عالم کو وعظ کہنا حرام بتایا ہے۔

(٦) کفار سے مشابہت اور ان کے میلوں ٹھیلوں میں شرکت نیز بد مذہبوں سے خلط ملط کو منع کیا ہے۔

(۷) سجدۂ تعظیمی کو حرام بتایا ہے۔

(۸) مسلمانوں کی ایذا رسانی، حسب و نسب پر فخر اور قومیت کی بنیاد پر مسلمان کو ذلیل اور رذیل سمجھنے کی سخت ممانعت کی ہے۔

(۹) تعزیہ داری کے غلط طریقوں، ماہ محرم کو منحوس سمجھنے، سوگ منانے، عورتوں کے ٹہلنے گھومنے، میلہ لگانے اور دیگر رسوم کو قطعاً ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱۰) عورتوں کو قبروں کی زیارت، مزاروں اور عرسوں کی حاضری سے منع کیا ہے۔

(۱۱) پردۂ نسواں پر سختی سے حکم دیا ہے۔

(۱۲) اوہام باطلہ، فال کھولنے، شگون لینے، میلاد، مجالس محرم میں من گھڑت روایات بیان کرنے، قبرستان اور قبروں کی بے حرمتی، قبر پر یا جانب قبر نماز پڑھنے، طواف قبر، بوسۂ قبر، فرضی اور پختہ قبر کی تعمیر، تبرکات کے غلط انتساب، مردہ پر گریہ و زاری اور طعام میت وغیرہ کی سخت ممانعت کی ہے۔

(۱۳) کبوتر و بٹیر بازی، پتنگ بازی، تاش و شطرنج، پتنگ کی ڈور کا کام کرنا اور آتش بازی

وغیرہ کو ناجائز لکھا ہے۔

(۱۴) شادی بیاہ کے بیہودہ مراسم، ڈھول تاشہ، باجہ، تماشہ اور دیگر خرافات کو ناجائز قرار دیا ہے۔

(۱۵) جبری اور غیر شرعی جہیز اور مطالبہ جہیز کو حرام قرار دیا ہے۔

(۱۶) تقسیم لنگر کے نام پر چھتوں اور کوٹھوں سے روٹیوں اور بسکٹوں کے پھینکنے اور لٹانے اور شربت و سبیل کو زمین پر گرانے کو نمائش، رزق کی بے ادبی، اسراف و اضاعت مال اور گناہ و حرام لکھا ہے۔

(۱۷) گداگری کو شرعاً حرام قرار دیا ہے۔

ان تمام باتوں کی تصدیق کے لئے امام احمد رضا خاں کی مندرجہ ذیل تصانیف دیکھی جاسکتی ہیں:

۱- مقال عرفاء۔ ۲- فتاویٰ رضویہ سوم و چہارم۔ ۳- فتاویٰ افریقہ۔ ۴- احکام شریعت حصہ دوم۔ ۵- لمعۃ الضحیٰ۔ ۶- عرفان شریعت۔ ۷- الزبدہ الزکیہ۔ ۸- فتاویٰ رضویہ حصہ پنجم۔ ۹- رسالہ تعزیہ داری۔ ۱۰- بدر الانوار۔ ۱۱- فتاویٰ رضویہ حصہ سوم۔ ۱۲- احکام شریعت حصہ اول و سوم۔ ۱۳- عطایا القدیر۔ ۱۴- ہادیٔ الناس۔ ۱۵- خیر الآمال اور الملفوظ۔ ملفوظات امام احمد رضا۔ مرتبہ مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ

امام احمد رضا خاں۔ ایک مظلوم مصلح

امام احمد رضا خاں پر اپنوں اور بیگانوں دونوں نے ظلم کئے ہیں۔ ان کی دینی، اصلاحی، روحانی، علمی، ادبی، سماجی، سیاسی، اور تعلیمی خدمات اور کارناموں کو کماحقہٗ پیش نہیں کیا گیا۔ ان کے عقیدت مندوں نے انہیں اپنے حلقہ، جلسہ وجلوس اور اسٹیج تک محدود رکھا، عقیدت کی غلط روی سے امام موصوف کی شخصیت کو خود اپنوں نے مجروح کردیا۔ ان کے کارناموں کو جدید حلقوں اور دانش کدوں میں پیش نہیں کیا گیا۔

ادھر چند سالوں سے ہندوستان کے چند تعلیمی اداروں اور پاکستان کے دانش وروں نے ان کی کتابوں کی اشاعت کر کے اور ان پر تحقیقی کام کے ذریعہ انہیں ان کی اصل حیثیت کے ساتھ متعارف کرایا اور غلط فہمیوں کے گرد و غبار کو صاف کیا۔

آج ملک اور بیرون ممالک کی مختلف یونیورسٹیوں میں ان پر تخصص و تحقیق کے امور انجام دئے جا رہے ہیں،

۱-ڈاکٹر اوشا سانیال نے کولمبیا یونی ورسٹی (امریکہ) سے ''بریلوی تحریک'' پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔مقالہ کا عنوان تھا:

"A History of the Bareilvi movement in British India- 1900-1942 A.D."

۲-امام احمد رضا خاں کی حیات اور کارناموں پر سندھی زبان میں جام شورو یونیورسٹی حیدرآباد سے مولانا عبدالباری نے ڈاکٹریٹ مکمل کیا ہے۔

۳-ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نگرانی مین پروفیسر مجید اللہ قادری کراچی نے امام احمد رضا خاں صاحب کے ترجمۂ قرآن پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔

۴-امام احمد رضا خاں کے فقہ پر ۱۴ ارسال قبل ڈاکٹر حسن رضا خاں نے پٹنہ یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا ہے اور ان کا ڈاکٹریٹ مقالہ ''فقیہ اسلام'' کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے۔

بہر کیف امام احمد رضا خاں کی شخصیت ہمہ جہت ہے اور لائق غور و فکر ہے۔امام احمد رضا خاں عالم اسلام کی ایک نامور شخصیت ہیں اور ایک عظیم ہندوستانی بھی ہیں۔

امام احمد رضا پر تاثرات

امام احمد رضا خاں کو ان کے عہد کے اعاظم اور مشاہیر سے لیکر موجودہ دور کے نامور علماء، فضلا، صوفیاء، شعراء، ادباء، صحافیوں اور دانشوروں نیز سماج و سیاست کے فیلڈ کے مقتدرین نے عقیدت اور تحسین کا خراج پیش کیا ہے،ان کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے

اور اپنے تاثرات ظاہر کئے ہیں۔

امام موصوف کی عبقریت، زہد و تقویٰ اور دینی، روحانی و مختلف کارناموں کا کھلے دل سے اپنوں اور غیروں نے اعتراف کیا ہے۔ چند اسماء حسب ذیل ہیں:

شیخ صالح کمال مکی، سید احمد دحلان، شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی، شیخ ضیاء الدین مدنی، شیخ احمد الجزائری، شیخ موسیٰ علی شامی، شیخ محی الدین ازہر مصری، سیدنا نوری میاں مارہروی، سیدنا آل رسول مارہروی، سیدنا اشرفی میاں کچھوچھوی، داغ دہلوی، نیاز فتح پوری، خواجہ حسن نظامی، ڈاکٹر سر محمد اقبال، ابوالاعلیٰ مودودی، مولوی اشرف علی تھانوی، سلیمان ندوی، ابو الحسن ندوی، آنند نرائن ملا، رام بابو سکینہ، رئیس امروہوی، احسان بن دانش، حفیظ جالندھری، ڈاکٹر نسیم قریشی، ڈاکٹر ملک زادہ منظور، ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر سلام سندیلوی، ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ، ڈاکٹر مختار الدین آرزوؔ، ڈاکٹر محمد فاروق، کالی داسؔ گپتا رضا، ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر سر ضیاء الدین، سید الطاف بریلوی، کوثر نیازی، اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر جمیل جالبی، پیر کرم شاہ ازہری، ماہر القادری، ڈاکٹر طاہر القادری، علامہ شرف قادری، ڈاکٹر مسعود احمد، علامہ احمد سعید کاظمی، خالد فاخری، ڈاکٹر امین اشرف، ڈاکٹر جے۔ ایس۔ بلیان ہالینڈ، ڈاکٹر باربراڈی مٹکاف امریکہ وغیرہ۔ یہ تعداد بہت ہی کم ہے ورنہ امام پر تاثرات رقم کرنے والوں اور اپنے خیالات ظاہر کرنے والوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے۔

حوالے کے لئے ملاحظہ کریں

۱-امام احمد رضا اور عالم اسلام۔ اور ۲-فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ ۳-ماہنامہ المیز ان بمبئی اپریل ۱۹۷۶ء۔ امام احمد رضا نمبر۔ ۴-سہود سراغ از کالی داس گپتا رضا۔ ۵-حیات اعلیٰ حضرت جلد اول از علامہ ظفر الدین بہاری۔ ۶-سوانح اعلیٰ حضرت از علامہ بدر الدین قادری۔ ۷-نزہۃ الخواطر از حکیم عبد الحئی

ندوی۔۸-فقیہہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا خاں۔۹-تاریخ ادب اردو از رام بابو سکسینہ۔ ۱۰-امام احمد رضا ارباب دانش کی نظر میں از یاسین اختر مصباحی ۔۱۱- Muslim Religion Leader ship in India by Dr. Barbar a. D Matcalf۔۱۲-جہاں رضا اور ۱۳-خیابان رضا از مرید احمد چشتی ۔۱۴-ماہنامہ نگار ۱۹۵۵ء ۔۱۵-ماہنامہ الحسنات رامپور سالنامہ ۱۹۷۹ء شخصیات نمبر ۔۱۶-معارف رضا کراچی کے مختلف شمارے ۔۱۷-معارف اعظم گڑھ

امام احمد رضا خاں پر لکھی جانے والی کتابیں

امام احمد رضا خاں بریلوی کی سیرت وسوانح اور ان کے مختلف علوم وفنون وکارناموں پر پچاسیوں کتب ورسائل شائع ہو چکے ہیں۔ چند کتب ورسائل کے اسماء مع مصنفین حسب ذیل ہیں:

(۱)حیات اعلیٰ حضرت: از علامہ ظفر الدین بہاری (۲) سوانح اعلیٰ حضرت: از علامہ بدر الدین (۳) مجدد اسلام: از مولانا نسیم بستوی (۴) سیرت اعلیٰ حضرت اور (۵) وصایا شریف: از مولانا حسنین رضا خاں بریلوی (۶) الطاری الداری: از علامہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں بریلوی (۷) مقالات یوم رضا اول ودوم: از عبد النبی کوکب (۸) تذکرہ رضا: از مولانا محمود جان جام جودھپوری (۹) حیات امام اہل سنت (۱۰) فاضل بریلوی اور ترک موالات (۱۱) گناہ بے گناہی (۱۲) رہبر و رہنما (۱۳) امام احمد رضا اور عالمی جامعات (۱۴) اجالا (۱۵) غریبوں کے غم خوار (۱۶) امام احمد رضا اور عالم اسلام (۱۷) فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں (۱۸) سرتاج الفقہاء (۱۹) گویاں دبستاں کھل گیا (۲۰) امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ (۲۱) تنقیدات وتعاقبات امام احمد رضا: از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی

نوٹ: رہبرو رہنما اور گویا دلبستاں کھل گیا کے انگریزی تراجم ہو چکے ہیں۔ رہبر و رہنما کا

ترجمہ مسٹر نگار عرفانی نے "The Saviour" کے نام سے کیا ہے اور گویا دبستاں کھل گیا کا ترجمہ پروفیسر زین الدین صدیقی نے کیا ہے،

"Imam Ahmad Raza -Refletions and Impression s"

کے نام سے۔(۲۲) اکرام امام احمد رضا: از مفتی برہان الحق جبلپوری (۲۳) امام احمد رضا اور ردبدعات و منکرات: از مولانا یاسین اختر مصباحی (۲۴) امام احمد رضا ارباب دانش کی نظر میں: از مولانا یاسین اختر مصباحی (۲۵) امام احمد رضا اور تصوف: از مولانا محمد احمد مصباحی (۲۶) فقیہہ اسلام: از ڈاکٹر حسن رضا خاں (۲۷) قرآن سائنس اور امام احمد رضا: از ڈاکٹر مجید اللہ قادری (۲۸) تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت: از مجید اللہ قادری و مولانا صادق قصوری (۲۹) امام احمد رضا کے نثری شہ پارے: از سید ریاست علی قادری (۳۰) سیرت رضا: از مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری (۳۱) اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام: از مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری (۳۲) سوانح سراج الفقہاء: از مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری (۳۳) امام احمد رضا اپنوں اور بیگانوں کی نظر میں: از مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری (۳۴) اندھیرے سے اجالے تک: از مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری (۳۵) ۱۴ ارویں صدی کے مجدد: از مولانا جلال الدین قادری (۳۶) امام احمد رضا کا نظریۂ تعلیم: از مولانا جلال الدین قادری (۳۷) کرامات اعلیٰ حضرت: از اقبال نوری بریلوی (۳۸) فاضل بریلوی کا فقہی مقام (۳۹) المعجل المعدد لتالیفات المجدد: از مولانا ظفر الدین (۴۰) محاسن کنزالایمان: از شیر محمد اعوان (۴۱) فتاویٰ رضویہ کا فقہی مقام: از علامہ شمس بریلوی (۴۲) تعلیقات رضا: از علامہ شمس بریلوی (۴۳) امام احمد رضا کی حاشیہ نگاری: از علامہ شمس بریلوی (۴۴) الشاہ احمد رضا: از مفتی غلام سرور (۴۵) امام شعر و ادب: از مولانا وارث جمال (۴۶) اعلیٰ حضرت بریلوی: از پروفیسر عبدالشکور (۴۷) فاضل بریلوی اور امور بدعت

:از سید فاروق القادری (۴۸) فاضل بریلوی کا مسلک :از عبدالعزیز عرفی (۴۹) ارشادات اعلیٰ حضرت : از مولانا عبدالمبین نعمانی (۵۰) تعلیمات اعلیٰ حضرت :از میکائیل ضیائی (۵۱) تذکرہ رضا :از محمد احمد مصباحی (۵۲) امام احمد رضا دنیائے صحافت میں :از آر، بی، مظہری (۵۳) خیابان رضا اور (۵۴) جہان رضا :از نور محمد قادری (۵۵) اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت :از نور محمد قادری (۵۶) امام احمد رضا اور علم تفسیر :از مولانا فیض احمد اویسی (۵۷) الدرۃ البیضاء فی فقہہ الشاہ احمد رضا :از مولانا فیض احمد اویسی (۵۸) مجدد الامۃ (بزبان عربی) از جسٹس سید سعادت علی کراچی (۵۹) دفاع کنز الایمان :از مولانا اختر رضا خاں بریلوی (۶۰) امام احمد رضا اور اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ :از مولانا سید محمد مدنی (۶۱) عظیم البرکت از عبدالنعیم عزیزی (۶۲) امام نعت گویان اردو :از مولانا اختر الحامدی (۶۳) یاد اعلیٰ حضرت :از عبدالحکیم شرف قادری مولانا (۶۴) عاشق رسول اور (۶۵) The Neglected genious of E ast :از ڈاکٹر مسعود احمد (۶۶) ہمہ جہت شخصیت :از کوثر نیازی (۶۷) فاضل بریلوی کے معاشی نکات :از پروفیسر رفیع اللہ صدیقی (۶۹) امام احمد رضا دانش وروں کی نظر میں :از خواجہ انجم نظامی (۷۰) تجلیات امام احمد رضا :از قاری امانت رسول پیلی بھیتی (۷۱) امت مسلمہ پر اعلیٰ حضرت کے احسانات :از محمد غافر بخش مدنی (۷۲) تعلیقات رضا :از محمد صدیق ہزاروی (۷۳) اعلیٰ حضرت بریلوی :از مقبول جہانگیر (اس کا سندھی ترجمہ عبدالمصطفیٰ گلزار نے کیا ہے) (۷۴) مختصر سوانح امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں بریلوی :از پروفیسر فیاض کاوش (۷۵) امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن پاک تحقیق کے اجالے میں :از مولانا عبدالقدوس مصباحی (۷۶) رد منکرات :از مولانا مبین الہدیٰ نورانی (۷۷) تعلیمات امام احمد رضا اور (۷۸) دل کی آشنائی :از مولانا ارشد القادری (۷۹) تنویر رضا :از مولانا عبید اللہ خاں ایم، پی، (۸۰) امام اہل سنت (بزبان

ہندی) :از مولانا محمد علی فاروقی (۸۱) اعلیٰ حضرت (بزبان اردو) راقم الحروف عبد النعیم عزیزی (۸۲) اعلیٰ حضرت (بزبان ہندی) راقم الحروف عبد النعیم عزیزی (۸۳) اعلیٰ حضرت (بزبان انگلش) راقم الحروف عبد النعیم عزیزی (۸۴) امام احمد رضا سادات کرام کی نظر میں راقم الحروف عبد النعیم عزیزی (۸۵) امام احمد رضا کی تعلیمات (بزبان ہندی) (۸۶) کلام رضاؔ کے نئے تنقیدی زاوئے راقم الحروف عبد النعیم عزیزی (۸۸) طنزیات رضا: راقم الحروف عبد النعیم عزیزی (۸۹) امام احمد رضا اور ٹاپالوجی (انگریزی و اردو میں): راقم الحروف عبد النعیم عزیزی

مولانا احمد رضا خاں پر ہندو پاک، برطانیہ، امریکہ، دوبئی، موریشس، جنوبی افریقہ، مصر وغیرہ کے اردو، عربی اور انگریزی رسائل اور اخبارات میں ابتک سیکڑوں مضامین و مقالات چھپ چکے ہیں۔ چند رسائل و جرائد کے اسماء حسب ذیل ہیں:

رسائل: (۱) یادگار رضا بریلی۔ (۲) الرضا بریلی۔ (۳) اعلیٰ حضرت بریلی۔ (۴) نوری کرن بریلی۔ (۵) دامن مصطفیٰ بریلی (۶) تحفۂ حنفیہ پٹنہ (۷) رفافت پٹنہ (۸) سنی دنیا بریلی (۹) تاجدار کائنات رام پور (۱۰) الحسنات رام پور (۱۱) ماہنامہ پاسبان الہ آباد (۱۲) ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور (۱۳) ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف بستی (۱۵) استقامت ڈائجسٹ کانپور (۱۶) ماہنامہ حجاز دہلی (۱۶) ہدیٰ ڈائجسٹ دہلی (۱۷) ماہنامہ لوح و قلم بریلی (۱۸) معارف اعظم گڑھ (۱۹) ماہنامہ رضائے مصطفےٰ رچھا بریلی (۲۰) ماہنامہ قاری دہلی (۲۱) ماہنامہ المیزان بمبئی (۲۲) ماہنامہ اشرفی کچھو چھہ (۲۳) ماہنامہ البدر بدایوں (۲۴) ماہنامہ سنی لکھنؤ (۲۵) سنی آواز ناگپور (۲۶) تجلیات ناگپور (۲۷) یٰسین ڈائجسٹ کانپور (۲۸) نور مصطفیٰ پٹنہ (۲۹) جام نور کلکتہ (۳۰) نگار لکھنؤ

(۳۱) تہذیب الاخلاق علی گڑھ (۳۲) سالنامہ ہبلی کالج میگزین ہبلی کرناٹک۔

ہندی رسائل: ماہنامہ صراط مستقیم اودے پور (۳۴) ماہنامہ یاسین کوٹہ (۳۵) ماہنامہ پیغام رضا اجین۔

پاکستانی رسائل (اردو): (۳۶) تصوف لاہور (۳۷) السعید ملتان (۳۸) فیض رضا لائل پور (۳۹) رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ (۴۰) کتابی دنیا کراچی (۴۱) جام رضا راولپنڈی (۴۲) المجیب لاہور (۴۳) ترجمان اہل سنت کراچی (۴۴) ضیائے حرم لاہور (۴۵) عرفات لاہور (۴۶) معارف رضا کراچی (۴۷) مہر و ماہ لاہور (۴۸) نقوش لاہور (۴۹) فکر ونظر، اسلام آباد (۵۰) افق کراچی (۵۱) روحانی ڈائجسٹ کراچی (۵۲) رضوان لاہور (۵۳) فاران کراچی (۵۴) سالنامہ صریر خامہ سندھ یونیورسٹی حیدر آباد (۵۵) محراب و منبر کراچی (۵۶) القول السدید لاہور (۵۷) جہان رضا لاہور (۵۸) منہاج القرآن لاہور۔ وغیرہ

عربی رسائل: (۵۹) صوت الشرق قاہرہ، مصر (۶۰) الہدیٰ دوبئی (۶۱) الدعوۃ کراچی

انگریزی رسائل: (۶۲) دی میسیج کراچی The Message Karachi

(۶۳) مینارٹ کراچی Minaret, Karachi

اردو کے غیر ملکی رسائل: (۶۴) حجاز (لندن) (۶۵) ترجمان اسلام نیوجرسی (امریکہ)

اخبارات: (۱) دبدبۂ سکندری رامپور (۲) پیسہ اخبار لکھنؤ (۳) ہفت روزنئی دنیا دہلی (۴) ہجوم دہلی (ہفت روزہ) (۵) ہفت روزہ اخبار نو دہلی (۶) ہفت روزہ اخبار عالم بمبئی

(۷) روداد چمن پہلی بھیت (ہفت روزہ) (۸) روز نامہ انقلاب بمبئی (۹) اردو ٹائمز بمبئی (۱۰) نوائے وقت لاہور (۱۱) افق کراچی (۱۲) جنگ لاہور و کراچی (۱۳) سواد اعظم کانپور (۱۴) الجاہد کانپور (۱۵) امروز لاہور (۱۶) آفتاب ملتان (۱۷) اخبار جہاں کراچی (۱۸) عبرت بزبان سندھی، حیدر آباد (۱۹) تعمیر راولپنڈی (۲۰) الہام بہاولپور (۲۱) شاہکار انسائکلو پیڈیا لاہور

مزید حوالے کیلئے دیکھے جاسکتے ہیں: (۱) خیابان رضا مرید چشتی مطبوعہ لاہور (۲) امام احمد رضا دنیائے صحافت میں: از آر، بی، مظہری مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء

چند تاثرات:

یہاں پر مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بارے میں ان کے تاثرات پیش کئے جا رہے ہیں جو یا تو ان کے مخالفین میں تھے یا کسی بھی اختلاف سے علیحدہ تھے۔

۱-مولوی اشرف علی تھانوی:

''میرے دل میں احمد رضا کے لئے بے حد احترام ہے، وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بناء پر کہتا ہے، کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔[اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام مطبوعہ لاہور]

۲-خواجہ حسن نظامی:

''بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقدین مجدد ماۃ حاضرہ کہتے ہیں درحقیقت طبقۂ صوفیائے کرام میں باعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں...... ان کی تصنیفات و تالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں بہت تعداد میں ہیں اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس

کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہئے .... جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر صف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے۔'' [معارف رضا، کراچی ۱۹۸۷ء ص ۲۰۷]

۳-ڈاکٹر سر محمد اقبال:

''ہندوستان کے دور آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا۔..... بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدّت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ تھے''

[فتاویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ لاہور مکتبہ نبویہ ص ۳، بحوالہ مقالات یوم رضا حصہ سوم (لاہور) بقلم ڈاکٹر عابد علی ص ۲]

ڈاکٹر اقبال امام احمد رضا خانصاحب کا ایک شعر۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ☆ ☆ خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

سن کر بہت متاثر ہوئے اور ایک جلسہ (سیالکوٹ ۱۹۲۹ء) میں اپنی صدارتی تقریر کے موقع پر ارتجالاً یہ دو شعر اسی ردیف، قافیہ اور بحر میں کہے۔

تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش لگائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ
تعجب تو یہ ہے کہ فردوس اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

[نوادر اقبال، سرسید بکڈپو علی گڑھ ص ۲۵]

۴-ڈاکٹر سر ضیاء الدین (سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ):

''اتنا زبردست محقق عالم اس وقت ان کے سوا شاید ہی ہو۔ اللہ نے ایسا علم دیا ہے کہ عقل حیران ہے۔ دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر و مقابلہ، توقیت میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس مسئلے کو ہفتوں غور و فکر کے بعد بھی حاصل نہ کر سکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھدیا۔ صحیح معنی میں یہ ہستی نوبل پرائز

کی مستحق ہے۔" [اکرام امام احمد رضا: از مفتی برہان الحق جبلپوری ص ۵۶،۶۰]

۵- معارف اعظم گڑھ:

امام احمد رضا خاں صاحب مرحوم اپنے وقت کے زبردست عالم، مصنف اور فقیہ تھے اور انہوں نے چھوٹے بڑے سیکڑوں فقہی مسائل کے متعلق رسالے لکھے ہیں۔ قرآن کا ایک سلیس ترجمہ بھی کیا ہے۔ فقہ اور حدیث پر ان کی نظر بڑی وسیع ہے۔"

[شمارہ ۲۲ فروری ۱۹۶۲ء]

۶- تہذیب الاخلاق۔ علی گڑھ:

"ایسے بیشتر افراد ملیں گے جنہیں دینی علوم کے علاوہ ہر قسم کے دنیوی علوم میں بھی دستگاہ حاصل تھی۔ اس دور کے نظام تعلیم نے بڑے بڑے فقیہ، متکلم، سائنس داں، ماہر ریاضیات، ادیب اور سیاستداں پیدا کئے۔ انہی میں سے امام ابوحنیفہ، امام غزالی، ابن سینا، البیرونی، ابن خلدون، عمر خیام، امیر خسرو، ابوالفضل، فیضی اور فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں جیسے مشاہیر بھی ہیں۔" [شمارہ جنوری ۱۹۸۷ء ص ۶۵]

چند القابات و خطابات

"مجدد الامۃ، امام اہل سنت، ضیاء الدین، اعلیٰ حضرت، حجۃ اللہ فی الارض، شیخ الاسلام والمسلمین، عظیم البرکت، نادر روزگار، فاضل بریلوی، آیت من آیات اللہ، معجزۃ من معجزات رسول اللہ" وغیرہ [حسام الحرمین، الفیوضات المکیہ و ۱۴ ویں صدی کے مجدد وغیرہ]

ماخذ و مراجع

(۱) قرآن کریم

تصانیف مولانا احمد رضا خاں

(۲) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۳) فتاویٰ رضویہ، اول، سوم، چہارم، پنجم و یازدہم

(۴)حدائق بخشش حصہ اول، دوم، سوم، (۵)الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۶)حسام الحرمین(۸)الاجازۃ الرضویہ بجبل مکۃ البھیۃ(۹) الاجازۃ المتینہ (۱۰)الاستمداد(۱۱)سند اجازت(۱۲)مقال عرفاء(۱۲)احکام شریعت حصہ اول، دوم، سوم (۱۳)فتاویٰ افریقہ (۱۴)الکلمۃ الملہمہ(۱۵)المعتمد المستند(۱۶)ہادیٔ الناس(۱۷)عطایا القدیر (۱۸)خیر الآمال (۱۹)بدر الانوار(۲۰)الصمصام(۲۱)اعالی الافادہ فی تعزیۃ الھند(۲۲)احسن الوعا(۲۳)لمعۃ الضحیٰ(۲۴)الزبدۃ الزکیہ(۲۵)الاعتقاد الاحباب(۲۶)دوام العیش

دیگر مصنفین کی کتابیں

۶۲-رہبر و رہنما

۲۸-اجالا

۲۹-فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۲۹-حیات امام اہل سنت از پروفیسر مسعود احمد

۳۰-امام احمد رضا اور عالم اسلام از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

۳۱-حیات مولانا احمد رضا خاں از پروفیسر مسعود احمد

۳۲-فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں از پروفیسر مسعود احمد

۳۳-گناہ بے گناہی از پروفیسر مسعود احمد

۳۴-عرفان شریعت از مولوی عرفان علی

۳۵-الطاری الداری لھفوات عبد الباری از مفتی مصطفےٰ رضا خاں بریلوی

۳۶-الملفوظ چاروں حصے از مفتی مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

۳۷-حیات اعلیٰ حضرت از مولانا ظفر الدین بہاری

۳۸-سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدر الدین قادری

۳۹-مجدد اسلام از مولانا نسیم بستوی

۴۰-الشاہ امام احمد رضا از مفتی غلام سردار لاہوری

۴۱-تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمٰن علی

۴۲-تذکرہ علمائے اہل سنت از مولانا محمود احمد قادری

۴۳-رسائل رضویہ دوم مرتبہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری

۴۴-اکرام امام احمد رضا از مفتی برہان الحق جبلپوری

۴۵-نزہت الخواطر: مولوی عبدالحئی ندوی

۴۶-۱۴رویں صدی ہجری کے مجدد مرتبہ مولانا جلال الدین قادری (مصنف علامہ ظفر الدین)

۴۷-مصطفٰے سے مصطفٰے تک: سید آل رسول حسنین مارہروی

۴۸-فقیہ اسلام از ڈاکٹر حسن رضا

۴۹-تذکرہ خلفائے اعلیٰ حضرت: مولانا صادق قصوری+ڈاکٹر مجید اللہ قادری

۵۰-وصایا شریف از مولانا حسنین رضا خاں بریلوی

۵۱-سیرت اعلیٰ حضرت از مولانا حسنین رضا خاں بریلوی

۵۲-اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام از مولانا غلام رسول سعیدی

۵۳-امام احمد رضا خاں ارباب دانش کی نظر میں: مولانا یاسین اختر مصباحی

۵۴-امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات از مولانا یاسین اختر مصباحی

۵۵-امام احمد رضا دنیائے صحافت میں از آر، بی، مظہری

۵۶-تاریخ ادب اردو از رام بابو سکینہ

۵۷-فرہنگ ادبی اصطلاحات از پروفیسر کلیم الدین احمد

۵۸-سہو و سراغ از کالیداس گپتا رضا

۵۹-فاضل بریلوی اور امور بدعت از فاروق القادری

۶۰-جہان رضا از مرید احمد چشتی

۶۱-خیابان رضا از مرید احمد چشتی

۶۲-سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان از میر غلام علی آزاد

۶۳-غرائب الجمل از عزیز جنگ ولا

۶۴-درس بلاغت از شمس الرحمٰن فاروقی

۶۵-آئینۂ بلاغت از مرزا محمد عسکری

۶۶-افادہ تاریخ از جلال لکھنوی

۶۷-میزان التاریخ از مرزا اوج لکھنوی

۶۸-رسالہ قرآن، سائنس اور امام احمد رضا از پروفیسر مجید اللہ قادری

۶۹- : Muslim Religion Leadership in India 1914. A.D.

Dr Barbra. D. Matcalf

۷۰-مقالہ: خطبہ صدارت ناگپور: مولانا سید محمد کچھوچھوی

۷۱-المیزان بمبئی: اپریل ۱۹۷۶ء امام احمد رضا نمبر

۷۲-مقالہ: A History of The Bareilvi movement 1900-1914

از مسز اوشا سانیال

۷۳-صوت الشرق۔ قاہرہ مصر، رسالہ

۷۴-رسالہ معارف اعظم گڑھ ۱۹۴۹ء

۷۵-رسالہ الحسنات، رام پور ۱۹۷۸ء

۷۶-رسالہ تہذیب الاخلاق علی گڑھ

۷۷-رسالہ معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء/ ۱۹۸۶ء ۱۹۸۷ء/ ۱۹۸۸ء

۷۸-رسالہ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس کراچی ۱۹۸۹ء

۷۹-مقالات یوم رضا جلد دوم: قاضی عبد النبی کوکب

۸۰-پیغام برائے مجلس رضا

۸۱-اخبار پیسہ لاہور

۸۲-اخبار دبدبۂ سکندری رام پور

۸۳-روزنامہ جنگ کراچی ۲۵ رجنوری ۱۹۷۹ء

۸۴-رسالہ، نگار، لکھنؤ

﴿پانچواں باب﴾

تخلیقی رویّے اور محرکات شاعری کا جائزہ

شاعری وہبی ہے، کسبی نہیں

شاعری وہبی ہے کسبی نہیں۔ علم وفضل اور مشق وریاض کی بنیاد پر خوبصورت قافیہ پیمائی تو کی جاسکتی ہے، شاعری نہیں کی جاسکتی۔

شاعری ایک خداداد صلاحیت اور ایک ربانی عطیہ ہے جو ہر سینے میں ودیعت نہیں کی جاتی۔

مالک رام رقم طراز ہیں:

''جہاں تک نفس شاعری کا تعلق ہے یہ نبوت کی طرح ایک وہبی چیز ہے اور اسے اکتساب سے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ رہا اس کا خارجی لباس یعنی الفاظ تو ظاہر ہے کہ یہ چیز علم و فن سے تعلق رکھتی ہے اور دوسرے علوم وفنون کی طرح اسے بھی باقاعدہ حاصل کرنا پڑیگا۔

[دیباچہ تلامذۂ غالب ص۵]

اس ضمن میں نیاز فتحپوری رقم طراز ہیں:

''شاعر پیدا ہوتا ہے بنتا نہیں، مشہور بات ہے لیکن اگر شاعر اسی نظریئے پر بھروسہ کر کے شعر کہتا ہے تو وہ بگڑ بھی جاتا ہے۔'' [مالہ وماعلیہ ص ۵]

مالک رام اور نیاز فتحپوری کی تحریروں سے مندرجہ ذیل باتوں کا اظہار ہوتا ہے:-

(ا) شاعری یقیناً فطری چیز ہے اور یہ صلاحیت سینۂ شاعر میں خدا کی طرف سے ودیعت کر دی جاتی ہے۔

(۲) گو کہ شاعری وہبی ہے اور شاعر پیدا ہوتا ہے لیکن اگر وہ علم وفن سے بے بہرہ ہوتا ہے اور صرف اسی نظریئے پر بھروسہ کر کے شاعری کرتا ہے تو بگڑ جاتا ہے۔ وہ لفظ اور احساس کا درمیانی فاصلہ طے کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کے کلام میں پختگی وشائستگی نہیں آپاتی اور اسکا فن جلا نہیں پاسکتا۔

شاعر کے لئے ماحول اور علم ضروری ہے:

شاعری کو چڑھانے، اسے نکھارنے سنوارنے کیلئے زبان وادب اور فن سے متعلق مختلف علوم سے واقفیت ضروری ہے اور اس کیلئے کسی کاملِ فن استاد کی رہنمائی، شعراء کی صحبت، شاعرانہ ماحول، مطالعہ اور مشق ضروری بلکہ لازمی ہے۔ اب اگر کسی فطری شاعر کو یہ سب میسّر آگیا ہے اور وہ علم وفضل سے بھی آراستہ ہے تو اسکی شاعری ہر اعتبار سے اعلیٰ پائے کی شاعری بن جاتی ہے۔ کسی شاعر کے علم وفضل کا اثر اسکی شاعری پر پڑنا فطری ہے۔ شاعر اپنے جذبات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی بھی ترجمانی کرتا ہے اور اس ترجمانی میں اس کا علم وفضل ایک موثر کردار ادا کرتا ہے۔ وہ اپنے خیال کے خزانے کو کھنگالتا ہے اور علم وآگہی کی دولت نے معلومات کے جو گہر اور جواہر ریزے چھپا رکھے ہیں ان سے کام لیکر اپنے اشعار میں طرفگی اور ندرت پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے ناقد ادب کسی فنکار کے فن پارے کی تنقید اور جائزے کیوقت یہ خیال بھی رکھتا ہے کہ فنکار کا مبلغ علم کیا ہے اور اسکی آگہی اور معرفت کا میدان کس قدر وسیع ہے۔

پرانے زمانے کے کسی بھی نامور شاعر کو لے لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ فن وادب کی تمام نزاکتوں اور باریکیوں سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون میں بھی

دسترس رکھتا تھا۔

سیماب اکبر آبادی لکھتے ہیں:

"یہ تو مسلم ہے کہ پرانے زمانے کے شاعر علوم متداولہ کے ماہر ہوتے تھے اور یہ علوم علمائے وقت سے حاصل کئے جاتے تھے۔ آج کل کے شاعروں کیطرح نہ تھے کہ اردو کی پہلی دوسری کتاب پڑھ لی اور شاعر بن گئے۔"

[دستور اصلاح ص ۳۲]

بہر کیف اچھی شاعری اور حقیقی شاعری کے لئے ماحول وصحبت، مشق ومطالعہ اور علم بھی ضروری ہے۔

اب رہی بات کسی استاد کے آگے زانوئے ادب تہہ کرنیکی یعنی کسی کی شاگردی اختیار کرنے کی تو اردو شاعری میں یہ روایت قدیم ہے اور تلمذ کی یہ روایت کسی نہ کسی شکل میں آج بھی برقرار ہے۔ البتہ شعرائے عرب کو کسی استاد کی ضرورت نہ تھی اور ایران کے جو شاعر گزرے ہیں انہوں نے بھی کوئی استاد نہیں بنایا۔

اردو شاعری کے ابتدائی دور میں بھی ہر شاعر خود اپنا استاد ہوتا تھا۔

عبدالسلام ندوی اس پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

"شعرائے عرب صرف خدا کے شاگرد ہوتے تھے۔ دنیا میں انکو کسی استاد کی ضرورت نہ تھی۔ شعرائے ایران میں جو مشہور اساتذہ گزرے ہیں انہوں نے بھی غالباً اپنا کوئی استاد نہیں بنایا۔ اردو شاعری کے ابتدائی دور میں بھی غالباً ہر شخص خود اپنا استاد ہوتا تھا چنانچہ شعرائے دکن میں میر حسن نے فخری کو ولی کا شاگرد لکھا ہے۔ انکے علاوہ ہم کو دکنی شعراء کے اساتذہ کا حال معلوم نہیں۔ لیکن قدماء کے پہلے دور سے اردو شاعری نے بالکل ایک کسبی فن کی صورت اختیار کرلی اور شاگردی اور استادی کا باضابطہ سلسلہ قائم ہوگیا اسلئے شعرائے اردو

کے کارناموں میں ایک بڑا کارنامہ جسکو اردو شاعری کی تدریجی ترقی کے سلسلے سے الگ نہیں کیا جاسکتا تلامذہ کی تربیت و پرواخت ہے۔"

[شعر الہند ص ۱۰۷]

شاعری کیلئے گو کسی باقاعدہ استاد کی ضرورت لازمی نہیں پھر بھی کسی نہ کسی سے اصلاح اور خارجی لوازمات یعنی زبان اور علم و فن پر گہری نظر ضروری بلکہ لازمی ہے۔

محرکات شاعری

شاعری کوئی بھی ہو۔غزلیہ اور بہاریہ یا نعتیہ۔اس کے محرکات ضرور ہوتے ہیں۔

نعتیہ شاعری کے محرکات:

نعت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مذہبی شاعری کے مقدمات میں شامل ہے جس کا تعلق دینی احساس، صدق، اخلاص اور محبت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

مومن کیلئے اللہ و رسول سے محبت کو مذہباً وجوب کا درجہ حاصل ہے۔قرآن کریم اور احادیث نبی عظیم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے محبت الٰہی کے لئے محبت رسالت پناہی کو مشروط کر دیا ہے اور یہی محبت رسول عین ایمان ہے۔

قرآنی ارشادات :

(۱) "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکُمُ اللہ"

[آل عمران:۳۱]

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

(۲) سورۂ توبہ کی آیت۔۲۴

ترجمہ:- ”تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان۔ یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اسکی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔“ کنزالایمان۔

احادیث کریمہ

(۱) لا یومن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین. یعنی تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اس کے پاس اس کے ماں باپ اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ (یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم میں انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

[بخاری، مسلم جلد اول ۴۹]

(۲) لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من اھلہ ومالہ و الناسِ اجمعین.

[مسلم جلد اول ص ۴۹]

یعنی تم میں سے کوئی اس وقت ایمان والا نہ ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اس پر دال ہیں کہ محبت رسول ایمان کی اساس ہے اور محبت کیلئے ادب واحترام اور اطاعت وغلامی لازمی ہیں۔ محبت ہی اللہ اور رسول کی رضا جوئی کی خاطر مومن کو ہر ایثار کیلئے تیار کرتی ہے جو طاعت کی راہ میں ناگزیر ہے۔

عشق ومحبت کے چند محرکات ہوتے ہیں اور وہ حسن و جمال ہیں۔ حسن و جمال بھی ظاہر اور باطن دو طرح کے ہیں۔ حبیب خدا، محبوب دوعالم رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

ذات میں محبت کے دونوں اصل اصول جمع ہیں۔کمال خلق جسمیں جمال کی ساری صورتیں پائی جاتی ہیں، مدنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا گیا ہے۔پھر وہ کمالِ احسان جو دلوں کو مسخر کر کے میلان طبع کو اور زیادہ بڑھاتا ہے وہ بھی محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ جب حقیقت اور حق شناسی کا شعور اس حد تک بیدار ہو جاتا ہے کہ ایک مومن اس احسان کو ہر سانس کیساتھ محسوس کرنے لگتا ہے تو محبت نبی اس کے رگ و پے میں سما جاتی ہے، رچ بس جاتی ہے جس کے صدقے میں صراط مستقیم، شفاعت، سعادت اور آخر الامر جہنم کی آگ سے خلاصی اور جنت کی سرفرازی نصیب ہوتی ہے۔اس کی محبت کا والدین، اولاد اور جان و مال کی محبت پر غالب آ جانا ایک فطری امر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلامی ادب کی نظم و نثر دونوں حصوں میں حمد و نعت کے مضامیں لازماً ملتے ہیں۔لہٰذا نعتیہ شاعری کے محرکات میں عقیدۂ اسلامی کو بڑا دخل ہے۔اور یہ اپنی جگہ پر ایک اٹل حقیقت ہے کہ عقیدہ کے بغیر ادب وجود میں آ بھی نہیں سکتا۔

سلامت اللہ خاں، پروفیسر علی گڈھ مسلم یونیورسٹی نے اس سلسلے میں اسطرح اظہار خیال کیا ہے:

''ادب عقیدہ کے بغیر بھی وجود میں آ سکتا ہے یہ بات اتنی ہی غلط ہے جتنا یہ کہنا کہ ادب الفاظ کے بغیر بھی تخلیق کیا جا سکتا ہے۔

[علی گڑھ میگزین: نظریاتی ادب نمبر ۱۹۵۸ء]

تخلیق ادب کیلئے کسی نہ کسی عقیدہ یا نقطۂ نظر کا ہونا ناگزیر ہے۔وہ عقیدہ مذہبی ہو یا کوئی اور یا کوئی بھی سیاسی، تہذیبی نقطۂ نظر ہو۔

انور سدید لکھتے ہیں:

''نقطۂ نظر نہ ہونا بھی ایک نقطۂ نظر ہے چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص بھی نقطۂ نظر کے بغیر شاعری نہیں کر سکتا''

[گوشۂ انور سدید مشمولہ سہ ماہی توازن مالیگاؤں، ص ۲۱ سلسلہ ۷-۸]

امام احمد رضا کے تخلیقی رویّے

اور محرکات شاعری

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا خاندان کئی پشتوں سے مذہبی اور علمی خاندان چلا آرہا تھا۔ دینی اور دنیوی ہر اعتبار سے انکا خاندان ایک اعلیٰ خاندان تھا اور وہی خاندانی شرافت ونجابت انکے اندر بھی موجود تھی بلکہ بدرجہ اُتم موجود تھی۔ وہ لگ بھگ یہ چودہ سال کی عمر میں نقلی وعقلی علوم وفنون سے آراستہ ہو گئے تھے اور انہوں نے فتویٰ نویسی کی ابتدا کر دی تھی۔ امام موصوف کا عہد مذہبی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی وتمدنی ہر اعتبار سے بڑے ہی اضطراب و انتشار کا عہد تھا۔ انگریزی حکومت، جبر وظلم کا دور دورہ، عیسائی مشنریوں کا عیسائیت کی تبلیغ میں حکومت کے سہارے کے ساتھ زن اور زر کا استعمال۔ مسلمانوں کے مذہب اور پیغمبر اسلام ﷺ پر رکیک حملے کے علاوہ آریوں کا بھی انکی دیکھا دیکھی مسلمانوں سے مذہبی چھیڑ چھاڑ کے سلسلے کو دراز کرنا۔ مناظرے بازی، تحریری وزبانی نیز خود مسلمانوں ہی میں بھانت بھانت کے عقائد ونظریات کا پرچار، مسلمانوں کا عقائد کی بنیاد پر مختلف فرقوں اور جماعتوں میں منقسم ہو جانا۔ حضور ﷺ کی عظمت وتقدس پر خود اپنوں یعنی اُنہیں کا کلمہ پڑھنے والوں کا حملہ!

نبی کریم ﷺ کے علم غیب، اختیارات وتصرفات، واقعۂ معراج، ان کی محبوبیت اور دیگر فضل وکمال اور معجزات وغیرہ سے انکار کی ایک مہم چل نکلی تھی۔ اسی ماحول میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ختم نبوت کا فتنہ، نوع نوع کی تعلیمی وسیاسی تحریکوں کا جنم لینا، ترک موالات اور خلافت کی تحریکیں، غیر مسلموں کی رہنمائی اور پیشوائی قبول کر لینا، غرض یہ کہ میدان

سیاست و ریاست سے لیکر درس گاہ و تصوف کدے تک ہر جگہ ایک ہلچل برپا تھی۔ امام احمد رضا ایسے عالم میں کیسے خاموش رہ سکتے تھے۔ ان کا علم و فضل، ان کا ایمان اور ان کے عشق کی غیرت کسی بھی قیمت پر اسلام اور ملت کی پامالی نیز کونین کے سرور مدنی محبوب جانِ جان و جانِ جہان، جانِ ایمان۔ پیغمبر ذیشان کی تقدیس و عصمت و عظمت پر کسی بھی رخ سے کوئی ضرب یا حملہ کیسے برداشت کر سکتی تھی پس انہوں نے ہر باطل سے بنرد آزمائی کی، ہر مسئلہ اور ہر حملہ کا جواب دیا، اور نبی کونین کے تمام کمالات کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں ظاہر و باہر کر دیا اور اس طرح ناموس رسالت کے پاسبان بن گئے۔ اور حق و صداقت اور عشق و محبت کے وہ نقدیسی نغمے اور فردوسی ترانے چھیڑے کہ وجودِ انسانی کے ذرہ ذرہ کو سحاب سرمدی کی سرشاریوں میں گم کر دیا اور ذہن کے دریچوں کو بہار ابد کی جانفزا ہواؤں کیلئے وا کر دیا۔

لیکن فاضل بریلوی امام احمد رضاں صاحب کا وصف یہ ہے کہ نبی کونین کی عظمت و مرتبہ کے ہر رخ اور ہر پہلو کو اجاگر کرنے اور ثابت کرنے کے لئے سیکڑوں کتب و رسائل تصنیف کئے اور علوم و فنون کو وہ وسعت بخشی کہ علم و فن و آگہی کی تاریخ میں ایسی مثال کم ہی ملے گی۔

امام احمد رضا کی شاعری کے موضوعات:

۱۔ حمد وثنائے الٰہی

۲۔ نبی کریم کا علم غیب

۳۔ نبی کونین کا حاضر و ناظر ہونا اور انکی حیات

۴۔ نبی کریم کا اللہ عز و جل کا نور اور تکوین عالم کی اصل ہونا۔

۵۔ نبی کریم کی محبوبیت (اللہ کا محبوب اکبر اور حبیب اعظم ہونا)

۶۔ معراج کی شب-لامکاں کا مکیں ہونا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا۔

۷۔ نبی کریم کا مختار عالم ہونا۔

۸۔ نبی کی شفاعت

۹۔ نبی کی میلاد کا جشن برپا کرنا

۱۰۔ قوم کی بداعمالی اور رسول محترم سے فریاد، قوم سے خطاب، اور اسے عقیدہ و ایمان کیساتھ علم و عمل کی تلقین وغیرہ۔

فاضل بریلوی نے ان سب کا ثبوت بھی دیا، انکی تبلیغ بھی کی اور علم دین کو فروغ دیا......اور جب نبی مکرم ﷺ کی یاد نے کچوکے لگائے، کرب و کسک اپنی حدت وشدت سے نقطۂ آخر پر پہنچ گئے تو پھر جذبوں کا سیلاب امنڈ پڑا اور احساسات لفظوں میں تحلیل ہو کر اشعار کے پیکر میں ڈھل گئے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ عقیدے کی صداقت کو شعر کی صداقت میں ڈھالنا یا عقیدے کے تقدس کو شعر کے تقدس میں تبدیل کرنا آسان نہیں ہے۔اس کیلئے شاعر نہ تو ڈھلے ڈھلائے لائحہ عمل کا پابند ہو پاتا ہے اور نہ کسی کا مقلد بننا گوارہ کرتا ہے۔ایسے مشکل مرحلے میں اس کے جذبات و احساسات کیساتھ اسکے باطنی تجربات و کیفیات کے ہمراہ اسکا علم و فضل، اسکی آگہی اور اسے کے مشاہدات اسکا ساتھ دیتے ہیں۔

وہ لوگ جو نعت کو صرف عقیدت ہی کا اظہار سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔نعت صرف عقیدت ہی کا مظہر نہیں عقیدے کا بھی مظہر ہے۔اور جیسا کا پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ ادب عقیدہ کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا، اس خیال کی مکمل طور سے تائید کرتا ہے۔

البتہ کسی کا اپنا من گھڑت عقیدہ نہیں بلکہ حقیقی معنی میں اسلامی عقیدہ-قرآن وسنت کا عطا کردہ عقیدہ، صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، سلف صالحین اور علمائے

ربّانین کا عقیدہ، سواد اعظم کا عقیدہ! اس طرح نعت میں وہ تمام عقائد جو حضور اکرم ﷺ سے متعلق ہیں انکا پیش کرنا درست اور مستحسن ہے۔ اس سے عقیدہ وعقیدت دونوں کا اظہار ہوتا ہے اور شاعر کے کرب و کسک، اس کے اضطراب اور اس کی تڑپ کو سکون وقرار میں تبدیل کرنیکا ذریعہ اور جذبوں کے اظہار کا وسیلہ ہے۔

فاضل بریلوی کا شعری مسلک

فاضل بریلوی امام احمد رضا نے اشعار کیسے کہے اور ان کا شعری مسلک کیا ہے؟ یہ خود ان کی زبانی سنئے۔

رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیواں سے
ہمیشہ صحبت ارباب شعر سے ہوں نفور
نہ اپنے کاموں سے تفیع وقت کی فرصت
نہ اپنی وضع کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور
رہی وبال سے اس کے مجھے سبکدوشی
کہ ویسے ہی ہے گراں سر پہ بار جرم وقصور
جبین طبع ہے ناسودہ داغ شاگردی
غبار منت اصلاح سے دامن دور
مگر جو ہاتف غیبی مجھے بتاتا ہے
زباں تک اسے لاتا ہوں میں بمدح حضور

---------------------(قطعہ۔حدائق بخشش حصہ سوم)

فاضل بریلوی کے یہ اشعار گواہ ہیں کہ انہوں نے کبھی شعراء کی صحبت اختیار کی، نہ شعراء کے دواوین کی ورق گردانی سے شوق رکھا، شاعری کو ذریعہ عزت سمجھا اور نہ اسمیں

مشہور ہونے کی تمنا کی اور نہ ہی اس فن کے حصول کے لئے کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ فن شاعری سے نابلد تھے۔ وہ کم عمری ہی میں نقلی اور عقلی علوم یعنی علوم متداولہ میں مہارت حاصل کر چکے تھے اور اس طرح زبان وادب پر انہیں دستگاہ حاصل ہو گئی تھی۔ پس انکا علم وفضل، ان کا صدق وخلوص اور ان کے احساسات و جذبات اس میدان میں ان کے ساتھی بن گئے۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا کی نعت دراصل ان کے جذبات کی تصویر، ان کے دل کی صدا اور رب کعبہ کے مدنی محبوب ﷺ کے عشق ووفا کا اظہار اور ان کے جمال وکمال کا اقرار ہے۔ انہوں نے اس اظہار واقرار کو شاعری نہیں سمجھا البتہ جذبوں کی تصویر کشی میں انہوں نے جہاں بہت سارے رنگ بھرے ہیں، رنگ شریعت کو ہر رنگ میں نمایاں رکھا ہے۔ انہوں نے اپنے آقا ومولا کی مدح وثنا میں ان کے حکم اور ان کی شریعت کے خلاف کسی بھی لفظ کو داخلہ کی اجازت نہیں دی ہے اور نعت رسول اکرم ﷺ میں زبان وبیان کی تمام خوبیوں کیساتھ جس بڑی خوبی یعنی پاس شرع کی موجودگی لازمی ہے اس وصف کو ثنائے رسول میں نمایاں رکھنے پر انہیں مسرت بھی ہے اور ناز بھی۔ فاضل بریلوی کو اگر کوئی للک تھی تو شریعت کی پاسداری کی اور اس کا انہیں جذبہ تھا۔

وہ اپنی ایک رباعی میں اسطرح کہتے ہیں۔

پیشہ میرا شاعری نہ دعویٰ مجھ کو
ہاں شرع کا البتہ ہے جذبہ مجھ کو
مولیٰ کی ثنا میں حکم مولیٰ کا خلاف
لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھ کو

[حدائق بخشش حصہ سوم]

امام احمد رضا نے کسی سلطان، نواب، راجہ، حاکم یا دنیا دار امیر و کبیر کی قصیدہ خوانی نہیں کی ہے۔ ایک بار کچھ لوگوں سے ان سے راجہ نانپارہ کی مدح میں اشعار کہنے کی فرمائش کی اور لالچ دی کہ راجہ صاحب آپ کو خوش کر دینگے۔ اس پر بہت برہم ہوئے اور اس طرح للکارا

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ٔ ناں نہیں

[حدائق بخشش حصہ اول]

امام احمد رضا کی شاعری کے جملہ اوصاف سے واقفیت:

امام احمد رضا خانصاحب شاعری کے تمام فنی و ادبی محاسن اور نزاکتوں سے خوب واقف تھے۔ ادب، نحو، لغت اور عروض وغیرہ پر ان کی تصانیف موجود ہیں جو اس بات کی گواہ ہیں۔ چند کتب و رسائل کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ ضائع بدیعہ (عربی، فارسی، ہندی) مبیضہ و مسودہ

۲۔ فتح المعلی (اردو) مبیضہ

۳۔ ایز مزمتہ القمریہ (اردو)

۴۔ حاشیہ تاج العروس (عربی)

۵۔ حاشیہ میزان الافکار (فارسی)

۶۔ شرح مقالہ مذاقیہ (اردو)

۷۔ لغت و استعارات (اردو)......وغیرہ

(ا) فاضل بریلوی کی شاعری اور اوصاف شاعری سے واقفیت کے بارے میں پروفیسر محمد اسحاق قریشی تحریر کرتے ہیں:

"کہتے ہیں کہ شاعر کو شعر گوئی کا ملکہ فیاض فطرت عطا کرتی ہے۔ وہ شعر کہتا نہیں شعر

اس سے ہو جاتا ہے۔ مولانا ایسے ہی مطبوع اور فطری شاعر تھے کہ شعر ان پر نازل ہوتے تھے۔ اس وہبی کمال کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے مطالعہ اور محنت سے شعری علوم پر بھی مکمل دسترس حاصل کر لی تھی۔ انہیں شعر کے تمام جوانب کا احساس رہتا تھا۔ لفظوی مناسبت اور معنوی حسن ان کے شعری ذوق کے بنیادی عناصر تھے۔ ایک ایک لفظ منتخب ہے اور معانی کا ہر پہلو ذوق جمال کے معیار پر تلا ہوا ہے حتّٰی کہ کسی دوسرے سے کچھ سنتے تو نامحبوب خیال یا نامانوس لفظ پر فوراً گرفت فرماتے۔ یہ خیال کبھی محو نہ ہوتا کہ دربار گہر بار میں تحائف ناپسندیدہ نہ ہونے چاہئیں۔

(۲) مولانا احمد بخش تونسوی علیہ الرحمۃ نے ۱۱۴ر اشعار کا ایک مدحیہ قصیدہ برائے اصلاح حاضر کیا تو بیماری کے باوجود اور کتب حوالہ کی عدم دستیابی کے باوصف ۱۰۱ر شعروں میں ترمیم واصلاح فرمائی، ۲۶ر اشعار بدل دئے اور اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔ اصلاح کا ایک ایک لفظ شہادت دے رہا ہے کہ لغوی، حرفی، نحوی اور عروضی کوئی پہلو بھی نظر انداز نہیں ہوا اور سب سے بڑھکر قیام کی عظمت کے خیال سے مجموعی تاثر کی بھی اصلاح فرمائی۔ مولانا عقائد میں جھول اور نظریات میں رعایت کے قائل نہ تھے اس لئے جہاں ایسا محسوس ہوا فوراً ترمیم کی......

ایک شعر کو مکمل طور پر بدل دیا اور لکھا- ابنی میں حمزہ وصل ہے اور یہاں فاعلن نامطبوع اور تساہل غالباً متعدی بنفسہ نہیں اور تا میس تھی اور پہلا لکن بے محل تھا۔

مولانا تحریر فرماتے ہیں فقیر نہ عروضی ہے نہ لغوی، فنون وادب میں درسیات بھی نہ پڑھیں نہ یہاں پہاڑ پر کوئی کتاب لغت، ادب وعروض کی حاضر اپنے ذوق پر جو خیال میں آیا عرض کیا۔ مزید لکھتے ہیں میرے نزدیک حتی الامکان احتیاج تاویل سے بچنا چاہئے۔ حدیث میں فرمایا ایاک وما یعتذر منہ پھر عربی ادبیات کے حوالے سے اپنے شعری

ذوق کی بنا پر فرماتے ہیں زحاف نامطبوع ہے اگر چہ مجوز بلکہ عرب میں رواج بھی ہو حتی الوسع احتراز اچھا معلوم ہوتا ہے۔فعلن ضرب میں بدلنا تو ضرور تھا ہی بوجہ کثرت عروض میں رہنے دیا ہے ورنہ میرے مذاق پر ثقیل ہے،نظم عربی میں دخل وتاسیس کی رعایت واجب ہے، ہوتا تو سب میں ہوتا حالانکہ ۸۶ میں نہیں صرف ۲۸ میں ہے،انہیں کو بدل دیا۔"

[فاضل بریلوی اور عربی شاعری مشمولہ معارف رضا کراچی ۱۹۹۰ء ص ۱۰۰]

یہ حوالہ فاضل بریلوی امام احمد رضا کے تنقیدی شعور کی گواہ ہے اور یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ مولانا موصوف شاعری کے جملہ اوصاف اور لغوی،نحوی وعروضی پہلوؤں پر ماہرانہ دسترس رکھتے تھے۔

(۳) یوں تو امام احمد رضا کو اپنے معاصرین یا اپنے عہد کے ماقبل شعراء کے غزلیہ،بہاریہ، اور دیگر قسم کے دواوین کے مطالعہ کا کوئی شوق تھا اور نہ ہی دینی،علمی وتحقیقی کاموں سے اتنی فرصت تھی کہ وہ سیرِ دواوین کرتے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے قطعہ میں یہ کہہ کر۔

"رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیرِ دیواں سے"

واضح کر دیا ہے لیکن دینی وعلمی تحقیق کی خاطر انہوں نے عربی وفارسی شعراء کے کلام اور ان کی نگارشات پر ضرور نظر رکھی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر ان کی کسی نعت کے کسی لفظ کی معنویت پر کسی نے اعتراض کیا تو اسکا فوری طور پر شافی جواب دیا۔مثلاً:-

۸ر ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء کو کانپور سے محمد آصف نامی کسی شخص نے لکھا کہ دیوان حدائق بخشش کی ایک نعت کے اس مصرعہ

"حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو"

میں لفظ شہنشاہ کا استعمال مناسب نہیں اس لئے اسکو یوں بدل دیا جائے

"حاجیو! آؤ میرے شاہ کا روزہ دیکھو"

حضرت فاضل بریلوی نے لفظ شہنشاہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل شعراء، صوفیاء اور علماء کے اشعار اور نگارشات سے استدلال کیا۔

امام رکن الدین ابو بکر محمد بن ابی المفاخرین عبدالرشید کرمانی، علامہ خیر الدین زرکلی، مولانا جلال الدین رومی، شیخ مصلح الدین سعدی، حضرت امیر خسرو، مولانا جامی، حافظ شیرازی، مولانا نظامی، شیخ شہاب الدین وغیرہ وغیرہ۔

ان حضرات نے حضور اکرم ﷺ کیلئے شہنشاہ، ملک الملوک اور سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

(۴) اسی طرح محمد یار نامی ایک صاحب نے گڑھی اختیار خاں تحصیل خانپور سابق ریاست بہاول پور سے ۹ر شعبان ۱۳۳۴ھ کو فاضل بریلوی کو خط لکھا کہ ایک محفل میں جب ان کا مشہور قصیدہ، قصیدۂ معراجیہ پڑھا گیا تو بعض لوگوں نے ان اشعار پر اعتراض کیا جن میں بیت اللہ کو دلہن اور حضور ﷺ کو دولہا سے تشبیہ دی ہے۔ ان صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی سے اس اعتراض کا جواب چاہا۔ مولانا موصوف نے فوری طور پر جواب ارسال کیا اور اپنے موقف کی تائید میں مختلف کتب سے شواہد و نظائر اور آثار و اخبار پیش کئے جن میں حضور اکرم ﷺ، حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ، بیت اللہ شریف اور جنت کو دولہا اور دلہن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جن کتابوں کے حوالے حضرت فاضل بریلوی نے پیش فرمائے وہ حسب ذیل ہیں:

تاریخ بغداد، معجم اوسط، مسند امام احمد، مواہب الدینہ، شعب الایمان، مستدرک حاکم، سنن بیہقی، نہایہ قوت القلوب، احیاء العلوم، کتاب التذکرہ، مدارج النبوہ، وغیرہ وغیرہ

[حجب العوار عن مخدوم بہار، از امام احمد رضا خاں مطبوعہ لاہور ص ۲۰-۲۹]

(۵) امام احمد رضا فاضل بریلوی اشعار کی شرح کرتے وقت شعراء کے مزاج کو بھی مدنظر

رکھتے تھے اور کسی شعر میں بلا وجہ شرعی خامی نہیں تلاش کرتے تھے بلکہ تاویل کی کوشش کرتے تھے۔ مارہرہ ضلع ایٹہ (یو پی، انڈیا) سے سید نور عالم صاحب نے مرزا محمد رفیع سوؔدا کے اس شعر:

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی

کی تشریح چاہی تو انہوں نے برجستہ شرح فرمائی اور شعر کو شرعی گرفت سے بچا کر معنی کو بلندی پر پہنچا دیا۔ [الملفوظ دوم ص ۳۸ تا ۴۱: مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی]

تصوف پر مبنی دیگر اشعار کی شرح بشمول شرح شعر سوؔدا ان کے ایک رسالے میں یکجا ہیں۔ [کشف حقائق و اسرار و دقائق: مولانا احمد رضا خاں]

مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ امام احمد رضا فن شاعری، اس کی شرح اور تنقید نگاری میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی گو ہمہ وقت شعر گوئی یا شعراء کے دواوین وغیرہ کے مطالعہ میں مصروف نہ رہتے تھے بلکہ دینی و علمی کاموں میں مصروف رہتے تھے تاہم شعراء کے جو اشعار سن رکھے تھے یا اتفاقیہ ان کے دواوین کی ورق گردانی کرتے وقت کوئی زمین پسند آجاتی تھی تو اسے حافظہ میں رکھتے تھے۔ اس طرح امام کے یہاں قاسؔم نامی ایک نعت گو کے ایک خمسہ کی تضمین اور علاوہ اس کے غالبؔ، داغؔ اور امیر مینائیؔ کی زمینوں میں بھی نعتیں موجود ہیں۔

مرزا غالبؔ کی مشہور زمین ”دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں“ میں داغؔ دہلوی کی بھی ایک غزل گلزار داغؔ میں ہے۔

فاضل بریلوی نے بھی اس زمین میں نعتیہ غزل کہی ہے۔ مطلع ہے:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

غالبؔ کا ایک مصرعہ ہے۔

'غنچہ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں'

اس زمین پر بھی امام نے نعت کہی ہے۔ مطلع ہے:-

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

امیرؔ مینائی کی مشہور مطلعوں میں ایک مطلع ہے:

جب سے باندھا ہے تصور اس رخ پر نور کا
سارے گھر میں نور پھیلا ہے چراغ طور کا

اس زمین میں فاضل بریلوی کا یہ مطلع ہے:-

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس زمین پر امام موصوف کی جو نعت ہے اور جو قصیدۂ نور کے نام سے مشہور ہے، میں ۴۶ مطلع ہیں۔ کل تعداد اشعار ۵۹ ہے۔-

امیر مینائی کی ایک زمین ہے:-

''اے ضبط دیکھ عشق کی ان کو خبر نہ ہو''

اس پر بھی فاضل بریلوی نے نعت لکھی ہے، مطلع ہے:-

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

امام موصوف کا ایک شعر جو امیؔر مینائی کے ایک شعر کا ہم قافیہ ہے، اس طرح ہے۔

کانٹا میرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

امیؔر مینائی کا ایک مصرع ہے:

''یہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ تمہارے گیسو''

اس زمین میں امام کی بھی نعت ہے، مطلع ہے:

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو
حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو

امام احمد رضا سے شعراء کا رابطہ اور ان سے اصلاح لینا

امام احمد رضا خود صحبت شعرا سے دور رہے مگر اکثر و بیشتر شعراء کا ان سے ملاقات کیلئے آنے اور ان سے اصلاح لینے کا ذکر ان کی سوانح اور ان کے تذکروں میں ملتا ہے۔

ا۔ مولانا اختر الحامدی رقمطراز ہیں:-

''مشہور شاعر اطہر ہاپوڑی مرحوم نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک نعت ارسال کی جس کا مطلع تھا۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلیٰ کے سامنے

اعلیٰ حضرت نے برہم ہو کر فرمایا، مصرع ثانی منصب رسالت سے فروتر ہے۔ حبیب کبریا ﷺ کو لیلیٰ سے، گنبد خضرا کو خیمہ سے تشبیہ دینا سخت بے ادبی ہے اور یوں قلم برداشتہ اصلاح فرمائی۔

کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے
قدسی کھڑے ہیں عرش معلّٰی کے سامنے

[معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۶۵]

۲۔ ایک صاحب نے امام احمد رضا کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے نعتیہ اشعار سنانے کی درخواست کی۔ آپنے فرمایا۔ سوا دو کے کلام کے کسی کا کلام قصداً نہیں سنتا۔ ۱۔ سید کفایت علی کافیؔ مرادآبادی ۲۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی مرحوم کا کلام اول سے آخر تک شریعت کے دائرے میں ہے البتہ مولانا کافیؔ کے یہاں لفظ رعنا کا اطلاق جابجا ہے اور یہ شرعاً ناروا اور بیجا ہے۔ مولانا کو اسپر اطلاع نہ ہوئی ورنہ ضرور احتراز فرماتے۔

حسن میاں مرحوم کے یہاں بفضلہٖ تعالیٰ یہ بھی نہیں۔ ان کو میں نے نعت گوئی کے چند اصول بتادئے تھے۔ انکی طبیعت میں اس کا رنگ ایسا رچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیار اعتدال پر صادر ہوتا۔ جہاں شبہہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے۔

پھر خیال خاطر احباب کے پیش نظر مولانا موصوف نے ان صاحب کو کلام سنانے کی اجازت دی، ان کا ایک مصرعہ تھا۔

"شان یوسف جو گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی ہے"

آپنے شاعر موصوف کو روک دیا اور فرمایا:

"حضور اکرم ﷺ کسی نبی کی شان گھٹانے کیلئے نہیں بلکہ انبیائے کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند لگانے کیلئے تشریف لائے تھے۔ مصرعہ یوں بدل دیا جائے:

''شان یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی ہے''

[مضمون کمال رضا اور عشق مصطفیٰ: معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء ص ۱۶۵]

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ان واقعات سے خوب ظاہر ہے کہ وہ شعری ماحول سے دور رہتے ہوئے بھی نعت گوئی کے تمام اصول سے نہ صرف بخوبی واقف تھے بلکہ دوسروں کی اصلاح بھی کرتے تھے۔ ان کے برادر اوسط حسؔن بریلوی جو کہ داغؔ دہلوی جیسے مشہور استاد کے شاگرد تھے'' نے خود نعت گوئی کے اصول اپنے برادر محترم حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا سے سیکھے تھے۔

جناب حسؔن بریلوی نے فاضل بریلوی کے لئے اس طرح کہا ہے۔

''بھلا ہے حسن کا جناب رضا سے

بھلا ہو الٰہی جناب رضا کا''

[الملفوظ حصہ دوم ص ۱۳۹ از مفتی مصطفیٰ رضا خاں]

چونکہ حضرت فاضل بریلوی جید عالم دین اور مفتی شرع تھے اور حضور رسول اکرم ﷺ کے عاشق صادق تھے اس لئے نعت گو شعراء ادبی و شرعی اصلاح کیلئے ان سے رجوع کرتے تھے۔

اکبؔر وارثی میرٹھی نے بھی امام احمد رضا بریلوی سے ملاقات کی ہے اور اپنے دیوان کیلئے قطعہ تاریخی کہنے کی درخواست بھی کی ہے۔

[ملخصاً: حیات اعلیٰحضرت ص ۱۴۱ از مولانا ظفر الدین]

۳۔ مشہور نعت نگار حضرت محسؔن کاکوروی مرحوم نے بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے ملاقات کی ہے اور انہیں اپنا مشہور قصیدہ --- قصیدۂ معراجیہ سنایا ہے۔

مولانا یاسین اختر مصباحی لکھتے ہیں:

''حضرت محسؔن کاکوروی نے ایکبار اپنا قصیدہ سنانے لئے حضرت رضؔا کی بارگاہ میں

بریلی حاضری دی، ان کا قصیدہ بھی معراجیہ تھا۔

ظہر کی نماز کے بعد حضرت محسن نے اس کے اشعار سنانے شروع کئے۔ ابھی وہ دو ہی اشعار پڑھ سکے تھے کہ حضرت رضا نے فرمایا۔ اب بس کیجئے عصر کی نماز کے بعد بقیہ اشعار سنے جائیں گے۔ اسی ظہر اور عصر کے درمیان آپنے اپنا یہ قصیدہ معراجیہ-- "معروف بہ تہنیت شادی اسرا" کہہ دیا۔

اس قصیدہ میں ۶۷/ اشعار ہیں۔ مطلع ہے:-

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

اور جب مجلس بیٹھی تو حضرت رضا نے اپنا قصیدہ سنایا، اسے سن کر حضرت محسن نے فرمایا۔ مولانا اب بس کیجئے۔ اس کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا"

[امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات ص ۲۲۷]

اطہر ہاپوڑوی، محسن کاکوری، اکبر میرٹھی اور دیگر شعراء کا مولانا بریلوی کو کلام سنانا، برائے اصلاح کلام ارسال کرنا، تاریخی قطعہ رقم کرنے کی فرمائش کرنا، اس امر کا غماز ہے کہ یہ حضرات مولانا موصوف کی علمی، دینی وشرعی قابلیت کیساتھ ساتھ ان کی شعری وادبی اور فنی صلاحیتوں اور تنقیدی نظر وشاعرانہ عظمت سے بھی واقف تھے اور ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان سے رجوع کرتے تھے۔

فاضل بریلوی امام احمد رضا کے سینے میں شاعری کی صلاحیت ودیعت کر دی گئی تھی۔ انکو خدائے لم یزل نے جہاں علم وفضل ومعرفت کے خزانے سے بہت کچھ عطا کر کے مالا مال کر دیا تھا وہیں شعر وسخن کی شکل میں انہیں رب کریم، رحمٰن ورحیم نے انعام خاص سے نوازا تھا۔ جیسا کہ شعراء کے بارےمیں کہا گیا ہے: "الشعراء تلامیذ الرحمٰن" یعنی شعراء

رحمٰن کے شاگرد ہیں تو یہ بات امام احمد رضا پر بھی صادق آتی ہے۔امام تو حبیب رحمٰن کے مداح تھے پھر کائنات کا خالق و مالک مدنی محبوب کے اس محبّ صادق اور فدائی و غلام کو محبوب ہی کی مدح و ثنا کیلئے شعری صلاحیت اور زبان و بیان کی خوبیوں سے کیوں نہ نوازتا؟ اور خالقِ کل جہان کی اسی نوازش کا برملا اظہار فاضل بریلوی اس طرح کرتے ہیں۔

مگر جو ہاتف غیبی مجھے بتاتا ہے
زبان تک اسے میں لاتا ہوں بمدح حضور

[حدائق بخشش حصہ سوم]

امام اپنے کلام کو ہاتف غیبی کا فیض بتاتے ہیں۔رضا کا یہ شعر تصوف کے اس پہلو کیطرف بھی ایک اشارہ ہے کہ وہ ہاتف غیبی کے ترجمان ہیں۔

اپنے کلام کو خدا کی طرف منسوب کرنا صوفیاء اور شعراء کے مسلک میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔فارسی کے مشہور شاعر حضرت حافظؔ شیرازی کا یہ شعر کس کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
انچہ استاد ازل گفت بگو، می گویم

حضرت حافظؔ اپنے کلام کو استاد ازل یعنی خدائے لم یزل کا کلام بتا رہے ہیں۔ڈاکٹر اقبالؔ نے بھی امام احمد رضا کے بہت بعد اسی طرح کا اعلان کیا ہے۔

محمد بھی ترا جبریل بھی قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں بتا ترجماں میرا ہے یا تیرا

[بال جبریل]

امام احمد رضا کا یہ شعر انکی شریعت اور طریقت کی جامعیت کا بھرپور اعلان ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت کا بھی غماز ہے کہ ان کے یہاں غلو، آزادانہ روی، شاعرانہ نمائش

نہیں ہے، بلکہ جو کچھ ہے عشق وصداقت کا اظہار ہے۔

ایک جگہ اور بھی امام محترم اپنا شعری مسلک بیان کرتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

[حدائق بخشش]

نعت گوئی کے سلسلے میں ایک اور مقام پر امام موصوف نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے۔

"حقیقتاً نعت شریعت لکھنا نہایت مشکل ہے جسکو لوگ آسان سمجھتے ہیں اسمیں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اسمیں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب اصلا حد نہیں اور نعت شریعت میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے"

[الملفوظ حصہ دوم ص ۴۰-۴۱ از مصطفیٰ رضا خاں]

امام احمد رضا کا شعری مسلک بھی واضح ہے اور ان کی شاعری کے محرکات بھی واضح ہیں۔

تخلیقی رویّے

امام احمد رضا نے کس عمر سے شعر گوئی شروع کی اور ان کے تخلیقی رویّے کیا ہیں؟

امام احمد رضا کی شعر گوئی کی ابتداء کا حال ان کے تذکروں سے نہیں ملتا اور نہ ہی کہیں سے اس طرح کی روایت ملتی ہے کہ وہ باقاعدہ قلم کاغذ لیکر شعر گوئی کا التزام کرتے تھے یا اکثر یا ہمہ وقت اسی کیفیت میں ڈوبے رہتے تھے۔ البتہ چند واقعات سے ان کی تخلیق کے رویّے

کا ضرور پتہ چلتا ہے۔

۱۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے اپنا مشہور معراجیہ قصیدہ معروف بہ تہنیت شادی اسریٰ حضرت محسن کا کوروی کے قصیدۂ معراجیہ کے دو شعر سننے کے بعد نظم کیا اور وہ بھی صرف چند گھنٹوں میں ۶۷ر اشعار کہد یئے۔

ان کے خاندان کے موجودہ بزرگوں اور پرانی خادماؤں کی زبانی یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ اس قصیدہ کو نظم کرنے سے پہلے امام موصوف نے گھر کی خواتین سے ایک زیور جھومر اور وہ ملبوسات جس میں گوٹے اور لچکے ٹکے ہوتے ہیں اور چھڑیاں پڑی ہوتی ہیں لیکر ایک نظر دیکھا تھا۔

اس قصیدہ میں ان سے متعلق یہ اشعار ہیں ۔

وہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں پڑے تھے

نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

جھومر اور کپڑے دیکھنے کی روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام احمد رضا شعر میں صداقت اور اصلیت بھرنے کے قائل تھے اور مشاہدے کے بغیر یہ ممکن نہیں ہوتا۔

۲۔ پہلی بار بعمر ۲۲ سال جب امام احمد رضا ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء میں حج و زیارت کو گئے تو حج سے فراغت کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ بغرض حاضری سرکار اعظم ﷺ روانہ ہوتے وقت انہوں نے ایک نعت کہی، مطلع ہے۔

حاجیو ! آؤ شہنشاہ کا روزہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

چونکہ شہنشاہ کونین کے روضۂ اقدس کی حاضری کو روانہ ہو رہے تھے۔ دل امنگوں سے معمور تھا، نگاہیں سنہری جالیوں کے طواف اور سبز گنبد کے نظارہ کیلئے مضطرب تھیں، غلام آقا کی بارگاہ میں حاضر ہونیوالا تھا۔ اس وقت کا عالم تو کسی عاشق صادق سے ہی پوچھئے کہ اس کے دل کی کیا کیفیت ہوگی۔ محبوب کے دربار کی حاضری، محبوب کے دیار و شہر کی زیارت، عاشق کیوں نہ مستانہ وار نعرے لگاتا اور عظیم سرور و حبیب اکبر کے ہر فدائی و شیدائی اور ایک ایک غلام کو اسکی بارگاہ میں حاضری کی دعوت کیوں نہ دیتا؟ جذبات تھم نہ سکے، جذبوں کا سیل رواں بہہ نکلا اور ہونٹوں سے یہ صدا مچل اٹھی۔

حاجیو ! آؤ شہنشاہ کا روزہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

اس طرح متعدد اشعار پر ایک مستانہ نعت ہوگئی۔

۳۔ اس حج سے واپسی کے بعد آپ سخت بیقرار ہوئے۔ کاش! در حضور سے واپسی نہ ہوتی۔ اسی عالم بیقراری میں اور حالت مجبوری میں ایک نعت بطور معروضہ پیش کیا ہے جس کا مطلع ہے۔

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچہ سے رخصت کیا نہال کیا

۴۔ امام احمد رضا کو دیار حبیب ﷺ سے بے پناہ وابستگی تھی۔ مدینہ کے پھول تو پھول وہ وہاں کے خار کو بھی ادب و احترام کا درجہ دیتے ہیں اور اسے دل میں اتارنیکی تمنا اس طرح کرتے ہیں۔

اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

مدینۂ امینہ تو شہر حبیب ہے۔ انہیں تو سرزمین عرب سے بھی وابستگی ہے اس لئے کہ

محبوب عربی ہے۔ حضورﷺ کی ایک حدیث بھی ہے کہ "عرب اور اہل عرب سے محبت بھی ایمان کی علامت ہے۔"

حضرت فاضل بریلوی کی نگاہ میں عرب کے بیاباں کے گرد و دھول کی کیا قدر و قیمت ہے۔ دیکھیں۔

تاب مرأت سحر گرد بیابان عرب
غازۂ روئے قمر دود چراغان عرب

مدینہ تو ان کی جان ہے، شہر آرزو اور ارمان ہے۔ اسکی سلامتی اور احترام و ادب کا کس طرح اظہار کرتے ہیں۔

مدینے کے خطّے خدا تجھ کو رکھے
فقیروں غریبوں کے ٹھہرانے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے! سر کا موقع ہے او جانے والے

امام احمد رضا بریلوی جب بھی زمانۂ حج میں حجاج کو جانب عرب روانہ ہوتے دیکھتے تو عالم بے قراری میں چیخ اٹھتے۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضؔا سارا تو سامان گیا

۵۔ حضرت فاضل بریلوی جب دوسری بار ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۵ء حج و زیارت کو گئے تو آپ نے اس موقع پر ایک نعت نظم کی جس کا عنوان انہوں نے حضور جان نور رکھا۔ یہ نام تاریخی ہے۔ بحساب ابجد اس کے اعداد ۱۳۲۴ھ ہوتے ہیں اور یہ حاضری کا ہجری سن ہے۔ یہ نظم دو حصوں میں ہے۔ ایک کو انہوں نے وصل اول علمی اور دوسرے کو وصل دوم رنگ عشقی لکھا

ہے۔ وصل اول میں ۶۲ر اشعار ہیں اور وصل دوم میں ۶۳ر اشعار ہیں۔ وصل اول کا مطلع ہے:

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

وصل دوم کا مطلع ہے:

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

وصل اول میں ایک شعر ہے۔

وہ دیکھو جگمگاتی ہے شب اور قمر بھی
پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

اس شعر کی تخلیق بلکہ وصل اول اور وصل دوم دونوں نظموں کی تخلیق کے متعلق آپ فرماتے ہیں:-

''۲۴ر صفر ۱۳۲۴ھ کو کعبۂ تن سے کعبۂ جاں کیطرف روانہ ہوا............ پہلی رات کہ جنگل میں آئی صبح کے مثل روشن معلوم ہوتی تھی جس کا اشارہ میں نے اپنے قصیدہ جانِ نور میں کیا ہے جو حاضریٔ دربار معلّٰی میں لکھا گیا تھا۔''

[الملفوظ حصہ دوم ص ۱۳۱ از مولانا مصطفٰی رضا خاں بریلوی]

امام کا یہ بیان واضح کرتا ہے کہ انہوں نے حضور جان نور کب اور کس عالم میں لکھا۔

اسی حج کے موقع پر جب آپ مدینہ منورہ میں حاضر تھے تو سرکار اعظم ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کیوقت مواجہہ اقدس میں کھڑے ہوئے۔ سرکار کی بارگاہ نور میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے وقت ایک عجیب کیفیت میں تھے۔ یاد حبیب میں کھوئے ہوئے۔ نگاہیں اس جلوۂ جہاں آرا کی متلاشی تھیں جس کی دید نہ صرف دل و نظر بلکہ زندگی و بندگی کی

معراج ہے۔ جب آرزوؤں کے ہجوم نے یلغار کی اور تاب نے دامن چھڑا لیا تو اسی عالم بے تابی میں آپنے ایک نعت کہی- مطلع ہے۔

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع اس طرح کہا:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضؔا
تجھ سے کتّے ہزار پھرتے ہیں

اس مقطع کا پڑھنا تھا کہ یاس آس میں بدل گئی اور نگاہوں نے وہ حسین منظر اور وہ جلوۂ جہاں آرا اور ایمان پرور دیکھا کہ عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ گیا۔

حضرت فاضل بریلوی نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے سرکار ار ابد قرار مدنی محبوب ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

[ملخصاً حیات اعلیحضرت ص ۴۴ از مولانا ظفر الدین]

حضرت فاضل بریلوی کی یہ نعتیہ غزل بڑی ہی مرصع اور دلاویز ہے۔ اس کے مطلع

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں ☆ تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

کو سن کر مرزا داغؔ دہلوی پھڑک اٹھے تھے اور اس طرح داد دی تھی:-

''مولوی ہو کر اتنے اچھے شعر کہتا ہے''

[مولانا ماہر القادری : ماہنامہ فاران کراچی ۱۹۷۳ء ص ۴۴-۴۵]

۶۔ امام احمد رضا کو حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ انہوں نے سرکار بغداد کی کئی منقبتیں کہی ہیں۔ غوث پاک کی یہ منقبت لکھنے کی متعدد وجہیں ہیں۔ مثلاً ''ایک بار کسی نے عرض کیا کہ سید احمد زروق نے فرمایا ہے کہ جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے تو یا زروق کہکر ندا کرے میں فوراً اسکی مدد کرونگا تو ارشاد فرمایا (امام

احمد رضا نے) میں نے کبھی اس قسم کی مدد طلب نہ کی۔ جب کبھی میں نے استعانت کی۔ یا غوث ہی کہا۔ یک در گیر محکم گیر۔" [الملفوظ حصہ سوم ص ۳۲ از مفتی مصطفیٰ رضا خاں]

پھر اسی قول کی صداقت کے سلسلے میں مولانا بریلوی نے اپنا یہ واقعہ بتایا: میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور تھا۔ طبیعت منتشر ہوتی تھی۔ میں نے عرض کیا حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، اس شور وشغب سے مجھے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا معلوم ہوا کہ سب ایکدم چپ ہوگئے ہیں۔ میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہوگئے۔ قدم درگاہ سے باہر نکالا پھر وہی شور وغل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی! معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے۔ یہ بیّن کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی، بجائے حضرت محبوب الٰہی کے نام مبارک کے یا غوث زبان سے نکلا وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔"

[الملفوظ حصہ سوم]

غوث پاک کی جتنی بھی منقبتیں آپ نے کہی ہیں سب کسی نہ کسی خاص موقع پر کسی سبب سے کہی ہیں اور اسطرح الگ الگ ردیف وقافیہ میں منقبتوں کے اشعار جمع ہوتے گئے بعد میں ترتیب وار یکجا کر لئے گئے۔ آپ نے کبھی چند اشعار اسوقت کہے جب آپ کے مخالفین اور حاسدین نے آپ کو پریشان کیا یا کرنا چاہا تو آپ نے غوث اعظم سے مدد طلب کی۔

کبھی کسی سے مرتبۂ غوثیت پر یا ان کی کرامات پر بحث چھڑ گئی تو آپنے غوث اعظم کے مرتبے اور ان کی کرامتوں کا بڑے ہی والہانہ مگر حقیقت پسندانہ انداز میں اظہار کیا۔

ایکبار مرگی کے مرض کا تذکرہ چھڑ گیا، اسپر آپ نے فرمایا:

"حضور غوث اعظم کے زمانہ میں ایک شخص کو مرگی ہوئی۔ حضور نے فرمایا اس کے کان میں کہہ دو کہ غوث اعظم کا حکم ہے کہ بغداد سے نکل جا چنانچہ اسیوقت وہ اچھا ہو گیا اور تب سے بغداد مقدس میں مرگی نہیں ہوئی۔ [الملفوظ حصہ سوم ص ۳۲]

اس واقعہ کو سنانے کے بعد آپ نے یہ اشعار کہے۔

حکم نافذ ہے ترا خامہ ترا سیف تری
دم میں جو چاہے کرے دور ہے شاہا تیرا
جس کو للکار دے آتا ہو تو الٹا پھر جائے

جس کو چمکار لے ہر پھر کے وہ تیرا تیرا

[حدائق بخشش]

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ فاضل بریلوی نے کسی کا کلام سنا اور سنکر متاثر ہوئے تو اسی مضمون اور زمین پر خود بھی اشعار کہہ دیئے مگر اپنے فکر کی تازہ کاری سے مضمون کو تازگی اور دل کشی عطا کردی۔

۷۔ مولانا بریلوی نے دوسرے شعرا کی سنی ہوئی نعتوں پر تضمین بھی کہی ہے۔

ایک نعت گو جناب قاسم کے نعتیہ خمسہ کو آپ نے اپنے قلم کی سحر طرازی سے لاجواب بنادیا ہے۔

پہلا بند اور مقطع کا بند دیکھیں۔

اے کاش شان رحمت میرے کفن سے نکلے
جان بوئے گل کی صورت باغ بدن سے نکلے
ارمان طفیل نام شاہ زمن سے نکلے
حسرت ہے یا الٰہی جب جان تن سے نکلے
نکلے تو نام اقدس لیکر دہن سے نکلے

لاکھوں ہیں سینہ بریاں مثل رضؔا و کافؔی [1]
انجام کار سب نے اپنی مراد پائی
دشت طلب میں ہو کر آوارہ کھو گئے جی
وہ دن بھی ہو الٰہی جب صورت شہیدی [2]
حضرت کی جستجو میں قاسؔم وطن سے نکلے

[حدائق بخشش حصہ سوم]

---

[1] مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی (م ۱۸۵۸ء)

[2] مولوی کرامت علی خاں شہیدؔی (م ۱۲۵۶ھ)

۸۔ امام احمد رضا کی وہ مشہور زمانہ نعت جو صنعت ملمع میں ہے جس میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی چار زبانوں کا استعمال ہے اور جو حضرت امیر خسرو کی نظم کے بعد شاعری میں پہلی نعتیہ غزل ہے۔ حضرت خسرو کی نظم فارسی، اردو اور بھاشا تین زبانوں میں ہے جس کا مصرع اول اس طرح ہے:

زحالِ مسکیں مکن تغافل درائے نیناں لگائے بتیاں

لیکن فاضل بریلوی کی غزل چار بلکہ سنسکرت کے الفاظ کو بھی شامل کریں تو پانچ زبانوں میں ہے اسے اردو شاعری میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ مطلع ہے ؎

لَم یاتِ نظیرُک فی نظرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

یہ نعتیہ غزل جناب رضا نے اپنی زبان دانی، علم وفضل یا فن کے اظہار یا کسی نمائش اور کسی کو مرعوب کرنیکی خاطر نہیں کہی بلکہ ارشاد اور ناطق نامی دو شعراء جو ان کے محبین میں تھے، کی فرمائش پر کہی۔

بس خامۂ خام نوائے رضا نہ یہ طرز مری نہ یہ رنگ مرا

ارشادِ احبّاء ناطق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا

امام موصوف نے انکساراً اپنے خامہ کی ناپختگی اور اپنی بیچارگی کا بھی اظہار کیا ہے اور یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ احباب کا ارشاد ناطق تھا اس لئے ان کی خوشی کی خاطر مجبوراً یہ رنگ اور یہ راستہ اختیار کرنا پڑا۔

۹۔ جب سیدنا نبی اکرم ﷺ کی شان عظمت اور ان کے علو مرتبت سے انکار اور ان کی بارگاہ قدس میں گستاخیوں کا ایک نیا سلسلہ دراز ہوا تو جہاں فاضل بریلوی نے فقہ وحدیث اور عقائد وکلام کی روشنی میں رسول اکرم ﷺ کی عظمت ورفعت کو اجاگر کر کے گستاخوں کو

منھ توڑ جواب دیا وہیں نعت کے تاریخی پس منظر میں اشعار کے ذریعہ نبیِ کونین کی مدحت سرائی اور منکرین عظمت مصطفیٰ ﷺ کو للکار کر بھی جواب دیا۔ یہ انداز نعت گوئی حضرت فاضل بریلوی کے واردات قلبی اور ان کے جذبات واحساسات کی سچی عکاسی کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ اصل تکوین عالم ہیں

(۱) یہی ہے اصل مادہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

------

(۲) وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

-----

(۳) تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور
لِم ہے یہ وہ اِن ہوا تم پہ کروڑوں درود

حضور حاضر وناظر اور نورِ الٰہ ہیں

(۱) انھیں کی بو مایہ سمن ہے، انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں، انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

-----

(۲) وہی نورِ حق، وہی ظلِ رب، ہے انھیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں اس کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

-----

(۳) وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے، وہی اصل عالم و دہر ہے
وہی لہر ہے وہی بحر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے
(۴) تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

حضرت فاضل بریلوی نے ہر مخلوق کی موت کو برحق مانا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو بھی موت آئی اس لئے کہ وہ وعدۂ الٰہیہ ہے۔ لہٰذا حضرت فاضل بریلوی نے یہ ثابت کیا ہے کہ انبیاء کرام کو موت ضرور آتی ہے مگر بعد از مرگ انکی حیات پھر پہلے کیطرح جسمانی ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار میں اسی طرف اشارہ کرتے ہیں ؎

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد انکی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

خاتم النبیینی :

(۱) نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا
(۲) فتح باب نبوت پہ لاکھوں درود
ختم دور سالت پہ لاکھوں سلام

شفاعت مصطفٰی علیہ التحیتہ والثناء :

(۱) گنہگاروں کو ہاتف سے نوید خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سا والی ہے

(۲) سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو تب تو بن آئی ہے

(۳) سب تمہارے آگے شافع
تم حضورِ کبریاء ہو

(۴) جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

اختیار مصطفیٰ ﷺ:

(۱) مصطفیٰ خیر الوریٰ ہو - سرور ہر دوسرا ہو

(۲) ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

(۳) زمین و زماں تمہارے لئے، مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے

(۴) مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(۵) سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

علم غیب مصطفیٰ ﷺ:

(۱) اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

محبوبیت مصطفیٰ ﷺ:

(۱) خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

(۲) اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی

وصل الٰہی اور لامکاں پر پہنچنا:

(۱) بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعہ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

(۲) وہی لامکاں کے مکیں ہوئے، سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں، وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

اسی طرح حضور ﷺ کے دیگر اوصاف اور فضائل وغیرہ نیز عقائد صحیحہ کو اشعار میں پیش کئے ہیں اور یہ سب جذبۂ اظہار حق اور عشق کی تڑپ کا کرشمہ ہے۔

نبی کریم کی یاد منانے کے سلسلے میں کہتے ہیں۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر انکا سناتے جائیں گے

مسلمانوں کی بے اعمالی اور دین و ایمان کے رہزنوں سے انہیں ہوشیار کرنے کے سلسلے میں بھی حالات زمانہ سے متاثر ہو کر اشعار کہے ہیں۔

دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی　　　لاج آئی نہ ذرّوں کی ہنسی سے

شب بھر سونے سے ہی غرض تھی　　تاروں نے ہزار دانت پیسے

ایمان پہ موت بہتر او نفس　　تیری ناپاک زندگی سے

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے

شرم نبی خوف خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے

سونیوالو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں

تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی ڈالے گا

ہائے مسافر دم میں نہ آنا، مت کیسی متوالی ہے

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے، تیری مت ہی نرالی ہے

بار بار نصیحت بھی کرتے ہیں۔ مصطفیٰ جان رحمت کی اطاعت اور انکی محبت کو ایمان بتاتے ہوئے دنیا اور آخرت کی فلاح کا پیغام بھی دیا ہے ۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

ایمان ہے قال مصطفائی --قرآن ہے حال مصطفائی

ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضاؔ اول گیا آخر گیا

اللہ کی سرتابقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

نورِ الٰہ کیا ہے محبت حضور کی
جس دل میں یہ نہو وہ جگہ خوک وخر کی ہے

سائلو دامن سخی کا تھام لو - کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائیگا

فاضل بریلوی امام احمد رضا کے اپنے اقوال، مختلف واقعات اور تذکرہ جات سے پتہ چلتا ہے کہ:

(۱) وہ شاعری کو پیشہ یا ذریعہ عزت نہیں سمجھتے تھے حتّٰی کہ خود کو شاعر بھی نہیں مانتے تھے۔

(۲) وہ کسی کے شاگرد تھے نہ انہوں نے کسی سے اصلاح لی اور نہ ہی شعر وسخن کی محفلوں یا شعری ماحول اور شعراء کی صحبت سے انکی وابستگی رہی۔

(۳) ان کی خاندانی علمیت و مذہبیت، انکا اپنا علم وفضل، دین وملت کا درد، معاشرہ کی اصلاح، عقائد حقہ اسلامیہ کی تبلیغ اور ہر سو عشق نبی کی شمع فروزاں کرنیکا جذبۂ

صادق............ ان سب نے انہیں شعر گوئی پر اکسایا اور انہوں نے مختلف کیفیات اور حالات میں جذبات واحساسات کا اظہار کیا جس میں ان کی تبحر علمی نے ساتھ دیا۔

انہوں نے شعر کہنے یا لکھنے کا باقاعدہ التزام نہیں کیا۔ان کا کلام ہاتف غیبی کا فیض ہے۔انہوں نے عشق کی خاطر...... ماسوا عشق دنیا کی ہر شے سے اپنی مکمل بے تعلقی، بیخبری، گمشدگی اور بے اعتنائی کا اظہار کیا۔

امام احمد رضا کے تخیل نے پرواز کی، فکر کو بال و پر عطا ہوئے، بزم عشق قائم رہی، گرم رہی اور جذبات کی مرئی شکلیں جو سینہ و دل اور لبوں سے باہر آئیں وہ مہکتی دمکتی ہوئی صدائیں بن گئیں۔خوبصورب اور دلکش اشعار اور رضا کے کہنے والے کہنے لگے۔

آ سنا دے عشق کے بولوں میں کچھ رضا
مشتاق طبع لذت سوز جگر کی ہے

اور پس اس لئے رضا نے بھی کہدیا جو شاعر کی انانیت نہیں بلکہ شاعر کی صدا، شاعر کا مسلک اور اظہار حقیقت ہے۔

مگر جو ہاتف غیبی مجھے بتاتا ہے
زباں تک اسے لاتا ہوں میں بمدح حضور

اور جب انکا کلام ہاتف غیبی کا فیض ہے تو پھر وہ تحدیث نعمت کے طور پر کیوں نہ کہیں۔

گونج گونج اٹھتے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

کیوں نہ گلشن مری خوشبوئے دہن سے مہکے
باغ عالم میں بلبل ہوں ثنا خواں کس کا

اور اسی لئے پروفیسر نسیم قریشی علیگڑھ مسلم یونیورسٹی نے امام احمد رضا بریلوی کی شاعری پر اپنے تاثرات اس طرح پیش کئے ہیں۔

"محمدی لوائے عظمت ابد کی چوٹیوں پر ایک سرمدی شان سے لہرا رہا ہے اور اس کے مقدس سائے تلے حضرت رضؔا بریلوی جاوداں کامرانیوں سے سرفراز شادکام ہو رہے ہیں۔

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے"

[ماہنامہ المیزان بمبئی: امام احمد رضا نمبر ۱۹۷۶ء ص ۵۴۹]

مزید اظہار خیال کرتے ہیں:۔

"سرور کائنات کے حضور شرفیابی حاصل ہے۔ نوائے شوق نغمۂ والہانہ بن گئی ہے، ذوق فدائیت شباب پر ہے، شیفتگی و نیاز کیشی، ہمہ آواز، ہم سرور مستانہ، ہم ارتعاش قلب مضطر ہو گئی ہیں۔ روحانی سرمستی کے عالم میں حضرت رضؔا خلد آشیانی کی زبانِ حقیقت ترجمان سے جو حرف نکلا ہے، باغ کامرانی کا سدا بہار پھول بن گیا ہے۔ [ایضاً]

پروفیسر سید یونس شاہ رقمطراز ہیں:۔

"امام موصوف ایک موقع پر خود لکھتے ہیں، شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔ جب سرکار اقدس ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بیقرار دل کو تسکین دیتا ہوں۔ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ عالم ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بیتاب کرتا ہے تو از خود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہو جاتے ہیں۔" [تذکرہ نعت گویان اردو، ص ۱۲۸]

مولانا محبوب علی خاں لکھتے ہیں:۔

"خود بدولت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام احمد رضا خاں صاحب) فرماتے ہیں۔

راز باہر قلب شاں مستور نیست
لیک افشا کردنش دستور نیست
ہر کجا گنج دویعت داشتند
قفل بردر بہر حفظش بستہ اند
در دل شاں گنج اسرار اے نکو
برلب شاں قفل امرِ اتقوا

ہاں جس وقت بحر عشق ومحبت جوش مارتا اور ضبط کی طاقت نہ رہتی تو شاعری کے پردہ میں ان رموز واسرار کا بیان ہو جاتا" [حدائق بخشش حصہ سوم ص ۹]

امام احمد رضا کی اپنے اشعار پر نظر ثانی

فاضل بریلوی امام احمد رضا نے اساتذہ فن کی طرح اپنے مجموعہ کلام حدائق بخشش کی ترتیب کیوقت اپنے کلام پر نظر ثانی کی ہے۔ کہیں کہیں الفاظ میں ترمیم وتبدیلی کی ہے اور کہیں کہیں پورے کے پورے مصرع بدل دئے ہیں، کمزور اشعار کو خارج کر دیا ہے اور کئی نعتوں میں نئے اشعار کا اضافہ بھی کیا ہے۔

مولانا کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش (اول/ دوم) سے چھ سال قبل ان کا ایک نعتیہ مجموعہ منشی رحمٰن علی طیش نے مرتب کر کے ۱۳۱۹ھ میں کانپور سے طبع کرا کر شائع کیا تھا۔ بعد میں مولانا بریلوی نے تبدیلی وترمیم کی۔ مثال:

(۱) دھوم دیکھی ہے در کعبہ پہ بیتا بوں کی
ان کے کشتوں کا بھی حسرت سے تڑپنا دیکھا
(گلزار نعت)

تبدیلی-دوسرے مصرع میں-

ان کے مشتاقوں میں حسرت کا تڑپنا دیکھو (حدائق بخشش)

(۲) راہ میں ان کی کیا کمی فرش بیاض ویدہ کی

چادر ظل ہے ملگجی زیر قدم بچھائے کیوں

(گلزار نعت)

مصرع اول میں ترمیم--- راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض ویدہ کی (حدائق بخشش)

(۳) وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

یہ موجودہ حدائق بخشش میں ہے لیکن گلزار نعت میں مصرع ثانی اس طرح تھا جسے مولانا نے بدل دیا۔

خدا نے مہمانیوں کے ساماں عجب عجب طرز سے کئے تھے

حدائق بخشش حصہ سوم:

فاضل بریلوی امام احمد رضا کا وہ کلام (عربی، فارسی، اور اردو) جو حدائق بخشش (حصہ اول اور دوم) میں شامل نہیں ہوسکا تھا یا اسکی اشاعت کے بعد مولانا بریلوی نے جو نئی نعتیں اور منقبتیں کہیں وہ مولانا موصوف کے وصال کے تقریباً ۲ سال بعد مولانا محبوب علی خاں صاحب نے نابھہ اسٹیم پریس پنجاب سے طبع کرا کر پٹیالہ سے شائع کیا اور حدائق بخشش حصہ سوم نام رکھا۔

حدائق بخشش حصہ سوم میں جو اشعار یا نظم کتابت کی غلطی سے چھپ گئے تھے یا جس میں مولانا محبوب علی خاں کو دھوکہ ہوگیا تھا کہ یہ کلام رضا کا ہی ہے اسے بعد میں علماء نے مشکوک بتا کر علحدہ کرنے نیز درستگی کا فیصلہ سنایا۔

اب حدائق بخشش ہر سہ حصص میں امام احمد رضا کا حسب ذیل اردو کلام شامل ہے(عربی اور فارسی کلام کو چھوڑ کر)

١. مناجات......١٥/اشعار
٢. شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ......١٩/اشعار
٣. نعتیہ غزل......٩٩ عدد......١٣٨٨/اشعار
٤. غزل قطع بند......١......٧/اشعار
٥. غزل الشفتین......١......١٢/اشعار
٦. مستزاد......١عدد
٧. نظم حاضری بارگاہ بہیں جاہ......٦٢/اشعار (وصل اول)
٨. حاضری درگاہ ابدی پناہ......٦٣/اشعار (وصل دوم)
٩. قصیدہ نور......٥٨/اشعار
١٠. قصیدۂ معراجیہ (درتہنیت شادیٔ اسریٰ)٦٧/اشعار
١١. سلام......١٦٨/اشعار
١٢. قصیدۂ درودیہ......٦٠/اشعار
١٣. نعتیہ قصیدہ در اصطلاحات علمیہ......٢٨/اشعار (غیر مکمل)
١٤. نعتیہ قصیدہ در اصطلاحات ہیات و نجوم ١٥٥/اشعار
١٥. اشعار تشبیب (نعت)......١٢/اشعار
(بقیہ اشعار گریز، مدح و دعا کے نہیں ہیں)
١٦. اشعار تشبیب ماہ ربیع الاوّل......١٦/اشعار
١٧. مثنوی الوداع جُبّہ مبارکہ......٧٠/اشعار
١٩. ترجیع بند (نعتیہ)......٨ بند

۲۰. ترجیع بند (نعتیہ)......۳ بند نامکمل

۲۱. تخمیس (نعتیہ خمسہ پر تضمین)......۴ بند

۲۲. متفرق نعتیہ اشعار......۱۹

حصّہ مناقب

۲۳. مدح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا......۵/اشعار (غزل کے فارم میں)

۲۴. مدح فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا......۵/اشعار (غزل کے فارم میں)

۲۵. مدح مولا علی کرم اللہ وجہہ......۵/اشعار (غزل کے فارم میں)

۲۶. مدح امام حسین رضی اللہ عنہ......۲//اشعار (غزل کے فارم میں)

۲۷. منقبت غوث اعظم رضی اللہ عنہ......۸عدد......کل ۱۸۳/اشعار (غزل کے فارم میں)

۲۸. منقبت غوث اعظم......۴/اشعار (غزل کے فارم میں)

۲۹. سراپائے نورانی سیدنا عبدالقادر جیلانی......۳۸/اشعار (غزل کے فارم میں)

۳۰. منقبت سیدنا ابوالحسین احمد نوری......۲۳/اشعار (غزل کے فارم میں)

۳۱. منقبت سیدنا ابوالحسین احمد نوری موسوم بہ مشترقستان قدس ۱۱۴/اشعار (،،)

۳۲. قصیدہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ۴۰/اشعار

۳۳. قصیدہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ......۱۵/اشعار

۳۴. قصیدہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ......۲۱۷/اشعار

۳۵. قصیدہ عبدالقادر بدایونی موسوم بہ چراغ انس (۱۳۱۵ھ) ۱۵۵/اشعار

۳۶. شان بلگرام......۶/اشعار

۳۷. تردیدی اشعار......۱۴

۳۸. متفرق......۴/اشعار

۳۹. قطعات (نعتیہ) ۳/ عدد

۴۰. رباعیات (نعتیہ) ۲۳/ عدد

انکے علاوہ کئی قطعات تاریخی بھی لکھے ہیں۔

ماخذ و مراجع

۱. قرآن کریم
۲. کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن: امام احمد رضا خاں۔
۳. بخاری و مسلم (احادیث)
۴. دیباچہ تلامذۂ غالب: مالک رام
۵. مالہ و ماعلیہ: نیاز فتحپوری
۶. دستور اصلاح: سیماب اکبرآبادی
۷. شعر الہند: عبدالسلام ندوی
۸. الملفوظ حصہ دوم و حصہ سوم: مولانا مصطفیٰ رضا خاں
۹. حدائق بخشش اول دوم: امام احمد رضا خاں
۱۰. حدائق بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محبوب علی خاں (دیوان امام احمد رضا خاں)
۱۱. حجب العوار عن مخدوم بہار: امام احمد رضا خاں
۱۲. کشف حقائق و اسرار دقائق: امام احمد رضا خاں
۱۳. قصیدہ معراجیہ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڈھ: امام احمد رضا خاں
۱۴. گلزار داغ: داغ دہلوی
۱۵. بال جبریل: ڈاکٹر اقبال
۱۶. حیات اعلیٰ حضرت: مولانا ظفر الدین
۱۷. امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات: مولانا یاسین اختر مصباحی
۱۸. تذکرہ نعت گویان اردو: سید یونس شاہ
۱۹. ماہنامہ فاران کراچی ۱۹۷۳ء : ماہر القادری
۲۰. ماہنامہ المیزان بمبئی ۱۹۷۶ء ، امام احمد رضا نمبر
۲۱. علی گڑھ میگزین ۱۹۵۸ء نظریاتی ادب نمبر
۲۲. سہ ماہی توازن مالیگاؤں سلسلہ نمبر ۷-۸
۲۳. معارف رضا کراچی ۱۹۸۶ء، ۱۹۹۰ء

﴿چھٹا باب﴾

امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی نعت گوئی کے انفرادی خدوخال

اور اردو کے معتبر نعت نگاروں سے تقابل

امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان حدائق بخشش ہر سہ حصص کے مطالعہ سے سب سے پہلا تاثر جو قاری کے ذہن پر مرتسم ہوتا ہے وہ ہے ان کے جذبہ کی پاکیزگی اور شدت اور جیسا کہ کلیہ ہے کہ شاعری اس کا موضوع خواہ کوئی بھی ہو وہ شاعر سے جذبہ کی شدت اور پاکیزگی کی طالب ہوتی ہے اور اسی شدت و پاکیزگی سے جسد شاعری کو روح اور دھڑکتا ہوا دل ملتا ہے اور چہرۂ سخن پر تب و تاب اور نکھار ہو جاتا ہے۔

جس نسبت سے شاعر کے جذبات سچے، ملتہب اور گہرے ہوں گے اسی نسبت سے اس کی شاعری سچی، موثر اور گہری ہوگی۔

نعتیہ شاعری تو خاص طور سے علم و فکر کیساتھ ساتھ شاعر کے جذبات محبت کے ارتعاش والتہاب کی متقاضی ہوتی ہے۔

امام احمد رضا خاصاحب کی شاعری میں ان کے جذبے کے خلوص و صداقت کا رچاؤ شروع سے آخر تک اپنی تمام تر آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے۔ ان کی نعت عاشقان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی محبتوں کا آئینہ ہے۔ اس میں ان سوختہ جانوں کے سوز گداز اور عقیدت و نیاز کی نکہتیں بسی ہیں اور خود امام موصوف کے دل کی دھڑکنیں سنائی دیتی ہیں۔ انکے اشعار

جذبوں کی اکائیاں ہیں جو لفظوں کے روپ میں لودے رہی ہیں۔

امام احمد رضا خان کی شاعری اکتسابی نہیں وہبی ہے، لفظوں کی نہیں جذبوں کی شاعری ہے۔ان کے یہاں تخلیقی شان پائی جاتی ہے۔ان کی نعت جن خارجی اوصاف سے مزین ہے وہ کہیں بھی ان کے اظہار جذبات یا ترسیل فکر میں حارج نہیں ہوتیں۔

ان کی صنعت گری اور پیکر آرائی نعت کے مضامین کو اور موثر انداز میں پیش کرتی ہے۔ ان کے یہاں شعری اور شعوری صداقت کا خوب صورت توازن پایا جاتا ہے۔ ان کی شاعری پر سادگی، معصومیت، شگفتگی اور عاشقانہ سرمستی کی ایک ایسی چاندنی چٹکی ہوئی ہے جو قاری کے دروں خانہ ایک مدوجزر برپا کر دیتی ہے۔

مولانا موصوف کے یہاں غزل کے پیرائے میں لمبی لمبی نعتیں ہیں اور بعض نعتیں بڑی مشکل زمینوں اور ردیفوں میں لکھی گئی ہیں لیکن حضور ختمی مآب ﷺ کی محبت کا تیز دھارا سنگلاخ زمینوں کو چیرتا ہوا اس طرح گزر گیا ہے کہ شادابی اور زرخیزی کے جو آثار ان کی نعتوں میں پیدا ہو گئے ہیں وہ دوسروں کے یہاں نرم اور ہموار زمینوں میں بھی نظر نہیں آتے۔

لہٰذا امام احمد رضا خان کی خصوصیات نعت اور فنی محاسن میں جو ہر روح کی طرح جاری و ساری ہے وہ ان کا جذبۂ عشق رسول ﷺ ہے۔

امام کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے بھی سرکار رسالتمآب ﷺ سے ان کی محبت و شیفتگی کے معترف ہیں۔ان کے نعتیہ کلام کی جان اور اصل ان کا یہی سرمایہ عشق رسول ﷺ ہے۔امام احمد رضا خان بریلوی کا یہ عقیدہ اور ایمان تھا کہ حضور آقا نامدار ﷺ کی ذات گرامی کائنات میں بے مثال ہے۔نہ ماضی میں اسکی مثال نظر آتی ہے، نہ حال اور مستقبل میں اس

کا امکان ہے۔ مولانا کی شاعری دراصل عشق سے چل کر ایمان پر ختم ہوتی ہے۔

چند اشعار ملاحظہ ہوں:

۱) اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

۲) ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کہا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن ادا کی قسم

۳) وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

۴) ان کو یکتا کیا اور خلق بنائی یعنی
انجمن کر کے تماشہ کریں تنہائی دوست

۵) وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

۶) لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

۷) ایسا گما دے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

۸) خاک ہو کر ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

۹) جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

۱۰) دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

۱۱) تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

مدینہ امینہ خاکدان گیتی کی راجدھانی ہے۔ یہ شہر محبوب ہے اس لئے شہر آرزو شہر آبرو ہے۔ مدینہ امینہ سے فاضل بریلوی کی وابستگی قابل دید ہے۔ خاکپائے حضور، خار طیبہ خاک مدینہ کے ذرات، صحرائے عرب و بیابان عرب، سگان کوچہ حبیب ان کے لئے محترم ہیں اور قبلۂ مراد ہے ان کیلئے مدینہ کا ہر خطہ و کوچہ۔ مولانا نے مدینہ منورہ کیلئے پوری کی پوری نظم لکھ دی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کریں:

۱) مدینہ کے خطہ خدا تجھ کو رکھے
فقیروں غریبوں کے ٹھہرانے والے

۲) حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

۳) اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

۴) ہاں ہاں وہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤ ں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

۵) رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

۶) خوف ہے شمع خراشی سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو

۷) دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگان کوچۂ دلدار ہم

۸) کس خاک پاک کی تو بنی خاک پا شفاء
تجھ کو قسم جناب مسیحا کے سر کی ہے

۹) نہ آسماں کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا

۱۰) تاب مرأت سحر گرد بیابان عرب
غازۂ روئے قمر دود چراغان عرب

۱۱) اس گلی کا گدا ہوں جسمیں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

۲☆۔ مولانا احمد رضا بریلوی کا کلام شرعی نقص سے مبرّا ہے۔ ان کے کسی بھی شعر پر شرعی گرفت عائد نہیں ہوتی۔ درحقیقت ان کے ادب پر قرآن وحدیث کا سایہ ہے۔

مولانا موصوف خود فرماتے ہیں۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ۔ بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی۔ یعنی رہے آداب شریعت ملحوظ

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیش جلوۂ زمزمہ رضا کہ یوں

مولانا موصوف نے جن عقائد سے متعلق اشعار کہے ہیں وہ ان تمام عقائد کو جو سرور کونین ﷺ سے متعلق ہیں، اپنی تصنیفات میں قرآن و احادیث اور اخبار و آثار کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں۔

پوری اردو نعت گوئی کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہو جس کا کلام کلی طور پر شرعی خامی سے پاک ہو سوائے مولانا بریلوی کے۔

محسن کاکوری اور امیر مینائی جیسے عظیم نعت گو شعراء کے یہاں بھی شرعی خامی موجود ہے۔

محسن کاکوری لکھتے ہیں۔

ذات احمد تھی یا خدا تھا سایہ کہاں میم تک جدا تھا
کیا ہو گئے حد سے بڑھنے والے۔ سجدے میں درود پڑھنے والے

(کلیات محسن ص ۱۵۳-ناشر اتر پردیش اردو اکادمی لکھنؤ)

امیر مینائی اس طرح فرماتے ہیں:

ظاہر ہے کہ لفظ احد احمد بے میم۔ بے میم ہوئے عین خدا احمد مختار

(محاسن خاتم النبیین)

فاضل بریلوی نے اللہ اور اس کے رسول کے درمیان حفظ مراتب کو کسی بھی لمحہ نظر

انداز نہیں کیا ہے۔

۱) حق یہ ہے کہ ہیں عبد اِلٰہ! اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۲) وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

۳) لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

البتہ امام احمد رضا خاں صاحب رسول کریم ﷺ کو بعطائے الٰہی! قاسم کنز نعمت اور مالک ومختار سمجھتے ہیں اور خدا سے جو کچھ مانگتے ہیں انھیں کے وسیلے سے مانگتے ہیں۔ وہ اس بات کی وضاحت پہلے ہی کر دیتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب ومحب میں نہیں میرا تیرا

وہ خدائے لم یزل سے اسطرح فریاد کرتے ہیں:

یا الٰہی! رحم فرما مصطفٰے کے واسطے
یا رسول اللہ! کرم کیجئے خدا کے واسطے

یاالٰہی! ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

اور پھر وسیلہ نبوی کا مسئلہ یہ کہہ کر صاف کر دیتے ہیں:

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مکر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

امام احمد رضا خاں صاحب نے حضور سید انبیاء، ختمی مآب ﷺ کا تقابل دیگر انبیاء کرام سے بھی کیا لیکن یہاں بھی انبیاء کرام کی عظمت اور ان کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور حضور ﷺ کی وجاہت اور کمال کا تقابل کرتے ہوئے کس قدر نازک خیالی اور معنی آفرینی کا اظہار کرتے ہیں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

اس شعر کا لفظی اور معنوی تجزیہ کرنے پر صناعی اور فنکاری کا ایک جہان نظر آئے گا۔ شعر کا مفہوم محض اتنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر مصر کی عورتوں نے بجائے لیموں کاٹنے کے اپنی انگلیاں کاٹ ڈالی تھیں۔ لیکن دوسری طرف سرکار ابد قرار سیدنا محمد عربی ﷺ کے نام پر مردان عرب سر کٹانے اور جان لٹانے کو تیار ہیں۔ فنی اعتبار سے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ کا استعمال اس سلیقہ سے اور نہایت ہی ہنرمندی کے ساتھ کیا گیا ہے کہ ان کے باہمی تقابل سے حضور اکرم ﷺ کی شاندار تفضیل ثابت ہوتی ہے لیکن حضرت یوسف علیہ اسلام کی توہین کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ مصرعہ اولیٰ میں حسن کا لفظ آیا ہے تو اس کے مقابلہ میں مصرع ثانی میں نام کا لفظ ہے۔ پہلے مصرعے میں کٹنا ہے تو دوسرے مصرع میں کٹانا کہا گیا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ کٹاتے ہیں۔ یہاں استمرار ہے یعنی آج بھی بخوشی نام حضور پر سر کٹاتے ہیں اور قیامت تک غیرتمند غلامان رسول وعشاق مصطفےٰ بخوشی سر کٹاتے رہیں گے جبکہ وہاں عورتوں نے انگلیاں کاٹ لیں، اب یہ ماضی کی بات ہوگئی اس میں دوام واستمرار نہیں ہے۔

وہاں مصرع اولیٰ میں زنان یعنی عورتیں ہیں اور یہاں دوسرے مصرع میں مردان عرب ہیں۔ مصرع اولیٰ میں انگشت ہے اور دوسرے مصرع میں سر ہے۔ دونوں مصرعوں میں

سرکار ختمی مآب ﷺ کی تفصیل کیلئے ایک ایک لفظ لیا گیا ہے۔ جناب فاضل بریلوی کے کمال تخیل کی داد دینی پڑتی ہے کہ کس طرح ایک شعر میں اتنے لفظی و معنوی محاسن کا التزام کر دیا۔ اسی قبیل کا ایک اور شعر ملاحظہ کریں۔

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یاں بوئے قمیص

یوسفستاں ہے ہر اک گوشۂ کنعان عرب

یہ شعر تلمیحی ہے اور اسمیں اس واقعہ کیطرف اشارہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ اسلام نے مصر سے اپنی قمیص مبارک اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ اسلام کی ردّ بصارت کیلئے کنعان روانہ کی تو سیدنا یعقوب علیہ اسلام نے دور ہی سے اس کی خوشبو محسوس فرمائی اور جب اس قمیص کو اپنی آنکھوں سے لگایا تو انکی کھوئی ہوئی روشنی واپس لوٹ آئی۔

یہاں مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم، محبوب زماں ﷺ کے وجود پاک کی عطر بیزیوں سے عرب کا ہر ایک گوشہ کنعان کی طرح یوسفستان نظر آتا ہے اور پیراہن محبوب کی خوشبوؤں سے یہاں کا ہر کوچہ اور ہر راہ ور ہگذار مشکبار و عطر بیز نظر آتی ہے۔

اس شعر میں: بوئے قمیص، گوشۂ کنعان عرب اور یوسفستان کی ترکیب اعلیٰ فنکاری اور مینا کاری کا نمونہ ہے اور خصوصیت کے ساتھ یوسفستان کی ترکیب جناب رضا بریلوی سے پہلے شاید کسی اور نے استعمال کی ہو۔

مدنی محبوب ﷺ کی عبا و قبا کی عطر بیزی پر ایک شعر اور دیکھیں۔

بسی عطر محبوب کبریا سے

عبائے محمد قبائے محمد ﷺ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور جان نور ﷺ کا تقابل ملاحظہ ہو۔

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں

سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لب اعجاز سے مردوں کو زندگی ملتی تھی یہاں بے جان سنگریزوں کو لب اعجاز مصطفیٰ سے نہیں بلکہ ان کے انگشت پاک کے اشارے سے کافر کی مٹھی یعنی ابوجہل کی مٹھی کے سنگ ریزے بھی بولنے لگے اور سرکار ﷺ کا کلمہ پڑھ لیا اب اس سے بڑھ کر شیریں مقالی اور کیا ہوگی؟

مصرعہ ثانی میں شیریں مقالی کا ٹکڑا نہایت ہی جاندار اور بلاغت آفریں ہے اور یہ مولانا بریلوی کا کمال ہے کہ شیریں مقالی جیسا مشکل اور بہت دور کا قافیہ اس قدر حسن وخوبی کے ساتھ باندھ دیا کہ شعر میں جان پڑگئی۔

چند دوسرے اشعار ملاحظہ ہوں۔

۲) جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

۳) جس نے مردہ دلوں کو دی عمر ابد
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی

حضرت مسیح علیہ السلام مردوں کو زندگی عطا کرتے تھے اور سرورِ کونین ﷺ نے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا اور ایسی حیات عطا کی کہ مردہ دل قوم کو زندہ جاوید کر دیا۔ کسی بھی شعر میں دوسرے نبی کی توہین نہیں ہے البتہ رسول پاک ﷺ کی یہ تفضیل قرآن کریم سے ثابت ہے۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے حضور رسالتماب ﷺ کا تقابل ملاحظہ ہو۔

۱) عصائے کلیم اژدھائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد

حضرت کلیم اللہ علیہ اسلام کا یہ معجزہ تھا کہ ان کی عصاء نے فرعون کے جادوگروں کے سانپوں کو اژدھا بنکر نگل لیا تھا۔ پہلے مصرعے میں اسطرف اشارہ ہے اور اس اعتبار سے

عصائے موسوی کو اژدھائے غضب لکھا۔ یہ ترکیب بھی بہت خوب ہے اور نمونہ بلاغت ہے ۔اب دوسرے مصرع میں کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی عصائے مبارک علامت غیض و غضب نہیں ہے بلکہ وہ گروں کا سہارا ہے۔

۲) یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

۳) تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

دونوں اشعار رسول اللہ ﷺ کے واقعۂ معراج کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف کوہ طور تک محدود رہے لیکن نبی کریم ﷺ کو اللہ نے آسمانوں کی سیر کرائی اور عرش و کرسی سے گزار کر لامکان میں انہیں اپنا دیدار ان کے ماتھے کی آنکھوں سے کرایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے رب جلیل کو دیکھنے کی تمنا کی تو جواب: لن ترانی: ملا۔

ایک اور شعر دیکھیں جس میں کئی نبیوں سے تقابل ہے۔

خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

اس شعر میں حشر کی نفسا نفسی کے عالم کی طرف اشارہ ہے جب سارے نبیوں کے پاس ایک کے بعد ایک خلق خدا شفاعت کے لئے دوڑتی پھرے گی اور سارے انبیاء اذھبوا الی غیری کی صدادیں گے یعنی کسی اور کے پاس جاؤ۔ ایسے میں سیدالانبیا ﷺ فرمائیں گے انالھا انا لھا میں تمہارے لئے ہوں۔ یہ حدیث سے ثابت ہے لہٰذا یہاں بھی کسی نبی کی توہین کے بغیر حد ادب و احترام میں رہ کر اپنے رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ثابت کی ہے۔

۳۔ امام احمد رضا بریلوی کے کلام کے جائزے سے ایک اور زبردست تاثر جو قاری کے ذہن پر مرتسم ہوتا ہے وہ ان کے تبحر علمی کا ہے۔ اردو نعت کی تاریخ میں امام موصوف واحد شخصیت ہیں جنھوں نے اپنے علم وفضل کو پوری طرح اپنے فن میں برتا ہے۔ انہوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن وحدیث اور دیگر علوم دینیہ نقلیہ سے لیکر عقلی علوم یعنی فلسفہ، منطق، ریاضی، نجوم، ہیئت، مابعدالطبیعیات اور سائنسی علوم کے مختلف نظریات اور مصطلحات کو نہایت حسن اور سلیقے سے برتا ہے اور ان کا کمال فن یہ ہے کہ انکی نعتوں میں مختلف علمی وفنی نظریات، اصطلاحات اور حوالہ جات سطح پر تیرتے پھرتے نظر نہیں آتے ہیں۔ انھوں نے اپنے وسیع معلومات ومطالعہ کو تخلیقی انداز میں اپنی نعت نگاری کا جزو بنایا ہے اور ان کی نعت میں انکی تبحر علمی رکاوٹ بننے کے بجائے ترسیل فکر میں ممد ومعاون ثابت ہوتی ہے۔ امام نے نعتیہ مضامین کے اظہار میں مختلف علوم وفنون کو سمو کر جہاں اپنی نعت گوئی کو وقیع بنایا ہے وہاں اردو نعت کے علمی اور فکری دائرے کو بھی وسیع کیا ہے۔

قرآن واحادیث اور نقلی علوم سے قطع نظر دوسرے علوم وفنون پر چند اشعار ملاحظہ کریں۔

۱۔ محیط ومرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

(جیومٹری ومابعدالطبیعیات)

۲۔ بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا : بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

(نجوم)

۳۔ مہر منیراں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے : ڈالے دو بوند شب دے میں جو باران عرب

(ہیئت)

۴۔ عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا۔ دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

(فزکس)

۵۔ ذرے مہرِ قدس تک تیرے توسط سے گئے : حدِ اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

(منطق)

۶۔ وہ گراں سنگیِ قدرِ مس وہ ارزانیٔ جود : نوعیہ بدلا کئے سنگ دلآلی ہاتھ میں

(فلسفہ)

۴۔ ☆۔۔۔۔۔ امام احمد رضا خاں نے عربی اور فارسی زبانوں کا استعمال بڑی خوبی سے کیا ہے اور ان کو اردو میں ضم کر کے اشعار کو جس طرح رواں دواں اور معنی آفرینی کا خوب صورت نمونہ بنادیا ہے وہ انہیں کا کمال ہے۔مولانا بریلوی نے صنعت ملمع میں جو نعت رقم کی ہے یعنی عربی، فارسی اردو اور ہندی زبانوں کی پیوندکاری سے وہ اولیات رضا میں ہے اور پوری اردو نعت کی تاریخ میں اس طرح کی مثال نہیں ملتی ۔ یہ بھی ان کی قادر الکلامی اور زباندانی کا ایک بے مثل نمونہ ہے۔اس نعت کا مطلع ہے ۔

لم یات نظیرک فی نظر مثلِ تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

چند اشعار اور ملاحظہ کریں ۔

وہ کنز نہاں کہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں

یہ ہرتن و جاں باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لئے

امام کے ترجیع بند کا ایک بند دیکھیں، کس قدر خوبصورتی سے فارسی کے اس شعر کو ہر بند میں لوٹایا ہے مگر یہ بہت نامانوس معلوم نہیں ہوتا اور اردو کے ساتھ گھل مل گیا ہے

۲۔ غنچۂ دل ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آہ - آنکھ کو دل سے ہی تھا شوق نظارہ بخدا

بلبل زار کو اک دم بھی نہ خوش گزرا تھا - کہ ہوا پھر گئی گلزار یہ موسم بدلا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد : روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

۳۔ اگر گلوں کو خزاں نارسیدہ ہونا تھا : کنارِ خاک مدینہ دمیدہ ہونا تھا

۴۔ ٹپکتا رنگ جنوں عشق شہ میں ہر گل سے : رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

۵۔ نہ کیونکر کہوں یا حبیبی اغثنی : اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

۶۔ اتنی رحمت رضاؔ پہ کرلو۔ لا یقربہ البوار آقا

۵۔ امام احمد رضا خاں بریلوی کے یہاں ضائع بدائع کی کثرت ہے لیکن دیگر صنعتیں تو کسی نہ کسی تعداد میں ہر شاعر کے یہاں ملجاتی ہیں لیکن مولانا نے اپنے دیوان میں ایک نعت صنعت غزل الشفتین یا صنعت واسع الشفتین میں بھی پیش کی ہے۔ اس صنعت کی خوبی یہ ہے کہ کلام میں ایسے حروف لائے جائیں جن کے پڑھتے وقت ہونٹ آپس میں نہ ملیں چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

سیّد کونین سلطان جہاں
ظلّ یزداں شاہ دیں عرش آستاں
کل سے اعلیٰ کل سے اول کل کی جاں
کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں
دلشاد دلکش دل آرا دلستاں
کان جاں و جان جاں و شان شاں
دل دے دل کو جان جاں کو نور دے
اے جہان جاں وائے جان جہاں
جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں
دل سے یوں ہی دور ہو ہر ظن و ظاں

(حدائق بخشش حصہ صوم) ص ۴۹، ۵۰

اس غزل میں فارسیت کا غلبہ ہے اور کوئی کوئی شعر پورا فارسی کا ہے جسے اردو کا بھی اور سمجھ سکتے ہیں مگر یہ شعر غزل میں نامانوس نہیں معلوم ہوتے اور روانی و بندش کی چستی میں کوئی فرق بھی نہیں آیا ہے۔

۶۔ مولانا احمد رضا صاحب کے کلام میں محاورے بکثرت ملتے ہیں لیکن مولانا بریلوی نے محاورات کا نہایت ہی فنکارانہ استعمال کیا ہے کہ شعر بوجھل ہونے کے بجائے رواں دواں اور مزید پر معنی ہو گیا ہے۔

روزمرہ محاورہ اور لب ولہجہ کا ستھرا پن مولانا بریلوی کے کلام کا خاص جوہر ہے۔

مثال کے لئے چند اشعار پیش ہیں۔

۱۔ (محاورہ آنکھ کا تارا ہونا)

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

۲۔ بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری ضیاء آتش پر پانی پھر گیا

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں دو محاورے ہیں۔ مصرعہ اولیٰ میں ہوا بندھنا اور خاک اڑنا اور دوسرے مصرعہ میں ضیاء کا بڑھنا اور آتش پر پانی پھرنا۔

۳۔ تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا
تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

بیڑا پار ہونا، بجرا تر جانا۔ یہ محاورے تلمیحی بھی ہیں۔ سیدنا آدم اور سیدنا نوح علیہما السلام کے واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ سید الانبیاء حضور سیدنا محمد عربی ﷺ کے صدقہ و طفیل میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ خدا تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی

ساحل پر لگی۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

''مجرے کو جھکنا'' یعنی جھک کر سلام کرنا اور ''ہیبت سے تھرتھرا کر گرنا''۔ایک شعر میں دو محاورے ہیں۔اس شعر میں یہ محاورہ حضور اکرم ﷺ کی پیدائش کے وقت بیت اللہ شریف کی مسرت وشادمانی کے عکاس ہیں۔ یہ اصل واقعہ ہے کہ شہنشاہ زمین وزمن نبی امی ﷺ کے ولادت مبارکہ پر بیت اللہ جھک گیا تھا اور ظہور قدسی ﷺ کی آمد میں خوشی سے جھوم اٹھا تھا۔اور دوسرا رخ یہ ہے کہ خانۂ کعبہ میں جو بت تھے سلطان ہر دوسرا ﷺ کے جلال اور ان کے خوف و ہیبت سے سرنگوں ہو گئے تھے۔ محاورات کے استعمال کے باوجود شعر ادبی و شعری حسن کے نقطۂ عروج پر ہے۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ایک خطابیہ قصیدہ قصیدۂ نور جسکا مطلع ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

میں بیسیوں محاورے استعمال ہوئے ہیں۔مثلاً: باڑا بٹنا،کلمہ پڑھنا،سہرا ماتھے پر رہنا، سونا چڑھنا صدقہ لینا،ستارہ چمکنا، بخت جاگنا،دن دونا ہونا،بول بالا ہونا،لہرا بجنا،کلیجا ٹھنڈا ہونا،مچلکا لکھ دینا،ذرا سا منہ نکل آنا، چھینٹا پڑنا،آنکھیں مانگنا، ماتھے ٹیکا ہونا،آئینہ اندھا کرنا،گرمی کا جھلکا لانا،دل کے کنول کھلنا،انہی قدموں پھرنا،اشاروں پہ چلنا، بے حکم پر مارنا،دو ورقہ لکھنا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ایک نعت جس کا مطلع ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

میں بھی بکثرت محاوروں کا استعمال مولانا احمد رضا بریلوی نے کیا ہے۔ مثلاً دھارے چلنا، تارے کھلنا، در سے پلنا، سر سے چلنا، عرش پہ پھریرا اڑنا، نظروں پہ چڑھنا، ٹکڑوں پہ پلنا، منھ تکنا وغیرہ وغیرہ۔

اردو کے معتبر نعت نگاروں سے تقابلی جائزہ

اردو نعت کے محققین اور ناقدین نے دور متاخرین سے قبل کے دور کو نعت گوئی کا تشکیلی دور قرار دیا ہے۔ البتہ محمد محسنؔ کاکوروی اور امیرؔ مینائی سے شروع ہونے والے دور کو فن نعت کی تکمیل کا دور تسلیم کیا ہے۔

اردو نعت کے ایک محقق ڈاکٹر ریاض مجید اس ضمن میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"نعت گوئی کی دور تشکیل کی یہی روایت امیرؔ مینائی اور محسنؔ کاکوروی تک پہنچ کر تکمیل فن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھ آئے ہیں، اردو نعت کے تقلیدی دور کے شاعروں نے جزوی طور پر نعتیں کہیں۔ وہ اگرچہ مشہور شاعر تھے مگر ان کی وجہ شہرت نعت گوئی نہیں۔ اسی طرح تشکیلی دور کے شاعروں نے اگرچہ نعت گوئی ہی کو ترسیل و اظہار فن کا ذریعہ بنایا مگر ان کے شغف نعت کو معیار فن کا وہ درجہ حاصل نہ ہوا کہ ادبی تاریخوں اور شعری تذکروں میں ان کا ذکر نمایاں طور پر کیا جاتا۔ زیر مطالعہ دور میں نعت گوئی کی یہی روایت امیرؔ و محسنؔ کے فن میں منقلب ہو کر ادب و فن کا اعلیٰ امعیار حاصل کر لیتی ہے۔"

(اردو میں نعت گوئی ص ۳۴۷، ۳۴۸)

پروفیسر سید یونس شاہ اس سلسلہ میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

"اردو شاعری میں نعت گوئی کا حقیقی دور محسنؔ کاکوروی کی نعتیہ شاعری سے شروع ہوتا ہے۔" (تذکرہ نعت گویان اردو ص ۴۷)

بہر کیف یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ محسنؔ اور امیرؔ کے دور سے نعتیہ شاعری ایک نئے سفر کا آغاز کرتی ہے۔ محسنؔ و امیرؔ کے بعد حالیؔ و امام احمد رضا بریلوی، مولانا حسن رضا بریلوی، اقبالؔ، ظفر علی خان، سہیلؔ اعظمی، حمیدؔ صدیقی، ماہر القادری، حفیظؔ جالندھری وغیرہ اور بہت سے دوسرے نعت گو شعراء نعتیہ شاعری کو نئی نئی سمتوں اور جہتوں سے آشنا کراتے ہیں اور اس طرح اسکی ادبی اور فنی حیثیت کو اجاگر کرتے ہیں اور آج نعت گوئی بھی جدید شاعری کے دوش بدوش مختلف لسانی اور ہیئتی تجربوں سے گزرتی ہوئی اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔

اردو نعت گوئی کی تاریخ میں محسنؔ، امیرؔ، حسنؔ بریلوی، دلو رام کوثریؔ، راجہ کشن پرشاد وغیرہ اہم مقام رکھتے ہیں لیکن جذبۂ عشق، زبان و بیان، وسعت مضامین اور رنگارنگی نیز دیگر ادبی و فنی اور علمی جمال و جلال کے اعتبار سے صرف محمد محسن کاکوری اور امیر مینائی ہی ایسے دو نعت گو شعراء نظر آتے ہیں کہ جن سے امام احمد رضا خان بریلوی کا تقابلی جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

محسن کاکوروی اور امام احمد رضا خان بریلوی

اس سے قبل کہ محسنؔ اور رضاؔ بریلوی کی نعت گوئی کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔ ضروری ہے کہ پہلے محسن کاکوروی کی سوانح، ان کے عہد اور آغاز نعت گوئی کا مختصر جائزہ لیا جائے۔

سید محسنؔ کاکوروی

سید محسن کاکوری علوی سید ہیں۔ حضرت سید محمد محسن ۱۲۴۲ھ میں قصبہ کاکوری ضلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ مذہبی رنگ بچپن سے غالب تھا۔ نو سال کی عمر میں حضور رسول مقبول ﷺ کا انھیں خواب میں دیدار نصیب ہوا۔ انہوں نے سب سے پہلی فارسی نظم جو لکھی وہ اسی خواب کی خوشی میں تھی۔

یہ پہلے مین پوری میں عہدۂ نظارت پر فائز تھے بعد میں قانون کا امتحان پاس کر کے آگرہ میں وکالت شروع کر دی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آگرہ چھوڑ کر کاکوری آ گئے۔ شورش کے فرو ہونے کے بعد مین پوری میں وکالت شروع کی۔

۱۳۲۲ھ مطابق ۲۴/اپریل ۱۹۰۵ء کو وصال فرمایا۔

محسن دبستان لکھنؤ کے پروردہ ہیں اور ان کے عہد کے لکھنؤ کی شاعری کا انحصار صنعت گری پر ہے۔ لکھنؤ کی زبان کی نکھار ضرور قابل قدر ہے لیکن نری صنعت گری نے بلاغت اور معنی آفرینی کے جوہر سے شاعری کو کافی حد تک محروم رکھا۔ لفظی بازیگری اور صنعت گری کا انداز لکھنؤ اسکول نے دراصل اپنے آپ کو دہلی اسکول سے متمائز کرنے کیلئے اپنایا تھا۔ ضلع جگت بھی لکھنؤ ہی کی دین ہے۔

محسن کاکوری کا عہد اسی صنعت گری کے شباب کا عہد ہے لیکن یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے خود کو اس نری صنعت گری سے دور رکھ کر لکھنوی ماحول کے بگاڑ میں اصلاح کی راہیں پیدا کیں۔

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق تحریر کرتے ہیں۔

"اس لحاظ سے محسن ایک مجتہد کی حیثیت رکھتے ہیں کہ انھوں نے ماحول کے اس بگاڑ میں اصلاح کی بہترین راہیں پیدا کیں۔ نہ صرف لکھنؤ کے محاسن کے کھوٹ کو دور کیا بلکہ ان میں اور چار چاند لگا دئے۔۔۔۔۔ محسن نے زبان کے اعجاز کو ایک ایسے موضوع کیلئے وقف کر دیا جو خود سراپا اعجاز ہے"۔ (اردو میں نعتیہ شاعری ص ۳۲۰-۳۲۱)

تقابلی جائزہ: کسی شاعر کی نعت گوئی کے جائزے میں جو بات سب سے پہلے دیکھی جاتی ہے وہ ہے ختمی مآب ﷺ کے عشق و عقیدت کے خلوص کی تہداری۔

یہی بات دونعت نگاروں کے تقابلی جائزے میں بھی پہلے دیکھی جانی چاہئے۔

جہاں تک سوال ہے محسنؔ اور رضاؔ کے اس جذبۂ محبت و حدت و شدت کو جانچنے، پرکھنے یا ناپنے کی تو عشق و محبت کی پیائش کا کوئی پیانہ تو ہے نہیں اور نہ ہی ہم جیسوں کی بے بصری نعت بنی کے والہانہ نغمات چھیڑنے والے ان مدحت گران پیمبر کے جذبۂ محبت کی شدت و پاکیزگی اور التہاب وارتعاش کا کوئی اندازہ لگا سکتی ہے نہ ہی ان کے مقامات عشق کا تعین کرسکتی ہے۔ دونوں عاشق رسول ﷺ تھے اور دونوں کی حیات کا مقصد صرف نعت گوئی تھا اور دونوں اسی کے لئے وقف تھے۔

لہٰذا ان دونوں نعت نگاروں کا جائزہ ادبی اور علمی محاسن کی روشنی میں لیا جارہا ہے۔

☆۔ امام احمد رضا خان بریلوی کے دیوان حدائق بخشش ہر سہ حصص میں غزل، غزل قطع بند، مستزاد، منظومات، قصیدہ مثنوی، مخمس، ترجیع بند، قطعہ اور رباعی وغیرہ اصناف سخن موجود ہیں۔ غزلوں کی تعداد زیادہ ہے۔

خطابیہ قصائد میں قیصدۂ نور، قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ درودیہ اور قصائد سلامیہ زیادہ مشہور ہیں۔

تمہیدیہ قصائد میں۔ قصیدہ مبنی بر اصطلاحات نجوم و ہیئت، ایک بہاریہ تشبیب در بیان آمدہ بہار ماہ ربیع الاول شریف اور قصیدۂ عائشہ جو منقبت میں ہے کافی مشہور ہیں۔

☆۔ محسن کاکوری کے کلیات میں غزل، مثنوی، قصیدہ، مسدس، قطعہ اور رباعی وغیرہ اصناف سخن پائے جاتے ہیں۔ ان کے کلام میں غزل کی تعداد کم ہے۔ نعت کے محققین اور ناقدین کی آرا کے مطابق ان کی دو مثنویاں۔ ''صبح تجلی'' اور ''چراغ کعبہ'' اور ایک قصیدہ۔ ''مدیح خیر المرسلین'' یعنی قصیدۂ لامیہ ہی زیادہ مشہور ہیں۔ اور انھیں کی بنیاد پر محسن کے ادبی محاسن کا جائزہ لیا گیا ہے۔

مورخین ادب کے تقسیم عہد کے اعتبار سے تو امام احمد رضا بریلوی اور محسن کاکوروی کے عہد میں فرق ہے یعنی محسنؔ ایک عہد پہلے کے ہیں لیکن ویسے دونوں ہم عصر ہیں اور ان دونوں کے زمانہ کی زبان ایک ہی سی ہے۔ ان دونوں کے زمانے میں اردو کے ساتھ ساتھ فارسی اور عربی زبانوں کا بھی رواج تھا اور مذہبی و مشرقی علوم وفنون سے شعراء بخوبی واقف ہوتے تھے۔

محسن کاکوروی اور امام احمد رضا بریلوی دونوں نعت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے۔

جناب محسنؔ کے رقم کردہ دو سراپا بہت ہی مشہور ہیں۔

ایک سراپا انہوں نے بعنوان سراپائے رسول اکرم ﷺ مسدس میں رقم کیا ہے۔ دسرا سراپا مثنوی چراغ کعبہ میں ہے۔

رضاؔ بریلوی نے التزام کے ساتھ ایک سراپا اپنے قصیدۂ سلامیہ میں رقم کیا ہے۔ بقیہ حضور انور ﷺ کے زلف و رخ، لب و چشم، قد و قامت وغیرہ کا بیان مختلف غزلوں میں متفرق اشعار کی شکل میں ہے۔

پہلے محسنؔ کے سراپا بعنوان سراپائے رسول اکرم ﷺ کی جائزہ نگاروں پر ناقدین و محققین نے توجہ نہیں دی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ رعایات لفظی، صنعت گری اور جا بجا تلمیحات و اقتباسات کے رچاؤ نے مضامین کو گنجلک کر دیا ہے۔ البتہ یہ مسدس محسن کی ضاعی اور قوت شاعری کا اعلیٰ انمونہ ضرور ہے۔

جناب محسنؔ نے ''مثنوی چراغ کعبہ'' میں حضور اکرم ﷺ کا جو سراپا رقم کیا ہے اسمیں زبان و بیان میں سلاست بھی ہے اور مضمون آفرینی بھی البتہ شرعی حیثت سے چند اشعار قابل

گرفت ہیں۔تعریف کی اصل ابتداء یہاں سے ہوتی ہے۔

حقا کہ وہ جسم سر سے تا پا شاہد غیب کا سراپا
دیکھا ہے خدا نے اپنا عالم آئینہ بنا کے قد آدم
کھینچی بہ کمال حسن تدبیر نقاش ازل نے اپنی تصویر

تینوں اشعار میں نبی کریم ﷺ کو بجائے جلوۂ حق کہنے کے خدا کی تصویر اور اسکی شبیہ کہہ دیا ہے جبکہ خدا جسم و تصویر و سراپا سے پاک ہے۔

رسول کریم ﷺ نے ''من رانی راءالحق'' فرمایا ہے یعنی جس نے مجھے دیکھا حق کو دیکھا نہ کہ خدا ہی کو دیکھا بلکہ حق دیکھا یا اس کی قدرت دیکھی۔ بندہ اور الہٰ میں فرق ہے اور یہ فرق محسن کے اشعار سے مٹ گیا ہے جو قابل گرفت ہے۔ابر، جبین، گیسو اور چشم کی تعریفیں خوب ہیں۔تشبیہات خوب صورت ہیں اور حوالہ جات بجا و درست ہیں البتہ اس شعر میں تھوڑی سی لغزش پھر ہوگئی ہے۔

خلوت گہہ کبریا کو دیکھا۔ آنکھوں کی قسم خدا کو دیکھا

کلیات محسن کے حاشیے ص ۱۴۳ پر اس شعر کے لئے اشارہ رقم ہے :

حضرت کی آنکھیں خلوت کہ کبریا ہیں جس نے انکو دیکھا خدا کو دیکھا

اولاً تو لفظ ''خلوت گہ کبریا'' ہی قابل گرفت ہے اور اگر اس کی تاویل بھی کر لیجائے یعنی جلوہ گہ کبریا ہے تب بھی ان چشمان رسول ﷺ کا دیدار۔ دراصل دیدار رب نہیں بلکہ جلوۂ دیدار رب ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اسطرح کے مضمون کو یوں پیش کرتے ہیں۔

ہے جلوہ گہ نور الہٰی وہ رو
قوسین کے مانند ہیں دونوں ابرو

آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب
چرتے ہیں فضائے لا مکاں میں آہو

اور دوسرے مقام پر اسطرح رقم کرتے ہیں

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جنکا رمنا نور کا

اور اپنے سراپا جو سلام میں شامل ہے، میں قرآنی حوالہ سے اس طرح لکھتے ہیں۔

معنی قدرائی مقصد ما طغیٰ
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

زبان و بیان میں سلاست اور معنی آفرینی دونوں موجود ہیں۔
محسنؔ کے اور اشعار ملاحظہ کریں۔

اسرار دین میں وحی منزل
اور حامل وحی ریش مرسل
احباب میں لب مسیح تقریر
اعداء میں لئے کلیم شمشیر
کیا ذکر تبسم نبی ہے
گل کی گلشن میں جو ہنسی ہے
کانوں کی سنی ہے کیا روایت
جو سرد ہے قطب کی ولایت
جوہر کا بھرا ہوا خزینہ
آئینہ بے مثال سینہ

اسرار نہ آسمان نظر میں
ڈوبے ہوئے ہفت بحر و بر میں
اس گردن صاف کی بلندی
تکبیر فریضۂ سحر کی
(کلیات محسن ص ۱۴۳)

علم ہیئت کی اصطلاحات، قطب شمالی و جنوبی وغیرہ کا استعمال رعایت لفظی کے ذریعہ پھیلائے گئے خیال میں لطف زبان اور سحر طرازی بیان موجود ہے مگر اصلیت کی چمک اور اثر پذیری کم ہے۔

"اسرار دین میں وحی منزل، احباب میں لب مسیح تقریر" وغیرہ کہنے میں جدت و ندرت اور فکر کی رفعت تمام و کمال موجود ہیں۔ اب دہن، ریش اور لب و اعداء کی سرکوبی کے متعلق مضامین پر رضا بریلوی کے اشعار ملاحظہ کریں۔

۱۔ وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا — چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
۲۔ خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن — سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام
۳۔ ریش خوش معتدل مرہم ریش دل — ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام
۴۔ ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

دہن سے متعلق محسن و رضا کا انداز ملتا جلتا ہے مگر دہن کو چشمۂ علم و حکمت کہہ کر جو بات رضا نے پیدا کر دی ہے وہ محسن نے نہیں کی۔ ریش سے متعلق اشعار رضا بھی دیکھیں۔ ریش کو ریش دل کا مرہم کہنا اور ماہ ندرت کا ہالہ کہنا۔ یہ بھی رضا کی محسن کی طرح قوت شاعری کا حسین نمونہ ہے لیکن ریش سے متعلق شعر نمبر ۲ میں جو ندرت اور معنی آفرینی ہے اس کی بات

ہی اور ہے۔ کوثر نیازی اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو اس طرح واضح کرتے ہیں۔

"ایک شعر پڑھتا ہوں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں آپ نے کسی زبان کی شاعری میں سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کی یہ تعریف نہ سنی ہوگی۔ ذرا تصور کیجئے۔ ایک نہر ہے، اس کے ارد گرد سبزہ ہے۔ اس سبزے سے نہر کا حسن دوبالا ہو گیا۔ نہر عربی زبان میں دریا کو کہتے ہیں۔ آپ کے دہن مبارک کو نہر رحمت قرار دیا کہ ایک رحمت کا دریا ہے جو اس دہن اقدس سے موجزن ہے۔ یہ دہن اقدس، یہ نہر رحمت کہ سفر طائف میں پتھروں کی بارش ہوئی، سر مبارک سے خون بہا، نعلین مبارک تک آ گیا مگر ہاتھ دعا کو اٹھائے ہوئے عرض کیا، اے اللہ میری قوم کو ہدایت نصیب فرما کہ یہ لوگ نہیں جانتے، علم نہیں رکھتے۔ تو اس دہن اقدس کو نہر رحمت کہا اور ریش مبارک کیا ہے اس نہر رحمت کے گرد لہلہانے والا سبزہ جس نے نہر رحمت کو چار چاند لگا دئے ہیں۔ اب شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام

(کتابچہ۔ امام احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۲۳)

سرکار دو عالم ﷺ کے لب جاں بخشی سے متعلق بھی دونوں کے اشعار میں فرق واضح ہے۔ ہاں سرکار دو عالم ﷺ نے اعداء کی سرکوبی کی ہے میدان جہاد میں وہ بھی جب کہ گناہ ہگار مجسم گناہ بن گئے اور انسانیت کیلئے ناسور بن گئے تب رضا بریلوی ادھر بھی اشارہ کرتے ہیں اور سرکار دو عالم ﷺ کی شان جمالی و جلالی دونوں کا اظہار کرتے ہیں۔

ابر نیساں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر
جمع ہیں شان جمالی و جلالی ہاتھ میں

تبسم سے متعلق رضاؔ اس طرح کہتے ہیں ۔

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

اور ایک مقام پر والہانہ شیفتگی کے ساتھ کہتے ہیں ۔

جس تبسم نے گلستان پہ گرائی بجلی
پھر دکھادے وہ ادائے گلِ خنداں ہم کو

دونوں یعنی رضاؔ و محسنؔ کا مضمون قریب قریب ایک ہی ہے مگر دونوں میں فرق واضح ہے۔

اس گردن صاف کی بلندی تکبیر فریضۂ سحر کی
محسنؔ کا یہ شعر صنعت گری کا اعلیٰ نمونہ ہے

رعنائی قامت مناسب　　　　روزے میں اذان وقت مغرب

خوبصورت شعر ہے۔ رمزیت میں اشاریت اور اشاریت میں رمزیت ہے۔ اب رضاؔ کے شعر دیکھیں ۔

ترا قد طو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں پھولوں کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

قامت مصطفےٰ ﷺ کو "سہی سرو" کہہ کر کہ طائران قدس یعنی فرشتے جس کی قمریاں ہوں۔ رضاؔ نے شاعرانہ حسن بھر دیا ہے۔ محسنؔ کے یہاں اسی طرح دست، انگشت، صورت وغیرہ کی تعریف ہے اور پھر حسن رسول ﷺ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا تقابل

بھی ہے۔ اشعار دیکھیں ۔

حاضر تھے مہ منیر کنعاں
فرزند جوان پیر کنعاں
گل جن کے تھے مصر کے چمن میں
کانٹے کنعاں کے پیرہن میں
یعقوب تھے جن کے ناز بردار
تھا جنکا دلوں میں گرم بازار
آنکھوں میں سمائی وہ تجلی
جو خواب میں تھی کبھی نہ دیکھی
یوسف ہوئے جان و دل سے شیدا
منہ دیکھ کے رہ گئی زلیخا

(کلیات محسن ص ۱۴۴)

یہ اشعار تلمیحاتی ہیں جن میں روانی بھی ہے اور خوبصورت صداقت سے پر ایک کہانی بھی ہے مگر اصلیت سے تھوڑے ہٹے ہوئے ہیں۔ بے شک معراج میں سب انبیاء موجود تھے اور یوسف علیہ السلام سے حضور اکرم ﷺ کی ملاقات ہوئی اور وہ حسنِ حضور ﷺ دیکھ کر شیدا ہو گئے لیکن حضرت زلیخا کا وہاں کہاں گزر جو منہ دیکھ کے رہ گئیں۔ اب ان کے مقابلہ میں رضا کے صرف دو شعر سنکر تلمیحاتی حسن شعری حسن، اور واقعہ و اصلیت کے حسن کا خود اندازہ کر لیں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یاں بوئے قمیض
یوسفستاں ہے ہر گوشہ کنعان عرب

یوسفستاں کی ترکیب پر خصوصیت سے توجہ دیں اور گوشہ کنعان عرب کی ترکیب بھی ملحوظ رکھیں۔ رضاؔ بریلوی نے متفرق اشعار میں بھی نبی کونین ﷺ کے حسن و جمال، صورت، زلف، رخسار، چشم وغیرہ کا شاعرانہ اور صحیح روایات وحوالہ جات کے ساتھ والہانہ بیان کیا ہے۔

حضور ﷺ کے گیسو، عارض اور ایڑیوں کی تعریف میں رضاؔ بریلوی کی علیحدہ علیحدہ نعتیں بھی ہیں جو مضمون آفرینی، پیکر آرائی، جمالیات اور دیگر ادبی محاسن سے پُر ہیں۔ مطلع پیش ہے:-

چمن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو : حور بڑھ کر شکن ناز پہ وارے گیسو
عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں : عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
نار دوزخ کو چمن کردے بہار عارض : ظلمت حشر کو دن کردے نہار عارض

حقیقت یہ ہے کہ رسول کائنات ﷺ کے چہرۂ اقدس یا ان کے وجود مکمل کو ان کے اصحاب بھی نظر بھر کر نہ دیکھ سکے لہٰذا احادیث اور روایات کے سراپا سے متعلق جو حقائق ملتے ہیں شعراء کو انھیں کی روشنی میں بیان کرنا چاہئے۔ ویسے عقیدت کے تحت ایسا بیان جس میں شرعی نقص نہ ہو، کئے جانے میں ہرج نہیں اور شاعر کی قوت شاعری پر منحصر ہے کہ وہ اس میں کس طرح حسن اور اثر پذیری پیدا کرسکتا ہے۔

رضاؔ و محسنؔ دونوں نے اپنے اپنے انداز سے سراپا نگاری کی ہے لیکن رضاؔ کے یہاں مضامین کی وسعت، روایات کی صداقت، معنویت کی تہ داری، سلاست زبان و بیان بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

محسنؔ نے اسی مثنوی ''چراغ کعبہ'' میں واقعۂ معراج کا تفصیلی بیان بھی کیا ہے۔

معراج کی روایاتی تفصیل اس میں ضرور ہے لیکن محسنؔ نے اسے اپنے مخصوص انداز بیان سے سجی ہوئی تصوراتی وادیوں میں ڈھال دیا ہے۔ وہ اپنی فکر کا پورا زور لفظوں کی تراش خراش، تشبیہوں اور استعاروں کی آرائش پر صرف کرتے ہیں جس کے سبب بیان کا آرائشی حسن تو دوبالا ہو جاتا ہے لیکن نفس مضمون کی روح اس کے دبیز پردوں میں روپوش ہو جاتی ہے۔ محسنؔ نے رات کی جو منظر کشی کی ہے اس نے اسے پراسرار اور طلسمی رات میں ڈھال دیا ہے۔ نظروں کے سامنے جو فضا ہے وہ حسین اور خواب گوں تو ہے لیکن واقعیت واصلیت سے قریب تر نہیں ہے اور نہ ہی لمحۂ فکریہ عطا کر کے اذہان کو بیدار کر سکتی ہے۔

محسنؔ کو تشبیہات اور استعارات کے برتنے میں بڑا کمال حاصل ہے لیکن ایک مقام پر یہ نازک آبگینہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا ہے۔ شب معراج کی منظر کشی میں فرماتے ہیں۔

انجم کا یہ آسماں میں نقشہ : سوسن کی زمیں میں بنفشہ (کلیات محسنؔ ص ۱۲۷)

سوسن کی زمیں تو سمجھ میں آجاتی ہے لیکن انجم کا بنفشہ سے تعلق عقل میں نہیں آتا۔ فکر محسنؔ جب مختلف آسمانوں کی سیر سے کامیابی سے گزر کر مقام اعلی پر پہنچتی ہے تو بے اختیاری میں دست فکر سے دامن احتیاط شرع بھی چھوٹ جاتا ہے۔

ذات احمد تھی یا خدا تھا : سایہ کیا میم تک جدا تھا

عرفاں کے مقام کی سیر کریں : دیکھیں کہ صفت عین ہے یا غیر

کیا ہو گئے حد سے بڑھنے والے : سجدے میں درود پڑھنے والے

(ایضاً ص ۱۵۳)

شادیٔ اسریٰ خطابیہ قصیدہ ہے اور شب معراج کا تہنیت نامہ ہے۔ مطلع ہے۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

اب دیگر اشعار ملاحظہ کیجئے۔

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آئے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
یہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی پھیلی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے
وہ جھوما منیراب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑکر حطیم کی گود میں بھرے تھے
دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے
پہاڑیوں کا وہ حسن تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں
صبا سے سبزے میں لہریں آئیں ڈوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے
نہا کے نہروں نے وہ دنکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے
پرانا پرانا داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تار نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش باد لے تھے

رضؔا کی یہ منظر کشی کس قدر فطری ہے۔تخیل کی پرواز کا انداز حد درجہ سنبھلا ہوا اور متوازن ہے۔جو بیل بوٹے سجائے گئے ہیں ان میں مقامی بو باس ہے اور اس طرح ان کی امیجری میں ملکی رنگ نمایاں ہے جو اردو شاعری کا اپنا مزاج ہے۔

یہ نظم موسیقیت اور شاعرانہ نکتہ سنجی کا مرقع ہے۔باوجود متبحر عالم دین ہونے کے رضؔا نے کمال قرب کے ذکر میں قرآن واحادیث کے الفاظ کے استعمال یا اقتباسات کے بجائے ریاضی کی اصطلاحات پر مبنی شعر کہے ہیں تاکہ اس نازک مضمون کو نبھا بھی سکیں اور شرعی پاس ووقار بھی برقرار رہے اور قارئین کو معانی کی بھول بھلیوں میں گم نہ کر کے ان کے اذہان میں مضمون کو باآسانی اتار بھی سکیں۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط و اصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
کمان امکان کے جھوٹے نقطوتم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

محسنؔ کی مثنوی صبح تجلی میں سرکار ختمی مآب ﷺ کی ولادت پاک کا ذکر بہت ہی حسین اور شاعرانہ انداز میں کیا گیا ہے۔

بیضاویٔ صبح کا سماں ہے | تفسیر کتاب آسماں ہے
سبزہ ہے کنار آب جوہر | یا خضر ہے مستعد وضو پر
غنچے میں خامشی کا عالم | یا صوم سکوت میں ہے مریم

(کلیات محسنؔ ص۷۵،۷۷،۷۸)

وغیرہ اشعار میں منظر کشی اور مصوری کا عروج کمال ظاہر ہے۔تشبیہات اور استعارات نہایت متحرک اور کیف آور ہیں۔الفاظ میں بڑا پیچ وتاب ہے۔

فاضل بریلوی نے سرور کائنات ﷺ کی ولادت مبارکہ پر متفرق اشعار تو ضرور کہے ہیں لیکن اس موضوع پر کوئی تفصیلی نظم نہیں لکھی ہے۔ البتہ محسنؔ کی منظر نگاری اور علم بیان کی آرائش وزیبائش کے بمقابل سے رضاؔ کے کلام میں اس طرح کی منظر نگاری اور تزئین کا جلوہ بہت مل جائیگا۔ رضاؔ کے کلام میں خارجی مصوری کے ساتھ ساتھ داخلی مصوری اور منظر کشی کے عناصر زیادہ ہیں اور جذبات نگاری میں ان کے خامہ کا کمال لائق دید ہوتا ہے۔

شب اسریٰ قمر حیرت زدہ پھرتا رہا شب بھر
بھلایا ڈھنگ ان کی چال نے سیر منازل کا

ٹپکتا رنگ جنوں عشق شہہ میں ہر گل سے
رگ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے
سر سبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ
چمکی ڈوپٹوں سے جو حالت جگر کی ہے

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
اجابت نے بڑھکر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

ہیں عکس چہرہ سے لب گل گوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

جنبش ہوئی کس مہر کی انگلی کو رضاؔ
بجلی سی گری شیشۂ مہ ٹوٹ گیا

ہے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں
بے خار گلبن چمن آرا کہوں تجھے

تاب مراۃ سحر گرد بیابان عرب
غازۂ روئے قمر دود چراغان عرب

عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناختوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

یہ شام مدینہ نہ سمجھنا اے دل
آہ دل عاشق کا دھواں چھایا ہے

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

محسؔن کے کلام کا سب سے خوب صورت نمونہ اور ان کا شاہکار ہے۔" قصیدہ لامیہ (مدیح خیر المرسلین)" اس قصیدہ کی تمہید محسؔن کے فکر و تخیل کی رفعت اور شعری توانائی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اسی قصیدہ کی دو غزلیں جو قصیدہ کی معنوی فضا سے پوری طرح مربوط ہیں اور اسی کا تخلیقی جزو نظر آتی ہیں بلاشبہ نعت خالص کا پاکیزہ پیکر ہیں۔

گل خوش رنگ رسول مدنی العربی
زیب دامان ابد طرہ دستار ازل

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل
میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل

(کلیات محسؔن ص ۱۱۳-۱۲۱)

رضؔا بریلوی کا قصیدۂ سلامیہ اور قصیدۂ درودیہ پورا کا پورا اسی طرح حضور ﷺ کی مدح سرائی سے پر ہے۔ ان کے علاوہ غزلیات میں بھی خوب صورت نمونے ہیں۔ رضؔا کی صنعت ملمع میں چار زبانوں والی نعت جس کے ہر مصرع اولیٰ کا پہلا ٹکڑا عربی، دوسرا ٹکڑا فارسی اور مصرع ثانی کا پہلا ٹکڑا ہندی اور دوسرا ٹکڑا اردو میں ہے نعت خالص کی منفرد غزل ہے۔ مطلع اس طرح ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

غزل محسؔن کے تقابل میں دو نعتیہ غزلوں کے چند اشعار پیش ہیں۔

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمیں پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

صدقہ میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

یہ پوری غزل ایک لفظ پھول سے مختلف مضامین پیدا کرنے کا بے مثل نمونہ بھی ہے۔ پھول سے اس غزل میں حقیقی پھول، ہلکا، گھمنڈ، کرن پھول یعنی زیور وغیرہ معانی پیدا کئے گئے ہیں۔

مقطع بھی بہت جاندار ہے۔

کیا بات رضاؔ اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

دوسری غزل کا مطلع اور چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کے زلف دو تا کی قسم
ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

اسی طرح یہ غزل جس کا مطلع ہے۔

سرور کہوں یا مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے

رضاؔ بریلوی کا سارا دیوان نبی کریم ﷺ کی بے مثالی، عظمت و رفعت اور محبت و عقیدت کے پر کیف نغموں سے بھرا پڑا ہے۔

صرف ۳/ اشعار مزید پیش ہیں۔

نہ رکھا گل کے جوشِ حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغِ رسالت کا

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

محسنؔ کاکوری کے کلام کی جن خصوصیات کا ذکر ناقدین نے کیا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ موضوع کی مناسبت سے الفاظ کا انتخاب

۲۔ پاکیزہ اور تازہ کار تشبیہات و استعارات

۳۔ تلمیحات اور حسن تعلیل کا وقار اور حسن

۴۔ منظر نگاری

بلاشبہ مندرجہ بالا اوصاف کلام محسنؔ میں موجود ہیں لیکن رضاؔ بریلوی کے یہاں بھی یہ تمام خصوصیات موجود ہیں۔ تشبیہ و استعارہ، تلمیحات اور حسن تعلیل کے موازنہ کے سلسلے میں کلام رضاؔ سے چند اشعار پیش ہیں۔ ویسے آٹھویں باب میں رضا کے ادبی و علمی محاسن میں ان سب کا تفصیلی جائزہ موجود ہے۔ تکرار الفاظ، رعایت لفظی اور دیگر فنی محاسن کا بھی تفصیلی جائزہ

اسی باب میں پیش کیا گیا ہے۔

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

رنگ مژہ سے کر کے خجل یاد شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

اگر چہ چھالے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں
مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے فلک

شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق
اس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

رومی غلام دن ہیں، حبشی باندیاں شبیں
گنتی کنیز زادوں میں شام و سحر کی ہے

آب زر بنتا ہے عارض پہ پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پہ چڑھتا ہے سونا نور کا
ان کے خلد قصر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا
ك گیسو، ہٰ دہن، یٰ ابرو، آنکھیں عٓ صٓ
کھیٰعٓصٓ ہے ان کا چہرہ نور کا

گیسو و قد لام الف کرد و بلا منصرف
لا کے تہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

یا رب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باغ
ہر مہ مہ بہا ر ہو ہر سال سال گل

مشکبو زلف سے رخ چہرے سے بالوں میں شعاع
معجزہ ہے حلب زلف و تتار عارض

مشک سا زلف شہ و نور فشاں روئے حضور
اللہ اللہ حلب حبیب و تتار دامن

عرش سے مژدۂ بلقیس شفاعت لایا
طا ئر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب

مصحف عا رض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لوسیہ کا رو ! مبا رک ہو قبا لہ نور کا
میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

زبان خا رکس کس د رد سے انکو ستا تی ہے
تڑپنا دشت طیبہ میں جگر افگا ر فرقت کا

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً منہ پھر گیا

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو
سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

قالب تہی کئے ہمہ آغوش ہے ہلال
اے شہ سوار طیبہ میں تیری رکاب ہوں

سبزہ گردوں جھکا تھا بہر پا بوس براق
پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

سلسلہ پاکے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدہ شکر کا کرتے ہیں اشارے گیسو

ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگار مسجد اقدس میں کیا سونے کا پانی ہے

جس نے بیعت کی بہار حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقش تسخیر جمالی ہاتھ میں

غنچے مااوحیٰ کے جو چٹکے دنیٰ کے باغ میں
بلبل سدرہ تک ان کی بو سے محروم نہیں

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

کلام رضؔا میں عام فہم اور عالمانہ وادق دونوں طرح کی تلمیحات موجود ہیں۔صنعت تلمیح اور اقتباسات یعنی قرآن واحادیث کے حوالے بکثرت ہیں بلکہ ہر شعر ان پر منطبق کیا جا سکتا ہے۔

رضؔا کے ہاں ایک غزل صنعت ''واسع الشفتین'' میں بھی ہے جس کو باب ہشتم میں پیش کیا گیا ہے۔

بیان و بدیع میں بھی رضؔا کا انداز نادرہ کاری کا نمونہ ہے۔رضؔا کے کلام میں شکوہ الفاظ، سہل ممتنع، لکھنو کی ٹکسالی اور بیگماتی زبان کے نمونے بھی موجود ہیں۔محاورات کی کثرت ہے۔ان سب کا جائزہ باب ہشتم میں پیش کر دیا گیا ہے۔رضؔا نے متروک الفاظ کو زندہ کیا ہے۔غیر سامعہ نواز لفظوں کو اپنے غیر معمولی لسانی تجربے سے حسن صوت عطا کیا ہے۔ساختیاتی تجربے بھی کئے ہیں ان کا مستزاد اس کی مثال ہے۔ان کا ''قصیدہ درودیہ'' ذوقافیتین میں ہے۔اسکا بھی جائزہ باب ہشتم میں ہے۔صنعت ملمع والی نعت بھی ان کے اولیات میں ہے۔

محسؔن نے صرف نجوم وہیئت کی اصطلاحات پیش کی ہیں لیکن رضؔا نے ان کے علاوہ فلسفہ، منطق، نحو و معانی، ریاضی، طبیعیات، مابعد الطبیعیات، ارضیات وغیرہ علوم وفنون کے نظریات واصطلاحات کو بھی اپنی نعتوں میں تخلیقی انداز میں تحلیل کیا ہے۔

اس کے لئے مثالیں نہ دے کر صرف شہادت پیش کر رہا ہوں:

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:-

''مولانا اردو نعت کی تاریخ میں واحد شخصیت ہیں جنھوں نے اپنے وسیع مطالعہ کو اپنے فن میں برتا۔انھوں نے نعتیہ مضامین کے بیان میں قرآن وحدیث سے لیکر منطق و ریاضی، ہیئت ونجوم، ہندسہ و مابعد الطبیعیات وغیرہ علوم وفنون کی مختلف اصطلاحوں کو نہایت سلیقہ سے برتا۔'' (اردو میں نعت گوئی ص ۴۰۹)

شرعی حیثیت سے محسؔن کے کلام میں خامیاں ہیں جبکہ کلام رضؔا اس سے پاک ہے۔

خلاصۂ کلام

سید محمد محسن کاکوروی نے بلاشبہ نعت کو فن و ادب کے مقام پر پہنچا کر اسے ایک اعلیٰ شاعری کا درجہ دیا۔ یہ فن پہلی بار انھیں کے یہاں تکمیل آشنا ہوتا ہوا نظر آیا۔

لیکن امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے نعت کو نئی سمتوں اور جہتوں سے آشنا کیا۔ اسے علمی اور شرعی وقار کا بھی حامل بنایا۔ مضامین و موضوعات کی وسعت، تکنیک سازی ساختیاتی ولسانی تجربے کے اعتبار سے یہ محسنؔ سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ محسنؔ کی زبان بے شک دیرپا اور حسین ہے لیکن رضاؔ کے یہاں ایسی بھی غزلیں ہیں جن پر جدید شاعری کا گمان ہوتا ہے۔ رضاؔ کا انداز نرالا ہے۔ لگتا ہے الفاظ نگینوں کی مانند انگشتری شعر میں خیال و جذبہ کے ساتھ خود بخود فٹ ہوتے چلے گئے ہیں۔ ان کا کلام بالکل وہبی اور الہامی معلوم ہوتا ہے۔ معنیٰ آفرینی سے پر سادگی کا نمونہ ہے۔

محسنؔ کا کلام اس قدر اپیلنگ (appealing) اور اثر آفریں نہیں ہے جس قدر رضاؔ کا کلام ہے۔ محسنؔ کے یہاں خارجیت کا غلبہ ہے مگر رضاؔ کے یہاں داخلیت کا۔ اب چند محققین کی آراء ملاحظہ کریں۔

۱۔ ''تبحر علمی، زور بیان اور وابستگی وعقیدت کے عناصر انکی نعت میں یوں گھل مل گئے ہیں اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آتا۔''

(اردو میں نعت گوئی از ڈاکٹر ریاض مجید ص ۴۰۹)

۲۔ یہ ''مولانا کا کمال فن ہے کہ اس صنعت گری میں تخلیق کا رنگ جھلکتا ہے اور کہیں آورد یا تصنع کا گمان نہیں ہوتا۔'' (ایضاً ص ۴۱۵)

۳۔ ''ان کیلئے نعت گوئی شوق قافیہ پیمائی نہیں بلکہ واردات روحانی ہے۔ ان کی نعتوں میں

ان کا دل دھڑکتا محسوس ہوتا ہے۔اردو نعت کی ترویج و اشاعت میں انکا حصہ سب سے زیادہ ہے۔'' (ایضاً ص ۴۱۷)

۴۔ ''کسی ایک شاعر نے اردو نعت پر وہ اثرات نہیں ڈالے جو مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی نے۔۔۔۔۔۔۔ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی۔''

(ایضاً ۴۲۰)

۵۔''جہانتک خاص نعتیہ شاعری کا تعلق ہے اردو میں جو قبول عام مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی شاعری کو ملا کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ان کے ہم عصروں میں محسنؔ کاکوروی کا نام یقیناً ایسا ہے جنکا معیار نعت گوئی کم و بیش وہی ہے جو رضاؔ بریلوی کی نعتوں کا ہے لیکن محسنؔ کاکوروی کے مجموعہ نعت میں سے صرف ایک قصیدۂ لامیہ اور ایک مثنوی صبح تجلی ہی کو مقبولیت حاصل ہو سکی''۔

(مضمون مولانا احمد رضا بریلوی کی شاعری۔مشمولہ جہان رضا، لاہور ص ۲۰۴، ۲۰۵، از ڈاکٹر فرمان فتحپوری)

امیر مینائی اور امام احمد رضا بریلوی

امیر مینائی ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۶ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ان کا سلسلۂ نسب حضرت شاہ مینا علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے۔۱۸۵۲ء میں نواب واجد علی شاہ کی ملازمت انھیں حاصل ہو گئی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں یہ لکھنؤ سے کاکوری چلے گئے اور محسن کاکوروی کی صحبت نے انھیں نعت گوئی کی طرف مائل کیا۔اسطرح شہرستان غزل سے چل کر امیرؔ جہان نعت میں داخل ہوئے۔امیرؔ کے دیوان میں غزل، قصیدہ، مثنوی، مسدس، ترجیع بند اور رباعی وغیرہ اصناف شامل ہیں البتہ غزلوں کی تعداد زیادہ ہے۔

شرعی اعتبار سے کلام امیرؔ بھی محفوظ نہیں ہے۔انہوں نے کئی جگہ مدینہ کو یثرب لکھا ہے

جو شرعاً ممنوع ہے۔اس کے علاوہ اور بھی خامی ہے ملاحظہ کریں۔

۱۔ ہوں روانہ ہند سے جس دن یثرب کو امیؔر
جو مجاور شہ کے روضہ کا ہو اسکو خواب ہو

۲۔ یثرب سے ملک آئیں گے لینے تا ہند
یثرب کو جو ہم ھند کے کشور سے چلیں گے

۳۔ ہو جائیں امیؔر احمد بے میم پہ قرباں
خلعت احدیت کا بھی پایا شب معراج

(محامد خاتم النبیین)

امیؔر کے قصائد کا وہ ادبی اور علمی مرتبہ نہیں جو ان کی غزلیات کا ہے۔رفیع الدین رقمطراز ہیں:

''امیر کے تینوں قصائد میں چند مقامات پر مضمون آفرینی کے سوا اور کوئی خصوصیت نہیں۔''

(اردو میں نعتیہ شاعری ص ۲۹۶)

امیؔر نے نعتیہ غزلوں میں معراج سے متعلق اپنی فنکاری کا عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ ''آج کی رات، شب معراج، رسول اللہ ﷺ آتے ہیں'' وغیرہ کے الفاظ سے اپنی ردیفوں میں موثر فضا بندی کی ہے۔ان کے علاوہ اسلوب، الفاظ تراکیب، تشبیہ استعارہ وغیرہ نے ان کی غزلوں میں نشاطیہ آہنگ اور حسن وتاثیر میں اضافہ کیا ہے۔

کس کے آنے کی فلک پر ہے خبر آج کی رات
آنکھ سورج سے ملاتا ہے قمر آج کی رات

اللہ نے خلوت میں بلایا شب معراج
کیا رتبہ محبوب بڑھایا شب معراج

(محامد خاتم النبیین، ص ۱۱۵-۱۱۶)

شب معراج ہے مہمان رسول اللہ ﷺ آتے ہیں
چلیں حوریں بڑھیں غلماں رسول اللہ ﷺ آتے ہیں

اب معراج سے متعلق رضؔا کے اشعار دیکھیں۔

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے

قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روح قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

دونوں کے اشعار میں نزاکت خیال اور رفعت فکر واضح ہے۔

معراج کے موضوع پر امیؔر نے ایک ترجیع بند لکھی ہے جس کا انداز زراویانہ ہے۔ رضؔا کا قصیدہ معراجیہ نشاط و آہنگ اور جمالیات و امیجری کا شاہکار ہے۔ امیؔر کے اشعار دیکھئے۔

راہی ہوئے سرور دو عالم — خورشید علم ستارہ پرچم
دیکھی جب دور سے سواری — تسلیم کو گردنیں ہوئیں خم

کیا بزم تھی بزم لامکانی
جس بزم میں نور تھا نہ سایہ
بے فاصلہ میزبان و مہماں
کیا قرب نے بعد کو مٹایا

(محامد خاتم النبیین ص ۱۱۵، ۱۱۶)

رسول مقبول ﷺ کے سراپا اور ظاہری جمال سے متعلق بھی امیرؔ کے یہاں خوب صورت اشعار ہیں۔

خوبان عالم کی تجھے خالق نے دی ہے افسری
گالوں پہ صدقہ حورعین بالوں پہ صدقہ ہے پری
اے کلک صورت آفریں صد آفریں
اس بانکپن اس نوک کی دیکھی نہیں صورت گری
جن و بشر تسخیر ہیں سب صورت تصویر ہیں
مازاغ کے سرمہ سے ہیں آنکھیں تری شوخی بھری

زہے نو بہار شبیہ مبارک مصور نثار شبیہ مبارک
جبیں وہ لوح کہ جس میں نقوش رحمت حق
جمال پاک وہ نور خدا کہ صلی علیٰ
دین وہ چشمۂ شیریں اگر نظر آئے
کہے یہ چشمۂ آب بقا صلے علیٰ

(محامد خاتم النبیین متفرق صفحات)

اب حضور ﷺ کے جمال اور سراپا سے متعلق رضاؔ کے اشعار ملاحظہ کریں۔

تم نے یکتا کیا اور خلق بنائی یعنی
انجمن کر کے تماشہ کرے تنہائی دوست
میں تو کیا چیز ہوں خود صاحب قرآں کو شہا
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہار عارض

تاج روح القدس کے موتی جسے سجدہ کریں
رکھتی ہیں واللہ وہ پاکیزہ گوہر ایڑیاں

معنی قـدرائـی، مقصد مـــاطـغـیٰ
نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

رضاؔ کے اشعار میں سلاست و روانی کے ساتھ ساتھ شیفتگی کا انداز اور جو معنی آفرینی ہے وہ بھی واضح ہے۔

امیرؔ کی کچھ غزلیں بلاشبہ زبان و بیان، شیفتگی اور جذبات محبت کے والہانہ اظہار کے حسین ترنمونے ہیں۔

جب مدینہ کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
حسرت آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں

اللہ اللہ مدینہ جو قریب آتا ہے
خود بخود سر پۂ تسلیم جھکا جاتا ہے

یاد جب مجھ کو مدینہ کی فضا آتی ہے
سانس لیتا ہوں تو جنت کی ہوا آتی ہے

مدینہ جاؤں دوبارہ پھر آؤں پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہوجائے

کشتی مری تباہ ہے پار اے خدا لگے
ایسی ہوا چلے کہ مدینے کو جا لگے

تن سے نکلے گی مرے جس دم امیرؔ
روح جائے گی مدینے کی طرف

یادِ شہ میں جو کوئی رات گزر جائے گی
بہت اچھی مری اوقات گزر جائے گی

شہر حبیب ﷺ سے والہانہ وابستگی تو عاشق کی زندگی ہے۔امیرؔ کے جذبہ کی شدّت و پاکیزگی اور حسن جذبہ کو الفاظ میں تحلیل کر دینے کا انداز بہت خوب ہے اور فن و محبت دونوں کے کمال کا اظہار ہے۔

امام احمد رضا بریلوی بھی امیر کی طرح عاشق صادق مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ ان کے دل میں سگان کوچۂ محبوب اور دیار محبوب کے خار کا کیسا احترام ہے ملاحظہ کریں۔

اے رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

اب چند اشعار مزید ملاحظہ کیجئے۔

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا
قافلہ نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

لے رضا سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
ہم نے بھی سوزش عشق کو کیسی ہوا بتائی کیوں

کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل
جس کی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

مدینہ منورہ کیلئے رضؔا کے دل میں جو تڑپ ہے وہ شعروں سے ظاہر ہے۔ کمر آرائی کی ترکیب کس قدر لطیف ہے۔ دونوں کے اشعار سے دونوں کی تڑپ اور جمالیاتی اظہار عیاں ہے۔ رضؔا کا انداز زیادہ دلکش اور خیال میں نزاکت و بلاغت بھی امیؔر کی بہ نسبت زیادہ واضح ہے۔

امیؔر مینائی نے اپنی غزلوں میں سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ والثناء سے ہر انداز میں والہانہ پن کا اظہار کیا ہے۔ مضمون آفرینی بھی خوب ہے اور زبان و بیان کی سلاست بھی خوب ہے۔ ان کا کلام تصوف کی مہک سے عطر بیز ہے۔ لیکن موضوعات کا جو پھیلاؤ، رنگا رنگی، علمی شان اور دیگر ادبی وفنی اوصاف کلام رضؔا میں موجود ہیں، کلام امیؔر میں نہیں۔

بقول ڈاکٹر ریاض مجید: ''بحیثیت مجموعی امیؔر مینائی نے نعت گوئی کی تاریخ میں قابل قدر اضافہ کیا۔ وہ اردو نعت کے شعرائے ماقبل کافؔی، لطفؔ اور تمؔنا مراد آبادی وغیرہ اور شعرائے مابعد خصوصاً محسؔن کاکوردی اور مولانا احمد رضا خاں وغیرہ کے درمیان ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔'' (اردو میں نعت گوئی ص ۳۶۴)

ہمعصر شعراء کا موازنہ ایک ادبی تنقید کا طریقہ ہے مگر نعت نگاری محض ادبی فکر کاری نہیں۔ اسکا تعلق شعراء کے باطنی ارتباط سے بہت بنیادی ہے۔ چونکہ مقالہ کا موضوع ہی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی نعت نگاری کا تفصیلی جائزہ لینا ہے لہذا اس ادبی فریضہ کی ادائیگی کیساتھ یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ محسن کاکوروی اور امیر مینائی محض شعراء ہیں۔ انہوں نے اس مبارک میدان میں اپنی فکری توانائیوں کے جوہر خوب خوب دکھائے ہیں مگر امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے نعت نگاری شوق شہرت یا فن شعر کے اظہار کمال کے لئے نہیں کی۔ ان کی نعت نگاری اس عاشق کی تڑپ کا منظر نامہ ہے جو علوم دینیہ کیساتھ ساتھ دینوی

علوم وفنون کا منتہی ہونے کے باوجود بارگاہ عشق نبی میں کورا کاغذ لیکر حاضر رہتا ہے اور غیب سے مضامین مدحت رسول ﷺ لفظی تصویروں کی شکل میں آموجود ہوتے ہیں۔ انکی نعتوں کا مطالعہ بڑے خشوع وخضوع سے کیا جانا چاہئے۔ چونکہ پتہ نہیں کب کون سا لفظ بالکل ان دیکھی دنیا سے آئے اور ایک نیا جہان معنی کھول دے۔ بیشمار مقامات ان کی نعتوں میں ایسے ملیں گے کہ اعلیٰ ترین شاعری کے دعویدار بھی جس لفظ کا تصور نہیں کر سکتے، وہ ان کے فن کو نئی جہتوں سے آشنا کراتا نظر آتا ہے اسلئے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری فکروفن کے مسلمہ پیمانوں سے ناپی جانے والی شئے نہیں، یہ محض عطیہ الٰہی معلوم ہوتی ہے اور واقعی جس عظیم قرآن پاک سے اس کا تعلق ہے اسی کے کرم خاص نے وہ معنویت ان کے الفاظ کو دی ہیں جو محض وہبی کہی جاسکتی ہے۔

ماخذ ومراجع

کلیات محسن ناشر اتر پردیش اردو اکاڈمی لکھنؤ

محامد خاتم النبیین (امیر مینائی)

اردو میں نعت گوئی از ڈاکٹر ریاض مجید

تذکرہ نعت گویاں اردو از پروفیسر سید یونس شاہ

اردو میں نعتیہ شاعری از ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق

کتابچہ: امام احمد رضا خان۔ ایک ہمہ جہت شخصیت از کوثر نیازی

جہان رضا مرتبہ: مرید احمد چشتی

﴿ساتواں باب﴾

احمد رضا خاں فاضل بریلوی

کی روحانی و عشق نبی کی مخلصانہ تہداریاں

اردو شاعری میں لفظ عشق، لفظ محبت کی بہ نسبت زیادہ استعمال ہوا ہے۔ یہ دونوں عربی کے الفاظ ہیں لیکن قرآن مقدس میں لفظ عشق یا اسکا کوئی صیغہ وارد نہیں ہوا ہے جبکہ محبت لفظ کے متعدد صیغے آئے ہیں۔ لفظ محبت اور اس کے صیغے احادیث میں بھی ملتے ہیں۔

قرآن۔ اللہ حکمت وقدرت والے کا کلام بلاغت نظام ہے اور اسمیں لفظ عشق کا نہ آنا اور لفظ محبت کا اپنے مختلف صیغوں میں وارد ہونا ضرور کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہے۔

گو لفظ محبت اور لفظ عشق اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں لیکن ان کے باریک فرق کو اہل زبان نے نمایاں کیا ہے۔

محبت اور عشق کا موازنہ کرتے ہوئے ابن منظور نے احمد یحیٰ کے حوالے سے لکھا ہے:

" وسئل ابو العبا س احمد بن یحییٰ من الحب و العشق ایھما احمد ؟ فقال الحب، لان العشق فیه افراط" (ابن منظور: لسان العرب جلد دہم ۱۹۵۶ء بیروت ص ۲۵۲)

ابو العباس احمد بن یحیٰ سے جب پوچھا گیا کہ محبت اور عشق دونوں میں سے کون زیادہ قابل ستائش ہے؟ تو انہوں نے کہا: محبت! کیونکہ عشق میں انسان حد اعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے۔ (ترجمہ)

ابن منظور نے اس افراط کی توجیہ پیش کی ہے:

"عاشق کو عاشق اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ شدت آرزو اور محبت سے دبلا ہوتا چلا جاتا

ہے جیسا کہ ایک جھاڑی العشقہ جب اسے کاٹ دیا جاتا ہے تو پتلی ہو جاتی ہے اور عشقہ وہ پودا ہے جو شروع میں سرسبز و شاداب ہوتا ہے لیکن پھر پژمردہ ہو جاتا ہے اور زرد پڑ جاتا ہے۔"(عربی سے ترجمہ)،(ابن منظور:لسان العرب جلد دہم مطبوعہ بیروت ص ۲۵۲)

لہٰذا معلوم ہوا کہ محبت جب حد اعتدال سے تجاوز کر جائے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ابن منظور نے لسان العرب میں اسی مفہوم کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے:

"عشق محبت کی زیادتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عشق محبوب کا محبّ کے ساتھ والہانہ شغف ہے جو محبت کی پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرح ہو سکتا ہے"۔

(المنجد مطبوعہ بیروت ۱۹۵۶ء ص ۵۱۷)

(عربی سے ترجمہ)

بہر حال عشق کے لغوی معنی ہیں کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا۔

مشہور عربی نعت "المنجد" میں ہے:

"عِشقَ عشقًا و عشقًا و معشقًا. تعلّق بـه قلبـه". چنانچہ

عشق بالشئ: کے معنی ہیں لصق بہ (وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا) ظاہر ہو گیا کہ عشق پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرح کا ہو سکتا ہے اور قرآن حکیم کا اسلوب اور اسکی بلاغت ظاہر ہے یہ ایسے کسی لفظ کو گوارا نہیں کر سکتا جس کے تقدیسی و غیر تقدیسی یعنی مثبت اور منفی دونوں پہلو نکلتے ہوں لہذا بجائے عشق کے قرآن مقدس میں لفظ محبت اور اس کے صیغے وارد ہوئے ہیں۔

قرآن کریم نے جس محبت کا حکم دیا ہے وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے جو انسان کو ارفع و اعلیٰ مقام پر لے جاتی ہے اور اس انگارۂ خاکی کو بال و پر روح الامین عطا کرتا

ہے۔چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنی شدید محبت کو۔۔۔۔۔"والذین اٰمنو ا اشد حب للّٰہ"
کے ارشاد میں ایمان مومن کا نشان قرار دیا ہے۔(القرآن-سورۂ بقرہ:۱۶۵)

چونکہ محبت الٰہی، محبت رسالت پناہی پر مشروط ہے اور رسول کائنات ﷺ کی محبت و اطاعت ایمان کی اساس ہے لہٰذا ان کی محبت میں والہانہ وابستگی کے ساتھ ساتھ ادب و احترام بھی لازمی ہے۔ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں اونچی آواز سے بولنا بھی جرم ہے اور ایمان کے خاتمہ کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔تو جب قرآن حکیم نے رسول کونین ﷺ کے لئے لفظ راعنا نہیں برداشت کیا کہ جس کے دو معنی۔ایک اچھا اور ایک برا یعنی
(۱)رعایت کیجئے یا (۲)چرواہے۔
"لاتقولو اراعنا ، قالو انظرنا" یعنی راعنا مت کہو، انظرنا کہو۔اے رسول ﷺ! نظر فرمائیے۔ تو بھلا خدا یہ لفظ عشق قرآن میں کیوں وارد فرماتا۔اگر چہ لفظ خلق کی طرح لفظ عشق بھی زبان و ادب میں اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہوسکتا ہے۔خُلق کا مذموم پہلو بیان کرنے کیلئے اہل زبان سوءِ خُلق یا خُلق بد کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور عشق کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لئے ہوس کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور لفظ عشق کامل وابستگی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اقبالؔ نے عشق اور محبت دونوں ایک ہی معنی میں استعمال کیا ہے۔حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور اس طرح ہدیۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔
"اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی۔نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی"(بانگ درا)

بہر حال نعتیہ شاعری کا جو استعمال شعراء نے کیا ہے اسکا تقدیسی پہلو ہی سامنے رکھا ہے۔اب یہ بات اور ہے کہ کسی شعری کمی کے سبب شاعرا سے نبھا نہ سکا ہو۔ اسی طرح بہاریہ یا غزلیہ شاعری میں بھی اکثر شعراء نے اس کا پاکیزہ پہلو ہی مدنظر رکھ کر اس کا استعمال

کیا ہے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی نے بھی اپنے کلام میں لفظ عشق کا استعمال کیا ہے لیکن دائرۂ ادب و احترام میں جہاں شریعت کا پہرہ ہے۔ لہٰذا اب محبت کہیں یا عشق! یہ ایک عجیب و غریب جذبہ ہے۔ ایک نورانی اور روحانی جذبہ! جو خود نور ہے اور اسی لئے صوفیاء نے اسے ''نورانی حجاب'' کہا ہے۔

محبت! دراصل ایک صفت الٰہی ہے جسے اللہ عزوجل نے سمع، بصر اور کلام جیسے اپنے صفات کی طرح یہ صفت محبت بھی اپنے بندوں کو عطا کی ہے۔

''محبت رسول''! جان بھی ہے اور ایمان بھی۔ یہی نہ ہو تو زندگی بیکار اور بندگی بھی نا قابل قبول۔ اسی محبت نبوی یا عشق مصطفوی پر ایمان کا دارومدار ہے۔

قرآن مقدس۔ محبت رسول کو محبت خدا، رضائے رسول کو رضائے خدا، اطاعت رسالت پناہی کو اطاعت الٰہی بتا رہا ہے۔

چند آیات قرآنی کے تراجم ملاحظہ کریں:-

(۱) ''فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری غلامی اختیار کرلو (اتباع لازم پکڑو) اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالیگا''۔ (سورۂ آل عمران:۳۱)

(۲) ''اے نبی! تم فرمادو کہ اے لوگو۔ تمہارے ماں باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بی بیاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکان ان میں کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ و رسول اور اسکی راہ میں کوشش کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار رکھو کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا''۔ (سورۂ توبہ:۲۴)

(۳) ''رسول علیہ السلام تمہیں جو کچھ بھی عطا کریں (یعنی جس کی اجازت دیں) وہ قبول

کرلو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ" (سورۃ حشر:۳)

اسی طرح سرکار علیہ السلام کی اطاعت، ان کے فیصلے کو تسلیم کرنے اور انہیں ہر معاملے میں اپنا حکم بنانے کی سختی سے تلقین کرتے ہوئے انہیں باتوں پر ایمان کا مدار بتایا جارہا ہے۔

حضور رسول اکرم ﷺ کی اس سلسلے میں کئی حدیثیں بھی ہیں:

"تم میں کوئی مسلمان نہ ہوگا جب تک میں اس کے پاس اسکی ماں، اس کے باپ اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔"

"تم میں سے کوئی اس وقت ایمان نہ لایا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل وعیال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

"جس نے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کی اسنے بے شک خدا کی اطاعت کی اور جس نے حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی بیشک اس نے خدا کی نافرمانی کی اور ذات محمدی ﷺ لوگوں کے درمیان (یعنی حق و باطل کے درمیان) فرق و امتیاز پیدا کرنے والی ہے۔"

یہ ہے محبت اصلی یا عشق حقیقی جس کا حکم خدا اور رسول ﷺ نے دیا ہے۔ محبت رسول ﷺ کا اظہار صرف زبانی دعوے سے نہیں ہوتا۔ قول کے ساتھ فعل و عمل سے اس کا ادعا ضروری ہے۔

عشق حبیب خدا یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ حیات ہے، وسیلۂ نجات ہے، دنیا اور عقبیٰ کی کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہے، یہی آرزو و آبرو اور ایقان و ایمان ہے۔

فنکار اپنے فن کے آئینے میں

کسی نے کہا ہے اور بہت درست کہا ہے کہ ادیب کی سب سے مستند آپ بیتی اس کی تخلیقات ہیں باقی سب وسائل محض حاشیے ہیں۔ فن کار کی سیرت اور شخصیت کے اعلیٰ ترین

جوہر اس کے فن میں کھلتے ہیں لیکن ضروری یہ ہے کہ فن کار کی تخلیقات کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی اور سوانح کے حوالے سے بھی اس کے دعووں کی تصدیق کی جائے۔

امام احمد رضا خاں اور عشق رسول ﷺ:

امام احمد رضا خاں بریلوی کی حیات کا لمحہ لمحہ عشق رسول ﷺ میں گزرا ہے۔ اس پر ان کی تصنیفات و تالیفات، ان کی سوانح حیات اور ان کے سوانح نگاروں و تذکرہ نویسوں کی شہادت ہی کافی ہے۔ عشق نبوی کی حدت و شدت کے نظارے کیلئے امام احمد رضا خاں صاحب کی صرف چند مندرجہ ذیل کتابیں ہی ملاحظہ کر لی جائیں تو کافی ہے۔

۱۔ اقامۃ القیامہ ۲۔ خلاصہ فوائد فتاویٰ ۳۔ تمہید ایمان

۴۔ اعتقاد الاحباب ۵۔ النیر الوضیہ ۶۔ انوار البشارہ

ملک شیر محمد خاں اعوان، مولانا ارشد القادری، ڈاکٹر محمد مسعود احمد وغیرہ نے اپنی کتابوں میں امام احمد رضا بریلوی کے عشق رسالتماب کو واضح کر دیا ہے۔ مولانا رضا بریلوی کے عشق رسول ﷺ کے تو بیگانے بھی قائل ہیں۔ ماہر القادری، کوثر نیازی، ملک غلام علی نائب مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے ان کے عشق رسول ﷺ کا اعتراف کھلے دل سے کیا ہے۔ ابوالکلام آزاد نے بمبئی کی ایک مجلس میں اس حقیقت یعنی امام احمد رضا خاں بریلوی کے عشق رسالتماب ﷺ کا برملا اعتراف کیا تھا:

"مولانا احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول ﷺ گذرے ہیں۔" (تحقیقات، الہ آباد ص ۱۲۴)

امام احمد رضا خاں اور سادات کرام کی تعظیم:

سادات کرام کی تعظیم اور ان سے محبت بھی محبت رسول ﷺ کا مظہر ہے۔ امام احمد رضا خاں نے سادات کرام کی تعظیم و محبت کے جو عملی نمونے پیش فرمائے ہیں ان کے عہد میں اس کی مثال کسی اور کے یہاں نہیں ملتی۔

۱۔ میلاد شریف یا کسی بھی تقریب پر امام احمد رضا سید زادگان کو ہمیشہ دوہرا حصہ دیتے تھے۔

(مولانا ظفر الدین: حیات اعلیٰحضرت حصہ اول)

۲۔ کبھی کوئی سید صاحب کسی کام یا مسئلہ کیلئے تشریف لائے تو امام احمد رضا نے سارے کام چھوڑ کر ان کا کام کیا اور جو انہوں نے طلب فرمایا وہ دیا۔ (ایضاً)

۳۔ کبھی کسی سید زادے سے حتیٰ کہ ان کے بچوں سے بھی کوئی کام نہ لیا اور ان کی آمد پر استقبال کو کھڑے ہوئے۔ (ایضاً)

حقیقت یہ ہے کہ فاضل بریلوی کا دل رسول کریم ﷺ کی محبت کا خزینہ اور ان کا مدینہ تھا۔ لاریب! امام احمد رضا تقدیس رسالت کا نام ہے، عشق مصطفیٰ میں دھڑکتے ہوئے پرسوز دل کا نام ہے۔ امام احمد رضا خاں نے عشق رسالت پناہی کی شمعیں قلب و جگر سے لیکر فکر و نظر تک میں روشن کر دیں اور اپنے نغمۂ محبت سے عشق مصطفیٰ کے خالی پیمانوں کو لبریز کر دیا۔

چھیڑے وہ اس نے گیت کہ مستانہ کر دیا
عشق نبی کا خالی تھا پیمانہ بھر دیا

(نعیم)

امام احمد رضا خاں کی نعت گوئی میں روحانی اور عشق نبی ﷺ کی مخلصانہ تہداریاں

روحانیت کا تعلق تصوف اور طریقت سے ہے اور طریقت، شریعت کی فرع ہے اور شریعت ہے اصل لہٰذا جب انسان شریعت کی کامل پیروی کے ساتھ طریقت وسلوک کی منزل طے کرتا ہے تو اس کا قلب پاکیزہ سے پاکیزہ تر ہوتا چلا جاتا ہے اور روح بالیدگی کے ارفع و اعلیٰ مدارج طے کرتا رہتا ہے۔ ایسے عالم میں دل نور معرفت سے روز بروز منور سے منور تر ہوتا رہتا ہے۔ دل جب ایک آئینہ اور آماجگاہ نور بن جاتا ہے تو ہر طرف عشق کے جلوے نظر آتے ہیں اور پھر عاشق کی ہر بات، اس کی ہر ادا اور اس کا ہر انداز روحانیت اور نورانیت کا نظارۂ جاں بخش و دل پذیر بن جاتا ہے اور دل سے نکلی ہوئی ہر صدا تاثیر کا ایسا درخشاں ماہتاب ہوتا ہے کہ جس کی چاندنی سے دل و جگر سے لیکر فکر و نظر سبھی ضوفشاں ہو جاتے ہیں۔

شریعت کی کامل پیروی کا مطلب ہے حضور نبی کریم ﷺ کی کامل پیروی اور اسی پیروی کا دوسرا نام ہے حضور ﷺ کے عشق میں مستغرق ہو جانا اور عشق رسول ﷺ کے اس استغراق کی خوبی یہ ہے کہ وہ عاشق صادق کو دیوانہ و مجنوں نہیں بناتا بلکہ فرزانگی کا ایسا پیکر بنا دیتا ہے کہ وہ آداب و احترام کی حدوں میں ہی رہ کر محبوب کی محبت کا حق ادا کرتا رہتا ہے۔

تصوف اعتقادی کی تعریف بھی یہی ہے کہ دل کسی نظر کو راسخ و مضبوط طور پر قبول کرلے اور اللہ کے حبیب اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھکر حسین کون ہوسکتا ہے؟

لہٰذا جب دل اس حسین کو کلی طور سے قبول کر لیتا ہے اور خود کو اس کی بارگاہ میں سپرد کر دیتا ہے تو وہ یقین و اذعان سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اسی یقین و اذعان کی سرشاری اور عشق مصطفوی کا یہ فیضان ہے کہ امام احمد رضا خاں کا کلام باغ کامرانی کا سدابہار پھول بن گیا ہے۔

امام احمد رضا خاں ایک جگہ تحریر کرتے ہیں:۔

"مرتبۂ کون میں نور احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبۂ تکوین میں نور احمدی آفتاب اور سارا جہان اس کے آبگینے"۔(الملفوظ مرتبہ مفتی مصطفیٰ رضا خاں بریلوی ص ۷)

اسی کی ترجمانی امام موصوف اپنے شعر میں اس طرح کرتے ہیں:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہو تو کچھ نہ ہو
جان ہے وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اور پھر اسی جان جہان کی حقیقت کو مندرجہ ذیل اشعار میں اسطرح بیان کرتے ہیں۔

اللہ کی سر تابقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں — ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے،انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے وہی اصل عالم و دہر ہے
وہی لہر ہے وہی بحر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے

امام احمد رضا خاں کے کلام کی نورانیت اور روحانیت کی یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے اور یہی جھلک ان کے عشق کے تب وتاب کا اندازہ لگانے کے لئے کافی ہے۔

نعتیہ شاعری کی اساس عشق رسول ہے۔یہی عشق نعت نگاری کا مرکز ہے۔جذبۂ عشق جس قدر سچا اور پاکیزہ ہوگا،شاعری اسی قدر موثر اور دل پذیر ہوگی۔اب جذبۂ عشق کے التہاب وارتعاش کیساتھ ساتھ علم ومشاہدہ اور زبان و انداز میں جس طرح کی وسعت اور

طرحداری ہوگی اسی نسبت سے شعری دائرہ بھی وسیع اور ضوفشاں ہوگا جس میں حسن و نورانیت اور عشق وروحانیت کے ان گنت جلوے نظر آئیں گے۔ عالم یہ ہوگا کہ ہر حجاب میں ان گنت پردے اور ہر پردے میں ان گنت جلوے نظر آئیں گے۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے یہاں عشق صرف دل وجگر ہی کا ماجرا نہیں بلکہ جسم و جان اور فکر ونظر کا بھی ماجرا ہے۔ ملاحظہ کریں امام کا والہانہ انداز اوران کا اعتراف۔

وہی آنکھ جوان کا منہ تکے وہی لب کہ محو ہوں نعت کے
وہی سر جوان کے لئے جھکے وہی دل جوان پہ نثار ہے

نہیں سر کہ سجدہ کناں نہ ہو نہ زباں کہ زمزمہ خواں نہ ہو
نہ وہ دل کہ اس پہ تپاں نہ ہو نہ وہ سینہ جس کو قرار ہے

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

ہمہ تن چشم کی صورت ہے بدن سے پیدا
منتظر ہے یہ الٰہی دل حیراں کس کا

سنتا ہوں عشق شاہ میں دل ہوگا خوں فشاں
یارب یہ مژدہ سچ ہو مبارک ہو فال گل

یارب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باغ
ہرمہ مہِ بہار ہو ہر سال سالِ گل

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

عشق مولیٰ میں ہوں خوں بار کنار دامن
یا خدا جلد کہیں آئے بہار دامن

ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے

رضؔا کا یہ عالم ہے کہ جس شے پر نگاہ پڑتی ہے گیسوئے جاناں کی اسیر نظر آتی ہے۔

سنبل آشفتہ ہے کس گل کے غم گیسو میں
دیدۂ نرگس بیمار ہے حیراں کس کا

رضؔا بریلوی تمام تر جمالیاتی احساس کے ساتھ عشق سرور کا کیا ہی انداز پیش کرتے ہیں۔

ٹپکتا رنگ جنوں عشق شہ میں ہر گل سے
رگِ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی عظمت کا والہانہ مگر پر صداقت اعتراف غلو کے بغیر کس حسین انداز میں کرتے ہیں۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد ﷺ

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان و عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

رفعت ذکر ہے تیرا حصہ دونوں عالم میں ہے تیرا چرچا
مرغ فردوس پس از حمد خدا تیری ہی مدح وثنا کرتے ہیں

رضاؔ بریلوی نعت نبی لکھنے کے لئے روح القدس سے طوبیٰ کی سب سے اونچی، نازک اور سیدھی شاخ کا مطالبہ کرتے ہیں۔

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
نعت نبی لکھنے کو مانگوں روح قدس سے ایسی شاخ

نعت نگار کے یہاں سرور کونین ﷺ کی شخصیت محبوبیت کی منفرد شان لے کر ابھرتی ہے اور طبیعت میں شوق طلب اور خلش ہجر دونوں کیفیتیں نمایاں ہو جاتی ہیں۔ رضاؔ بریلوی کے کلام میں عاشقانہ زندگی کی دونوں حالتیں گزرتی ہیں۔

چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

گلے سے باہر آسکتا نہیں شور فغاں دل کا
الٰہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا
ہوئے کم خوابی ہجراں میں ساتوں پردے کم خوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا

یــــاشــــمــــس نــظــرتِ اِلــیٰ لیــلــی چو بطیبہ رسی عرض بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاک رسول ﷺ دکھا تجھے اپنی ہی عز و علا کی قسم

یاد میں جس کی نہیں ہوش تن و جاں ہم کو
پھر دکھا دے وہ رخ مہر فروزاں ہم کو

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کم خواب بصارت کا

سرہانے ان کے بسمل کے یہ بیتابی کا عالم ہے
شہِ کوثر ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا

جناب رضؔا نے شیفتگی کو شوریدگی میں جس خوبی سے سمویا ہے اور اسے احترام کے قالب میں ڈھالا ہے وہ ادب کا ایک جاندار حصہ ہے۔فاضل بریلوی کی شاعری ایک مخصوص والہانہ کیفیت کی حامل ہے۔وہ رسول اکرم ﷺ کے عشق میں اس درجہ مستغرق ہیں کہ سارے عالم پر ذات محمدی ﷺ انھیں مستولی دکھائی دیتی ہے۔وہ عشق رسول ﷺ میں گم ہیں اور اسی کو حیات وکائنات سب سمجھتے ہیں۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی

ایسا گماں دے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

یہی ہے اصل مادہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگام کثرت کا

کوئی کیا جانے کہ کیا ہو عقل عالم سے ورا ہو
کنز مکتوم ازل میں درِّ مکنون خدا ہو
سب سے اول سب سے آخر ابتدا ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم اصل مقصود ہدا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے تم موخر مبتدا ہو

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہی جان، جان سے ہے بقا، وہی بن ہے بن ہی سے بار ہے

امام احمد رضا بریلوی کا دیدہ و دل، روح و جان اور ذہن و دماغ جلوگاہِ عقیدت ناز مصطفے ﷺ ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ہر جگہ عقیدت و محبت کا جلوہ صد رنگ رقصاں نظر آتا ہے۔ رضا بریلوی جس حبیب کے مداح ہیں، ان کا مداح خود خالق کون و

مکاں ہے۔وہ تو ان کے شہر، ان کے کلام اور ان کی عمر پاک کی قسم قرآن کریم میں یاد فرماتا ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے روئے منور سے عالم میں اجالا ہے، ان کا حسن بے مثال ہے اور خدائے کل جہان خود ان کا طالب اور ان کا محب ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کریں۔

پر نور ہے تجھ سے بزم عالم اے شمع جمال مصطفائی
حسن تیرا سا دیکھا نہ سنا یہی کہتے ہیں زمانے والے

نام حق پر کرے محبوب دل و جاں قرباں
حق کرے عرش تا فرش نثار عارض

حور سے کیا کہیں موسیٰ سے مگر عرض کریں
کہ ہے خود حسن ازل طالب جانان عرب

اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا انس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے

رضؔا بریلوی نے رسول مقبول ﷺ کے زلف و رخسار، لب و دندان، چشم و گوش اور دہن وغیرہ کا نہایت خوب صورت اور والہانہ انداز میں اپنی نعتوں میں نقشہ کھینچا ہے۔ علاوہ اس کے علحدہ سے سرکار ابد قرار ﷺ کا سراپا اقدس اپنے مشہور زمانہ سلام۔

"مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام"

میں بیاں کیا ہے اور اشعار کی تعداد پچاس (۵۰) ہے۔ جمال حبیب اور سراپائے

حبیب کے ضمن میں انھوں نے حبیب کی ادا و عادت کو بھی پیش کیا ہے اور ہر جگہ ان کی فدائیت شباب پر ہے۔

مدح سراپائے حبیب:

حبیب ﷺ کے سراپا کی مدح میں امام احمد رضا خاں بریلوی کی نعتوں میں اشعار کی کثرت ہے۔ یہاں صرف انتخاب پیش ہے ۔

میں تو کیا چیز ہوں خود صاحب قرآں کو شہا
لاکھ مصحف سے پسند آئی بہار عارض

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

قرآن کے حروف مقطعات پر مبنی مندرجہ ذیل شعر دیکھیں اور رضؔا کی معنی آفرینی اور شاعرانہ نزاکت ملاحظہ کریں ۔

ک گیسو، ہ دہن، ی ابرو، آنکھیں ع ص
کھیٰعص ہے ان کا چہرہ نور کا

اب رضؔا بریلوی کی منظر نگاری اور ان کی شیفتگی کا انداز دیکھیں ۔

شب یاد تھی کن دانتوں کی شبنم کی دم صبح
شوخانِ بہاری کے جڑاؤ ہیں کرن پھول

رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ وہ نقش کف پا ہو کر

سر تابقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول
دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول

شب لحیہ و شارب ہے رخ روشن دن
گیسو دو شب قدر و برات مومن
مژگاں کی صفیں چار ہیں دو ابرو ہیں
والفجر کے پہلو میں لیال عشر

گیسوئے جان جہان، رسول ذی شان ﷺ سے متعلق یہ اشعار ملاحظہ کریں اور رضؔا کی لطافت و پاکیزگی سے پُر جذبہ اور ان کے زبان و بیان کے حسن کا اندازہ کریں۔

دیکھو قرآن میں شب قدر سے تا مطلع فجر
یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو
کعبۂ جاں کو پہنایا ہے غلاف مشکیں
اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو
تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضؔا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

اب مندرجہ ذیل اشعار میں انداز فدائیت اور رضاؔ کی امیجری ملاحظہ کریں ۔

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کے کرتے ہیں اشارے گیسو

شانۂ پنجۂ قدرت ترے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو

مشک بو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا اِن سے
حوریو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

بھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمہارے گیسو

لب و دہن سے متعلق یہ اشعار بھی خوبصورت تشبیہات اور خوبصورت جذبات و معنی آفرینی کے نادر نمونے ہیں ۔

دل بستۂ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل وہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

مرزا غالبؔ نے محبوب کا غسالہ پینا چاہا تھا لیکن میسر نہ ہوسکا ۔

دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیم تن کے پاؤں
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن سے پاؤں

غزل کے میدان میں شاعر پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن نعت کا میدان پابندیوں اور پہروں کا ایک جہان ہے تاہم خامۂ رضاؔ کا کمال ہے کہ حدود میں رہ کر بھی نزاکت خیال اور

معنی آفرینی کے کیسے پھول کھلائے ہیں۔

عارض و شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
جابجا پر تو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

جس کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

مدنی حبیب ﷺ کے تلووں کا دھوون آبِ حیات اور ان کا پسینہ عطر و گلاب سے بڑھ کر بلکہ ان کی خوشبوؤں اور نکہتوں کا منبع!۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق
اسکی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

ختم نبوت پر یہ شعر اسقدر حسن و نزاکت اور بلاغت خیال کے ساتھ خامۂ رضؔا سے نکلا ہے کہ ایک ہی وقت میں یہ عقیدہ کا اظہار بھی کرتا ہے اور حسنِ حبیب ﷺ کا بھی غماز ہے۔

نہ رکھا گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

رسول اکرم ﷺ کے قد مبارک کے متعلق خامۂ رضؔا کا کمال دیکھیں۔

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں پھولوں کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

ترا قد مبارک گلشن رحمت کی ڈالی ہے
اسے بو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے

محبوب کی یکتائی، اس کی زیبائی اور اس کی بے مثالی پر امام احمد رضا بریلوی کس قدر پاکیزہ اور دلکش اشعار پیش کرتے ہیں۔

جوبنوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست
مہر کس منھ سے جلوہ داریٔ جاناں کرتا
سایہ کے نام سے بیزار ہے یکتائی دوست
ان کو یکتا کیا اور خلق بنائی یعنی
انجمن کر کے تماشا کریں تنہائی دوست
مرنیوالوں کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

سلام رضاؔ میں سراپائے مصطفی:

رضاؔ بریلوی نے مصطفیٰ جان رحمت کا سراپا سلام میں رقم کر کے جدت وندرت کے ثبوت کے ساتھ محبوب سے اپنی والہانہ شیفتگی کا بھی اظہار کیا ہے۔ وہ محبوب کے ہر ہر عضو پر صرف قربان ہی نہیں اور نہ یہی کہ ان کا ہر عضو بے مثل و بے مثال ہے بلکہ ان کا والہ وشیدا ان پر سلام بھی بھیجتا ہے۔ ان کے جمال کو قلب وروح کی گہرائیوں سے شوق ومحبت کا سلام پیش کرتا ہے اور ان کی سلامتی کا خواہاں ہے۔

رضاؔ کے اس سراپا میں سر سے لیکر ناخن بلکہ کف پا اور خاک کف پا تک کا بیان پیش کیا ہے۔

چند اشعار جن سے جذبۂ عشق کا التہاب وارتعاش نمایاں ہے اور جن میں ندرت ہے

پیش کیے جاتے ہیں:-

طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں لفظ کے برتنے کا رضاؔ کا انداز دیکھیں کہ کس طرح بظاہر ایک ثقیل لفظ کو جمالیات کا پیکر بنادیا ہے۔

مرزا غالبؔ نے لفظ بھوؤں کا استعمال کیا تھا تو لوگوں نے ناک بھوں چڑھائی تھی۔ اب نعت رضا میں اس کا استعمال دیکھیں کہ کس پاکیزگی اور لطافت سے رضاؔ نے اسے برتا ہے۔شاعران غزل کا محبوب ظاہر ہے کوئی زہرہ جبین ہوتا ہے جہاں داڑھی مونچھ کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔دیگر بیانیہ اور رزمیہ شاعری میں محبوب یا ہیرو تو ہوتا ہے لیکن اس کے صفت کے بیان میں بھی شعراء روایاتی انداز اختیار کرتے ہیں لیکن رضاؔ اپنے محبوب کے چہرے کی بہار، مردانگی اور مومن ہونے کی ظاہری علامت یعنی حضور اکرم ﷺ کے ریش مبارک کا جس قدر حسین اور پُر معنی انداز میں بیان کرتے ہیں وہ بس انھیں کا حصہ ہے ملاحظہ کیجئے:-

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام

جسکی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں

اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و ایمان کے دونوں ستون

ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں موج کرم نور کی

اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

بحر ہمت کی ترکیب بھی تازہ کاری کی ایک مثال ہے۔

عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال

ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاک گذر کی قسم

اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

سراپائے حبیب پاک ﷺ کے سلسلے میں رضا بریلوی کا انداز فدائیت دیکھئے کہ کس قدر والہانہ انداز میں سرکار ابد قرار ﷺ کی ادا و عادت کا اظہار کرتے ہیں:

یہ اکثر ساتھ ان کے شانہ و مسواک کا رکھنا

بتاتا ہے کہ دل ریشوں پہ زائد مہربانی ہے

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود

اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

تمہاری شرم سے شان جلال حق ٹپکتی ہے

خم گردوں ہلال آسمان ذوالجلا لی ہے

لخت لخت دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی عادت پہ لاکھوں سلام

بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

نام مصطفیٰ ﷺ اور امام احمد رضا:

امام احمد رضا بریلوی حسن حبیب پر ہی نہیں ان کے نام پر بھی اسطرح فدا ہیں کہ بس چلے تو دو جہان نہیں کروڑوں جہان نچھاور کر دیں۔

کروں تیرے نام پر جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
نہیں دو جہاں سے بھی جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا رؤف ورحیم وعلیم وعلی ہے

نام حبیب کے احترام کا عالم دیکھیں۔

باادب جھکا لو سر ولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گل تر محمد مصطفیٰ چمن ان کا پاک دیار ہے

یہاں نام محبوب کی مٹھاس اور مستی ملاحظہ کریں کہ ہونٹوں پر نام محبوب آتے ہی رضا خود اپنے لب چوم چوم لیتے ہیں۔

لب پہ آجاتا ہے جب نام جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب
وجد میں ہو کے اے جان بے تاب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

مصرعہ اولیٰ میں لفظ جناب کے استعمال میں شاعر کے آداب عشق کا جذبۂ رفیع اور مصرعہ ثانی میں جان بیتاب کی خوبصورت ترکیب میں والہانہ بے تابی کا منظر بھی دیکھیں۔ کیا بلاغت خیال اور کیسی نکتہ آفرینی ہے؟

یہ شعر دیکھیں اور اس کی معنی آفرینی کی داد دیں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

مصرعہ اولیٰ میں حسن اور مصرعہ ثانی میں اس کے تقابل میں نام مصرعہ اولیٰ میں مصر ثانی میں عرب۔ وہاں عورتوں کی انگلیاں کٹیں اور یہاں مرد سر کٹاتے ہیں۔ یہاں استمرار ہے اور وہاں صرف ماضی کا ایک واقعہ۔ یہاں عالم یہ کہ تا قیامت نام محمد ﷺ پر غیر تمند عشاق سر کٹاتے رہیں گے اور ناموس رسالت کے تحفظ میں قربان ہوتے رہیں گے۔

یاد حبیب اور رضاؔ بریلوی

محبوب کی یاد عاشق کے لئے حیات اور کائنات ہی کا سرمایہ نہیں بلکہ یاد ایمان بھی ہے۔

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

کر اسکی یاد جس سے ملے چین عندلیب
دیکھا نہیں کہ خار الم ہے خیال گل

رنگ مژہ سے کر کے خجل یاد شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

اس شعر میں تشبیہ کا حسن اور کانٹے و گل کی رعایت کی لطافت دیکھیں۔ کس قدر حسین شعر ہے۔ رنگ مژہ سے اشک خوں کیطرف اشارہ ہے اور اسے عطر جمال گل سے اور مژہ کو کانٹوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

یاد حضور کی قسم، غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

مندرجہ ذیل شعر میں امام احمد رضا خاں بریلوی یاد حبیب کی عظمت کا کس طرح اظہار کرتے ہیں اور اسے صرف زندگی ہی نہیں بلکہ بندگی کا وسیلہ اس کے جلا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

آئے جو ان کی یاد تو پائے جلا نماز
کہتی ہے یہ اذان جو پچھلے پہر کی ہے

اب مندرجہ ذیل شعر کی معنویت اور رضؔا کا انداز فدائیت ملاحظہ کریں۔

یاد گیسو ذکر حق ہے آہ کر
دل میں پیدا لام ہو ہی جائے گا

"آہ" کے دل میں اگر "ل" کو داخل کر دیا جائے تو اللہ بن جاتا ہے پس یاد گیسوئے جاناں ﷺ میں آہ کرنا بھی اللہ اللہ کرنا ہے۔

حبیب کی بات، حبیب کا ذکر:

امام احمد رضا خاں بریلوی حبیب کی بات کو اللہ کا حکم اور الٰہی قانون تسلیم کرتے ہیں اور اس کی فصاحت و بلاغت پر قربان ہیں۔ محبوب کی بات اور محبوب کا ذکر ان کے لئے وظیفہ حیات ہے، اسی ذکر کو ذکر خدا مان کر یاد خدا بھی کرتے ہیں اور عشق اور بندگی کو جلاء

بخشتے رہتے ہیں ۔

مَن رَآنی راء الحق جو کہے کیا بیاں اسکی حقیقت کیجئے

وہ دہن جسکی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود
اس کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں
فصحاء عرب کے بڑے بڑے ترے آگے یوں ہیں دبے لچے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

اب مندرجہ ذیل اشعار میں محمد عربی ﷺ کی صدا اور ان کی دعا کو رضاؔ بریلوی کس انداز، کس فدائیت اور کس نزاکت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

رضاؔ پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے ربِّ سَلِّم صدائے محمد ﷺ
اجابت نے بڑھکر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

یہاں رضؔا کی امیجری بھی قابل دید ہے۔

جیسے قرآں ہے ورد اس گل محبوبی کا
یوں ہی قرآں کا وظیفہ ہے وقار عارض

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے

رضؔا کا یہ عالم ہے کہ وہ دم نزع بھی ذکر مصطفیٰ کی تمنا رکھتے ہیں۔

دم نزع جاری ہو میری زباں پر
محمد، محمد، خدائے محمد ﷺ

امام احمد رضا خاں بریلوی کے دیوان میں آداب عشق، غیرت عشق، شوق طلب، خلش، ہجر وغیرہ پر اس قدر اشعار ہیں کہ انتخاب کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ کن کن اشعار کو پیش کیا جائے۔

دراصل رضؔا کا پورا دیوان، عشق کا ایک خزانہ ہے اور عشق کا مکمل نغمہ ہے جیسا کہ مملکت عشق کا قانون ہے کہ حبیب کے حسن و جمال کی مدح و ستائش تک یا تمنائے وصال تک خود کو محدود نہ رکھ کر اس کے جمال کے وصف کے دوش بدوش اس کے جلال اور عظمت و کمال کا بھی والہانہ اظہار کیا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی، سرور کونین ﷺ کے اسوۂ حسنہ، ان کے علم، تصرفات و اختیارات، رحمت و شفاعت کے گیت بھی گاتے ہیں۔ سرکار ابد قرار ﷺ کے ملک، ملک عرب، عرب کے صحرا و بیابان، سرکار دو عالم ﷺ کے شہر، شہر کے کوچے، شہر کے خار و خاک سے بھی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے یں اور یہیں تک محدود نہ رہ کر سگانِ کوچۂ حبیب کے

ادب و احترام میں بھی دل و نظر جھکا دیتے ہیں۔

مدنی محبوب ﷺ کے حوالے اور ان کی نسبت سے ان کی آل، ان کے گھرانے کے افراد ان کے اصحاب اور ان کے اولیاء کی مدح و ثناء بھی کرتے ہیں۔ سرکار ابد قرار ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر شے، ان کا جبہ مبارک، ان کے نعلین پاک اور اس پاک نعلین کے ذروں، ان کے کف پا کی حرمت وغیرہ کا ایسا والہانہ ترانہ چھیڑتے ہیں کہ بس رضاؔ فنائیت رسول کا ایک پیکر نظر آتے ہیں اور کچھ نہیں!

رسول ﷺ کا اسوۂ حسنہ:

آقائے نامدار ﷺ کے عشق کے اظہار کے ساتھ ساتھ آقا کی عظمت کا اعتراف بھی رضاؔ بریلوی کے جسم و جان کا سدا حصہ رہا ہے۔

ہادی اعظم ﷺ کا عملی و فکری سفر انسانیت کا ایک ایسا ابدی سفر ہے جس کو ہر عہد اور ہر نسل نے اہمیت دی ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کی عظمت و قیادت کا اعتراف کیا ہے۔ محسنِ اعظم نے تو دشمنوں پر بھی رحمتوں کی بارش برسائی ہے اور سچ یہ ہے کہ وہ سارے جہان کیلئے رحمت ہیں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں
عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

سویا کئے نابکار بندے : رویا کئے زار زار آقا ﷺ

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

تری قبا کے نہ کیوں نیچے نیچے دامن ہوں
کہ خاکساروں سے یاں کب کشیدہ ہونا تھا

فیض ہے یاشہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسّس میں ہے دریا تیرا

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن وادا کی قسم

سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے
ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی ﷺ

عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا
گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

جس نے مردہ دلوں کو دی عمر ابد
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

رہا جو قانع یک نان سوختہ دن بھر
ملی حضور سے کان گہر جزائے فلک

مقام رسول ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کے مقام رفیع کو کون جان سکتا ہے سوائے ان کے رب کے۔ بندہ تو صرف اتنا سمجھ سکتا ہے جہاں تک اس کی عقل کی رسائی ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کس انداز میں حضور ﷺ کے مقام رفیع کا اظہار کرتے ہیں ۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ
ہے انھیں کے دم قدم کی باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا وہ نہ ہوں عالم نہیں

اختیارات مصطفیٰ بھی مقام رسول ﷺ ہی کے ذیل میں شامل ہے اس سلسلے کے بھی چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

زمیں و زماں تمھارے لئے مکین و مکاں تمھارے لئے
چنیں و چناں تمھارے لئے بنے دو جہاں تمھارے لئے

اشارے سے چاند چیر دیا چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا یہ تاب و تواں تمھارے لئے

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جن کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

حضور نبی کریم ﷺ کے مقام اور ان کی صفات کا ادراک اور اس کا اظہار ممکن نہیں ہے۔ رضاؔ اس طرح کہہ کر بے بسی کا اظہار کر دیتے ہیں اور یہی اظہار رسول ﷺ کی بے نظیری کا حسین انداز ہے۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ کہ کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا ﷺ کہوں تجھے

رحمت و شفاعت اور کرم نمائی:

سرکا ﷺ کی ہر سمت جلوہ نمائی بھی ہے اور ہر ایک پر کرم نمائی بھی۔ وہ رحمت للعالمین ﷺ بھی ہیں اور شافع محشر بھی ہیں۔ امام احمد رضا خاں خود بھی انھیں کے بھکاری ہیں، انھیں کے جاننے والے اور ماننے والے ہیں، انھیں کی رحمت و شفاعت کا انھیں آسرا ہے اور وہ دوسروں کو بھی انھیں کی پناہ میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ شعر دیکھیں۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اپنی وفاداری کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

انھیں مانا انھیں جانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اب سرورِ کونین ﷺ کی رحمت و شفاعت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے
وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب ﷺ کو اتنی
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

گنہگاروں کو ہاتف نوید خوش مآلی ہے
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد ﷺ سا والی ہے

عرض بیکی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں
چھٹ رہی ہے مجرموں کی فرد ساری واہ واہ

مژدہ باد اے عاصیو شافع شہ ابرار ہے
تہنیت اے مجرمو ذات خدا غفار ہے

مجرموں کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے رحمت کی گھٹا
طالع برگشتہ تیری سازگاری واہ واہ
کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ، پرہیزگاری واہ واہ

اب آئی شفاعت کی باری اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

کیوں رضاؔ مشکل سے ڈریئے
جب نبی ﷺ مشکل کشا ہو

سرکار ﷺ کی کرم نمائی کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

سب تمہارے آگے شافع : تم حضور کبریا ﷺ ہو

تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہو جائے ابھی کوہِ محن پھول

منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے
حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

اب رضاؔ کی التجا و عاجزی اور خاکساری دیکھیں اس کے بعد ان کی فریاد سنیں۔

با عطا شاہ تم مختار تم
بے نوا ہم، زار ہم، ناچار ہم

سرکار ﷺ ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا ﷺ حضور اپنے کرم پر نظر کریں

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو تو بس تمیز فقط بھیک بھر کی ہے

مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار ﷺ میں لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے ﷺ عطا میں نہ کی
کوئی کمی سرورا ﷺ تم پہ کروروں درود
گندے نکمے کمین مہنگے ہوں کوڑی کے تین
کون ہمیں پالتا تم ﷺ پہ کروروں درود

اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے ﷺ سوا آہ لے خبر

منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی
دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا ﷺ

اے شافع امم شہ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری للہ لے خبر

رحمت للعالمیں ﷺ تیری دہائی دب گیا
اب تو مولا بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

امام احمد رضا خاں بریلوی گدائے درِ مصطفیٰ ہیں، جن کی گلیوں میں تاجدار مانگتے پھرتے ہیں اور جن کے ادنیٰ گدا کا یہ عالم ہے کہ ۔

ان کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں
ایسے ایسے ہزار آقا

رضاؔ بریلوی مچلتی ہوئی آرزوؤں اور انگڑائی لیتی ہوئی تمناؤں کے جلو میں فریاد کو لیکر بے تابی شوق کا ایک عجیب مگر دلفریب منظر پیش کرتے ہیں۔

بے بسی ہو جو مجھے پرسشِ اعمال کے وقت
دوستو! کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے
کاش فریاد مری سن کے یہ فرمائیں حضور ﷺ
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے
کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے
کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجئے مری
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے
اسکی بے چینی سے ہے خاطر اقدس پہ ملال
بیکسی کیسی ہے پوچھو کوئی گزرا کیا ہے
یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے
اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفتر اعمال ہیں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہ رسل
بندہ بیکس ہے شہا رحم میں وقفہ کیا ہے
پھر مجھے دامن اقدس میں چھپالیں سرور ﷺ
اور فرمائیں ہٹو! اس پہ تقاضا کیا ہے

بندہ آزاد شدہ ہے یہ ہمارے در کا
کیسا لیتے ہو حساب اس پہ تمہارا کیا ہے
چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں محکوم ہیں ہم
حکم والا کی نہ تعمیل ہو زہرہ کیا ہے
یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشم بد دور، کیا شان ہے رتبہ کیا ہے
صدقے اس رحم کے اس سایۂ دامن پہ نثار
اپنے بندے کو مصیبت سے بچایا کیا ہے

مدینۂ امینہ اور امام احمد رضا خاں:

مدینۂ امینہ شہر محبوب یعنی شہر رسول ﷺ ہے اور یہی شہر خاک دان گیتی کی راجدھانی بھی ہے۔ مدینہ شہر آرزو اور شہر آبرو ہے۔ ایک عاشق کی نگاہ میں محبوب کے شہر، محبوب کے دیار، گلی و کوچے اور اس کی دولت سرا کے در اور بام و دیوار کی جو عزت و حرمت اور اس کے دل میں ان کی جو محبت اور عقیدت ہوتی ہے اس کی کیفیت تو جان پرسوز اور دل شوق ہی بتا سکتا ہے۔ بہر حال عاشق کی نظر میں محبوب کے دیار و در سے حسین و محترم کوئی شہر و در نہیں ہوتا۔ اللہ اللہ۔ مدینہ تو اللہ کے حبیب کا شہر ہے تو بھلا اس شہر کی عظمت و رفعت کوئی کیا بتا سکتا ہے۔ ہاں! عشاق ہی اس مقدس شہر کی عظمت و رفعت اور اس کی بہاروں کا اظہار اپنے اپنے عشق کی تب و تاب اور توانائی کے مطابق کر سکتے ہیں۔

خاک مدینہ اور خاک مزار رسول ﷺ کی عظمت کا اظہار رضاؔ بریلوی کس والہانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کرتے ہیں۔

بجا تھا عرش پہ خاک مزار پاک کو ناز
کہ تجھ سا عرش نشیں آرمیدہ ہونا تھا

خستہ جگر سلام کو حاضر ہیں السلام
مرہم یہیں کی خاک تو خستہ جگر کی ہے
اہل نظر سلام کو حاضر ہیں السلام
یہ گرد ہی تو سرمہ سب اہل نظر کی ہے
آب حیات روح ہے زرقا کی بوند بوند
اکسیر اعظم مس دل خاک در کی ہے
کس خاک پا کی تو بنی خاک پا شفا
تجھ کو قسم جناب مسیحا کے سر کی ہے

خم ہو گئی پشت فلک اس طعن زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اور خاک مدینہ کے لئے رضاؔ کی تڑپ دیکھیں ۔

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضاؔ جس پہ مدینہ ہے ہمارا

نہ آسمان کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا

رضاؔ بریلوی کی محبت وعقیدت کے جلوہ ہائے رنگارنگ میں سے چند رقصاں جلوؤں کا

مزید نظارہ کیجئے۔

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا

حسرت میں خاکبوسی طیبہ کی اے رضا
ٹپکا جو چشم مہر سے وہ خون ناب ہوں

خاک طیبہ کے بعد خار طیبہ سے امام احمد رضا خاں بریلوی کی وابستگی اور عقیدت و محبت کا رنگ ملاحظہ کریں۔

خار خار حرم طیبہ ہیں طوبیٰ مجھ کو
کیسا گلزار ارم روضۂ رضواں کس کا
سنا جب نام گل خار مدینہ چبھ گیا دل میں
کہ ہر مطلق ہے جلوہ گاہ حسن فرد کامل کا

اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

گل طیبہ اور چمن طیبہ کی لالہ زاری وعطر بیزی میں خامۂ رضاؔ نے نزاکت خیال اور معنی آفرینی کے ایسے گلزار کھلائے ہیں کہ ان کا کلام باغ عقیدت و کامرانی کا سدا بہار پھول بن جاتا ہے۔

نیم وا طیبہ کے پھولوں پر ہوں آنکھ
بلبلو! پاسِ نزاکت کیجئے

چمن طیبہ ہے وہ باغ کہ مرغ سدرہ
برسوں چہکے ہیں جہاں بلبل شیدا ہو کر

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لئے مرغ سدرہ کا استعارہ تازہ کاری کا کیسا عمدہ نمونہ ہے؟

طیر حرم کا کیسا ادب ہے رضا بریلوی سے پوچھئے۔

طیر حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہو
یوں دیکھئے کہ تار نظر کو خبر نہ ہو

سگان کوچۂ حبیب:

عشق کی معراج یہی ہے کہ محبوب کے در اور اس کے کوچے سے تعلق رکھنے والی ایک ایک شے سے محبت کی جائے۔

کہتے ہیں مجنوں کو سگان کوچۂ لیلیٰ سے بھی شدید وابستگی تھی۔ رضؔا کا محبوب کوئی دینوی محبوب نہیں ہے، وہ تو سارے جہان اور کل جہاں کے خالق و مالک کا محبوب ہے۔ اس محبوبِ زماں کے کوچۂ کے کتوں سے کیسی عقیدت ہے اور دل میں ان کیلئے احترام کا کیسا جذبہ موجزن ہے، ملاحظہ کیجئے۔

کیوں رضؔا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

خوفہ ہے سمع خراشیِ سگ طیبہ کا
ورنہ کیا یاد نہیں نالۂ افغاں ہم کو

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں
اے سگانِ کوچۂ دلدار ہم

در حبیب اور کوچۂ حبیب:

خاک ہو جائیں در خاک پہ حسرت مٹ جائے
یا الٰہی نہ پھرا بے سرو ساماں ہم کو

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
فقیروں غریبوں کے ٹھہرانے والے

اور اس شعر میں رضؔا کی فکر رسا، رنگ محبت اور زبان کی لطافت نیز بے ساختگی کا منظر ملاحظہ کریں۔

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

در حبیب سے دوری رضؔا کے لئے قیامت سے کم نہیں۔ حسرتوں کا کیسا خون ہوتا ہے یہ رضا کے لہو رنگ قلم سے سنیں۔

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت کیا نہال کیا

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

حسرت نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضاؔ مرگ جواں سنائی کیوں

سر اور وہ سنگ در آنکھ اور وہ بزم نور
ظالم کو وطن کا دھیان آیا تو کہاں آیا

نام مدینہ، خیال مدینہ، فرقت مدینہ اور شوق مدینہ میں رضاؔ کی سرشاری و بے قراری کی دونوں کیفیتوں کا رقصاں و پیچاں منظر ملاحظہ ہو۔ وارفتگی و وابستگی اور اضطراب و پیچ و تاب قابل دید ہیں۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

صر صر دشت مدینہ کا مگر آیا خیال
رشک گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہو کر

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

شمع طیبہ میں میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلادے شرر آتش پنہاں ہم کو

جب سے آنکھوں میں سمائی ہے مدینہ کی بہار
نظر آتے ہیں خزاں دیدہ گلستان ہم کو

در بدر کب تک پھریں خستہ خراب
طیبہ میں مدفن عنایت کیجئے

طیبہ میں مر کے سیدھے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے

لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے
قافلہ نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

کعبہ و مدینہ کا تقابل:

کعبہ میں اللہ کا گھر ہے اور مدینہ میں محبوب کا گھر۔ دونوں کی عظمتیں مسلم! لیکن ایک محب کا گھر ہے اور ایک محبوب کا۔ محب کو محبوب ہی کی طرح محبوب کا گھر اور اس کا در بھی عزیز ہے۔ واضح رہے کہ اللہ جسم اور مکان سے پاک ہے۔ کعبہ کو اللہ کا گھر اس لئے کہے ہیں کہ یہ بندوں کی عبادت گاہ ہے لہذا یہاں کعبہ و مدینہ کے تقابل سے ہرگز اللہ و رسول ﷺ سے تقابل مراد نہیں ہے۔ رضؔا بریلوی نے خدا اور رسول ﷺ یعنی معبود اور عبد کا فرق پہلے ہی واضح کر دیا ہے اور سرحدیں الگ کر دی ہیں۔ ایک مقام پر اس طرح کہتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ ہیں عبدِ اِلٰہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

لیکن رضؔا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

کعبہ کی عظمت بھی رسول گرامی وقار ﷺ کی وجہ سے ہے کہ یہ ان کی ولادت کا شہر ہے اور اسی لئے رب کعبہ نے "لا اقسم بھذا البلد" کہہ کر قرآن میں اس شہر کی قسم یاد فرمائی ہے۔

رضؔا نے ایک شعر میں اس طرح ظاہر کیا ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

محبوب کے دم قدم سے ہر طرف بہار ہے۔ وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، نہ کوئی راہی

نہ سنگ میل، نہ مسافر، نہ عرش نہ فرش، صرف وہی وہ ہوتا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا یعنی خدائے لم یزل۔ لہٰذا رضاؔ اس نکتے کو اس طرح بھی ظاہر کرتے ہیں۔

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلّی کا ایک ظل
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے
ہوتے کہاں خلیل و بناء کعبہ و منیٰ
لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

اب اس پس منظر میں رضاؔ کا انداز بیان، مدینہ سے محبت اور اس کی عظمت ملاحظہ کیجئے۔

غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

امام احمد رضا خاں حج کو گئے تو انھوں نے نیت زیارت روضہء حبیب ہی کی۔

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا اگر کسی نے کہ نہضت کدھر کی ہے

یہ ہے صاحب موضوع، صاحب لولاک، منعوت۔۔۔۔۔۔۔ﷺ سے رضاؔ کی کامل وابستگی اور وفاداری!

رضاؔ ایک شعر میں طیبہ اور مکہ کے تقابل میں کیا عاشقانہ نکتہ آفرینی کرتے ہیں۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

چند اشعار دونوں یعنی مکہ و مدینہ کے تقابل میں ملاحظہ کریں اور جناب رضاؔ بریلوی جذبۂ عشق کا والہانہ پن، شعری حسن اور معنوی آن بان کے ساتھ ملاحظہ کریں۔

کعبہ دلہن ہے تربت اطہر نئی دلہن
یہ رشک آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

کعبہ ہے بیشک انجمن آرا دلہن مگر
ساری بہار دلہنوں میں دولھا کے گھر کی ہے
دونوں بنیں سجیلی! نیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے
سر سبز وصل یہ ہے، سیہ پوش ہجر وہ
چمکی ڈوپٹوں سے ہے جو؟ حالت جگر کی ہے

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء جب امام احمد رضا خاں بریلوی اپنے دوسرے حج وزیارت کے لئے حاضر ہوئے تو انھوں نے حضور جان نور (۱۳۲۳ھ) کے عنوان سے دو مسلسل نعتیہ غزلیں (منظومات) لکھیں۔ ایک کو انھوں نے ''وصل اول رنگ علمی'' کہا ہے اور دوسرے کو ''وصل دوم رنگ عشقی'' قرار دیا ہے۔ ان دونوں نعتوں میں مدینہ منورہ سے عقیدت ومحبت اور اس کی عظمت وتقدیس کا والہانہ انداز میں اظہار کیا ہے۔

پہلی نعت کا مطلع ہے:-

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے

دوسری نعت کا مطلع ہے۔

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے
کلیاں کھلیں دلوں کی ہوا یہ کدھر کی ہے

مدینہ منورہ کی حاضری اور شہنشاہ دوعالم کے روضہ اطہر کی زیارت کی بیقراری سے متعلق رضاؔ کی ایک مشہور نعت ہے جس میں انھوں نے کعبہ ومدینہ کا تقابل کیا ہے اور مدینہ کی دل نوازی، کیف آفرینی اور عشاق پروری کا نہایت ہی والہانہ انداز میں بیان کیا ہے۔

مطلع اس طرح ہے۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

امام احمد رضا حج و زیارت سے مشرف ہو کر لوٹے تو فراق مدینہ نے انہیں بیقرار کر دیا اور اپنے دل کی کیفیت کو ایک نعت کے ذریعہ ظاہر کیا۔ مطلع ہے:۔

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت کیا نہال کیا

حبیب کے ملک، ملک عرب سے عقیدت و محبت

رضؔا کو صرف مدینہ اور مدینہ کے خاک و خار ہی عزیز نہیں ہیں بلکہ محبوب کے ملک سرزمینِ عرب سے بھی انھیں غایت درجہ عقیدت و محبت ہے اور وہاں کے صحرا و بیابان اور خاک و خار سے بھی پیار ہے اور ان پر بھی ان کا دل نثار ہے۔ رضؔا بریلوی نے سرزمین عرب کی دلفریبی کو صرف عاشقانہ اور شاعرانہ انداز ہی میں نہیں دیکھا ہے بلکہ اس مقدس سرزمین کی بہاروں اور اس کے دل فریب نظاروں کا مشاہدہ بھی کیا ہے اور اس طرح اظہار میں شعری صداقت کے ساتھ ساتھ شعوری صداقت کا ایسا توازن موجود ہے کہ بس یہ رضؔا ہی کا حصہ ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

تاب مرأت سحر، گرد بیابان عرب
غازۂ روئے قمر، دودِ چراغان عرب
اللہ اللہ بہار چمنستانِ عرب
پاک ہیں لوث خزاں سے گل و ریحان عرب

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار
کہ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستانِ عرب
ہشت خلد آئیں وہاں کسبِ لطافت کو رضاؔ
چار دن برسے جہاں ابرِ بہارانِ عرب

اور یہ شعر دیکھیں اور بوئے محبت کے ساتھ ساتھ ادبی حسن پر بھی غور کریں ؎

کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یاں بوئے قمیص
یوسفستاں ہے ہر اک گوشہ کنعان عرب

اب انتہائے محبت کی جلوہ گری دیکھیں ؎

دل ہے وہ دل جو آنکھوں سے ہو حیرانِ عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربانِ عرب

آقائے نامدار کے آثار و یادگار سے محبت

محبوب کے تبرکات و آثار کو سینہ سے لگا کر رکھنا اور اسکی یاد کے ساتھ ساتھ اسکی یادگار کو قائم کرنا عشاق کا شیوہ رہا ہے۔اور پھر ایسے حبیب کے آثار و تبرکات جو سرچشمۂ فیوض و برکات ہوں اور ضامن نجات ہوں، ان سے عقیدت و محبت اللہ اکبر! علامت ایمان بھی ہے اور قرار زیست و جان بھی ہے۔

سرکار ابد قرار ﷺ کے عبا و قبا، جبّہ و عمامہ سے رضاؔ کی بے پایاں محبت و عقیدت کا اظہار حسب ذیل اشعار میں ملاحظہ کریں:-

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

بسی عطرِ محبوبِ کبریا سے : عبائے محمد قبائے محمد ﷺ

حدائق بخشش حصہ سوم میں رضاؔ کی ایک مثنوی ہے جس کا عنوان ہے: ''الوداع جبہ مقدسہ''۔ اس مثنوی میں ستر اشعار ہیں۔ رضاؔ بریلوی کی تڑپ شیفتگی اور والہانہ پن سے متعلق چند اشعار سنیں۔

اس جگہ پر جب نہ پاؤں گا تجھے
زندگی کا لطف کیا ہوگا مجھے

تجھ سے آتی تھی مجھے بو ہر گھڑی
گلستان اصطفا کے پھول کی
دل کے ٹکڑے کرتا ہے نالہ ترا
اے رضاؔ خاموش یہ کب تک بُکا

جبّہ اقدس سے گھر آباد ہو : خدمت خدام سے دل شاد ہو

غار ثور اور غار حرا سے نبی کریم ﷺ کی یاد وابستہ ہے اور وہ پتھر جس پر حضور انور ﷺ کے نقش قدم اتر آئے تھے، ان سے وابستگی اور رضاؔ کی عقیدت و محبت بھی رسول ہی کا ترجمان ہے۔

قسمتِ ثور و حرا کی حرص ہے : چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم

ہائے اس پتھر سے اس سینے کی قسمت پھوڑیئے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

امام احمد رضا خاں حج سے واپس آئے تو فراق مدینہ نے انھیں بیقرار کر دیا اور انھوں

نے کیفیت دل کو ایک نعت کے ذریعہ ظاہر کیا جس میں بڑا کرب اور سوز ہے۔ نعت کا مطلع ہے۔

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچہ سے رخصت کیا نہال کیا

مندرجہ بالا دونوں شعروں میں رضاؔ بریلوی کی مضمون آفرینی اور شاعرانہ نکتہ سنجی عروج پر ہے۔ خاک کفِ پائے حضور ﷺ اور ان کے نعلین پاک سے جھڑنے والے ذروں میں محبت رضاؔ نے عظمت و تقدیس اور تابانی کا جو جلوہ ملاحظہ کیا ہے اس کا بھی نظارہ کریں۔

کھائی قرآں نے خاک گذر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام
ذرّے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیّاروں کے

معراج نبی کریم ﷺ کا ایک اعجاز و اعزاز کشور رسالت کے سرور کی اس عظیم یادگار سے وابستگی کا اظہار امام احمد رضا خاں بریلوی بڑے ہی والہانہ انداز میں کرتے ہیں۔

رضاؔ یہ سبز گردوں ہیں کوتل جس کے مرکب سے
کوئی کیا لکھ سکے اس کی سواری کے تجمّل کو

اب اسی واقعۂ معراج سے متعلق مندرجہ ذیل اشعار میں رضاؔ بریلوی کی حسرتوں کے پردے میں جلوۂ محبت و فدائیت کا نظارہ کریں۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے
غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

اور اس شعر میں رضاؔ اپنی التجایوں پیش کرتے ہیں۔

نبیِ رحمت شفیعِ امت رضاؔ پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمتوں کے واں بٹے تھے

رسول کریم ﷺ کی آل، اصحاب اور احباب سے محبت:

رضاؔ قالِ رسول پر بھی مرتے ہیں اور آلِ رسول پر بھی جان دیتے ہیں۔ اور ان کے اصحاب و احباب کو بھی سر کا تاج سمجھ کر انھیں بھی عقیدت و محبت کا خراج پیش کرتے ہیں۔

تیری نسلِ پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے
ان سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام

سیدہ فاطمہ زہرہ سے عقیدت:

نور و بنت نور و زوج نور و امّ نور و نور
نور مطلق کی کنیز اللہ دے گہنا نور کا
تابشِ عقدِ انامل سے ہیں چھلے پور پور
ہے علی بند اس کفِ انور میں سبحہ نور کا
مجھ کو کیا منہ عرض کا لیکن ملائک یوں کہیں
شاہزادی در پہ حاضر ہے یہ منگتا نور کا

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام
سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حسنین کریمین سے اظہار عقیدت:

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیاء
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام
اس شہید بلا شاہ گل گوں قبا
بیکس دشت غربت پہ لاکھوں سلام

مدح علی مرتضیٰ:

علی امام، علی ملتجا، علی مولیٰ
سقر میں جائے جو چھوڑے شہا ترا دامن

شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام

مدح عثمان غنی:

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ
حلّہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

مدح فاروق اعظم:

عمر تجھ پہ قربان جان فضائل
عمر تجھ پہ صدقے علو مراتب

ترجمان نبی میزبان نبی
جان شان عدالت پہ لاکھوں سلام

مدح صدیق اکبر:

نہ چھوڑا بعد فنا بھی نبی کے قدموں کو
اٹھیں گے دست بدست جناب روز شمار
سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفیٰ
عزو ناز خلافت پہ لاکھوں سلام

حضرت حمزہ اور رسول اکرم ﷺ کے دوسرے احباب واصحاب کی مدح:

ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غران سطوت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولا کے ان پہ کروڑوں درود
ان کے اصحاب وعترت پہ لاکھوں سلام
جانثاران بدر واحد پہ درود
حق گزاران بیعت پہ لاکھوں سلام

وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی مدح:

بانوا تیرا سرا پردۂ عفت وہ رفیع
جس میں بےاذن نہوروح قدس کوبھی گذر
کوئی خاتون تیری طرح کہاں سے لائے
باپ صدیق سا اور ختم رسل سا شوہر

بنت صدیق آرام جان نبی
اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام

حضرت خدیجہ و دیگر مادران مومنین کی مدح:

سیما پہلی ماں کہف امن و اماں
حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام
اہل اسلام کی مادران شفیق
بانوان طہارت پہ لاکھوں سلام

ائمہ مجتہدین کو خراج عقیدت:

شافعی،مالک،احمد،امام حنیف
چارباغ امامت پہ لاکھوں سلام

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی کی مدح:

سیدنا غوث اعظم آل رسول، گلزار فاطمی کے ایک مہکتے ہوئے پھول اور حسنی حسینی اولاد ہیں۔ رضاؔ نے ان کی کئی منقبتیں لکھی ہیں۔ چند اشعار پیش ہیں۔

نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن
حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

سیدنا آل رسول ﷺ مارہروی امام احمد رضا کے مرشد بھی ہیں اور آل رسول ﷺ بھی ہیں۔ سیدنا ابوالحسین احمد نوری رؔضا کے مرشد زادے، آل رسول ﷺ، ان کے مربی اور استاد بھی ہیں۔ ان والا مرتبت بزرگوں کی مدح میں بھی عقیدت کیشانہ انداز دیکھیں۔

نور جاں عطر مجموعہ آل رسول
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام

دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ ﷺ کر
حضرت آل رسول مقتدیٰ کے واسطے

بر تر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین
سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

ماہ سیما ہے احمد نوری : مہر جلوہ ہے احمد نوری

رضاؔ نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ نسبت رسول ﷺ کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کی امت کے

علماء و اولیاء اور ساری امت سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

کاملان طریقت پہ کامل درود
حاملان شریعت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

رضاؔ بریلوی کے عشق کا حسین انداز۔ دشمنان مصطفیٰ سے عداوت:

رضاؔ بریلوی کی ذات اور عقیدت مصطفیٰ اس درجہ باہم پیوست ہیں کہ ان کی پوری شخصیت کوئی پیکر جسم و جاں نہیں بلکہ بارگاہِ عقیدتِ مصطفیٰ نظر آتی ہے۔ اس حقیقت کی تصدیق رضاؔ بریلوی کے اس ردِّ عمل سے ہوتی ہے جو ملحدوں اور رسول دشمنوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا اور انھیں سینۂ گیتی پر ایک بدنما داغ تصور کرتا ہے۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ سے جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجئے

امام احمد رضا خان کے یہاں عاشقانہ زندگی کی تینوں کیفیتیں نمایاں ہیں یعنی محبوب سے محبت اور محبوب کے محبوبوں سے محبت اور محبوب کے اعداء سے عداوت! مولانا بریلوی مصطفےٰ جان رحمت ﷺ کے ایک غیر تمند عاشق اور والہ و شیدا ہیں۔ انھوں نے مدنی محبوب کے چاہنے والوں، ان سے نسبت رکھنے والوں اور ان کے غلاموں کو سینے سے لگایا ہے اور سر پر بٹھایا ہے تو اسی حبیب کے گستاخوں اور اس کی عظمت کے منکروں کو طنز و نشتر کا ہدف بھی بنایا

ہے اور ان کی ہجو وان کا رد کر کے شعرائے رسول الثقلین کی سنت پر عمل کیا ہے اور اس طرح اپنی محبت وعقیدت کی حدت وشدت اور اس کی پاکیزگی کا مزید ثبوت فراہم کیا ہے۔

کلک رضؔا ہے خنجر خونخوار برق بار
اعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضؔا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

رسول اکرم ﷺ سے امام احمد رضا خاں کا ذاتی اور قلبی تعلق اتنا شدید ہے کہ یہ واردات کی شکل اختیار کر گئی ہے اور یہ واردات جب اظہار میں آتے ہیں تو زندہ جسم وجان رکھنے والے رضا کے شعروں میں ہم ان کے وجود کو تحلیل ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

رضا بریلوی کی نعت سرکار ابد قرار ﷺ کے وجود گرامی کی کائنات گیری کا اظہار ہے اور اس میں عشق وعقیدت کی وارفتگی پر ''با محمد ہوشیار ﷺ'' کی سلیقہ مندی کا پہرہ ہے۔ امام

احمد رضا خاں بریلوی کی شخصیت اور ان کی شاعری ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ رضا کی شخصیت ان کی شاعری ہے اور ان کی شخصیت عشق رسول ﷺ کا ایک پیکر ہے لہٰذا ان کی شاعری بذات خود عشق ہے۔

امام احمد رضا خاں کی شاعری میں روحانیت اور نبوی عشق کے خلوص کی ایسی عطر بیزی ہے کہ ہر ہر شعر اور مصرع بلکہ لفظ لفظ اور نقطہ نقطہ میں محبت وعقیدت کے آبشار پھوٹتے نظر آتے ہیں۔

مولانا بریلوی کی نعت نگاری میں نورانیت، روحانیت، نیاز کشی اور عشق والفت کے صدہا حجاب ہیں اور ہر حجاب میں صدہا جلوے جنھیں دیکھنے کے لئے عاشق کی نگاہ اور دل سوختہ درکار ہیں۔

اے رضاؔ جان عنا دل ترے نغموں پہ نثار
بلبل باغ مدینہ ترا کہنا کیا ہے

ماخذ و مراجع

لسان العرب جلد دہم ۱۹۵۶ء بیروت (ابن منظور)

المنجد (بیروت) ۱۹۵۶ء

قرآن کریم

بانگ درا (اقبال)

بخاری، مسلم جلد اول، دارمی، ترمذی، طبرانی، امام احمد رضا اور محاسن کنز الایمان از شیر محمد خان اعوان

، مولانا ارشد القادری: دل کی آشنائی

ڈاکٹر مسعود احمد: عشق ہی عشق، عاشق رسول، اجالا، رہبر و رہنما، فاران کراچی ۱۹۷۴ء

جہان رضا از مرید چشتی

ارمغان حرم لکھنؤ

مقالات یوم رضا

تحقیقات الہ آباد

حیات اعلیٰ حضرت جلد اول از علامہ ظفر الدین

الملفوظ از مفتی مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

﴿آٹھواں باب﴾

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

کی نعت گوئی کا ادبی مقام اور علمی مرتبہ

شاعر اپنے جذبات وخیالات کی ترجمانی اپنے عہد کی زبان کے توسط سے کرتا ہے البتہ انداز بیان میں ندرت پیدا کرنے کیلئے قوت متخیلہ سے کام لیکر مضمون آفرینی کرتا ہے اور اس عمل کیلئے وہ اپنے علم وآگہی کی تب وتاب اور توانائی سے اپنے اشعار میں طرفگی اور ندرت پیدا کرتا ہے۔ امام احمد رضا خاں نے بھی مضامین وموضوعات کی وسعت ورفعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے علمی تبحر سے کام لیا ہے اور ایسے مواقع پر کہ جب انھوں نے مضمون آفرینی کی ہے، معنی آفرینی کے جلوے دکھائے ہیں تو اپنے عہد کی زبان کو برتنے کیساتھ ساتھ اسے مختلف شکلوں میں بھی ڈھالا ہے۔ عربی وفارسی یہاں تک کہ ہندی اور سنسکرت کے الفاظ کو بھی برتا ہے اور اس حسن وخوبی کے ساتھ کہ دوسری زبانوں کو اردو کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا ہے اور ان کا جمالیاتی احساس یا جمالیاتی قدریں کہیں بھی مجروح نہیں ہونے پائی ہیں۔ رضاؔ نے حسب ضرورت مختلف علوم وفنون کے مصطلحات اور نظریات کو بھی برتا ہے لیکن ان کا کمال فن یہ ہے کہ مختلف علمی وفنی اصطلاحات وحوالہ جات سطح پر تیرتے پھرتے نظر نہیں آتے بلکہ وہ تخلیقی انداز میں شاعری کا جزو بن گئے ہیں۔

امام احمد رضا خاں کے کلام کا بیشتر حصہ زبان کی لطافت، سلاست، پاکیزگی اور روانی کا آئینہ دار ہے۔ انکی نعت گوئی سادگئ زبان، طرز ادا کی دلکشی، روزمرہ کی لطافت اور محاورہ بندی سے پر ہے۔ البتہ جہاں حضور رسول اکرم ﷺ کی عظمت ورفعت اور کمالات نبوت کا اظہار کیا ہے وہاں رفعت مضامین کی مناسبت سے بلندئ خیال، شکوہ الفاظ، قرآن و

احادیث سے موضوع کا استدلال انھیں ایسی منزل پر لیجاتی ہے کہ زبان کی سادگی اور سلاست پیچھے رہ جاتی ہے لیکن وہاں زبان کے وقار کا ایک اور عالم ہوتا ہے اور جمالیاتی احساس اس موڑ پر بھی مجروح نہیں ہوتا۔ جب جب یہ بلند اور وقیع مضامین، موزونیت کا پاکیزہ لباس زیب تن کرتے ہیں تو کلام منتہائے بلاغت کو پہنچ جاتا ہے۔

زبان کی روانی اور شگفتگی:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

مدینے کے خطے خدا تجھ کو رکھے
غریبوں فقیروں کے ٹھہرانے والے
چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

غم ہو گئے بے شمار آقا ﷺ
بندہ تیرے نثار آقا ﷺ
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا! آقا! سنوار آقا ﷺ
منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی
دے ہاتھ کہ ہوں پار آقا ﷺ
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے
میرا ہے وہ نامدار آقا ﷺ

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پر ارمان گیا

دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ
اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

سادگیٔ زبان اور پرکاری:

اللہ اللہ کے نبی سے
فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی
لاج آئی نہ ذروں کی ہنسی سے
ایمان پہ موت بہتر او نفس
تیری ناپاک زندگی سے
اف رے خود کام بیمروت
پڑتا ہے کام آدمی سے
کیسے آقا کا حکم ٹالا
ہم مر مٹے تیری خود سری سے

ذرے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے
میرے آقا کا وہ در ہے جس پر
ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

کانٹا مرے جگر سے غم روز گار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو
پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

حاجیو ! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
غور سے سن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے مرے پیارے کا روضہ دیکھو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے
ارے تیرا برا خدا نہ کرے
لے رضاؔ سب چلے مدینے کو
میں نہ جاؤں ارے خدا نہ کرے

مضمون کی ندرت کے ساتھ لطف زبان:

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں
راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگجی زیر قدم بچھائے کیوں
عرض کروں حضور سے دل کی تو میرے خیر ہے
پیٹتی سر کو آرزو دشت حرم سے آئی کیوں

آنکھیں رو رو کے سجانے والے
جانیوالے نہیں آنے والے
پھر نہ کروٹ لی مدینے کی طرف
ارے چل جھوٹے بہانے والے
ساتھ لے لو مجرم ہوں
راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے
کیا مہکتے ہیں مہکنے والے
بو پہ چلتے ہیں بھٹکنے والے

عاصیو! تھام لو دامن ان کا
وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے
ارے یہ جلوہ گہہ جاناں ہے
کچھ ادب بھی ہے پھڑکنے والے

مضمون آفرینی کے ساتھ لطف زبان برقرار رکھنا بڑا مشکل ہوتا ہے مگر حضرت فاضل بریلوی نے ایسے نازک موڑ پر بھی زبان کے لطف کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا ہے۔

اب زور کلام کا تلاطم تخیل کی ندرت، مضامین کی رفعت اور معنی آفرینی کے لحاظ سے دیکھئے۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے
رضا کسی سگ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

شہر یار ارم تاجدار حرم
نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام
بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام
میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود
اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج
کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروروں درود

مصطفےٰ خیرالوریٰ ہو
سرور ہر دوسرا ہو
بد کریں ہر دم برائی
تم کہو ان کا بھلا ہو
عمر بھر تو یاد رکھا
وقت پر کیا بھولنا ہو
وہ ہو جس کا نام لیتے
دشمنوں کا دل برا ہو
سب تمھارے در کے رستے
ایک تم راہ خدا ہو

وہ در دولت پہ آئے

جھولیاں پھیلاؤ شاہو

امام احمد رضا خاں نے چھوٹی بحروں میں بھی زبان کی لطافت کے پھول بکھیرے ہیں ۔مندرجہ بالا اشعار کے نمونوں سے یہ حقیقت اجاگر ہے۔

طرز ادا کا بانکپن:

عشقیہ اور غزلیہ شاعری میں زبان و بیان پر پابندیاں نہیں ہیں لیکن نعت گوئی میں قدم قدم پر شریعت کا پہرہ ہے جہاں حدود ادب میں رہ کر زبان و قلم کو حرکت دینی پڑتی ہے۔رضاؔ نے ایسے موقع پر بھی زبان کی مہارت کا اظہار کیا ہے۔

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد

سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

دل میں تو چوٹ تھی دبی، ہائے غضب ابھر گئی

پوچھو تو آہ سرد سے ٹھنڈی ہوا چلائی کیوں

باغ عرب کا سرو ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج

قمریٔ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ

جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

آفت جان عنادل ہے ترا حسن اے گل

رنگ اڑایا ہے یہ اے جان گلستاں کا

لالہ زارِ دل پر داغ ہوا سنبل زار
عکس افگن ہوا یہ گیسوئے پیچاں کس کا

جان دیدو وعدۂ دیدار پر
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا
یاد رہ جائیں گی یہ بے باکیاں
نفس تو تو رام ہو ہی جائے گا

جہاں چھڑکا نمکداں وہاں مرہم کافور ہاتھ آیا
دل زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا
وہ چمکیں بجلیاں یارب تجلی ہائے جاناں سے
کہ چشم طور کا سرمہ ہو دل مشتاق رویت کا

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوہ گرم
آپ عارض ہو مگر آئینہ دار عارض

کسی وحشی کی خاک اڑ کر چمن میں آگئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شور مستانہ سلاسل کا

سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے تاباں کا بہانہ کر کے حیرت کا

سر اور سنگ در آنکھ اور وہ بزم نور
ظالم کو وطن کا دھیان آیا تو کہاں آیا

جب بام تجلی پروہ نیر جاں آیا
سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا

پیش نظر وہ نو بہار سجدے کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

کس کے روئے منور کی یاد آگئی
دل تپاں، دل تپاں ، دل تپاں ہو گیا
طوطی سدرہ وصف رخ پاک میں
گل فشاں گل فشاں گل فشاں ہو گیا

نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ
نہ اسقدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا
ٹپکتا رنگ جنوں عشق شہ میں ہر گل سے
رگ بہار کو نشتر رسیدہ ہونا تھا

چمن سے پھینک دیا آشیانہ بلبل
اجاڑا خانہ بے کس بڑا کمال کیا
ترا ستم زدہ آنکھوں نے کیا بگاڑا تھا
یہ کیا سمائی کہ دور ان سے وہ جمال کیا

پھر اٹھا ولولۂ یادِ مغیلانِ عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابانِ عرب
میٹھی باتیں تری دین عجم ایمان عرب
نمکیں حسن ترا جان عجم شان عرب

مشکل اور سنگلاخ زمینوں میں طرز ادا کا بانکپن ملاحظہ کیجئے۔

ہجر مولا میں تڑپنے دے قرار اچھا نہیں
کیوں ہے اے تصویر دامن گیر پشت آئینہ
ہے بجا مہر و قمر پر ناز روئے آئینہ
چاند طیبہ کا ہے روشن ساز روئے آئینہ

انکی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

ہے انھیں کے دم قدم سے دونوں عالم کی بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

طرز ادا سے رضا بریلوی نے امتناع انیظر کے مشکل اور فلسفیانہ مسئلہ کو کس قدر سریع الفہم اور حسین بنادیا ہے۔

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

ختم نبوت پر طرز ادا کے بانکپن سے کس قدر خوب صورت شعر نکالا ہے۔

نہ رکھا گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

مندرجہ ذیل اشعار کا جائزہ لیں امام احمد رضا خاں نے طرز ادا کی رنگینی سے سنگلاخ زمینوں میں بھی جمالیات کے کیسے نادر نمونے پیش کئے ہیں۔

بلبل نے گل انکو کہا قمری نے سرو جاں فزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

پلٹی آتی ہے ابھی وجد میں جان شیریں
نغمۂ قم کا ذرا کان میں رس جانے دو

جان ہے عشق مصطفٰی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

حسرت نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضاؔ مرگ جواں سنائی کیوں

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
ہائے اس پتھر سے اس سینے کی قسمت پھوڑیئے
بے تکلف جس کے دل میں یوں کریں گھر ایڑیاں

مہر کس منہ سے جلو داریٔ جاناں کرتا
سائے کے نام سے بیزار ہے یکتائی دوست
مرنیوالوں کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور
اے میں فدا لگا کر اک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں
دل کو دے نور داغ عشق، پھر میں فدا دونیم کر
مانا ہے سن کے شق ماہ آنکھوں سے اب دکھا کہ یوں

۱) رنگ مژہ سے کر کے خجل یاد شاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

۲) میں یاد شہ میں رووں عنا دل کریں ہجوم
ہر اشک لالہ فام پہ ہو احتمال گل

۳) ہیں عکس چہرہ سے لب گل گوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں خیال گل

شعر نمبر ۱ اور نمبر ۳ میں خوب صورت تشبیہات کے ساتھ طرز ادا کا بانکپن کیا جلوہ دکھا رہا ہے۔ حسین تشبیہات اور استعاروں کے ساتھ طرز ادا کی خوبیاں اور بھی دیکھئے ۔

کعبہ جاں کو پہنایا ہے غلاف مشکیں
اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو
مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں آئیں
ابروؤں پر وہ جھکے جھوم کے پیارے گیسو

عرش جس خوبیِ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے
بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے وہی اصل عالم و دہر ہے
وہی لہر ہے وہی بحر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

غبار بنکر نثار جائیں کہاں ہم اس رہگور کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

شاعر محبت کے جذبات اور واردات کو طرز ادا سے ایک اچھوتا رنگ اور نادر مضمون بنا دیتا ہے۔امام احمد رضا خاں نے اپنے طرز ادا سے رنگینی اور بانکپن کے دھنک کھلائے ہیں۔ امام کا انداز ایک منفرد انداز ہے۔ان کے یہاں جمالیاتی احساس ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکل کر باہر رخ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز
چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

بسی عطر محبوبئ کبریا سے
عبائے محمد قبائے محمد ﷺ

بو ہو کے نہاں ہو گئے تاب رخ شہ میں
لو بن گئے اب تو حسینوں کے دہن پھول

محاورات

محاوروں کا صحیح اور برمحل استعمال کلام میں حسن اور دلکشی پیدا کر دیتا ہے ساتھ ہی ساتھ اشعار کو معنویت سے بھی پر کر دیتا ہے۔امام احمد رضا بریلوی کی محاورہ آرائی کے سلسلہ میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اپنے مقالہ ''اردو شاعری اور تصوف'' میں لکھتے ہیں:

"اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عاشق رسول ﷺ کا بھی ذکر کر دیا جائے جن سے ہمارے ادباء نے ہمیشہ بے اعتنائی برتی ہے۔ حالانکہ یہ غالباً واحد عالم دین ہیں جنہوں نے نظم و نثر میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کئے ہیں اور اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگا دئے ہیں" (ماہنامہ فکر و نظر اسلام آباد۔ جنوری ۱۹۷۶ء ص ۵۶۸)

اب کلام رضاؔ سے چند مثالیں ملاحظہ کیجئے۔ رضاؔ کی یہ نعت جسکا مطلع ہے۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

میں ہی اچھے خاصے محاورے ہیں۔ دھارے چلنا، تارے کھلنا، در سے پلنا، سر سے چلنا، پھریرا اڑنا، نظروں پہ چڑھنا، آنکھیں ٹھنڈی ہونا، پتا سا اڑنا، اشارہ کافی ہونا، مفت پلنا، ٹکڑوں پہ پلنا، دل میلا ہونا، قدموں پہ مٹنا، عطیہ پھرنا، جام ملنا، نور چھننا وغیرہ۔ اب اشعار ملاحظہ کریں۔

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا
اغنیاء پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

دل عبث خوف سے پتّا سا اڑا جاتا ہے
پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ رہی
اب عمل پوچھتے ہو ہائے نکما تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کروڑا تیرا
تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کی دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا
کس کا منہ تکئے کہاں جایئے کس سے کہئے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا
تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا
تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا
حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

رضاؔ بریلوی کے قصیدہ نور میں بھی بکثرت محاورات مستعمل ہیں۔ باڑا بٹنا، کلمہ پڑھنا، سہرا ماتھے پر رہنا، بول بالا ہونا، پھریرا اڑنا، براز بجنا، سونا چڑھنا، آگے جھکنا، سایہ ہونا، سر پر سہرا ہونا، چار چاند لگانا، دھڑکا ہونا، قبضہ بٹھانا، مہینہ بٹنا، ماتھے ٹیکا ہونا، لو لگانا، بے حکم پر مارنا، اشاروں پر چلنا، انھیں قدموں پھرنا، توڑا ہونا، توڑا لینا، بخت جاگنا، ستارہ چمکنا، کلیجا ٹھنڈا ہونا، مچلکا لکھ دینا، ذرا سا منہ نکل آنا، چھینٹا دینا، آنکھیں مانگنا، آئینہ اندھا کرنا، گرمی کا جھلکا لانا، دل کے کنول کھلنا، دو ورقہ لکھنا وغیرہ وغیرہ۔ اب یہ اشعار دیکھئے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
بیَنیٔ پر نور پر رخشاں ہے بکہّ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا
آب زر بنتا ہے عارض پر پسینا نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا
تیرے آگے خاک پر جھکتا ہے ماتھا نور کا
نور نے پایا ترے سجدے سے سیما نور کا

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے سایہ نور کا
کیا بنا نام خدا اسریٰ کا دولھا نور کا
سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا
صبح کردی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا
نسخ ادیاں کر کے خود قبضہ بٹھایا نور کا
تاجور نے کر لیا کچا علاقہ نور کا
بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا
یاں بھی داغ سجدۂ طیبہ ہے تمغہ نور کا
اے قمر کیا تیرے ہی ماتھے ہے ٹیکا نور کا
شمع ساں ایک ایک پروانہ ہے اس کا نور کا
نور حق سے لو لگائے دل میں رشتہ نور کا
کس کے پردے نے کیا آئینہ اندھا نور کا
مانگتا پھرتا ہے آنکھیں ہر نگینہ نور کا
آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرہ نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا
تاب سم سے چوندھیا کر چاند انھیں قدموں پھرا
پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

عکس سم نے چاند سورج کو لگائے چار چاند
پڑ گیا سیم و زر گردوں پہ سکہ نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نو کا
تاب حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول
تو بہاریں لائیں گی گرمی کا جھلکا نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اسمیں توڑا نور کا
ان کے ہوتے دیکھ نازیبا ہے دعوی نور کا
مہر لکھدے یاں کے ذروں کو مچلکا نور کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط تَو اُم میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا
وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

کسی کسی شعر میں دو دو محاورے ہیں۔

محاورات کی مزید مثالیں:

ہوا بندھنا، خاک اڑنا، ضیاء بڑھنا، آتش پر پانی پھرنا، بیڑا پار لگنا، بجرا اترنا، مجرے کو جھکنا، بے دام کے بندے، بے دام کی بندی، خاک اڑانا، دل سے اترنا، آگ بجھانا، آگ لگانا وغیرہ۔

نمبر۱ بندھ گئی تیری ہوا، ساوہ میں خاک اڑنے لگی

بڑھ چلی تیری ضیاء آتش پر پانی پھر گیا

ہر مصرعہ میں دو دو محاورے ہیں اور یہ شعر تلمیحاتی بھی ہے۔

نمبر۲ تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا

تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا اتر گیا

ایک شعر میں دو محاورے۔ یہ شعر بھی تلمیحاتی ہے۔

نمبر۳ تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا

تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

ایک شعر میں دو محاورے۔ یہ شعر بھی تلمیحاتی ہے۔

نمبر۴ تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسانِ عجم

تیرے بے دام کی بندی ہیں ہزارانِ عرب

اس شعر میں دو محاورے ہیں۔

نمبر۵ اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے

جو آگ بجھا دیگی وہ آگ لگائی ہے

نمبر۶ دریا چڑھا ہے تیرا کتنی ہی اڑائیں خاک

اتریں گے کہاں مجرم اے عفو تیرے دل سے

۳ محاورے اس شعر میں موجود ہیں۔

(۱۲) بار جلال اٹھالیا گرچہ کلیجہ شق ہوا

یوں تو یہ ماہ سبز رنگ نظروں میں دھان پان ہے

مندرجہ بالا اشعار میں محاورہ بندی کی بہار کے ساتھ زبان کے حسن اور شیفتگی کا عالم بھی نرالا ہے۔اب شیرینئ زبان، حسن بیان، روانی اور زور کلام کے ساتھ محاورہ آرائی ملاحظہ کیجئے۔

(۱) وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

(۲) وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

(۳) تیرے در سے جو یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

طرز ادا کی رنگینی کے ساتھ محاورہ بندی کی بہار ملاحظہ کیجئے۔

(۱) یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

(۲) نام مدینہ لے دیا چلنے لگی باد نسیم
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

(۳) کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

چند مزید مثالیں:

(۱) یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو
ٹوپی اب تھام کے خاک درِ والا دیکھو

(۲) نفس میں خاک ہوا تو نہ مٹا
ہے مری جان کے کھانے والے

آگ بجھانا اور آگ لگانا دونوں محاورے ہیں لیکن آگ آگ کو بجھادے عجیب معنی آفرینی ہے۔ کس قدر اچھوتا انداز بیان ہے اور کیسی ندرت ہے مضمون میں؟

معنی آفرینی کیساتھ مزید مثالیں (محاورات کی):

(۱) مومن ہے وہ جوان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

(۲) کیا اس کو گرائے دہر جس پر تو نظر رکھے
خاک اس کو اٹھائے حشر تیرے جو گرے دل سے

(۳) جنت کو حرم سمجھا آتے تو یہاں آیا
اب تک کے ہر ایک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا

(۴) اوس مہر حشر پڑ جائے پیاسو تو سہی
اس گل خنداں کا رونا گریہ شبنم نہیں

(۵) سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے
چھائے رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

(۶) میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جس سے اتنے کافروں کا دفعتۃً منہ پھر گیا

(۷) کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

(۸) مومن اس کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا
کافر ان سے کیا پھرا اللہ اس سے پھر گیا

(۹) کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی ﷺ

(۱۰) وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

(۱۱) بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دور زلف والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

امام احمد رضا خاں کی محاورہ آرائی کے سلسلے میں اخیر میں چند اشعار اور ملاحظہ کر لیں۔

کر چکی رفعت کعبہ پہ نظر پروازیں
ٹوپی اب تھام کے خاک در والا دیکھو

شب بھر سونے سے غرض تھی
تاروں نے ہزار دانت پیسے

چھایا آنکھوں تلے اندھیرا
اے شمع جمال مصطفائی

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

ملتزم سے تو گلے لگ کے نکالے ارماں
ادب و شوق کا یاں باہم الجھنا دیکھو

ہندی اور ہندوستانی عناصر:

ہندوستانی شاعر خواہ اسکی شاعری کا موضوع کوئی بھی رہا ہو، اس نے اپنی شاعری میں ملکی رنگ نمایاں رکھا ہے۔ ہندی الفاظ، محاورات، کہاوتیں، علامتیں وغیرہ ان شعرائے ھند نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ برتی ہیں۔ امام احمد رضا خاں کے یہاں بھی یہ رنگ موجود ہے۔ امام احمد رضا خاں صاحب نے ہندی اور ہندوستانی عناصر کو اپنے اشعار میں اس طرح برتا ہے کہ موضوع کے تقدس اور شرعی وقار پر کوئی حرف نہیں آنے پایا ہے اور اشعار میں شیفتگی و پاکیزگی کا ایک انیلا وسجیلا انداز اور ایک طرح داری و بانکپن رچ بس گئی ہیں۔

رضا بریلوی نے اپنے ہندوستانی ہونیکا اظہار اس طرح کر دیا ہے۔

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا
از اب وجد بندہ واقف زہر عنواں توئی

آیئے کلام امام احمد رضا میں ہندی وسنسکرت کے الفاظ، ہندی علامات، محاورات، ضرب الامثال اور رسم ورواج کی جلوہ ریزیاں ملاحظہ کیجئے۔

اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے
ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ
دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ وہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
لاتی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا

گندے نکمّے کمین مہنگے ہوں کوڑی کے تین
کون ہمیں پالتا تم پہ کروڑوں درود

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی
دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

نفس یہ کوئی چال ہے ظالم
جیسے خالی نجار پھرتے ہیں

آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر
ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے

دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

دونوں بنیں انیلی سجیلی بنی مگر
جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

جگنو چمکے پتا کھڑکے مجھ تنہا کا دل دھڑکے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا اگیا بیتالی ہے

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

مزرع چشت و بخارا و اجمیر
کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

پڑتی ہے نوری بھرن اُمڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اہلا نور کا

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

مندرجہ بالا اشعار میں۔

اندھیرا پاکھ، بن، بجار، بس کی گانٹھ، پون، اگیا بیتالی، مت، سجیلی، پنجاب، اجمیر، اہلا، جھومر وغیرہ ہندی کے الفاظ اور ہندوستانی علامتیں ہیں۔

جو پی کے پاس ہے سہاگن کنو کی ہے، اندھیرا پاکھ، دودن کی اجالی، مت متوالی کوڑی کے تین وغیرہ دیسی کہاوتیں ہیں۔ باڑا بٹنا محاورہ ہے۔

اجمیر، پنجاب بھی ھندی علامات ہیں۔ اس لئے کہ ہندوستانی شہر اور صوبہ ہیں۔

دھونی رمانا۔ ہندوستانی جوگیوں کا طریقہ ہے۔ سہرا گوندھنا، شادی کے موقع پر رخ کا صدقہ اتارنا وغیرہ ہندوستانی رسوم ہیں۔

رضاؔ بریلوی کی وہ نعت جس میں انھوں نے چار زبانوں کا استعمال کیا ہے اور جو صفت ملمع میں ہے یعنی جس کا مطلع ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

میں امام احمد رضا خاں نے عربی، فارسی، اردو اور ہندی الفاظ کا حسین انداز میں استعمال کیا ہے اور اپنی نعت کو نہ صرف نعتیہ شاعری بلکہ اردو شاعری کا ایک شاہکار بنا دیا ہے۔ اس نعت میں کہیں کہیں سنسکرت کے الفاظ اور تراکیب بھی آ گئے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ کریں۔

لک بدر فی الوجھہ الاجمل خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا
القلب شج وّ اللھم شجوں دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا

چندن چندر پروکنڈل سنسکرت کی ترکیب ہے۔

جیرالرجے۔ پوربی زبان کے الفاظ ہیں۔ تن، دھن، پت بیت، ہندی الفاظ ہیں۔

بھرن برسانا میں بھرن کا استعمال ایک ہندی رواج سے لیا گیا ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ امام کا کلام ہندی اور ہندوستانی عناصر سے بھی خالی نہیں ہے۔

فارسیت کا رچاؤ:

اردو میں نعتیہ اور مذہبی شاعری میں عربی و فارسی زبانوں کا رچاؤ ابتداء سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ فارسی تراکیب کے بغیر کلام میں حسن اور چاشنی نہیں پیدا ہو پاتی۔

رضؔا بریلوی نے بھی فارسی قوانی، تراکیب اور الفاظ کا جگہ جگہ نہایت سلیقہ مندی سے استعمال کیا ہے۔ رضؔا کی ایک نعت جس کا مطلع ہے۔

نہ آسماں کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا

میں سارے قوانی فارسی کے ہیں۔

چند اشعار نمونتہً پیش ہیں۔

اگر گلوں کو نا رسیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ دمیدہ ہونا تھا
حضور ان کے خلاف ادب تھی بیتابی
مری امید تجھے آرمیدہ ہونا تھا
کنار خاک مدینہ میں راحتیں ملتیں
دل حزیں تجھے اشک چکیدہ ہونا تھا

پناہ دامن دشت حرم میں چین آتا

نہ صبر دل کو غزال رمیدہ ہونا تھا

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو

سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا

ان اشعار میں کس قدر روانی، شیرینی اور معنی آفرینی ہے۔ غزال رمیدہ، اشک چکیدہ کی تراکیب بھی کس قدر حسین ہیں۔ مولانا کا جمالیاتی احساس یہاں کس قدر نمایاں ہے۔

سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کی ایک منقبت میں پورا مقطع فارسی میں کہہ دیا ہے اور قافیہ وردیف کو اردو قافیہ وردیف کے ساتھ اس طرح ضم کر دیا ہے کہ کہیں بھی نامانوسیت کا اظہار نہیں ہونے پاتا۔ اس منقبت کا آخری شعر اس طرح ہے۔

بہجت اس سر کی ہے جو بہجۃ الاسرار میں ہے

کہ فلک وار مریدوں پہ ہے سایہ تیرا

اب اس کیساتھ مقطع کی بہار دیکھیں۔

اے رضاؔ چیست غم از جملہ جہاں دشمن تست

کردہ ام مامن خود قبلہ حاجاتے را

نعت کے دو اشعار مزید ملاحظہ کیجئے۔

(۱) زباں کو انتظار گفتن تو گوش کو حسرت شنیدن

یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا جو بات سننی تھی سن چکے تھے

(۲) برتو او پاشد برما تا ابد یہ سلسلہ ہو

حدائق بخشش حصہ سوم میں امام احمد رضا خاں کے دو ترجیع بند ہیں جن میں کچھ بند فارسی کے ہیں اور کچھ اردو کے۔ ترجیعی بیت فارسی کا ہے۔ ایک بند پہلے ترجیع بند سے اس طرح ہے۔

ہمہ تن قطب ہوں افلاک نہ کھائیں چکّر
موج دریا نہ بڑھے نوح کا طوفاں ہو کر
پاؤں پھولوں پہ ادب سے نہ رکھے بادِ سحر
گر چہ ایں بارگہ رحمت عام ست مگر
بےادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست
سجدہ گاہِ ملک و روضہ شاہنشاہ ست

دوسرے ترجیع بند کا ایک بند ملاحظہ کیجئے۔

غنچۂ دل ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آہ
آنکھ کو دل ہی سے تھا شوق نظارہ بخدا
بلبل زار کو اکدم بھی نہ خوش گذرا تھا
کہ ہوا پھر گئی گلزاریٔ موسم بدلا
حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

چند اشعار خالص اردو اور فارسی آمیزش کیساتھ ملاحظہ کریں اور شعری حسن کا نظارہ دیکھیں۔

دل بستہ بیقرار جگر چاک اشکبار
غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں سحاب ہوں
مولا دہائی نظروں سے گر کر جلا غلام
رشکِ مژہ رسیدۂ چشم کباب ہوں
مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
دردا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں

یوں تو بہت سے الفاظ فارسی کے ہیں مگر اردو میں اس طرح ضم ہو گئے ہیں کہ گمان نہیں ہوتا کہ فارسی کے الفاظ ہیں ۔لہٰذا چند مثالیں دیکر ہی بس کر دیا ہے۔

عربی زبان کی آمیزش:

عربی کے بھی بہت سے الفاظ اردو میں اس طرح عام ہو گئے ہیں کہ ان کو اردو کے ہی الفاظ کی طرح برتا جاتا ہے اور بجائے عربی کے انھیں اردو سمجھا جاتا ہے مثلاً کرسی، عرش، فلک، رفعت، آسمان وغیرہ۔

یہاں عربی کی ایسی آمیزش کی مثال دی جائے گی جو واضح ہوں گی ۔ ویسے تو یہ ''صنعت تلمیع'' کے تحت آنا چاہئے لیکن رضؔا کے زبان کی برتاؤ کے تحت اسے یہیں پیش کیا جا رہا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کیجئے ۔

(۱) نہ کیوں کر کہوں یا حبیبی اغثنی
اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

(۲) اَلاَ طوبیٰ لکم ہے وہ کہ جن کا
شبانہ روز درد دل ہے یا غوث

(۳) تحتَ فَلاَحَ الْفَلاَحُ رُحْتَ فَرَاخَ الْمرَاح
عدلیعو دالھنا تم پہ کروروں درود

تیسرے شعر میں مصرعہ اولیٰ ہی عربی کا ہے۔

امام احمد رضا عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں پر قدرت رکھتے تھے لہٰذا موضوع و مضمون کی گرانقدری اور رفعت کی مناسبت سے وہ عربی و فارسی الفاظ، تراکیب، مصارع اور اشعار اردو کے ساتھ اس طرح ضم کر دیتے تھے کہ بے تکلفی اور بے ساختگی میں خلل واقع نہیں

ہوتا تھا۔ البتہ ایسے مقامات پر کہیں کہیں بندش میں سستی اور جھول پیدا ہو گیا ہے مگر اشعار میں علمی وقار بھی آ گیا ہے۔ امام کی اس طرح کی صنعت گری فطری ہے اور ان کے موضوعات ومضامین کی وسعت، ان کی مضمون آفرینی اور علمی تبحر کی مناسبت سے یہ انداز فطری معلوم ہوتا ہے۔

رضاؔ کی ''لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا'' کا ذکر بار بار کرنا پڑتا ہے۔ اس میں تو ہندی و سنسکرت کے رچاؤ کے ساتھ عربی اور فارسی کی بھی حسین جلوہ ریزی ہے اور صنعت ملمع یا صنعت تلمیع کی ایک انوکھی مثال ہے۔

حضرت رضاؔ کی زبان خالص ٹکسالی ہے۔ ان کے یہاں کچھ ایسے الفاظ بھی بڑی عمدگی سے ادا ہوئے ہیں جو لکھنو کی خالص بیگماتی اردو کا جزو ہیں۔ مثلاً۔ منگتا، گمنا، خدائی خوار، ہوا بتانا، سر پر بلا اڑھانا وغیرہ۔

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مرگئے منعم رگڑ کر ایڑیاں

او شہد نمائے زہر درجام
گم جاؤں کدھر تیری بدی سے

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا

اپنے کوچہ سے نکالا تو نہ دو
ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہم

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں
نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
شوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

''ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات'' کے ٹکسال میں امام احمد رضا نے۔
''ہر مہ، مہ بہار ہو ہر سال سال گل'' کا استعمال کر کے جو مصرع ڈھالا ہے وہ ان کی زبان کی پاکیزگی، ندرت خیال اور جدت بیان کی نادر مثال ہے۔
شعر ملاحظہ کیجئے۔

یارب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باغ
ہر مہ، مہ بہار ہو ہر سال، سال گل

''داغ جگر'' کی باغ سے تشبیہ بھی مولانا کی تازہ کاری اور جمالیاتی حس کی ایک خوب صورت مثال ہے۔

شکوہ الفاظ اور بندش کی چستی:

شکوہ الفاظ زبان و بیان کی سلاست اور روانی کا عموماً ساتھ نہیں دیتے۔ الفاظ کے شکوہ اور طنطنہ کیساتھ اگر بندش کی چستی نہ ہو تو شعر میں بے ساختگی پیدا نہیں ہو سکتی۔ ہاں اگر شکوہ الفاظ کیساتھ آمد ہو تو کلام کا لطف ضرور دوبالا ہو جاتا ہے۔ نعت گوئی میں شاعر کو لب ولہجہ کی مختلف منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جہاں اظہار محبت، التجا و عاجزی کا مضمون ہوتا ہے وہاں لہجہ بڑا مدھم اور دھیما ہوتا ہے، سبک اور سامعہ نواز لفظوں کا استعمال ہوتا ہے اور جہاں صاحب موضوع سیدنا محمد عربی ﷺ کے مراتب کا بیان ہوتا ہے یا اپنے حبیب نامدار اور آقا و سرور کی غلامی کی نسبت سے شاعر اپنے بارے میں کچھ کہتا ہے یا دوسروں پر اپنے آقا کی

سروری اور عظمت ظاہر کرتا ہے اور اعدائے مصطفےٰ ﷺ پر طنز و نشتر کی بوچھار کرتا ہے، ایسے تمام مواقع پر شکوہ الفاظ اور زور بیان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اب یہ شاعر کی دلی کیفیات کے ساتھ ساتھ اس کی شاعرانہ اور فنکارانہ صلاحیت پر منحصر ہے کہ ایسے مواقع پر وہ معنی آفرینی کے ساتھ ساتھ شکوہ الفاظ، بندش کی چستی اور بے ساختگی سے کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کے یہاں چونکہ مضامین و موضوعات کی وسعت بھی ہے لہذا شکوہ الفاظ کے بھی جلوے موجود ہیں۔ بہت ہی کم ایسے مقامات آئے ہیں جہاں بندش میں سستی یا جھول نظر آتا ہو ورنہ عام طور سے وہ اس منزل سے بھی بڑی خیر و خوبی بلکہ اپنے اسی آن بان کیساتھ گزر گئے ہیں جس طرح دیگر مقامات پر انھوں نے اپنی فنکاری کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی ایک نعتیہ غزل جسمیں انھوں نے تحدیث نعمت کے طور پر یہ مطلع کہا ہے۔

رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں
ذرہ ترا جو اے شہ گردوں جناب ہوں

میں بندش کی چستی، خیالات کے بہاؤ اور بے ساختگی کے ساتھ الفاظ کا شکوہ ملاحظہ کیجئے۔

درنجف ہوں گوہر پاک خوشاب ہوں
یعنی تراب رہ گزر بوتراب ہوں
خونیں جگر ہوں طائر بے آشیاں شہا
رنگ پریدہ رخ گل کا جواب ہوں
گر آنکھ ہوں تو ابر کی چشم پر آب ہوں
دل ہوں تو برق کا دل پر اضطراب ہوں
دل بستہ و بیقرار جگر چاک اشکبار
غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں سحاب ہوں

شکوہ الفاظ اور سلاست کا امتزاج دیکھئے۔

تاب مراۃ سحر گرد بیابان عرب
غازہ روئے قمر دودِ چراغان عرب
جوشش ابر سے خون دل فردوس گرے
چھیڑ دے رگ کو اگر خار بیابان عرب
پھر اٹھا ولولۂ یاد مغیلان عرب
پھر کھنچا دامنِ دل سوئے بیابان عرب

رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی
رہ گیا بوسہ دہ نقش کف پا ہوکر

آنکھ خورشید قیامت کی جھپکنے جو لگی
پردہ افگن ہوا یہ چہرۂ تاباں کس کا

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیئے ہیں

نہ آسماں کو یوں سر کشیدہ ہونا تھا
حضور خاک مدینہ خمیدہ ہونا تھا

نار دوزخ کو چمن کر دے بہار عارض
ظلمت حشر کو دن کر دے نہار عارض

طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوہ گرم
آب عارض ہو مگر آئینہ دار عارض

مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن
گیا جو کاسۂ مہ لے کے شب گدائے فلک

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
تری جلو میں ہے ماہ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا
حیات جاں کا رکاب میں ہے ممات اعدا کا ڈاب میں ہے

یہ کس کا حسن ہے جلوہ گر کہ تپاں ہیں خوبوں کے جگر
نہیں چاکِ حبیبِ گل سحر کہ قمر بھی سینہ فگار ہے
وہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدد کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

رضاؔ نے چار زبانوں کی پیوند کاری والی نعت میں باوجود مختلف زبانوں کے استعمال کے وہ بھی اس خوبی کے ساتھ کہ مصرعہ اولیٰ عربی و فارسی کے امتزاج سے اور مصرعہ ثانی اردو و بھاشا کے امتزاج سے ہے، بندش اور الفاظ کے دروبست پر بار پڑنے سے جس طرح محفوظ

رکھا ہے اور شکوہ الفاظ کیساتھ معنی آفرینی کا جو کمال ظاہر کیا یقیناً ان کی فنکاری کی دلیل ہے۔ مضمون آفرینی کے ساتھ شکوہ الفاظ کے باوجود مندرجہ ذیل اشعار میں جو سلاست اور کیف برپا ہے اسے ملاحظہ کریں۔

یا شمس نظرتِ الیٰ لیلی چو لطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا
اَلْقَلْبُ شبحٌ وَّ الھَمّ شُبحون دل زار چناں جاں زیر چنوں
پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا
الروح فداک فزد حرقا یک شعلہ دگر برزن عشقا
موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

شکوہ الفاظ اور صوتی ہم آہنگی کیساتھ چند اشعار مزید ملاحظہ ہوں۔

فرشتے خدم، رسول حشم، تمام امم، غلام کرم
وجود و عدم، حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی
عتیق و وصی، غنی و علی، ثنا کی زباں تمھارے لئے
اصالت کل، امانت کل، سیادت کل، امارت کل
حکومت کل، ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے
کمال مہاں، جلال شہاں، جمال حساں میں تم ہو عیاں
کہ سارے جہاں بروزِ فکاں ظل آئینہ ساں تمھارے لئے

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لئے تھے

اچھوتی ترکیب، نازک خیالی اور سلاست بیاں ملاحظہ کریں۔

دل شدوں کا یہ ہوا دامن اطہر پہ ہجوم
بیدل آباد ہوا نام دیار دامن

رضؔا بریلوی کے الفاظ کا دروبست اور زور بیان لائق دید ہے۔ اس میدان میں بھی لطف زبان اور طرحداری برقرار ہے۔

کلام رضؔا بریلوی کا آہنگ:

اس ذیل میں آہنگ سے مراد، ترنم، نغمگی، لہجہ کا دھیما پن اور مٹھاس نیز لہجہ کی جھنکار، بلند آہنگی وغیرہ سب کو شامل کرلیا گیا ہے۔

شاعری میں الفاظ کی اشاریت بنیادی تاثر یا شعری تجربہ کی ترسیل کا فرض انجام دیتی ہے اور تاثر کو گہرا کرتی ہے۔ شاعری میں لفظی صوتیت بھی شعری تجربے کے آہنگ سے پھوٹتی ہے لہذا اچھا شاعر شعری تجربہ کے اظہار کے لئے انھیں الفاظ کو استعمال کرتا ہے جو صوتیاتی نقطۂ نظر سے موزوں اور مناسب ہوں۔

موزوں الفاظ کے انتخاب، ان کی مناسب ترکیب وترتیب کے علاوہ مضمون کی شگفتگی پر بھی حسن صوت کا انحصار ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ زمین کی شگفتگی بھی ضروری ہوتی ہے۔

حسن صوت کے عمل میں جمالیات وامیجری وغیرہ بھی معاون ہوتے ہیں۔ رضؔا کی یوں تو تقریباً سبھی نعتیں اپنے لب ولہجہ کے اعتبار سے صدا کا بانکپن لئے ہوئے ہیں لیکن چند نعتیں ایسی بھی ہیں جو نغمگی، ترنم اور بلند آہنگی کا ایک سماں باندھ دیتی ہیں۔

رضؔا کی چار زبانوں کی مشہور نعت:

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھکو شہ دوسرا جانا

اپنی موسیقیت اور نغمگی میں لاجواب ہے جبکہ ۴ زبانوں پر یہ نعت مشتمل ہے وہ بھی اس طور پر کہ ہر مصرعۂ اول میں عربی و فارسی کے ٹکڑے ہیں اور مصرعہ دوم میں اردو و ہندی کے۔

چند اشعار اور پیش ہیں۔

البحر علاوالموج طغا من بیکس وطوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

لک بدر فی الوجهه الاجمل خط ہالۂ زلف مہ ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

انا فی عطش وسخاک اتم اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا

یا شمس نظرت الیٰ لیلی چو بطیبہ رسی ارض بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا

الروح فداک فزد حرقا اک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

مصوتوں یعنی پیدا، جانا، علا، ہوا، مری، موری، لیلی، الی وغیرہ ہکاریت اور ہائے مخلوط والے لفظوں کی بھی کثرت ہے۔ علاوہ ان کے شد، سوہے، ارض، فزد وغیرہ صفیری اور مسلسل آوازوں کی بہتات اور ردیف و قافیہ کا صوتی اجتماع ہے۔ آوازوں کے جوڑے رم جھم، رم جھم، راج، تاج وغیرہ اصوات کے الگ الگ فردیوں نے ایک موسیقیت برپا کردی ہے۔ بندش کی چستی بھی ہے۔ جمالیات، امیجری، معنی آفرینی ہر ایک نے مل کر اس نعت کو نغمگی اور موسیقیت میں ڈھال دیا ہے۔

(۲) سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ

سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

والی نعت ۲۳؍اشعار پر مشتمل ہے۔ زبان سلیس ہے۔ چند اشعار اس طرح ہیں۔

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی ﷺ

دونوں عالم کا دولھا ہمارا نبی ﷺ

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا

نور اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ

جن کے تلووں کا دھوون ہے آب حیات

ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

اس نعت میں بھی مصوتوں اور ہکاریت و ہائے مخلوط والے الفاظ کی کثرت، غنائی مصمتوں کی تعداد کی مناسبت، ردیف و قافیہ کے صوتی اجتماع اور زمین کی شگفتگی نے اس نعت میں صدا و صوت کا جمال بھر دیا ہے۔

(۳) زمیں و زماں تمھارے لئے مکیں و مکاں تمہارے لئے

چنیں و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

دہن میں زباں تمہارے لئے بدن میں ہے جاں تمہارے لئے

ہم آئے یہاں تمہارے لئے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لئے

فرشتے خدم، رسول حشم، تمام امم، غلام کرم

وجود و عدم، حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے

اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل

حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے

تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے
جناں میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں پھبن، پھبن میں دولہن
سزائے محن پہ ایسے منن، یہ امن و اماں تمہارے لئے
کمال مہاں، جلال شہاں، جمال حساں میں تم ہو عیاں
کہ سارے جہاں بروز فکاں، ظل آئینہ ساں تمہارے لئے

۲۵۔اشعار کی یہ نعت پاک جذبات وخیالات کے بہاؤ کے ساتھ لفظوں کی قطار در قطار شمعیں جلائے ہوئے ہے۔ کہیں بلند آہنگی، کہیں صدا کا جمال ــــــ اس پر معنی آفرینی! یہ نعت تلازم لفظی سے بھی پر ہے۔ پوری نعت نغمگی کا ایک بہتا ہوا دریا ہے۔

(۳) رضا بریلوی کا قصیدۂ معراجیہ ـــــــ جسکا مطلع ہے۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لئے تھے

محاکات اور جمالیات کا ایک جہان آباد کئے ہوئے ہے۔ چند اشعار پیش ہیں۔

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
پہاڑیوں کا وہ حسن تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں
صبا سے سبزے میں لہریں آئیں ڈوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے
نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے
وہ ظل رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت، اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

اس قصیدہ میں آوازوں کے جوڑے، مصوتوں اور ہ، ہکاریت والے الفاظ کی کثرت۔ مترنم اور شگفتہ زمین، بندشوں کی چستی، ندرت مضمون، نزاکت خیال اور معنی آفرینی وغیرہ نے ملکر ایک سماں باندھ دیا ہے۔

(۴) قصیدہ درودیہ:

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود
ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود
وہ شب معراج راج، وہ صف محشر کا تاج
کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

۵۹ شعروں پر مشتمل ہے۔ یہ قصیدہ بھی حسن صوت کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ موزوں الفاظ کے انتخاب، ان کی مناسب ترکیب وترتیب، ردیف و قافیہ کے صوتی اجتماع اور بحر کی ہم واری ونرمی نیز محاکات وغیرہ نے ملکر اس قصیدہ کو بھی نغمگی اور ترنم کا حامل بنادیا ہے۔

(۵) امام احمد رضا کی دوسری نعتیں۔ جیسے ایک نعت کا مطلع ہے۔

نظر اک چمن سے دوچار ہے نہ چمن چمن بھی نثار ہے
عجب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بلبل زار ہے

جو ۲۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ اسمیں بھی صدا کا آہنگ پھوٹتا ہے۔ چند اشعار اس طرح ہیں۔

وہ ہے بھینی بھینی وہاں مہک کہ بسا ہے عرش سے فرش تک
وہ ہے پیاری پیاری وہاں چمک کہ وہاں کی شب بھی نہار ہے
یہ سمن یہ سوسن ویاسمن یہ بنفشہ و سنبل و نسترن
گل و سرو ولالہ بھرا چمن وہی ایک جلوہ ہزار ہے
با ادب جھکالو سرِ ولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا
گل تر محمد مصطفےٰ چمن ان کا پاک دیار ہے

یہ نعت بھی منظر نگاری کا ایک نمونہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ رضاؔ بریلوی کے جذبۂ عشق کا غماز! دیگر نعتوں کی طرح اس نعت میں بھی کیف، سحر طرازی اور وجد آفرینی ہے۔ مقطع میں جھنکار اور بلند آہنگی موجود ہے۔

وہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدد کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

(۶) چند متفرق اشعار رضاؔ بریلوی کے کلام کی نغمگی اور ترنم ریزی کے لئے ملاحظہ کیجئے۔

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے
اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں
شرح والشمس و ضحیٰ کرتے ہیں
ان کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں
جن کو محمود کہا کرتے ہیں

بلبل نے گل اُن کو کہا، قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اب رضؔا کی بلند آہنگی اور جھنکار وغیرہ سے متعلق چند اشعار دیکھئے۔

رشک قمر ہوں رنگ رخ آفتاب ہوں
ذرہ جو ترا اے شہِ گردوں جناب ہوں

(۷) رضؔا بریلوی کی یہ عجیب خوبی ہے کہ مشکل زمینوں اور علمی مضامین پر مبنی نعتوں میں بھی صوتی حسن، گھلاوٹ اور نغمگی موجود ہے۔

علم نجوم و ہیئت کی اصطلاحات پر مبنی ان کا ایک قصیدہ جو ۱۵۵/اشعار پر مشتمل ہے اور

جس میں اشعار تشبیب کی تعداد ۵۵ ہے، بڑی نغمگی اور گھلاوٹ کا حامل ہے۔

چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

موتیے بیلے کے پھول زیب گریبانِ شام
جوہی چنبیلی کے گل زینت جیب یمن
دامن البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول
کوڑے کی چوٹی میں ہے حاصل چندیں چمن
جان دو عالم ہے نثار وہ ہے مرا تاجدار
جس کو کہیں جان و دیں جان من ایمان من
مدح حسیناں نہ کر وصف امیراں نہ کر
خلق انھیں کی حسین، خلق انھیں کا حسن

(۸) تنویر پشت آئینہ، تنظیر پشت آئینہ، ناز روئے آئینہ، ساز روئے آئینہ وغیرہ مشکل زمینوں میں بھی حسن صوت کے نمونے ملتے ہیں۔

مٹ گئے حیراں ہوئے نور الٰہی دیکھ کر
نور روئے آئینہ تنویر پشت آئینہ
عکس دست ماحی اضام پڑجائے اگر
محو ہو مثل صنم تصویر پشت آئینہ

ہے جا بجا مہر و قمر پر ناز روئے آئینہ
چاند طیبہ کا ہے روشن ساز روئے آئینہ
آئینہ کب ہونے دیتا ہے غم عشق حضور
ہوگئی حیرت مگر غماز روئے آئینہ

الفاظ کی تکرار سے بھی اشعار میں نغمگی بھر جاتی ہے گویا کہہ سکتے ہیں کہ حسن تکرار موسیقیت کو ابھارتا ہے یا پیدا کرتا ہے۔

رضاؔ بریلوی کے یہاں اس طرح بہت اشعار ہیں جنہیں ''تکرار الفاظ'' کے ذیل میں پیش کیا جا چکا ہے۔ بطور مثال یہاں چند اشعار پیش ہیں جو موسیقیت اور حسن صوت سے پُر ہیں۔

(۱) کرے مصطفی کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

(۲) کرتا تو ہے یاد انکی غفلت کو ذرا روکے
للہ رضاؔ دل سے، ہاں دل سے، ارے دل سے

(۳) اس میں زم زم ہے کہ تھم تھم اسمیں جم جم ہے کہ بیش
کثرت کوثر میں زمزم کی طرح کم کم نہیں

ایک شعر مزید ملاحظہ ہو۔

شر، خیر، شور، سُور، شرمہ، دور، نار، نور
بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے

الفاظ کے برتاؤ میں رضاؔ بریلوی کا غیر تقلیدی انداز:

کچھ الفاظ سماجی ضروریات کو پورا نہ کرنیکی وجہ سے متروک قرار دیدئے جاتے ہیں حالانکہ وہ مردہ نہیں ہوتے ہیں۔ فنکار اپنی صلاحیت سے انمیں جان ڈال سکتا ہے۔ کچھ الفاظ کریہہ، مغلق اور نامانوس تسلیم کر لئے جاتے ہیں۔ شاعر ایسے الفاظ کو بھی غیر تقلیدی انداز

پیش کش سے تازگی اور حسن عطا کر دیتا ہے۔

(۱) امام احمد رضا خاں نے اپنے ایک شعر میں "کورا کرتا" استعمال کر کے لفظ "کورا" کو زندگی اور تازگی عطا کر دی ہے۔ شعر اس طرح ہے۔

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

یہاں "کورا کرتا" سے مراد لباس تقویٰ بھی لیا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی پاکیزگی اور نورانیت بھی مراد لے سکتے ہیں۔ رضاؔ نے اپنے غیر تقلیدی انداز پیش کش سے اس لفظ کو زندگی دیدی۔

(۲) لفظ "بجار" بمعنی سانڈ یا چھوٹا ہوا بیل یا سانڈ اور لفظ "اہلا" بمعنی سیلاب عام طور سے علاقۂ روہیل کھنڈ ہی میں بولا جاتا ہے۔ شاعری میں ان کا استعمال شاذ و نادر ہی ملیگا۔ ویسے بھی یہ الفاظ صوتی اعتبار سے کریہہ ہیں لیکن امام احمد رضا نے "بجار" اور "اہلا" کو اِس سلیقہ مندی سے برتا ہے کہ انکی نامانوسیت اور کراہت ختم ہو گئی ہے اور رضاؔ کا جمالیاتی احساس بھی نہیں مجروح ہونے پایا۔ اشعار دیکھیں۔

نمبر۱
پڑتی ہے نوری بھرن اُمڈا ہے دریا نور کا
سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اہلا نور کا

نمبر۲
نفس یہ کوئی چال ہے ظالم
جیسے خاصے بجار پھرتے ہیں

اس شعر میں "بجار" کا استعمال اس قدر جاندار ہے کہ اس نے شعر کو پر معنی بھی بنا دیا ہے اور نفس مضمون کو پوری طرح نمایاں کر دیا ہے۔ یہاں اس لفظ کے علاوہ اور کوئی لفظ کھپتا ہی نہیں۔

(۳) لفظ بھوں کا استعمال وہ بھی سراپائے رسول اکرم ﷺ میں یقیناً یہ رضا کے غیر معمولی لسانی تجربے اور تخلیقی حرکیت کی دلیل ہے۔شعر ملاحظہ کیجئے۔

جنکے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

بھوؤں کو یہاں رضا بریلوی نے جس طرح برتا ہے وہ قابل داد ہے کہ انھوں نے اسکی کریہہ الصوتی کو حسن میں تبدیل کر دیا ہے اور اسے سامعہ نواز بنا دیا ہے۔

(۴) تیورانا اور دہرد ہر کا استعمال:

قصیدہ معراجیہ میں امام احمد رضا نے ان دونوں لفظوں کو اپنی تخلیقی صلاحیت سے برت کر انھیں تازگی دیدی ہے۔

(۱) روش کی گرمی کو جس نے سوچا، دماغ سے اِک بھبھوکا پھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہرد ہر پیڑ جل رہے تھے
جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیورا گئے تھے

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے لکھا ہے کہ:

لہرا نور کا، توڑا نور کا، اہلا نور کا، اعلیٰ نور کا۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو اردو میں متروک ہو جاتے اگر امام احمد رضا خاں نے انکو اپنی نعتوں میں استعمال نہ کیا ہوتا۔" (معارف رضا کراچی ۱۹۸۳ء ص ۶۴)

اب دیکھئے کہ مولانا موصوف نے انھیں کس طرح اشعار میں باندھا ہے۔

وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا
عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اسمیں توڑا نور کا

"اہلا نور کا" پر بحث کیجا چکی ہے۔

کلام رضاؔ میں لفظ اے، ارے، اف، آہ، ہائے اور واہ واہ کا استعمال:۔

ہر لفظ کی اپنی ایک اشاریت ہوتی ہے اور شاعر اپنی تخلیقی توانائی کو بروئے کار لاکر ان کی اشاریت سے اشعار کے جاندار پیکر تراشتا ہے۔ لفظ اے اور ارے ندائیہ اور خطابیہ ہیں لیکن شاعر انکے مناسب استعمال سے انکے ذریعہ حیرت واستعجاب اور ایک طرح کا لوچ پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً ارے واہ! یا اے واہ! ہائے، اف اور آہ سے رنج اور حسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے ان الفاظ کو مختلف اشعار میں برت کر بے ساختگی، طرحداری، سوز اور حسن کے عجیب عجیب انداز پیدا کئے ہیں۔

لفظ اے سے متعلق اشعار:

نمبر:۱ اے شافع امم شہ ذی جاہ لے خبر
للہ لے خبر مری للہ لے خبر

نمبر۲ وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

ان دونوں شعروں میں اے کا استعمال خطابیہ ہے اور یہ انداز رضاؔ کے عقیدہ کے اظہار کے ساتھ ساتھ عقیدت کا بھی مظہر ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حیات اور ان کے حاضر و ناظر ہونے پر امت کا اجماع ہے اور یہ بھی ہر مومن کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ محشر میں شفاعت فرمائیں گے لہذا لفظ اے کے استعمال سے رضاؔ بریلوی نے اظہار عقیدہ و اظہار

عظمت مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنی اسی محبت اور محبت کے پاکیزہ جذبہ کو پیش کیا ہے جو انکی شاعری کا جوہر ہے۔

نمبر۳ اے رضاؔ آہ وہ بلبل کہ نظر میں جسکی
جلوۂ حبیب گل آئے نہ بہار دامن

اس شعر میں تاسف کا اظہار ہے۔طرز ادا میں ایک تیکھا پن ہے اور طنز پوشیدہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ محبوب کے جمال جہاں آرا، اسکی محبوبیت کا اظہار بھی ہے مگر نزاکت خیال کے حریری حجاب میں۔

نمبر۴ دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور
اے میں فدا لگا کر اک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں

اے کے استعمال سے اس شعر میں جو مستی آگئی ہے اس کا جواب نہیں۔اے میں فدا کے ٹکڑے سے برجستگی اور بے ساختگی کا کیسا حسین انداز پیدا ہو گیا ہے۔اس شعر میں طرز ادا کی رعنائی بھی ہے اور رضا کی فدائیت کا شباب بھی پھوٹتا ہوا نظر آتا ہے۔

نمبر۵ اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

اس شعر میں رمزیت میں وضاحت اور وضاحت میں رمزیت ہے اور اے کا استعمال معمولی لسانی تجربہ سے نہیں ہوا ہے بلکہ شاعر کی تخلیقی حرکیت کا ثبوت ہے۔

لفظ ارے کا استعمال:

نمبر۱ کرے مصطفیٰ کی اہانتیں، کھلے بندوں اس پہ یہ جرأتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی، ارے ہاں نہیں، ارے ہاں نہیں

مصرعہ ثانی میں سوال و جواب کا عجیب انداز اسپر ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں کی تکرار کا مزید لطف اور پھر ارے ہاں کے استعمال سے دعویٰ کا رد۔ طرز کا تیکھا پن قابل داد ہے۔

نمبر۲ حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا

ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

یہ شعر سادگی اور صفائی کا عمدہ نمونہ ہے، ساتھ ہی ساتھ امام احمد رضا کی دیار حبیب ﷺ سے بے پایاں عقیدت کا غماز بھی۔ اس شعر میں لفظ ارے کے استعمال نے بے ساختگی کے حسن کیساتھ حیرت و استعجاب کا بڑا ہی رقصاں نظارہ بھی پیش کیا ہے کہ وہ مقدس سرزمین اور قدم رکھ کے چلنا۔ نہیں، نہیں وہاں تو سر سے بھی چلنا بے ادبی ہے۔ ارے یہ تو سر دیدینے اور قربان جانیکا موقع ہے "ارے سر کا موقع ہے او جانیوالے" میں معنی کا ایک جہان پوشیدہ ہے اور اس اشاریت پر وضاحتیں قربان ہیں۔ یہاں بھی ارے کا استعمال رضا بریلوی کے ڈکشن کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

نمبر۳ دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے ارے تیرا برا خدا نہ کرے

ارے تیرا برا ۔۔۔۔۔ اور پھر خدا نہ کرے ۔ ذوق و وجدان کو بے حد اپیل کرنے والا انداز ہے۔ دل کو ٹوکتے بھی ہیں لیکن اس سے محبت بھی ہے اور اسکا برا نہیں چاہتے۔ ارے نے اس شعر کو بھی جاندار بنادیا ہے۔

لفظ ہائے کا استعمال:

نمبر۱ ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

نمبر۲ مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ رہی

اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا

دونوں شعروں میں تاسف اور رنج وغم کی کیفیت کا اظہار ہے

نمبر۳ ہائے کس وقت لگی پھانس الم کی دل میں

کہ بہت دور رہے خار مغیلان عرب

تاسف اور اظہار رنج کیساتھ سرزمین عرب اور اس مقدس سرزمین کے خار سے عقیدت کا اظہار بھی ہے۔ رضا بریلوی کو عرب سے دوری منظور نہیں ہے اور اس صدمہ پر وہ خار عرب کی خلش کو فوقیت دیتے ہیں۔ خار عرب کی خلش کی لذت کے خواہاں ہیں۔ اس شعر میں کس قدرت کے ساتھ ہائے کے اضافہ نے جان پیدا کر دی ہے اور شعر معنویت کا آئینہ دار بن گیا ہے۔

نمبر۴ ہائے اس پتھر سے اس سینے کی قسمت پھوڑیئے

بے تکلف جس کے دل میں گھر کریں یوں ایڑیاں

اس شعر میں لفظ ہائے سے حسرت کا جو انداز پیش کیا ہے وہ بہت ہی پر معنی ہے۔ رضا بھی اس بات کے تمنائی ہیں کہ جس طرح پتھر پر سرکار مدنی حبیب ﷺ کے نقوش قدم ابھر آئے تھے کاش اس سینۂ رضا میں بھی وہ قدوم میمنت لزوم گھر کرتے۔ پتھر کی فیروز بختی پر رشک کرتے ہوئے اپنی حسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

اُف اور آہ کا استعمال:

نمبر۱ اف رے خودکام بے مروت پڑتا ہے کام آدمی سے

نمبر۲ کعبۂ عرش میں کہرام ہے ناکامی کا

آہ کس بزم میں ہے جلوۂ یکتائی دوست

شعر نمبر ا میں نفس کی خود غرضی اور بے مروتی پر اظہار تاسف بھی ہے اور اظہار تعجب بھی۔

ارے کے ساتھ اُف کے اضافہ نے شعر میں بے ساختگی پیدا کر دی ہے۔

شعر نمبر۲: میں بھی تاسف اور حسرت کا اظہار ہے۔ کعبۂ عرش کی ترکیب اور اس ترکیب سے معنویت پیدا کر کے رضاؔ کے شعر نے شعر کو طرحداری کا ایک عمدہ انداز عطا کر دیا ہے۔ آہ کے استعمال نے اس شعر میں بھی رضاؔ کے جذبۂ عشق کو واضح کر دیا ہے۔

لفظ واہ اور واہ واہ کا استعمال:۔

نمبر۱ واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

واہ نے اس شعر میں مزید حسن پیدا کر دیا ہے اور سرکار ﷺ کے جود و کرم کے کمال کو ظاہر کر دیا ہے۔ لفظ واہ ذوق کو عالم وجد میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ شعر سلاست وروانی اور بے ساختگی کا حسین پیکر ہے۔ واہ واہ کی ردیف میں امام احمد رضا کی ایک نعت بھی ہے جو ۱۳؍ اشعار پر مشتمل ہے۔ چند اشعار پیش ہیں۔

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ
خامۂ قدرت کا حسن دستکاری واہ واہ
کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

واہ واہ سے خوشی اور سرشاری کا جو انداز امام موصوف نے ان شعروں میں پیدا کیا ہے وہی انداز بقیہ آٹھ شعروں میں بھی ہے۔ لیکن یہ دو شعر دیکھیں کہ یہاں واہ واہ سے دوسرا انداز پیدا کر دیا ہے۔

(۱)۔ نفس پہ کیا ظلم ہے جب دیکھو تازہ ظلم ہے
ناتواں کے سر پہ اتنا بوجھ بھاری واہ واہ

(۲)۔ پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضؔا
ان سگان کو ہے اتنی جان پیاری واہ واہ

دونوں شعروں میں افسوس اور تعجب کا اظہار ہے۔ ہر ہر شعر رضؔا کی شیفتگی کا غماز ہے۔ ارے، واہ واہ، اف، آہ اور اے۔ وغیرہ لفظوں کا استعمال اشعار رضؔا میں غیر معمولی لسانی تجربے کے نمونے ہیں اور ان عام فہم الفاظ کے برتاؤ میں امام احمد رضا بریلوی کی تخلیقی حرکیت پوری طرح نمایاں ہے۔

تکرار الفاظ:۔

امام احمد رضا بریلوی الفاظ کی تکرار سے بات میں بات پیدا کر کے اشعار میں شگفتگی، روانی، صوتی ترنم وغیرہ پیدا کر دیتے ہیں۔ اس ذیل میں تجنیس مماثل، تجنیس مستوفی و تجنیس زائدہ وغیرہ شامل کر لئے گئے ہیں۔

واہ کیا جودو کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا
نور کی سرکار ہے کیا اسمیں توڑا نور کا
بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
آئینہ دار ہے آئینہ میری حیرت کا۔ جلوہ گر دل میں ہے عکس رخ تاباں کس کا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا ۔ آقا! آقا! سنوار آقا
ہوئے کم خوابی ہجراں میں ساتوں پردے کم خوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا
اس گل کے سوا ہر گل کو باگوش گراں آیا
دیکھے گی اے بلبل جب وقت فغاں آیا
جلتی بھی زمیں کیسی تھی دھوپ کڑی کیسی
لو وہ قدبے سایہ اب سایہ کناں آیا

دل مکاں شہ عرشیاں ہوگیا — لامکاں لامکاں ہوگیا
سر فدائے رہِ جان جاں ہوگیا — امتحاں امتحاں امتحاں ہوگیا
تھا براقِ نبی یا کہ نور نظر — یہ گیا وہ گیا وہ نہاں ہوگیا
حق شفاعت سے تیری گنہگاروں پر — مہرباں مہرباں مہرباں ہوگیا
گلشن طیبہ میں طائر سدرہ کا — آشیاں آشیاں آشیاں ہوگیا
یا نبی ﷺ لو خبر آتش غم سے میں — تفتہ جاں تفتہ جاں تفتہ جاں ہوگیا
گزرے جس کوچہ سے شاہ گردوں جناب — آسماں آسماں آسماں ہوگیا
کس کے روئے منور کی یاد آگئی — دل تپاں دل تپاں دل تپاں ہوگیا

طوطی سدرہ وصف رخ پاک میں — گلفشاں گلفشاں گلفشاں ہو گیا
طوطی اصفہاں سن کلام رضاؔ — بے زباں بے زباں بے زباں ہو گیا
بدکار رضاؔ خوش ہو بدکام بھلے ہوں گے — وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا
مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا — کافران سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا
لے خبر جلد کہ غیروں کی طرف دھیان گیا — مرے آقا، مرے آقا ترے قربان گیا

میں تو کیا ہی چاہوں کہ بندہ ہوں شاہ کا
پر لطف جب ہے کہدیں اگر وہ جناب ہوں
تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست
طور پر کوئی کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار
سارے بالاؤں سے بالا رہی بالائی دوست

محمد برائے جناب الٰہی — جناب الٰہی برائے محمد ﷺ
دم نزع جاری ہو میری زباں پر — محمد، محمد، خدائے محمد ﷺ
میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت — یہ آن خدا وہ خدائے محمد ﷺ
اے شافع امم شہ ذیجاہ لے خبر — للہ لے خبر مری للہ لے خبر
اہل عمل کو ان کے عمل کام آئیں گے — میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر
جیسے قرآں ہے ورد اس گل محبوبی کا — یونہی قرآں کا وظیفہ ہے وقار عارض
گرچہ قرآں ہے نہ قرآں کے برابر لیکن — وہ کچھ تو ہے جس پہ ہے وہ مدح نگار عارض
جنت ہے ان کے جلوے سے جو یائے رنگ و بو — اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

سرتا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عجم
تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزاران عرب

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں ، دریے بہا دیئے ہیں

ہے تو رضاؔ نرا ستم جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں

دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے اب تو چھاونی حشر ہی نہ آجائے کیوں

اسمیں زمزم ہے کہ تھم تھم اسمیں جم جم ہے کہ بیش
کثرت کوثر میں زمزم کی طرح کم کم نہیں

رعایات لفظی:۔

شعر میں لفظی رعایات کے التزام سے لطف پیدا ہو جاتا ہے۔امام احمد رضا کے یہاں رعایات لفظی کا خوبصورت التزام ملتا ہے۔رعایات لفظی کے ذیل میں۔

صنعت اشتقاق، صنعت تجنیس، صنعت مراعات النظیر اور صنعت ایہام وغیرہ شامل کئے لیتے ہیں۔اب مثال کے طور پر اشعار ملاحظہ کیجئے۔

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

اللہ اللہ بہار چمنستان عرب ۔ پاک ہیں لوث خزاں سے گل و ریحان عرب
ہے گل باغ قدس رخسار زیبائے حضور ۔ سرو گلزار قدم قامت رسول اللہ کی

سنبل آشفتہ ہے کس گل کے غم گیسو میں
دیدۂ نرگس بیمار ہے حیراں کس کا

شاخ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب میں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

بلبل و نیل پر و کبک بنو پر دانو
مہ و خورشید پہ ہنستے ہیں چراغان عرب

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

مندرجہ بالا اشعار میں۔

<u>باغ کی رعایت سے:۔</u> گل، غنچہ، ریحان، خزاں، بہار گلزار وغیرہ
<u>پھول کی رعایت سے:۔</u> نرگس ، سنبل وغیرہ
<u>پرند کی رعایت سے:۔</u> بلبل ، نیل پر ، کبک وغیرہ
رعایتوں سے لطف پیدا کیا گیا ہے۔

مہر، سراپا، زیور اور شادی کی رعایات سے اشعار ملاحظہ کیجئے۔

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سے کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

سرتابقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، بدن پھول، دہن پھول، ذقن پھول
دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول

دولھا سے اتنا کہدو پیارے سواری روکو
مشکل میں ہیں براتی پر خار بادئے ہیں

تجلی حق کا سہرا سر پر ، صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کے واسطے تھے

یہ جھوما میزاب زر کا زیور کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

نجوم اور ریاضی کی رعایت سے اشعار کی مثالیں۔

سعدین کا قرآن ہے پہلوئے ماہ میں جھرمٹ کیے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے
دینا مزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے
مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے ڈالے دو بوند شب دے میں جو باران عرب

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اوّل و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

شاعری، نبی اور صحابی کی رعایت سے اشعار:

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا قافئے تھے

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق بھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے
کلیم و نجی مسیح و صفی خلیل و رضی رسول و نبی
عتیق و وصی غنی و علی ثناء کی زباں تمہارے لئے

چند مزید اشعار:

بڑھا یہ سلسلہ رحمت کا دور زلف والا میں
تسلسل کالے کوسوں رہ گیا عصیاں کی ظلمت کا

آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑ ی لنگر اٹھا دئے ہیں

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اسمیں توڑا نور کا

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچہء دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول

سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ ﷺ کی

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے
ساتھ لے لو میں مجرم ہوں
راہ میں پڑتے ہیں تھانے والے
سن لیں اعداء میں بگڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں نہانے والے

یہاں چھڑکا نمکداں مرہم کا فور ہاتھ آیا
دل زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

مشکبو کوچہ یہ کس پھول کا جھاڑا ان سے
حور یو عنبر سارا ہوئے سارے گیسو

تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام
کافر ادھر کی ہے نہ اُدھر کی اُدھر کی ہے

مدینہ جان جناں و جہاں ہے وہ سن لیں
جنہیں جنون جناں سوئے زاغ لپکے چلے

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

ذبح ہوتے ہیں وطن سے بچھڑے
دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

کچھ نعت کے طبقہ کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا

دل غم تجھے گھیرے ہیں خدا تجھ کو وہ چمکائے
سورج ترے خرمن کو بنے تیری کرن پھول

امام احمد رضا نے اپنی نعتوں میں لفظ خاک اور لفظ پھول کی رعایت سے جو مضامین تیار کئے ہیں انھیں ترتیب وار ملاحظہ کیجئے۔

(۱)۔ لفظ خاک کی رعایت سے:۔

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا — خاکی تو وہ آدم جد اعلیٰ ہے ہمارا
اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں — یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا
جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم — اس خاک پہ قرباں دل شیدا ہے ہمارا
اس نے لقبِ خاک شہنشاہ سے پایا — جو حیدر کرار کہ مولا ہے ہمارا

اے مدعیو خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزار شہ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

(۲)۔ لفظ پھول کی رعایت سے:۔

سرتا بہ قدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول دہن پھول بدن پھول ذقن پھول
صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول
تنکا بھی ہمارے تو ہلائے نہیں ہلتا
تم چاہو تو ہوجائے ابھی کوہ محن پھول
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول
دل بستہ و خوں گشتہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول
دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی
ہیں در عدن لعل یمن مشک ختن پھول
بو ہو کے نہاں ہوگئے تاب رخ شہ میں
لو بنگئے اب تو حسینوں کے دہن پھول
ہوں بار گنہ سے نہ خجل دوش عزیزاں
للہ مری نعش کر اے جانِ چمن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

دل کھول کے خوں روئے غم عارض شہ میں
نکلے تو کہیں حسرت خو نابہ شدن پھول

کیاغازہ ملا گرد مدینہ کا جو ہے آج
نکھرے ہوئے جوبن میں قیامت کی پھبن پھول

گرمی یہ قیامت ہے کہ کانٹے ہیں زباں پر
بلبل کو بھی اے ساقی صہبا ولبن پھول

ہے کون کہ گریاں کرے یا فاتحہ کو آئے
بے کس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول

دل غم تجھے گھیرے ہے خدا تجھ کو وہ چمکائے
سورج ترے خرمن کو بنے تیری کرن پھول

کیا بات رضاؔ اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جسمیں حسین اور حسن پھول

پھول سے۔ پھول، ہلکا، پھولنا (کھلنا)، پھولنا (گھمنڈ کرنا) کرن پھول (زیور) وغیرہ معانی لیکر تازہ کار تشبیہات و استعارات سے ایک رواں دواں نعتیہ غزل جناب رضاؔ بریلوی نے تیار کردی۔ اس نعت میں بھی رضاؔ کا رنگ عشق نمایاں ہے اور پھول کی خوشبو اور تروتازگی کی طرح ان کا جذبۂ عشق بھی اپنی شادابی اور عطر بیزی کی بہار دکھا رہا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام کیلئے جو استعارہ سازی کی ہے وہ بھی ملاحظہ کریں۔

خسروِ خیل ملک۔ مرغ سلیمان عرب۔ مرغ عقل۔ طائر سدرہ۔ مرغ فردوس۔ پیک رحمت۔

بلبل سدرہ وغیرہ۔

بلبل سدرہ

خلفائے اربعہ کی صفات کے لئے تراکیب سازی دیکھئے:۔

(۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:۔

سایۂ مصطفےٰ۔ مایۂ اصطفےٰ۔ عزّ وناز خلافت۔ چشم وگوشِ وزارت

(۲) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ:۔

خدادوست حضرت۔ تیغ مسلول شدت، ترجمان نبی۔ جانِ شانِ عدالت

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ:۔

زاہد مسجد احمدی۔ دولت جیش عسرت۔ زوج دونور عفت۔ حلہّ پوش شہادت

(۴) حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ:۔

اشجع الاشجعین۔ ساقی شیر وشربت۔ اصلِ نسلِ صفا۔ وجہ وصل خدا، باب فصل ولایت۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:۔

سید الاسخیاء۔ راکب دوش عزت، اوج مہر ہدٰی۔ موج بحر ندٰے۔ روح روح سخاوت

امام احمد رضا کی تراکیب سازی:۔

امام احمد رضا بریلوی کی مختلف نعتوں میں تراکیب سازی کے اعلیٰ نمونے موجود ہیں جن سے ان کی ندرت اور علمی شان کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی صفات میں چند تراکیب ملاحظہ کیجئے۔ ان تراکیب میں خود مختصر نعتوں کا رنگ جھلکتا ہے۔

بحر صفا۔ درمکنون خدا۔ شہریار ارم۔ تاجدار حرم۔ جان رحمت۔ شمع بزم ہدایت۔ نوشۂ بزم جنت۔ راز دار وحدت۔ قاسم کنز نعمت۔ نو بہار شفاعت۔ نور عین لطافت۔ یکہ تاز فضیلت۔ نقطۂ سرّ وحدت۔ نائب دست قدرت۔ عطر جیب نہایت۔ مرکز دور کثرت۔ جوہر فرد عزت۔ سرّ غیب ہدایت۔ مقطع ہر سیادت۔ ماہ لاہوت خلوت۔ شاہ ناسوت جلوت۔ سزائے سیادت۔ مصدر مظہریت۔ مظہر مصدریت۔ علت جملہ علت۔ مظہر حق۔ غیظ قلب جلالت۔ سبب ہر سبب۔ تخم وجود۔ مُظہر حق۔ فرحت جان مومن۔ ظلِ یزداں۔ مادّہ ایجاد خلقت۔ مرجع عالم۔ سلیمان عرب۔ سروِ ناز قِدم۔ مغز رازِ حِکم۔ انتہائے دوئی۔ ابتدائے یکی۔ جمع وتفریق کثرت۔ بے داغ لالہ۔ قمر بے کلف۔ بے خار گلبن چمن آرا۔ عیب پوش خلق۔

امام حسین رضی اللہ عنہ:۔

شہد خوار لعاب زبان نبی۔ چاشنی گیر عصمت۔ شہید بلا۔ شاہ گل گوں قبا۔ بے کس دشتِ غربت۔ درّ درج نجف۔ مہر برج شرف۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:۔

جملہ آرائے عفت۔ جگر پارۂ مصطفےٰ۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا:۔

کیف امن واماں۔ حق گزار رفاقت۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:۔

آرام جان نبی۔ حریم برأت۔

اہل بیت اطہار:۔

پارہائے صحف۔ غنچہائے قدس۔

دیگر تراکیب:۔

فرش بیاض دیدہ۔ اشک مژہ رسیدہ۔ چادر ظل۔ کاسۂ مہ۔ نان سوختہ (سورج)۔ گلزار نور۔ بلقیس شفاعت۔ پنجاب رحمت۔ یوسفستاں۔ کہف روز مصیبت۔ کوشک عرش و دنیٰ۔ دور زلف والا۔ کثرت افضال والا۔ نشتر رسیدہ۔ شفاعت چشیدہ۔ گریباں دریدہ۔ شرار جہیدہ۔ اشک چشیدہ۔ غزال رمیدہ۔ شمسۂ ایواں۔ راکب ضیغم۔ سرائے دل۔ حلب حبیب۔ تتار دامن۔ حلب زلف۔ بیدل آباد۔ دل شدوں۔ تتار عارض۔ کنعان عرب وغیرہ۔

کلام رضاؔ کی چند زمینیں:۔

امام احمد رضا کے یہاں چھوٹی بحر، بڑی بحر اور سخت و مشکل زمینوں۔ ہر طرح کے نمونے ملتے ہیں۔ انھوں نے کہیں کہیں تو چھوٹی زمینوں میں مشکل مضامین ادا کئے ہیں بہر کیف ہر جگہ زبان دانی، علمی تبحر اور زور بیان کی پوری پوری جلوہ نمائی ہے۔

چھوٹی بحریں:۔

چند چھوٹی بحروں میں امام احمد رضا بریلوی کی زبان کی سادگی، لطافت و پاکیزگی۔ اور تیکھا پن و مضمون آفرینی وغیرہ ملاحظہ کریں۔

(۱) ذرے جھڑ کر تیری پیزاروں کے — تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے
میرے آقا کا وہ در ہے جسپر — ماتھے گھس جاتے ہیں سرداروں کے

(۲) اللہ نہ چھوٹے دست دل سے — دامان خیال مصطفائی
روشن کر قبر بے کسوں کی — اے شمع جمال مصطفائی

یہ نعت اٹھائیس ۲۸/ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۳) مالک خاص کبریا ہو | مالک ہر ما سوا ہو
وہ در دولت پہ آئے | جھولیاں پھیلاؤ شاہو

یہ نعت اٹھارہ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۴) غم ہوگئے بے شمار آقا | بندہ تیرے نثار آقا
منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی | دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا

یہ نعت اٹھارہ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۵) دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے | بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے
دل کہاں لے چلا حرم سے مجھے | ارے تیرا برا خدا نہ کرے

یہ نعت ۱۲/ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۶) اللہ اللہ کے نبی سے | فریاد ہے نفس کی بدی سے
شب بھر سونے سے ہی غرض تھی | تاروں نے ہزار دانت پیسے

یہ نعت ۱۹/ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۷) چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکا نے والے
حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

یہ نعت ۱۱/ اشعار پر مشتمل ہے۔ ایک نعت مسلسل (غزل قطع بند) دیکھیں۔

(۸) انبیاء کو بھی اجل آنی ہے | مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی کے بعد ان کی حیات | مثل سابق وہی جسمانی ہے

یہ نعت ۷/ اشعار پر مشتمل ہے۔

(۹) سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ — سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

اپنے مولا کا پیارا ہمارا نبی ﷺ — سارے عالم کا دولھا ہمارا نبی ﷺ

یہ نعت ۲۳؍اشعار پر مشتمل ہے۔

مشکل زمینیں:۔

امام احمد رضا خاں نے بعض سنگلاخ زمینوں میں بھی کامیاب نعتیں کہی ہیں۔مرزا غالبؔ کی ایک غزل جس کا مطلع ہے۔

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں منہ سے مجھے بتا کہ یوں

پر امام موصوف نے بڑی کامیاب نعت کہی ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کریں۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
میں نے کہا کہ جلوۂ اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نور مہر میں مٹ کے دکھا دیا کہ یوں
دل کو ہے فکر کس طرح مردے جلاتے ہیں حضور ﷺ
اے میں فدا لگا کر اک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں

اس نعتیہ غزل میں اشعار کی تعداد آٹھ ہے۔غالبؔ نے مقطع اس طرح کہا ہے۔

جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکر ہے رشک فارسی
گفتۂ غالبؔ ایکبار پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

امام کا قطع اس طرح ہے۔

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اسے پیش جلوۂ زمزمہ رضا کہ یوں

غالب کی اسی یوں ردیف والی بحر میں ایک اور غزل ہے جس کا مطلع ہے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

اسی زمین میں مرزا داغ دہلوی کی بھی ایک غزل ہے۔اب دیکھئے۔
امام احمد رضا نے اسی زمین میں کس طرح نعت رقم کی ہے۔

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

غالب نے کہدیا ع

جس کو ہو جان و دل عزیز اسکی گلی میں جائے کیوں

لیکن امام موصوف نے قید غم کو عزیز سمجھکر یوں کہا۔

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم
خوب ہیں قید غم میں ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

چند اشعار اس نعت کے ملاحظہ کیجئے۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جسکو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغ جگر مٹائے کیوں

رخصت قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں اس کے سائے میں کوئی ہمیں جگائے کیوں
راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگجی زیر قدم بچھائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

اب مرزا داغ اور امام احمد رضا بریلوی کے چند اشعار اسی زمین کے دیکھیں۔

مرزا داغ کے اشعار۔

(۱)

جملہ رفیق و ہم طریق رہزن راہ عشق نہیں
سایۂ خضر کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے آئے کیوں

(۲)

عشق و جنوں کو مجھ سے لاگ ہوش و خرد سے اتفاق
پر یہ کہوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں

(۳)

ہاں نہیں غیرت رقیب خیر میں بے حیا سہی
جو نہ دوبارہ آسکے بزم سے تیری جائے کیوں

(۴)

لاگ ہو یا لگاؤ ہو کچھ بھی نہو تو کچھ نہیں
بنکے فرشتہ آدمی بزم جہاں میں آئے کیوں

اب انہیں کے مقابل اشعار رضاؔ دیکھئے۔

جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں
جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
دیکھ کے حضرت غنی پھیل پڑے فقیر بھی
چھائی ہے ابتو چھاؤنی حشر ہی آنہ جائے کیوں
سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جاچکے دل کو قرار آئے کیوں

امام احمد رضا نے یوںؔ اور کیوںؔ والی ردیف کی بحر میں ایک تیسری نعت بھی رقم کی ہے البتہ قافیہ میں ردو بدل کر دیا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کریں اور رضاؔ کی معنی آفرینی اور انداز بیان سے محظوظ ہوں۔

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بد نصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں
کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں
ہونہو آج کچھ مرا ذکر ہوا حضور میں
ورنہ میری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں
نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

حسرت نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضاؔ مرغ جواں سنائی کیوں

مشکل زمینوں میں امام احمد رضاؔ خاں کی چند نعتیں اور بھی ملاحظہ کیجئے۔

ہے لب عیسٰی سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
ہر خط کف ہے یہاں اے دست بیضائے کلیم
موجزن دریائے نور بے مثالی ہاتھ میں
آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود
وقف سنگ در جبیں روضے کی جالی ہاتھ میں

یہ نعت پاک ۱۵/اشعار پر مشتمل ہے۔

عارض و شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

یہ نعت ۱۱/اشعار پر مشتمل ہے۔

مشکل زمینوں میں رقم کردہ چند نعتوں کے الگ الگ شعر دیکھیں۔

تمہارے ذرّے کے پرتو ستار ہائے فلک
تمہارے نعل کی ناقص مثل ضیائے فلک

نار دوزخ کو چمن کر دے بہار عارض
ظلمت حشر کو دن کردے نہار عارض

تھک کے بیٹھے تو در دل پہ تمنائی دوست
کون سے گھر کا اجالا نہیں زیبائی دوست

رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

گلے سے باہر آسکتا نہیں شور فغاں دل کا
الٰہی چاک ہو جائے گریباں ان کے بسمل کا
مہر ہے مشعلہ افروز شبستاں کس کا
ماں ہے پر تو ٔ شمسہ ٔ ایواں کس کا

معنی آفرینی:-

شاعر کے جذبات و محسوسات یعنی اس کی داخلی کیفیت کا معنی آفرینی سے گہرا ربط ہے۔ شاعر اپنی داخلی کیفیات کی شدت، پاکیزگی اور تب و تاب کے اعتبار سے مضمون میں ندرت و جدت پیدا کرتا ہے اور ایسے عالم میں فکر و تخیل کی بلند پروازی کا عجیب عالم ہوتا ہے لیکن زبان و بیان کی سلاست ان پروازوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہوتی ہے اور عام طور سے اشعار عسیر الفہم اور تشریح طلب ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو بالکل معمائی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن امام احمد رضا بریلوی کے علمی تبحر اور ان کی فکر رسا نے مضمون آفرینی کے ایسے ایسے حسین پیکر تراشے ہیں کہ نعتیہ شاعری میں موجود نہیں تھے اور سرور کونین ﷺ کی عظمت و رفعت کے ایسے ایسے حسین رخ پیش کئے ہیں جن سے نعتیہ شاعری کے صفحات خالی

و عاری تھے۔اور پھر یہ کہ ان کا ہر مضمون اور ہر مقام پر ان کی معنی آفرینی شریعت کے عین مطابق ہے۔رضاؔ بریلوی کے ہر شعر سے سیرت رسول اکرم ﷺ کے کسی نہ کسی پہلو،شرف و امتیاز اور مقام نبوت کی ترجمانی ہوتی ہے۔ظاہر ہے ایسی صورت میں زبان کا لطف برقرار رکھنا بہت دشوار ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ رضاؔ بریلوی اس دشوار مرحلہ سے بھی بڑی خوش اسلوبی سے گزرے ہیں۔بیان کی بے ساختگی،گھلاوٹ اور حسن صوتی میں خلل نہیں واقع ہوا ہے۔

☆=رسول اکرم ﷺ کی خاتمیت ایک مسلم عقیدہ ہے۔رضاؔ بریلوی نے اس عقیدہ کو مضمون نگاری کا ایک نادر انداز دیکر پیش کیا ہے اور شعر کو حسن و رعنائی کا پیکر بنادیا ہے۔

نہ رکھا گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

اسی مضمون کو ایک دوسرے انداز سے یوں پیش کرتے ہیں۔

کوئی اور پھول کھلے کہاں نہ جگہ ہے جوششِ حسن سے
نہ بہار اور پہ رخ کرے کہ جھپک پلک کی تو خار ہے

اسی مضمون کیلئے رضاؔ کا ایک اور انداز دیکھیں۔

نمبرا۔ بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا......نور اول کا جلوہ ہمارا نبی ﷺ

نمبر۲۔ قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی......چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی ﷺ

شعر نمبرا: میں حضور انور ﷺ کی خاتمیت اور ان کے نور اِلٰہ وتکوین عالم کی اصل ہونے، دونوں کا اظہار ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بے مثالی یعنی امتناع النظیر کے مشکل اور بلند مضمون کو کس خوبی اور کس خوب صورتی کیساتھ پیش کرتے ہیں۔

انکو یکتا کیا اور خلق بنائی یعنی......انجمن کر کے تماشہ کریں تنہائی دوست

حضور سرور کونین ﷺ کے نور اول اور مادہ ایجاد عالم ہونے پر مختلف انداز سے مضمون نگاری کرتے ہوئے معنویت کا جہان تازہ آباد کرتے ہیں۔

(۱)

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(۲)

وہی جلوہ شہر بہ شہر ہے وہی اصل عالم و دہر ہے
وہی لہر ہے وہی بحر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے

(۳)

ہے انھیں کے نور سے سب عیاں انھیں کے جلوے میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے رہے پیش مہر یہ جاں نہیں

(۴)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

(۵)

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہی جان، جان سے ہے بقا، وہی بن ہے بن ہی سے بار ہے

(۶)

یہی ہے اصل عالم مادّہ ایجاد خلقت کا
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگام کثرت کا

حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے پر رضاؔ نے مضمون آفرینی کا حسین رنگ پیش کیا ہے۔نزاکت فکر و خیال ملاحظہ کیجئے۔

انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

رضاؔ کی مضمون آفرینی اور معنوی بلندی سے متعلق چند اشعار ملاحظہ کریں۔

(۱)

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

(۲)

اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

(۳)

اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

(۴)

کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

(۵)

ایسا گما دے ان کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

اسی نعت میں کہ مندرجہ بالا اشعار جس نعت سے لئے گئے ہیں، شب اسریٰ اور براق کی برق رفتاری کا مضمون ملاحظہ ہو۔

کہتی تھی یہ براق سے اُس کی سبک روی
یوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

"گردِ سفر کو خبر نہ ہو" میں کس قدر معنی آفرینی ہے۔

رضاؔ نے نگاہ شوق کو طائر حرم کہا ہے جو انھیں کا حصہ ہے۔

طیر حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہوں...... یوں دیکھئے کہ تارِ نظر کو خبر نہ ہو

اسی انداز اور مایہ ناز معنی آفرینی کے دو شعر اور بھی دیکھیں۔

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزشِ غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

مندرجہ ذیل اشعار کی جذباتی، فکری اور فنی حیثیات پر غور کیجئے۔

سخت اور سنگلاخ زمین میں امام احمد رضا نے جدت و ندرت کے کتنے گوشے نکالے ہیں:

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگو نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

ظاہر و باطن اول و آخر زیب فروع و زین اصول
باغ رسالت میں تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

شعر نمبر ۲ میں فروع، اصول، اول و آخر اور باطن و ظاہر کہکر اس سے پھول، غنچہ، جڑ پتی اور

شاخ کا ثبوت فراہم کرنا بداع اور اختراع سخن کا بہت ہی جامع نمونہ ہے۔ معنی آفرینی اور لطافت بیان کے نمونے ملاحظہ ہوں۔

حسرت نو کا سانحہ سنتے ہی دل بگڑ گیا
ایسے مریض کو رضاؔ مرگ جواں سنائی کیوں
ہو نہ ہو آج کچھ مراذکر ہوا حضور میں
ورنہ مری طرف خوشی دیکھ کے مسکرائی کیوں

اسی زمین میں قید غم سے متعلق شعر دیکھیں کہ رضاؔ نے قید غم کو کس طرح عزیز ثابت کیا ہے

یاد حضور کی قسم غفلت عیش ہے ستم خوب ہیں قید غم ہم کوئی ہمیں چھڑائے کیوں

اسی زمین میں ایک شعر میں کلف قمر کی توجیہہ حسن تعلیل کیساتھ ملاحظہ کیجئے۔

ان کے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر
جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغ جگر مٹائے کیوں

ندرت تخیل اور معنی آفرینی کے ساتھ اسی زمین میں چند اشعار اور دیکھئے۔

(۱)

سنگ در حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے
جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں

(۲)

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

حضور اکرم ﷺ کے ''حسن جہانتاب'' کے مضمون کو مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔

خیال کی نزاکت اور بلاغت ملاحظہ کیجئے۔

(۱) رخ انور کی تجلی جو قمر نے دیکھی ......رہ گیا بوسہ دہِ نقش کف پا ہو کر

(۲) طور کیا عرش جلے دیکھ کے وہ جلوہ گرم ......آپ عارض ہو مگر آئینہ دار عارض

(۳) جلوہ فرمائیں رخ دل کی سیاہی مٹ جائے ......صبح ہو جائے الٰہی شب تار عارض

(۴)

اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
اِنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے

(۵)

آنکھ خورشید قیامت کی جھپکنے جو لگی
پردہ افگن ہوا یہ چہرۂ تاباں کس کا

(۶)

شب اعمال سیہ صبح کرم سے بدلی
نور افشاں ہوا یہ چہرۂ تاباں کس کا

شعر نمبر۴: حضور کے حاضر و ناظر ہونے اور ان کے نور اول اور اصل تکوین عالم ہونے کے متعلق بھی ہے۔

شعر نمبر۵ اور نمبر۶ شافع محشر ﷺ کے حسن جہانتاب کے وصف کے ساتھ ساتھ ان کی شفاعت سے بھی متعلق ہے یہی ہے معنی آفرینی کا کمال کہ مضمون کے بطن سے معنی کی تہیں بر آمد ہوتی ہیں۔ حضور جان نور کے گیسوئے عنبریں سے متعلق رضاؔ بریلوی نے اچھوتے

مضامین پیدا کیے ہیں اور معنویت کی نئی نئی جہتیں دکھائی ہیں۔

(۱)

یاد گیسو ذکر حق ہے آہ کر

دل میں پیدا لام ہو ہی جائیگا

(۲)

گیسو و قد لام الف کر دو بلا منصرف

لا کے تہہ تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

شعر نمبر ۲ میں زلف جاناں کے ساتھ ساتھ حبیب کے قد مبارک کا بھی ذکر ہے۔ شعر نمبر ا کا مفہوم ہے کہ آہ میں لام داخل کر دیا جائے تو اللہ (ا ل ل ہ) بنجائے گا یعنی مدنی محبوب ﷺ کے زلف معنبر کی یاد ذکر حق ہے۔ اللہ اللہ ہی کرنا ہے۔ ل سے گیسو کی تشبیہ بھی دی ہے۔ گیسو کی لٹ اور ل کی بناوٹ پر غور کریں اور خیال رضاؔ کی نزاکت کو داد دیں۔

شعر نمبر ۲: میں گیسو جو لؔ سے مشابہہ ہے اور قد مبارک جس کی تشبیہ ا سے دی گئی ہے دونوں کو ملا دیں تو لاؔ بنجائے گا (لا)۔ تیغ یعنی دو تلواروں کو اگر ایکدوسرے سے ملا دیں تو لاؔ یا لاؔ کی شکل بنتی ہے۔ پس کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر اپنے زلف و قد کے تیغ سے چاہو تو میری بلا کو کاٹ دو۔

خالص عشقیہ شعر ہے۔ رضاؔ کے جذبۂ عشق کی شدت اور پاکیزگی کا آئینہ دار ہے۔ لاریب! عشق رسول اکرم ہی اصل اور سرمایۂ جان و ایمان ہے اور رسول اکرم ﷺ کی محبت کا غم اور ان کے زلفوں کی اسیری ہر غم سے نجات کا ضامن اور دنیا و عقبیٰ کی مسرتوں اور کامرانیوں کی

ضمانت ہے۔صبح کا وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہے اور صبح کس طرح ہوتی ہے یہ رضا بریلوی سے پوچھئے۔

دعا کر بخت خفتہ جاگ ہنگام اجابت ہے
ہٹایا صبح رخ سے شاہ نے شب ہائے کاکل کو

اس شعر میں بھی حضور کے زلف کا مضمون ہے۔

حضور سرور کشور رسالت ﷺ کے معراج کے واقعہ سے متعلق مضامین کی نیرنگی اور معنویت کی بکھری ہوئی شعاعوں سے ذوق کو تاباں کیجیے۔

زبان فلسفی سے امن و خرقِ والتیام اسریٰ
پناہ دورِ رحمت ہائے یک ساعت تسلسل کو

لطف برق جلوۂ معراج لایا وجد میں
شعلۂ جوالہ ساں ہے آسمان سوختہ

ہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہیں جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

واقعۂ معراج پر امام احمد رضا بریلوی کا قصیدہ معنی آفرینی اور محاکات کا ایک لاجواب قصیدہ ہے۔صرف چند اشعار نمونتہً پیش ہیں۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

وہ جوت پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی ، جگہ جگہ نصب آئینے تھے

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا

حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
خرد سے کہدو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنیوالے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کہاں گئے تھے
وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

محبوب کی یکتائی، اس کی مسیحائی اور زیبائی کے حقائق کو رضاؔ نے بڑے ہی دلکش انداز بیان اور معنی آفرینی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جوبنوں پر ہے بہار چمن آرائی دوست
خلد کا نام نہ لے بلبل شیدائی دوست
تھک کے بیٹھے تو درِ دل پہ تمنائی دوست
کون سے گھر کا اجالا نہیں زیبائی دوست
مہر کس منہ سے جلو داریٔ جاناں کرتا
سایہ کے نام سے بیزار ہے یکتائی دوست

دوست کی مسیحائی کا یہ انداز ملاحظہ کریں اور معنی آفرینی کا جلوہ دیکھیں۔

مرنے والوں کو یہاں ملتی ہے عمر جاوید
زندہ چھوڑے گی کسی کو نہ مسیحائی دوست

چند نازک مضامین کا عام فہم انداز دیکھیں۔

حسن بے پردہ کے پردے نے مٹا رکھا ہے
ڈھونڈھنے جائیں کہاں جلوۂ ہرجائی دوست

ترا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں پھولوں کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں
رخ دن ہے یا مہر سما ! یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

گل اور پھول سے رضاؔ بریلوی نے کیسے کیسے مضمون تیار کئے ہیں اور معنی آفرینی کے کیسے گلزار مہکائے ہیں۔

نمبر ا:

جنت ہے ان کے جلوے سے جویائے رنگ و بو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوالِ گل

اس شعر میں پہلے گل سے مراد حقیقی گل ہے، دوسرے گل سے مراد حضور سید عالم ﷺ کی ذات بابرکت ہے۔

تیسرے گل سے مراد جنت ہے اور چوتھا گل حقیقی گل یعنی پھول ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے چمن کے پھول، ہمارے گل۔ سید کل۔ رسول مقبول ﷺ سے جنت بھی سوالِ گل کر رہی ہے۔

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل وہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

رضاؔ بریلوی اظہار حیرت کے ساتھ معنی آفرینی کا نادر انداز پیش کرتے ہیں۔

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

پھول کی ردیف پر رضاؔ کی ایک پوری نعت ہے جس کا تذکرہ رعایات لفظی کے ذیل میں آچکا ہے۔ وہاں بھی رضاؔ نے مضمون نگاری اور معنی آفرینی کے جلوے بکھیر دیئے ہیں۔ چند اشعار پیش ہیں۔

سرتابقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، بدن پھول، دہن پھول، ذقن پھول

ہوں بار گنہ سے نہ خجل دوش عزیزاں
للہ مری نعش کر اے جان چمن پھول

دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا
اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

صدقے میں ترے باغ تو کیا لائے ہیں بن پھول
اس غنچۂ دل کو بھی تو ایما ہو کہ بن پھول

دل غم تجھے گھیرے ہے خدا تجھکو وہ چمکائے
سورج ترے خرمن کو بنے تیری کرن پھول

سنکی وہ دیکھ باد شفاعت کہ دے ہوا۔ یہ آبرو رضاؔ ترے دامان تر کی ہے۔

محشر میں رسول کریم، رؤف ورحیم ﷺ کے اختیار اور انکے مرتبہ کی بلندی پر رضاؔ نے اظہار کا کتنا نادر اور حسین انداز پیش کیا ہے۔

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ
صرصر جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے
آج عید عاشقاں ہے گر خدا چاہے تو وہ
ابروئے پیوستہ کا عالم دکھاتے جائیں گے

ابروئے پیوستہ سے ہلال عید کی ردیف! کیا خوب ہے۔

محشر کی گرمی اور آتش عصیاں کی گرمی پر مضمون آفرینی کی حدت اور تابانی ملاحظہ کریں۔

ماہِ من یہ نیر محشر کی گرمی تا بہ کے
آتش عصیاں سے خود جلتی ہے جان سوختہ

محشر سے متعلق چند اشعار میں رضاؔ بریلوی کی مضمون آفرینی اور بھی دیکھئے۔

پائے شہ پر گرے یارب تپش مہر سے جب
دل بے تاب اڑے حشر میں پارہ ہوکر

نیرّ حشر نے اک آگ لگا رکھی ہے
تیز ہے دھوپ ملے سایۂ داماں ہم کو

گرمی یہ قیامت ہے کہ ہیں کانٹے زباں پر
بلبل کو بھی اے ساقیِ صہبا و دلبن پھول

حشر میں کیا کیا مزے لوں وارفتگی کے میں رضاؔ
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامانِ عالی ہاتھ میں

دست شوق کیلئے کیا خوب مضمون پیدا کیا ہے۔

چاک داماں سے نہ تھک جائیو اے دست جنوں
پرزے کرنا ہیں ابھی جیب و گریباں ہم کو

محبوب کی اداؤں پر شیفتگی اور فدائیت کے جلووں کے ساتھ مضمون آفرینی کی تابانی ملاحظہ کریں۔

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھادے وہ ادائے گل خنداں ہم کو
عرش جس خوبئ رفتار کا پامال ہوا
دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

حضور اکرم ﷺ کے شانہ کرنے اور ساتھ میں مسواک رکھنے پر رضاؔ نے کیا مضمون پیدا کیا ہے اور محبت وفدائیت کا کیا انداز پیش کیا ہے:۔

یہ اکثر ساتھ ان کا شانہ ومسواک کا رہنا
بتاتا ہے کہ دل ریشوں پہ زائد مہربانی ہے

تبسم اور کنگھا کرنے کی حالت پہ کس سادگی اور بھولپن کے ساتھ اشعار پیش کرتے ہیں:

جسکی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
لخت لخت دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

سرکار ابد قرار ﷺ کے ریش مبارک پر رضاؔ نے معنی آفرینی کی انتہا کر دی ہے:

خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن
سبزہ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام

شعر نمبر (۱) میں سرکار دو عالم ﷺ کے دہن مبارک کو نہر کہا ہے اور نہر عربی زبان میں دریا کو کہتے ہیں۔ رضا نے سرکار کے مبارک دہن کو رحمت کا دریا کہا ہے یعنی اس دہن اقدس سے دریائے رحمت موجزن ہے۔ یہ دہن اقدس کہ سفر طائف میں حضور اکرم ﷺ پر پتھروں کی بارش ہوئی، سر مبارک سے خون جاری ہوا اور نعلین پاک تک آ گیا مگر بجائے بد دعا کے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دئے اور بارگاہ رب العٰلمین میں یہی عرض کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما، یہ لوگ علم نہیں رکھتے، میرے مقام اور پیغام سے بے خبر ہیں تو رضاؔ بریلوی نے اس دہن پاک کو نہر رحمت کہا اور ریش مبارک ہے کیا؟ اس نہر رحمت کے گرد لہلہانے والا سبزہ جسنے نہر رحمت کو چار چاند لگا دئے ہیں۔

اردو نعتیہ شاعری ہی نہیں شاید ہی کسی زبان کی نعتیہ شاعری میں حضور اکرم ﷺ کی ریش مبارک پر اس قدر دل کش، ایمان افروز اور معنی کی جگمگاہٹوں سے پر شعر موجود ہو۔ شعر نمبر ۲ میں ریش خوش معتدل کو عشاق کے ریشۂ دل کا مرہم، سرکار کے ریش مبارک کو ریش خوش معتدل کہکر مسئلہ بھی واضح کر دیا ہے کہ داڑھی ۴ر انگل سے چھوٹی ہو نہ ہی بڑی، اور داڑھی کی خوبصورتی کا نقشہ بھی کھینچ دیا ہے۔ تخیل کی رفعت اور مضمون آفرینی سے مالا مال چند اشعار اور دیکھئے:

کوچۂ گیسوئے جاناں سے چلے ٹھنڈی نسیم
بال و پر افشاں ہوں یارب بلبلان سوختہ

کہاں اس کو شک جان جناں میں زر کی نقاشی
ارم کے طائر رنگ پر یدہ کی نشانی ہے

جہاں کی خاک روبی نے چمن آرا کیا تجھکو
صبا ہم نے بھی ان گلیوں کی کچھ دن خاک چھانی ہے

شکل بشر میں نور الٰہی نہ ہو اگر
کیا قدر اس خمیرۂ ما و مدر کی ہے

آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر
ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے
دنداں کا نعت خواں ہوں نہ پایاب ہوگی آب
ندی گلے گلے مرے آب گہر کی ہے

حیرانی دیدار کے خواہاں ہیں، کس انداز سے عرض کناں ہیں۔

پردہ اس چہرۂ انور سے اٹھا کر اک بار
اپنا آئینہ بنادے مہ تاباں ہم کو

معنی آفرینی کے جلووں پر چند اشعار دیکھیں:

شرم سے جھکتی ہے محراب کہ ساجد ہیں حضور
سجدہ کرواتی ہے کعبہ سے جبیں سائی دوست

خم زلف بنی ساجد ہے محراب دو ابرو میں
کہ یارب تو ہی والی ہے سیہ کاران امت کا

اسی در پر تڑپتے ہیں مچلتے ہیں بلکتے ہیں
اٹھا جاتا نہیں کیا خوب اپنی ناتوانی ہے

عزت افزا ہے شرم گنہ سے مرا سکوت
گویا لب خموش لحد کا جواب ہوں
مٹ جائے یہ خودی تو وہ جلوہ کہاں نہیں
دردا میں آپ اپنی نظر کا حجاب ہوں

تنگ ٹھری ہے رضا جس کے لئے وسعت عرش
بس جگہ دل میں ہے اس جلوۂ ہر جائی کی
سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینے کو یارب
نظارہ روئے تاباں کا بہانہ کرکے حیرت کا

براق کی تیز گامی سے متعلق ایک شعر ملاحظہ کیجئے:۔

تھی براق نبی یا کہ نور نظر...... یہ گیا وہ گیا وہ نہاں ہو گیا

سرکار دو عالم ﷺ کی ایڑیوں کی تابانی اور ان کے پنیرار کے ذروں سے متعلق مضمون نگاری اور معنی آفرینی ملاحظہ کریں۔ کیا بلاغت خیال ہے، جذبات کی نزاکت اور پاکیزگی کا

کیا خوب اظہار ہے؟

۱۔

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

۲۔

ذرے جھڑ کر تری پیزاروں کے
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

امام احمد رضا کی انوکھی معنی آفرینی سے متعلق یہ شعر دیکھیں:

درودیں صورت ہالہ محیط ماہ طیبہ میں   برستا امت عاصی پہ اب رحمت کا پانی ہے

علم ہیئت کی روشنی میں ایک عام خیال ہے کہ جب ہالہ چاند کو اپنے حلقہ میں لے لیتا ہے تو بارش کا نزول یقینی ہو جاتا ہے۔ اب اس نکتہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام موصوف معنی آفرینی کرتے ہیں کہ امت کیجانب سے درودوں کی پیہم ڈالیاں نچھاور کیجاتی ہیں وہ بھی ماہ طیبہ کے گرد بصورت ہالہ اپنا حلقہ بنالیتی ہے۔ اس کے بعد ہر آن یہ آس لگی رہتی ہے کہ امت عاصی پر رحمت و نور کی رم جھم رم جھم برسات اب ہوئی تو اب ہوئی۔ یہ نکتہ آفرینی اہل ذوق و نظر سے خصوصی داد و توجہ کی مستحق ہے۔

حضور رحمت عالم، محسن اعظم ﷺ بے شک رحمۃ للعالمین ہیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ انھوں نے دشمنان خدا سے جہاد بھی فرمایا ہے اور یہ عمل گناہ گاروں سے نفرت کا نہیں بلکہ گناہ سے نفرت کا غماز تھا اس لئے کہ گناہ گار کفار و مشرکین گناہ مجسم بن گئے تھے۔ تاریخ کی اس گواہی اور سرکار دو عالم ﷺ کے سیرت اقدس کے اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے امام احمد رضا کا یہ شعر ملاحظہ کریں اور ان کی معنی آفرینی کی داد دیں:

ابر نیساں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر...... جمع ہیں شان جمالی و جلالی ہاتھ میں

اب اس شعر کی روشنی میں سرکار اعظم ﷺ کی جمالی و جلالی سیرت کی غمازی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل شعر دیکھیں اور معنی آفرینی کا کمال ملاحظہ کریں:-

تیری جلو میں ہے ماہ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا
حیات جاں کا رکاب میں ہے ممات اعداء کا ڈاب میں ہے

اس شعر میں ماہ طیبہ کے ذکر کے بعد ہلال کا ذکر پھر رکاب و ڈاب کا تذکرہ جس کا ہلال کے ہم شکل ہونا ظاہر ہے پھر مرگ و زیست میں تقابل ضدین بھی ہے۔ ان سب محاسن کیوجہ سے شعر نے شعریت کا اعلیٰ مقام حاصل کرلیا ہے۔ حضور انور ﷺ وجہ تخلیق عالم ہیں اس لئے مرگ و زندگی کے بھی مرکز ہیں۔ پھر کمال یہ ہے کہ ادائے مطلب میں بارگاہ رسالت کے ادب و احترام کی شان بھی واضح ہے کہ عاشقان رسول ﷺ کی زندگی کا ہلال مرکب رسول اکرم ﷺ کی رکاب میں ہے اور اعدائے رسول کی موت کا ہلال حضور کے ڈاب یعنی خنجر کیساتھ وابستہ ہے۔

رہروان مدینہ کے قافلے سے بچھڑ جانے کو کس خوبی سے ادا کیا ہے اور کمر آرائی کی ترکیب سے کیا حسن پیدا کیا ہے:؟

قافلہ نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی...... مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

ترکیب سازی کی ندرت کے ساتھ مضمون آفرینی اور معنویت کا جمال ملاحظہ کریں:

دل شدوں کا یہ ہوا دامن اطہر پہ ہجوم — بیدل آباد ہو نام دیار دامن

دل شدوں کا ہجوم او بیدل آباد — کی ترکیب آرائی خوب ہے

گوشہ گوشہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یوسفستاں ہے ہر گوشۂ کنعان عرب

کیا مضمون نکالا ہے اور معنویت کا جلوہ دکھایا ہے۔ کنعان عرب کی ترکیب بھی خوب ہے لیکن جو بات یوسفستاں میں ہے اس کا جواب نہیں۔ یہ ترکیب شاعری میں بالکل انوکھی ہے۔

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی

مازاغ البصر وماطغیٰ کی کسقدر حسین تشریح ہے۔

شافع یوم النشور، حضور جان نور ﷺ حشر میں شفاعت فرمائیں گے اور ان کی سرگرمیاں بڑھی ہوں گی۔ اس کیفیت کا اظہار کسدرجہ ادب واحترام اور کس شان و انداز نیز شفتگی کی کیفیت کے ساتھ کرتے ہیں:

وہ سرگرم شفاعت ہیں عرق افشاں ہے پیشانی
کرم کر عطر صندل کی زمین رحمت کی گھانی ہے

عطر صندل کی زمیں ، رحمت کی گھانی ۔کیا نازک خیالی اور نکتہ آفرینی ہے۔عشق آگ ہے بیشتر شاعروں نے یہ مضمون باندھا ہے۔اب دو شعر رضا بریلوی کے وہ بھی نعت کے میدان میں ملاحظہ کریں:۔

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

آتش محبت، آتش دوزخ کو سرد کر دیتی ہے سیدھی سی بات ہے لیکن معنی آفرینی نے اس موضوع کو کس بلندی پر پہنچا دیا ہے:۔

بیچ میں آگ کا دریا حائل
قصد اس پار ہے کیا ہو نا ہے

سیدھا سادا شعر ہے لیکن غور کرتے جایئے اور بحر معنی میں ڈوبتے جایئے۔

معجزہ شق القمر کے مضمون کو کس ندرت وجدت کے ساتھ بیان کرتے ہیں:۔

کس ہاتھ کا غم تاب و تواں ٹوٹ گیا
کانپا ید بیضا کہ عصا چھوٹ گیا
جنبش ہوئی کس مہر کی انگلی کو رضاؔ
بجلی سی گری شیشۂ مہ ٹوٹ گیا

نور انگشت کی بجلی ہے چمک پرائے چرخ
شیشۂ ماہ بچانا یہ گری وہ تڑپی

حضور اکرم ﷺ کی سماعت پر مضمون آفرینی ملاحظہ کریں:

دور و نزدیک کے سننے والے او کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

پانچ سو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام
آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور حضرت حبیب اللہ ﷺ کا تقابل ایک بہت ہی نازک مقام ہے۔ رضاؔ بریلوی اس نازک ترین مرحلہ سے کس طرح گزرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

نہ عرش ایمن نہ انی ذاھبٌ میں میہمانی ہے
نہ لطفِ اُدن یا احمد نصیب لن ترانی ہے

سرکار ابد قرار ﷺ کے چہرہ مبارک کی کتنی حسین عکاسی قرآن کے حروف مقطعات کے ذریعہ کرتے ہیں۔ مضمون بندی اور معنی آفرینی میں ندرت وجدت ملاحظہ کریں:۔

ک گیسوہ دہن آنکھیں ع ص

کھٰیعص ہے ان کا چہرہ نور کا

تشبیہات کی تازہ کاری بھی اس شعر میں موجود ہے۔ چند اشعار میں معنی آفرینی کا نظارہ اور بھی دیکھیں:۔

ہے لب عیسیٰ سے جان بخشی نرالی ہاتھ میں

سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر درود

وقف سنگ درجبیں روضہ کی جالی ہاتھ میں

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کے زلف دوتا کی قسم

مندرجہ ذیل شعر میں رضاؔ نے مضمون آفرینی کی انتہا کر دی ہے:

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا...... ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

گیسوئے سرور کونینﷺ پر رنگ رنگ کے اشعار دیکھیں:

سوکھے دھانوں پہ ہمارے بھی کرم ہو جائے

چھائیں رحمت کی گھٹا بن کے تمہارے گیسو

شانہ ء پنجۂ قدرت تیرے بالوں کے لئے
کیسے ہاتھوں نے شہا تیرے سنوارے گیسو
تار شیرازۂ مجموعہ کونین ہیں
حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

فدائیت اور شیفتگی کے تب وتاب کے ساتھ معنی آفرینی کا رنگ ملاحظہ کیجئے:-

ان کے نقش پا پہ غیرت کیجئے
آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے
ان کے حسن با ملا حت پر نثار
شیرۂ جاں کی حلاوت کیجئے
ڈوب کر یاد لب شاداب میں
آب کوثر کی سیاحت کیجئے
سرسے گر تا ہے ابھی بار گناہ
خم ذرا فرق ارادت کیجئے

ہوئے کم خوابیء ہجراں میں ساتوں پردے کم خوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا
الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخواب بصارت کا

علم بیان:

علم بیان کے اجزائے ترکیبی حسب ذیل ہیں:

۱۔تشبیہ ۲۔استعارہ ۳۔مجاز مرسل ۴۔کنایہ

ہر لفظ کسی مخصوص معنی کیلئے وضع کیا جاتا ہے۔اگر کسی لفظ کے وہی معنی مراد لئے جائیں جس کے لئے اسے وضع کیا گیا ہے تو اسے حقیقت کہتے ہیں لیکن اگر اس سے حقیقی معنی کے بجائے ایسے معنی مراد لئے جائیں جو لفظ کو لازم تو ہوں لیکن التزام یہ رکھا جائے کہ اس جگہ وہ لازم مراد نہیں تو اس لفظ کو مجاز کہتے ہیں۔

شعر میں اصل حقیقت مجاز ہے۔مجاز میں استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ کو شامل کیا گیا ہے تشبیہ کو نہیں۔البتہ مجاز کیساتھ تشبیہ کا بھی خاص تعلق ہے کیونکہ مجاز کی ایک خاص قسم تشبیہ سے ہی پیدا ہوتی ہے جسے استعارہ کہتے ہیں۔

امام احمد رضا خاں کی تشبیہات:

۱۔ سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول — لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

۲۔ دل اپنا بھی شیدائی ہے اس ناخن پا کا — اتنا بھی مہ نو پہ نہ اے چرخ کہن پھول

۳۔ دل بستہ وخوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت — کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

۴۔ شب یاد تھی کن دانتوں کی شبنم کی دم صبح — شوخان بہاری کے جڑاو ہیں کرن پھول

۵۔ واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ — مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

اس شعر میں استعارہ بھی ہے اور تشبیہ بھی ہے۔ گل استعارہ ہے اور حضور انور ﷺ کے پسینہ کی تشبیہ عطر سے دی گئی ہے:

۶۔

رنگ مژہ سے کر کے خجل یادشاہ میں
کھینچا ہے ہم نے کانٹوں پہ عطر جمال گل

رنگ مژہ سے اشک خوں کی طرف اشارہ ہے اور اسے عطر جمال گل سے تشبیہ دیگئی ہے اور مژہ کو کانٹوں سے۔

۷۔

نعت حضور میں مترنم ہے عندلیب
شاخوں کے جھومنے سے عیاں و جدو حال گل

۹۔

مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لو سیاہ کارو مبارک ہو قبالہ نور کا

۱۰۔

بزم ثنائے زلف میں میری عروس فکر کو
ساری بہار ہشت خلد چھوٹا سا عطر دان ہے

۱۱۔

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالہ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

۱۲۔

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

۱۳۔

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور کا

۱۴۔

تاب مرات سحر گرد بیابان عرب
غازہ روئے قمر دود چراغان عرب

۱۵۔

بزم قدسی میں یاد لب جان بخش حضور
عالم نور میں ہے چشمۂ حیوان عرب

۱۶۔

شاخ قامت شہ میں زلف و چشم و رخسار و لب میں
سنبل نرگس گل پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

۱۷۔

مشکبو زلف سے رخ چہرہ سے بالوں میں شعاع
معجزہ ہے حلب زلف و تتار عارض

حلب کا شیشہ اور تتار کا مشک مشہور ہے۔اس شعر میں امام احمد رضا نے ندرت و جدت کا ثبوت پیش کیا ہے۔کہتے ہیں کہ زلف سے چہرہ مشک بو ہے اور چہرہ سے بالوں میں شعاع یعنی چمک ہے اور یہ حلب زلف اور تتار عارض کا معجزہ ہے۔یعنی معجزۂ حضور ہے کہ زلف کو حلب یعنی شہر آئینہ اور عارض کو شہر مشک بنا دیا۔

ہیں عکس چہرہ سے لب گل گوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرہ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کے زلف دوتا کی قسم

جس تبسم نے گلستاں پہ گرائی بجلی
پھر دکھادے وہ ادائے گل خنداں ہم کو

جا بجا پرتو فگن ہیں آسماں پر ایڑیاں
دن کو ہیں خورشید شب کو ماہ و اختر ایڑیاں

بلبل نے گل ان کو کہا قمری نے سرو جانفزا
حیرت نے جھنجھلا کر کہا یہ بھی نہیں وہ نہیں

بے نواؤں کی نگاہیں ہیں کہاں تحریر دست
رہ گئیں جو پا کے جو دلا یزالی ہاتھ میں

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا
سینے پہ رکھدو ذرا تم پہ کروڑوں درود

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں ان لبوں کی نزاک پہ لاکھوں سلام
شبنم باغ حق یعنی رخ کا عرق اسکی سچی براقت پہ لاکھوں سلام
خط کی گرد دہن وہ دل آرا پھبن سبزۂ نہر رحمت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام
کعبۂ دین وایماں کے دونوں ستون ساعدین رسالت پہ لاکھوں سلام
ساق اصل قدم شاخ نخل کرم شمع راہ اصابت پہ لاکھوں سلام
حجر اسود کعبۂ جان و دل یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

ک گیسوہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھٰیٰعص ہے ان کا چہرہ نور کا

قالب تہی کئے ہے ہمہ آغوش ہلال
اے شہ سوار طیبہ میں تیری رکاب ہوں

اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں
مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے طلب

کعبہ جاں کو پہنایا ہے غلاف مشکیں
اڑ کے آئے ہیں جو ابرو پہ تمہارے گیسو

مژدہ ہو قبلہ سے گھنگھور گھٹائیں اڈیں
ابرووں پر وہ جھکے جھوم کے بارے گیسو
تیل کی بوندیں ٹپکتی نہیں بالوں سے رضؔا
صبح عارض پہ لٹاتے ہیں ستارے گیسو

بے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں
بے خار گلبن چمن آرا کہوں تجھے

منزل کڑی ہے شان تبسم کرم کرے
تاروں کی چھاؤں نور کے تڑکے سفر کریں

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل وہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
دو قمر دو پنجہ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

یارب ہرا بھرا ہے داغ جگر کا باغ ...... ہر مہ، مہ بہار ہو ہر سال سال گل

لطف برق جلوہ معراج لایا وجد میں
شعلہ جوالہ ساں ہے آسمان سوختہ

لیلتہ القدر ان کے گیسو مطلع الفجر ان کی مانگ
انکے بندوں پر سلام رب سے مژدہ نور کا

رومی غلام دن، حبشی باندیاں شبیں
گنتی کنیز زادوں میں شام وسحر کی ہے

امام احمد رضا کے یہاں گل، چاند وغیرہ کی عام فہم تشبیہات بھی ہیں مگر انھوں نے ان تشبیہات کو تازگی عطا کی ہے اور بہت سی تشبیہیں ان کی ندرت وجدت کے نمونے ہیں:

مثلاً:

دانت کو شوخانِ بہاری کا کرن پھول کہنا

رنگ مژہ یعنی اشک خوں کو عطر جمال گل کہنا

شاخوں کے جھومنے کو گل کا وجد و حال بتانا

سدرہ کو قصر خلد کا ننھا سا پودا کہنا

آنکھوں جنت کی بہاروں کو چھوٹے سے عطر دان سے تشبیہ دینا، آنکھوں کو لوگوں نے غزال سے تشبیہ دی ہے لیکن حریم حق کا غزال کہنے میں رضؔا بریلوی نے ندرت پیدا کی ہے۔ بیابان عرب کا غازہ کہنا، ساعدین (کلائیوں) کو کعبہ دین وایمان کا ستون بتانا۔ مہر نبوت کو کعبہ جان و دل کا حجر اسود کہنا۔ یا دلب کو چشمہ حیواں یعنی آب حیات بتانا، داغ جگر کو باغ سے تشبیہ دینا۔ ایڑیوں کو خورشید، قمر اور ستارے کہنا۔

تحریر دست کو نگاہیں اور پسینۂ رخ کو شبنم باغ کہنا، ریش کو ہالہ ماہ ندرت، دہن کو نہر رحمت! وغیرہ

اور ایک مقام پر اس طرح کہا ہے۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

دہن کو چشمۂ علم و حکمت کہا ہے۔

اسی طرح زبان کو کن کی کنجی کہا ہے۔

وہ زبان جسکو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

خط کو نہر رحمت کا سبزہ کہنا۔۔ دن کو رومی غلام اور شب کو حبشی باندیاں کہنے میں

کیا ہی ندرت ہے؟ پیروں کو راہ اصابت کی شمع کہنا...... کف پا کو چاند سے تشبیہ دینا۔ ہلال کو ہمہ آغوش کہکر اسے رکاب سے تشبیہ دینا۔ چھالوں سے ستاروں کی تشبیہ دینا، چہرہ کو قرآنی حروف سے تشبیہ دینا وغیرہ۔ میں ندرت و جدت ہے اور جمالیاتی احساس کا پورا پورا پاس و خیال بھی!

قطعہ بند اشعار میں تشبیہ کی مثال:۔

محبوب رب عرش ہے اس سبز قبہ میں
پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے
سعدین کا قرآن ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

صدیق اکبر اور فاروق اعظم کو سعدین (دو سعد ستاروں) سے اور حضور انور ﷺ کو چاند سے تشبیہ دی ہے۔

ایک رباعی میں تشبیہ کی مثال:

ہے جلوہ گہ نور الٰہی وہ رو قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

استعارہ:

معنی کی وضاحت اور شدت کے حصول کیلئے استعارہ سے زیادہ اہم کوئی طریقہ نہیں۔ یہ محض ایک تزئینی شے نہیں بلکہ شعر کا جوہر ہے۔ استعارہ کو صفائی خیال کی کلید اور معانی کا گنجینۂ طلسم کہا گیا ہے۔ امام احمد رضا کے کلام میں بہت ہی لطیف استعارے موجود ہیں جن میں تازہ کاری اور جدت بھی ہے۔ امام موصوف کے قصیدہ سلامیہ ہی میں استعاروں کی

اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔

۱۔ مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یارارم تاجدار حرم نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخ نبوت پہ روشن درود گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام
نور عین لطافت پہ الطف درود زیب وزین لطافت پہ لاکھوں سلام
سرو ناز قدم مغز زار حکم یکہ تاز فضیلت پہ لاکھوں سلام
نقطۂ سرو حدت پہ یکتا درود مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام
فتح باب نبوت پہ بیحد درود ختم دورسالت پہ لاکھوں سلام
سر غیب ہدایت پہ لاکھوں درود عطر حبیب نہایت پہ لاکھوں سلام

امام موصوف کے قصیدۂ درودیہ میں بھی استعاروں کی بہتات ہے:

۲۔ کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور لم ہے وہ ان ہوا تم پہ کروڑوں درود

۳۔ امام موصوف کا وہ قصیدہ جو علم نجوم و ہیئت کی اصطلاحات پر مبنی ہے، اس میں نہایت ہی نادر استعارات موجود ہیں۔ گو کہ یہ بغیر شرح کے سمجھنا مشکل ہے لیکن استعارے بہت صاف ہیں۔

۱۔ خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن ......اس گل سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمن

۲۔ دامن البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول......کوڑے کی چوٹی میں ہے حاصل چندیں چمن

۳۔ ثور سے عذرا میں جب شمس نے تحویل کی......دلو سے نکلے نجوم چاند کا چھوٹا گہن

۴۔ شوہر عذرا ہوا ابن عروس عرب...... لیلیٰ و سلمیٰ ہوئیں شمع قدم کی لگن

مندرجہ بالا اشعار میں ۔۔۔۔ گل سوسن استعارہ ہے فلک کیلئے ، گل یاسمن تاروں کے لئے۔۔۔۔ البرز سے مراد ہے فلک ثوابت اور کلیوں سے مراد اس کے بروج ہیں۔ ثور سے مراد مکہ معظمہ۔۔۔۔ عذرا سے مراد مدینہ منورہ، شمس سے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس مراد ہے۔ نجوم اشارہ ہے صحابۂ کرام کی طرف۔ چاند سے مراد اسلام ہے، عذرا-مدینہ طیبہ،ابن عروس عرب-اسلام، لیلیٰ -کعبہ معظمہ، سلمیٰ-مدینہ منورہ، شمع قدم-اسلام......وغیرہ مراد ہیں۔

یہ پورا قصیدہ استعاراتی ہے۔

دیگر اشعار میں استعارہ آرائی کا حسن ملاحظہ کیجئے:-

جنت ہے ان کے جلوے سے جو یائے رنگ و بو
اے گل ہمارے گل سے ہے گل کو سوال گل

پہلے گل۔ حقیقی گل ہے۔ دوسرے گل سے مراد سرکار ابد قرار ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ تیسرے گل سے مراد جنت ہے اور چوتھے گل سے مراد اصلی گل ہے یعنی: پھول!

بلبلو مالک فردوس تمہارا گل ہے
باغباں کس کا ہے گل کس کا گلستاں کس کا

نہ رکھی گل کے جوش حسن نے گلشن میں جا باقی
چٹکتا پھر کہاں غنچہ کوئی باغ رسالت کا

۵۔ اس گل کے سوا ہر گل با گوش گراں آیا...... دیکھے گی ہی اے بلبل جب وقت فغاں آیا

رضاؔ بریلوی نے ایک ہی شعر میں ایک ہی لفظ سے کئی استعارے بنائے ہیں۔ شعر نمبر ۲ میں

پہلے گل سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے، دوسرے گل سے مراد گل ارضی بھی لے سکتے ہیں اور اگر گلستاں کو جنت سے مراد لیں تو گل سے مراد گل فردوس یا حور بہشتی ہے۔

شعر نمبر ۳: میں گل سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ شعر نمبر ۴ میں پہلے گل سے مراد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارک، دوسرے گل سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام ہیں۔

۶۔ واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ...... مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

یہاں گل سے مراد نبی اکرم ﷺ کی ذات پاک ہے

گل طیبہ کی ثنا گاتے ہیں...... نخل طوبیٰ پہ چہکنے والے

۷۔ گونج گونج اٹھتے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

۸۔ کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جسمیں حسین اور حسن پھول

۹۔ مولیٰ گلبن رحمت، زہرا سبطین اس کی کلیاں پھول
صدیق و فاروق و عثماں حیدر ہر ایک اسکی شاخ

حضور کو گلبن رحمت، زہرا اور حسنین کریمین کو پھول اور کلیاں قرار دیا ہے۔

۱۰۔ وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

۱۱۔ کیا وہ بھی کوئی بلبل گلزار اقدس ہے
نعت گل مدینہ میں جو نغمہ زن نہیں

۱۲۔ ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز
چہچہا کرام ہو ہی جائے گا

۱۳۔ منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے خبر، مری اے ماہ لے خبر

اس شعر میں خضر اور مہ دونوں استعارے ہیں:

۱۴۔ جب ماہ تجلی پر وہ نیر جاں آیا
سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو پتاں آیا

مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن
گیا جو کاسۂ مے لیکے شب گدائے فلک

۱۵۔ فلک کو گدا سے اور جواہر سے ستارے مراد لئے ہیں۔

رہا جو قانع یک نان سوختہ......ملی حضور سے کان گہر جزائے فلک

نان سوختہ۔سورج اور کان گہر۔ستارے

۱۶۔ اوس مہر حشر پر پڑ جائے پیاسو تو سہی......اس گل خندہ کا رونا گریۂ شبنم نہیں

۱۷۔ مشک سا زلف شہ و نور فشاں روئے حضور......اللہ اللہ حلب و تتار دامن

۱۸۔ ابر نیساں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر...... جمع ہیں شان جلالی و جمالی ہاتھ میں

۱۹۔ ہر خط کف ہے یہاں اے دست بیضائے کلیم
موجزن دریائے نور بے مثالی ہاتھ میں

حضور جانِ نور کے ﷺ کے خطِ کف کو دریائے نور سے استعارہ کیا ہے:

۲۰۔ پنجۂ مہرِ عرب ہے جس سے دریا بہہ گئے ...... چشمۂ خورشید میں تو نام کو نم نہیں

کنایہ:

کنایہ کا استعمال بڑا سلیقہ چاہتا ہے۔امام احمد رضا کے کلام میں کنایات کا بہت ہی لطیف اور حسین استعمال موجود ہے۔چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

۲۔ سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

شعر نمبر ۱: اور نمبر ۲: میں اونچوں سے اونچا اور اچھوں سے اچھا۔انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں۔

۳۔ چھوڑ کے اس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبسو
پھر کہو سر پہ رکھ کے ہاتھ لٹ گئی کمائی کیوں

۴۔ کالک جبیں کی سجدۂ در سے چھڑاؤ گے ...... مجھکو بھی لے چلو یہ تمنا حجر کی ہے

۵۔ لب زلال چشمہ کن میں گندھے وقت خمیر
مردے زندہ کرنا اے جان تم کو کیا دشوار ہے

۶۔ ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو سے ابھرا
دنیٰ کی گودی میں انکو لیکر فنا کے لنگر اٹھا دیئے تھے

لو بتہ دامن کہ شمع جھونکوں میں روز جمع
آندھیوں سے حشر اٹھا تم پہ کروروں درود

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

جس کے جلوؤں سے احد ہے تاباں، معدن نور ہے اس کا داماں
ہم بھی اس چاند پہ ہو کے قرباں دل سنگیں کی جلا کرتے ہیں

ماہ من بیر محشر کی گرمی تابکے
آتش عصیاں میں خود جلتی ہے جان سوختہ

گنہ کی تاریکیاں چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

کہتا رہا کہ جانب عصیاں نہ آئے دل
ان رہزنوں نے لوٹ لی آخر سرائے دل

طیر حرم ہیں یہ کہیں رشتہ بپا نہ ہو
یوں دیکھئے کی تار نظر کو خبر نہ ہو

طیر حرم استعارہ ہے نگاہ شوق کیلئے۔

استعارہ بالکنایہ کی چند مثالیں

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

پانچ دریائے کرم ہیں رضؔا
پانچ فوارے چھلکنے والے

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا

آپ زر بنتا ہے عارضی پر پسینہ نور کا
مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا
مصحف عارض پہ ہے خط شفیعہ نور کا
لوسیہ کا رو مبارک ہو قبالہ نور کا

مندرجہ ذیل اشعار میں نفس کنایہ ہے۔

تجھ سے جو اٹھائے میں نے صدمے ایسے نہ ملے کبھی کسی سے
اف رے خود کام بے مروت پڑتا ہے کام آدمی سے
تو نے ہی کیا خدا سے نادم تو نے ہی کیا خجل نبی سے

مجاز مرسل

مجاز مرسل کلام میں بانکپن اور لطافت پیدا کرتا ہے اور اس سے کلام میں رفعت پیدا ہو جاتی ہے اور طرز ادا میں ندرت۔ امام احمد رضا نے مجاز مرسل کو بڑے سلیقہ سے برتا ہے۔

۱۔ تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

۲۔ بحر سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ مرا چھینٹا تیرا

۳۔ فیض ہے یا شہ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

۴۔ اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند
مر مٹے پیاسے ادھر سرکار ہم

۵۔ حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

۶۔ میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا

یقیں ہے وقت جلوہ لغزشیں پائے نگہ پائے
ملے جوش صفائے جسم سے پابوس حضرت کا

۸۔ تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا
سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارئی دوست

۹۔ زبان خار کس کس درد سے ان کو سناتی ہے
تڑپنا دشت طیبہ میں جگر افگار فرقت کا

۱۰۔ ابر نیساں مومنوں کو تیغ عریاں کفر پر
جمع ہیں شان جمالی و جلالی ہاتھ میں

۱۱۔ قافلہ نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

۱۲۔ جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

۱۳۔ رخصت قافلہ کا شورغش سے ہمیں اٹھائے کیوں
سوتے ہیں ان کے سائے میں کوئے ہمیں جگائے کیوں

۱۴۔ یا قافلتی زیدی اجلک رحمے بر حسرت تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

۱۵۔ بہاریں آئیں جو بن پر گھرا ہے ابر رحمت کا
لب مشتاق بھیگیں دے اجازت ساقیا مل کو

۱۶۔ جو یا اپنے پیاسوں کا شہہِ کوثر ہے آپ
کیا عجب اڑ کر جو آپ آئے پیالی ہاتھ میں

۱۷۔ وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

۱۸۔ کیا اسکو گرائے دہر جس پر تو نظر رکھے
خاک اس کو اٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

۱۹۔ اک تیرے رخ کی روشنی چین ہے دو جہان کی
انس کا انس اسی سے ہے جان کی وہی جان ہے

رخ بول کر سرکار علیہ السلام کی ذات مراد لی گئی ہے۔

۲۰۔ سب کروفر سلام کو حاضر ہیں السلام
ٹوپی یہیں تو خاک پہ ہر کروفر کی ہے

امام احمد رضا کے کلام میں ضائع لفظی اور ضائع معنوی کے نمونے موجود ہیں۔ صنعت مراعاۃ النظیر، صنعت ایہام اور صنعت تجنیس وغیرہ کو رعایات لفظی کے ذیل میں، صنعت اشتقاق اور شبہ اشتقاق وغیرہ کو تکرار الفاظ کے ذیل میں اور تلمیح کے نمونے عربی و فارسی زبانوں کے استعمال میں پیش کر چکے ہیں۔ یہاں چند مخصوص قسم کی صنعتوں کی نشاندہی کی جائیگی۔

ضعت تضاد:

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں — خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے — پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا......نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے......تم کو تو ہے اختیار آقا

یہی ہے اصل عالم مادہ ایجاد خلقت کا — یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگام کثرت کا

ایک دن آواز بدلیں گے یہ ساز...... چہچہا کہرام ہو ہی جائے گا

اس صنعت میں امام موصوف کے یہاں ابھی بیسیوں اشعار موجود ہیں۔ نمونۂ چند اشعار پیش کردئے گئے۔

۲۔ صنعت رد العجز علی الصدر:

جن و بشر سلام کو حاضر ہیں السلام یہ بارگاہ مالک جن و بشر کی ہے
شمس و قمر سلام کو حاضر ہیں السلام خوبی انھیں کی جوت سے شمس و قمر کی ہے

سب بحر و بر سلام کو حاضر ہیں السلام ...... تملیک انھیں کے نام تو ہر بحر و بر کی ہے

۳۔ صنعت عکس:

محمد برائے جناب الٰہی جناب الٰہی برائے محمد ﷺ
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حسن طلب:

میرے کریم گنہ زہر ہے مگر آخر
کوئی تو شہد شفاعت چشیدہ ہونا تھا

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

اپنے رحمت کی طرف دیکھیں حضور
مر مٹے پیاسے ادھر سرکا ہم

۵۔ صنعت تجاہل عارفانہ:

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا
نہ کوئی گیا نہ آیا

جنت کو حرم سمجھا آتے تو یہاں آیا
اب تک کے ہر اک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا
طیبہ سے ہم آتے ہیں کہیئے تو جناں والو
کیا دیکھ کے جیتا ہے جو واں سے یہاں آیا

کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

اسمیں روضہ کا سجدہ ہو کہ طواف
ہوش میں جو نہ ہو وہ کیا نہ کرے

چھوڑ کے اس حرم کو آپ بن میں ٹھگوں کے آبسو
پھر کہو سر پہ دھر کے ہاتھ لٹ گئی سب کمائی کیوں

یہ وہی ہیں کہ بخش دیتے ہیں
کون ان جرموں پہ سزا نہ کرے

بے بسی ہو جو مجھے پرشش احوال کے وقت
دوستو کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے

گونج گونج اٹھتے ہیں نغمات رضا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وامنقار ہے

جب بام تجلی پر وہ نیر جاں آیا
سر تھا جو گرا جھک کر دل تھا جو تپاں آیا
اس گل کے سوا ہر گل با گوش گراں آیا
دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقت فغاں آیا

۶۔ صنعت ترصیع:

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیاء چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستہ تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا
ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلہ نور کا

سویا کئے نابکار بندے......رویا کئے زار زار آقا

مومن ان کا کیا ہوا اللہ اس کا ہو گیا — کافران سے کیا پھرا اللہ ہی سے پھر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا — فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

تاب مرات سحر، گرد بیابان عرب — غازہ روئے قمر، دود چراغان عرب
پھر اٹھا ولولۂ یاد مغیلان عرب — پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب
میٹھی باتیں تری دین عجم، ایمان عرب — نمکیں حسن ترا جان عجم، شان عرب

بڑھ گئی تیری ضیا اندھیر عالم سے چھٹا　　کھل گیا گیسو ترا رحمت کا بادل گھر گیا

کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے　　چبھتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے

۷۔ صنعت مسمط:

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں شرح والشمس وضحیٰ کرتے ہیں

ان کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں جن کو محمود کہا کرتے ہیں

یہ پوری نعت اسی صنعت میں ہے۔ دو شعر اور ملاحظہ کریں:

ماہ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو

مصطفیٰ پیارے کی قدرت دیکھو کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جنکی تعظم

سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

حق یہ ہیں کہ عبد اِلٰہ اور عالم امکاں کے شاہ

برزخ ہیں وہ سر خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانئ دل و جاں نہیں

کہو کیا ہے جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

صنعت لف ونشر مرتب:

خوار و بیمار خطاوار گنہگار ہوں میں......رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

دندان ولب وزلف ورخ شہ کے فدائی ...... ہیں درعدن لعل یمن مشک ختن پھول

باعطا تم، شاہ تم، مختار تم ...... بے نوا ہم، زار ہم، ناچار ہم

شاخ قامت شہ میں، زلف وچشم ورخسار ولب میں
سنبل، نرگس، گل، پنکھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ
یاد رخ میں آہیں بھر کے بن میں رویا آئی بہار
جھومیں نسیمیں، نیساں برسا، کلیاں چٹکیں مہکی شاخ

لف ونشر غیر مرتب:

دو قمر، دو پنجہ خور، دو ستارے، دس ہلال ......ان کے تلوے، پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

مشک ساز لف شہ نورفشاں روئے حضور ......اللہ اللہ حلب حبیب وتتار دامن

ظاہر و باطن اول و آخر زیب فروع و زین اصول
باغ رسالت میں ہے تو ہی گل غنچہ جڑ پتی شاخ

دل بستہ بیقرار وجگر چاک اشکبار ......غنچہ ہوں گل ہوں برق تپاں ہوں شرار ہوں

دیکھو قرآں میں شب قدر سے تا مطلع فجر ...... یعنی نزدیک ہیں عارض کے وہ پیارے گیسو

صنعت تنسیق الصفات:

آسماں خوان زمین خواں زمانہ مہمان صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
حرم وطیبہ و بغداد جدھر کیجئے نگاہ جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے
تمہاری چمک تمہاری دمک تمہا ری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سما و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے
یہ شمس و قمر یہ شام وسحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لئے

عارض شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

شمع دل مشکوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کیلئے آیا ہے سورہ نور کا
ک گیسوہ دہن ی ابرو آنکھیں ع ص
کھیٰعص ہے تیر ا چہرہ نورکا

۱۱۔ صنعت تلمیح:

تلمیحات کا استعمال شاعر کے ادبی مذاق اور اس کے علمی تبحر سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے۔ شاعر کا علم جس قدر وسیع اور ذخیرۂ معلومات جس قدر متنوع ہوگا اسی قدر اس کی تلمیحات کا دائرہ بھی وسیع ہوگا۔۔۔امام احمد رضا بریلوی کا علمی تبحر اور ان کی عبقریت مسلم ہے لہذا ان کے کلام میں میں تلمیحات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے۔ ان کے کلام میں دونوں طرح کی تلمیحات ہیں۔ عام فہم بھی ہیں اور دور از کار بھی کہ جنکے سمجھنے کیلئے دینی علم اور سیرت رسول عربی ﷺ سے پوری پوری آگہی کی ضرورت ہے۔

رجعت شمس اور شق القمر سے متعلق:

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی مہ کا کلیجہ چر گیا

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اک اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ ﷺ کی

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں......بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

مولیٰ علی نے واری تری نیند پر نماز......اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

برق انگشت نبی چمکی تھی ایک بار......آج تک ہے سینہ مہ میں نشان سوختہ

سید الکونین سلطان جہاں ظل یزداں شاہ دیں عرش آشیاں
کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کل کی جاں کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول......لب پھول دہن پھول بدن پھول ذقن پھول

عنبر زمیں عبیر ہوا مشک تر غبار......ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہ گزر کی ہے

گنہ مغفور دل روشن خنک آنکھیں جگر ٹھنڈا......تعالیٰ اللہ ماہ طیبہ عالم تیری طلعت کا

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح الامیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں خدا کی قسم

دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

ان کے قدم سے سلسلہ غالی ہوئی جناں
واللہ مرے گل سے ہے جاہ و جلال گل

لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالۂ مہ زلف ابر اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

ہے انھیں کے دم قدم سے باغ عالم کی بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہوں عالم نہیں

ہیں عکس چہرہ سے لب گل گوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

ہے لب عیسیٰ سے جان بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

چاند اشارے کا ہلا حکم کا باندھا سورج......واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی

جنبش ہوئی کس مہر کی انگلی کو رضاؔ......بجلی سی گری شیشہ مہ ٹوٹ گیا

ماہ شق گشتہ کی صورت دیکھو کانپ کر مہر کی رجعت دیکھو
مصطفٰے پیارے کی صورت دیکھو کیسے اعجاز ہوا کرتے ہیں

جس نے ٹکڑے کیے قمر کے وہ ہے......نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

سرکار ابد قرار ﷺ کی ولادت مبارکہ سے متعلق:

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کے گر گیا

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی بڑھ چلی تیری ضیاء آتش پہ پانی پھر گیا

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا......بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

واقعہ معراج سے متعلق:

زبان فلسفی سے امن وخرق والتیام اسریٰ......پناہ دور رحمت ہائے یک ساعت تسلسل کو

نہ عرش ایمن نہ انی ذاہب میں میہمانی ہے......نہ لطف ادن یا احمد نصیب لن ترانی ہے

بندہ ملنے کو قریب حضرت قادر گیا......لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ جلوہ ظاہر گیا

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں
روح قدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں

اس کے علاوہ امام احمد رضا کا قصیدۂ معراجیہ خود معراج کے واقعہ کے متعلق ہے جہاں تلمیحات کی بہاریں قابل دید ہیں:

واقعۂ معراج، معجزہ شق القمر و رجعت شمس نیز ولادت مبارکہ سے متعلق کوئی کوئی شعر مشکل ہے، جس کی تصریح و تشریح کیلئے مذہبی دیدہ وری کی ضرورت ہے۔

مختلف واقعات، حضور اکرم ﷺ کے معجزات اور انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات و قصص سے متعلق تلمیحات دیکھیں۔ ان میں سے کچھ ایسی بھی ہیں جو دوسرے نعت نگاروں کے کلام میں موجود نہیں ہیں۔

ہر خط کف ہے یاں اے دست بیضائے کلیم
موجزن دریائے نور بے مثالی ہاتھ میں
ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
وہ گراں سنگی قدر مس وہ ارزانی جود
نوعیہ بدلا کئے سنگ ولآلی ہاتھ میں

آتش تر دامنی نے دل کئے کے کیا کیا کباب
خضر کی جاں ہو جلادو ماہیان سوختہ

عرش سے مژدۂ بلقیس شفاعت لایا
طائر سدرہ نشیں مرغ سلیمان عرب

جس نے بیعت کی بہار حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقش تسخیر جمالی ہاتھ میں

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم و النجم میں ہے آپ کی بینائی کی
بڑھا اس درجہ رعب حسن والا لیلتہ الاسریٰ
سمٹ کر بن گیا چرخ ایک پایہ ان کے محمل کا

مہر منیراں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے
ڈالے دو بوند شب دے میں جو باران عرب
کوچہ کوچہ میں مہکتی ہے یہاں بوئے قمیص
یو سفستاں ہے ہر کوچۂ کنعان عرب

شب اسریٰ قمر حیرت زدہ پھرتا رہا شب بھر
بھلایا ڈھنگ ان کی چال نے سیر منازل کا

ہاں تو نے انکو جان انھیں پھیر دی نماز
پروہ تو کر چکے تھے جو کرنی بشر کی ہے

تلمیحات کی چند مثالیں اور بھی ملاحظہ کیجئے۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

اے بلاد بے خبریٔ کفار رکھتے ہیں ایسے کے حق میں انکار
کہ گواہی ہو اگر اس کو درکار بے زباں بول اٹھا کرتے ہیں

(کنکروں کے بولنے کے معجزہ سے متعلق)

ہاں یہاں کرتی ہیں چڑیاں فریادیہیں سے چاہتی ہے ہرنی داد
اسی در پہ شتر ان ناشاد گلہ رنج و عنا کرتے ہیں
اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جنکی تعظیم
سنگ کرتے ہیں ادب سے تعظیم پیڑ سجدے میں گرا کرتے ہیں

صدیق بلکہ غار میں جاں اس پہ دے چکے
اور حفظ جاں تو جان فروض غرر کی ہے

(صدیق اکبر رضی اللہ علیہ عنہ نے حضورﷺ کی حفاظت کی خاطر غار ثور میں سوراخ کو اپنے انگوٹھے سے بند کرر کھا تھا اور سانپ نے آپ کے انگوٹھے میں جو کاٹ لیا تھا، یہ شعر اس واقعہ سے متعلق ہے)

نونیاز سبق شمسیہ ہے شمس منیر......نور آموز ہے یارب یہ دبستاں کس کا

چند عام فہم تلمیحاتی اشعار ملاحظہ کیجئے۔

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا......تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بیڑا اتر گیا

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا......ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

چمکا کے برقِ جلوہ جلا دیجے طور ساں......اَرِنی اگر کہا تو یہی ہے سزائے دل

مہر مادر کا مزہ دیتی ہے آغوش حطیم......جن پہ ماں باپ فدا یاں کرم ان کا دیکھا

عصائے کلیم اژدھائے غضب تھا......گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا

کیوں جناب بُو ہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ...... مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

یہ شعر حضور انور ﷺ کے پسینہ سے متعلق ہے جسے ام سلیم نامی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کے موقع پر انکے جسم اقدس سے لیکر بجائے عطر کے یہی مبارک پسینہ بیٹی کے جسم پر مل دیا تھا تو اس کے جسم میں ایسی خوشبو پھیل گئی تھی کہ کئی نسلوں تک پیدا ہونے والی اولادیں مہکتی رہیں۔

قسمت ثور و حرا کی حرص ہے چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی نبی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

سدرہ پہ جا کے مرغ عقل تھک کر گرا غش آگیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

امام احمد رضا بریلوی کے کلام میں تلمیحات کافی تعداد میں موجود ہیں۔ یہاں چند تلمیحاتی اشعار پیش کردئے گئے ہیں۔

(۱۲) صنعت حسن تعلیل:۔

حسن تعلیل بہت ہی خوب صورت اور نازک صنعت ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ صنعت شاعری کی جان ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ غزلیہ شاعری میں اس کا برتنا آسان ہے لیکن نعتیہ شاعری میں اسکا استعمال ایک مشکل امر ہے۔ قیود شریعت یہاں قوت متخیلہ کے قدم قدم پر عنان گیر ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کو جہاں موقع ملا ہے بڑے ہی ادب واحترام اور احتیاط و قرینے سے اس صنعت کو برتا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں...... سجدۂ شکر کا کرتے ہیں اشارے گیسو

انکے جلال کا اثر دل سے لگائے ہے قمر...... جو کہ ہو لوٹ زخم پر داغ جگر مٹائے کیوں

یہ اکثر ساتھ انکے شانہ و مسواک کا رہنا...... بتاتا ہے کہ دل ریشوں پہ زائد مہربانی ہے

ہلال کیسے نہ بنتا کہ ماہ کامل کو سلام ابروئے شہ میں خمیدہ ہونا تھا
نسیم کیوں نہ شمیم انکی طیبہ سے لاتی کہ صبح گل کو گریباں دریدہ ہونا تھا

قالب تہی کئے ہمہ آغوش ہے ہلال اے شہسوار طیبہ میں تیری رکاب ہوں

باغ عرب کا سروِ ناز دیکھ لیا ہے ورنہ آج قمریٔ جانِ غمزدہ گونج کے چہچہائی کیوں

سبزۂ گردوں جھکا تھا بہر پا بوس براق پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

جس کو قرصِ مہر سمجھا ہے جہاں اے منعمو انکے خوان جود سے ہے ایک نان سوختہ

مہر عالمتاب جھکتا ہے پئے تسلیم روز پیش ذرات مزار بیدلان سوختہ

غفلت شیخ و شاب پر ہنستے ہیں طفل شیر خوار

کرنے کو گدگدی عبث آنے لگی بہائی کیوں

ہر اک درودیوار پر مہر نے کی ہے جبیں سائی نگار مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

کہاں اس کو شک جان جناں میں زر کی نقاشی اِرم کے طائر رنگ پریدہ کی نشانی ہے

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہرو ماہ اٹھتی ہے کس شان سے گردسواری واہ واہ

جب صبا آتی ہے طیبہ سے اِدھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر

پھول جامے سے نکل کر باہر رُخ رنگیں کی ثنا کرتے ہیں

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر

پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

نہا کے نہروں نے وہ دمکتا لباس آب رواں کا پہنا

کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

(۱۴) صنعت واسع الشفتین:۔

امام احمد رضا کی ایک نعت واسع الشفتین میں ہے کہ ہر شعر میں ایسے لفظ لائے گئے ہیں جنہیں پڑھنے پر ہونٹ آپس میں نہیں ملتے۔

سید الکونین سلطان جہاں ظل یزداں شاہ دیں عرش آستاں

کل سے اعلیٰ کل سے اولیٰ کل کی جاں کل کے آقا کل کے ہادی کل کی شاں

آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور روح دے اور روح کو راح جناں

اس نعتیہ غزل کی خوبی یہ ہے کہ یہ صنعت واسع الشفتین میں بھی ہے اور اسکے کئی اشعار صنعت تنسیق الصفات کے زمرہ میں بھی آتے ہیں مثلاً یہ مندرجہ بالا تینوں اشعار! اسی طرح اور نعتوں میں کئی اشعار ایسے ہیں جنمیں دو دو صنعتیں ہیں۔ مثلاً:۔

(۱)۔ نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا...... ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

میں صنعت تلمیح بھی ہے اور صنعت ایہام بھی ہے۔

(۲)۔ عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا...... گروں کا سہارا عصائے محمد ﷺ

میں صنعت تلمیح بھی ہے اور ردالعجز علی الصدر (تجنیس کے ساتھ) بھی ہے۔

(۳)۔ تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

میں صنعت تلمیح بھی ہے اور صنعت ترصیع بھی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

پیکر تراشی:۔

پیکر کے ادبی تصور کی جھلک وصف مصوری اور محاکات کی تعریفوں سے ملتی ہے۔ مشاہدے کے ذریعہ شاعر کو جو حسی تجربے ہوتے ہیں متخیلہ انمیں حسب ضرورت تصرف کر کے ایسے تخیلی پیکر تراش لیتی ہے جو حقیقی نہ ہوتے ہوئے بھی حسی پیکروں سے زیادہ دلکش با

معنی اور بلیغ ہوتے ہیں۔ نعت کے تمام آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے امام احمد رضا نے جونوری، بصری، آتشیں، رنگین، لمسی، سماعی اور متحرک پیکر تراشے ہیں وہ لائق دید ہیں۔

چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

(۱) بان خار کس کس درد سے ان کو سناتی ہے
تڑپنا دشت طیبہ میں جگر افگار فرقت کا

(۲) اشک کہتے ہیں یہ شیدائی کی آنکھیں دھو کر
اے ادب گرد نظر ہو نہ غبار دامن

(۳)۔ آہستہ پاؤں رکھنا مدینے کے رہر وو
دل فرش راہ ہے نہ کوئی ٹوٹ جائے دل

(۴) کسی وحشی کی خاک اڑ کر چمن میں آگئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شور مستانہ سلاسل کا

(۵) عطر کی موجیں اٹھیں نور کے دھارے چلے
ڈھونڈھتی باغ عدن عدن سے آئے دلہن

(۶) پانی ہو سارا گلاب بلبلے بلبل بنیں
گائیں ملہاروں میں نعت نور کی برسے بھرن

(۷) نہ جاگ اٹھیں کہیں اہل بقیع کچی نیند
چلا یہ نرم نہ نکلی صدائے پائے فلک

(۸) شب اسریٰ قمر حیرت زدہ پھرتا رہا شب بھر
بھلایا ڈھنگ انکی چال نے سیر منازل کا

(۹) ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگار مسجد اقدس میں کیا سونے کا پانی ہے

(۱۰) مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن
گیا جو کاسۂ مہ لیکے شب گدائے فلک

(۱۱) کب سے پھیلائے ہیں دامن تیغ عشق
اب تو پائیں زخم دامن دار ہم

(۱۲) اگرچہ چھالے ستاروں سے پڑ گئے لاکھوں
مگر تمہاری طلب میں تھکے نہ پائے طلب

(۱۳) اے خار طیبہ دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

(۱۴) تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصل سمن گوندھ کے سہرا تیرا

(۱۵) جب صبا آتی ہے طیبہ سے ادھر کھلکھلا پڑتی ہیں کلیاں یکسر
پھول جامہ سے نکلکر باہر رخ رنگیں کی ثناء کرتے ہیں

مندرجہ بالا اشعار میں۔

زبان خار کا جگر افگار فرقت کا درد سنانا، اشک کا کہنا اور شیدائی کی آنکھ دھونا، دل کا فرش راہ ہونا، بگولوں سے سلاسل کا شعر مستانہ اٹھنا، عطر کی موجوں اور نور کے دھاروں کا چلنا، بلبلوں کا ملہاروں میں نعت گانا، نور کی بھرن برسنا، اس نرم روی سے چلنا کہ پائے فلک کی صدا بلند نہ ہو، قمر کا حیرت زدہ پھرنا، کاسۂ مہ کا جواہر سے دامن بھرنا، تیغ عشق کا دامن پھیلانا ، ستاروں کے پیروں میں چھالے پڑنا، خار طیبہ کا دل میں آنا اور دیدۂ تر کو خبر نہ ہونا، فصل سمن

کا سہرا گوندھ کر لانا، کلیوں کا کھلکھلانا اور پھولوں کا جامہ سے نکل کر رخ رنگیں کی ثناء کرنا، مہر کا دیوار و در پر جبیں سائی کرنا وغیرہ ایسے استعارے ہیں جو اشعار کی پیکر یت کی تشکیل کرتے ہیں۔

تلمیحاتی اشعار میں پیکر تراشی:۔

ہر خط کف ہے یہاں اے دست بیضائے کلیم
موجزن دریائے نور بے مثالی ہاتھ میں
دست عیسیٰ سے بھی ہے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں
جس نے بیعت کی بہار حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقش تسخیر جمالی ہاتھ میں

چمکا کے برق جلوہ جلا دیجئے طورساں
اَرِنی اگر کہا تو یہی ہے سزائے دل

نور انگشت کی بجلی ہے چمک پر اے چرخ
شیشۂ ماہ بچانا یہ گری وہ تڑپی

وہ برق نبی تھا یا کہ نور نظر
یہ گیا وہ گیا نہاں ہوگیا

ہاتھ میں دریائے نور کا موجزن ہونا، سنگریزوں کا ہاتھ میں شیریں مقالی پانا، ہاتھ میں

جمالی تسخیر کی لکیروں کا نقش ہونا، برق جلوہ سے طور وجود کا جلنا، نور کی انگشت کی بجلی کا چمک پر ہونا، گرنا اور تڑپنا، براق نبی کا نور نظر بنکر نہاں ہو جانا وغیرہ نوری، آتشیں اور بصری پیکروں کی کس قدر خوب صورت اور پاکیزہ مثال ہیں۔

قصیدۂ نور میں پیکر تراشی کا جلوہ:۔

قصیدۂ نور کا مطلع ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا.....صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس قصیدہ میں شاعرانہ رنگ اور شاعرانہ لطافت کیساتھ پیکر تراشی کا انداز دیکھیں۔

۱۔ سبزۂ گردوں جھکا تھا بہر پابوس براق پھر نہ سیدھا ہوسکا کھایا وہ کوڑا نور کا

۲۔ آب زر بنتا ہے عارض پر پسینہ نور کا مصحف اعجاز پر چڑھتا ہے سونا نور کا

۳۔ تاب حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول
نو بہاریں لائیں گی گرمی کا چھلکا نور کا

۴۔ تاب سم سے چوندھیا کر چاند انھیں قدموں پھرا
ہنس کے بجلی نے کہا دیکھا چھلاوا نور کا

۵۔ سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جنکا رمنا نور کا

قصیدۂ معراجیہ۔ جس کا مطلع ہے۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لئے تھے

میں علمی وقار وتب وتاب اوشاعرانہ تجلی کیساتھ حسین ورنگین اور لطیف و پاکیزہ ترشے

ہوئے پیکروں کا نظارہ کیجئے۔

وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھیں دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب جھکائے
سیاہ پردے کے منہ میں آنچل تجلی ذات بحت کے سر تھے

آسمان و زمین میں جشن برپا ہے، انوار کی بارش ہو رہی ہے کعبہ عروس نو کی مانند آراستہ ہے، سنگ اسود کو عروس کعبہ کے کمر کا تل کہنا اور پھر اس تل میں لاکھوں بناؤ کا جلوہ۔ رضاؔ بریلوی کی تابانی فکر، نزاکت خیال اور جمالیاتی احساس کا آئینہ دار ہے۔ غلاف کعبہ یعنی سیاہ پردہ کو تجلی ذات بحت کے آنچل سے تعبیر کرنا محاکات اور امیجری کا حسین نمونہ ہے۔

۱۔ خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آرہے تھے
۲۔ یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ کان پر آرہا ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

خوشی کے بادل کا امنڈ کے آنا، دلوں کے طاؤس کا رنگ لانا، حرم کو وجد آنا، میزاب زر کو جھومر قرار دیکر اس کے جھومنے کا منظر پیش کرنا، اس کا ڈھلک کر کان پر آنا اور حطیم کی گود کا موتیوں سے بھرنا۔ نعت میں ایسی پاکیزہ اور حسین پیکر آرائی رضاؔ بریلوی کی فنکاری کا کمال ہے۔

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پرانا داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تار نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بادلے تھے

آرائش لباس کا عالم، چاندنی کے ملگجے فرش کو اٹھا کر اس کے بدلے تار نگہ سے بادلے کا فرش بچھانا، شاعرانہ نزاکت اور خیال کی لطافت کا عمدہ نمونہ ہے۔

اب دولھا کا صدقہ اتارا جا رہا ہے۔

اتار کران کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

اس شعر میں رضاؔ بریلوی نے جذبہ کی شدت اور پاکیزگی سے بیجان اشیاء میں جان ڈال دی ہے۔فرشتوں کی سواری رسول ﷺ کیساتھ گزرنے اور سلامی پیش کرنے کا عالم دیکھیں۔

تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جمائے کھڑے سلامی کیواسطے تھے
اٹھی جو گرد رہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

اب مدنی حبیب ﷺ کی رفتار کا کس والہانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔

چلا وہ سرو خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این وآں سے گزر چکے تھے

یہ وہ عالم ہے جہاں عقل وخرد کا گزر نہیں اور فہم ان کیفیات کے سمجھنے سے قاصر ہے:

خرد سے کہدو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائیں کہاں گئے تھے

سراغ این ومتیٰ کہاں تھا نشان کیف والیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

اب مقام قرب میں پیکر تراشی کا کمال ملاحظہ ہو:۔

بڑھے تو لیکن جھجھکتے جھکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انھیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے
پر ان کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃ فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلیٰ کے سلسلے تھے

اب بلیغ کنائے کے ساتھ عالم قرب کی پیکر تراشی دیکھیں:۔

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو سے ابھرا
دنیٰ کی گود میں ان کو لیکے فنا کے لنگر اٹھا دئے تھے
اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ ہی نہ تھے ارے نہ تھے

کمال قرب کا ذکر اور اس کی کیفیت ملاحظہ کیجئے:۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے
زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

معراج سے متعلق مختلف نعتوں میں رضا بریلوی نے جو اشعار کہے ہیں ان میں پیکر تراشی کا جلوہ ملاحظہ کریں۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفےٰ ﷺ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
کہتی تھی یہ براق سے اس کی سبک روی
یوں جایئے کہ گرد سفر کو خبر نہ ہو

نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ

یہ ان کے جلووں نے کیں گر میاں شب اسریٰ
کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ و طلائے فلک

چند اشعار میں رضؔا بریلوی کی پیکر تراشی اور بھی ملاحظہ کریں:۔

۱۔ اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دلہن بنکے نکلی دعائے محمد ﷺ
۲۔ اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعائے محمد ﷺ

۳۔ ہیں عکس چہرہ سے لب گل گوں میں سرخیاں
ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

۴۔ سلسلہ پا کے شفاعت کا جھکے پڑتے ہیں
سجدۂ شکر کا کرتے ہیں اشارے گیسو

دعا کا دلہن بنکر نکلنا، ناز سے دعائے رسول ﷺ کا بڑھنا، عکس چہرہ سے لب گل گوں میں سرخی دوڑنا اور بدر گل سے شفق میں ہلال گل کا ڈوبنا۔ گیسوؤں کا جھکنا اور سجدۂ شکر ادا کرنا وغیرہ الفاظ میں فکر و خیال کی حسین مصوری ہے۔ رضاؔ بریلوی نے لفظوں کے توسط سے تخیل کو پیکر میں ڈھال دیا ہے۔

مکہ و مدینہ کے بیان میں پیکر تراشی:

۱۔ سرسبز وصل یہ ہے سیہ پوش ہجر وہ چمکی ڈوپٹوں سے جو حالت جگر کی ہے
۲۔ ہر مزار چراغ پر قدسی کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں
۳۔ کاش آویزۂ قندیل مدینہ ہو وہ دل جسکی سوزش نے کیا رشک چراغاں ہم کو

مدینہ منورہ میں سرکار ابد قرار ﷺ کی آرام فرمائی کیوجہ سے اسے سرکار کا وصل حاصل ہے لہذا اسے سرسبز وصل قرار دیا اور چونکہ نبیء اکرم ﷺ مدینہ سے دور ہیں گویا کعبہ عالم فراق میں ہے اسلئے اسے سیہ پوش ہجر قرار دیا اور چونکہ غلاف کعبہ کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اس مناسبت سے بھی اسے سیہ پوش قرار دیا۔ رضاؔ کے تخیل کی پرواز ملاحظہ ہو۔ فکر و خیال کی ایسی نزاکت اور پاکیزگی کے ساتھ شعر کا کیسا مرمریں پیکر تراشا ہے؟ شعر نمبر ۳ میں دل کو قندیل مدینہ کا آویزہ بتانا بھی جذبات کی سچی تصویر کشی ہے۔

رباعیات میں پیکر تراشی کا جلوہ:

کس ہاتھ کا غم تاب و تواں ٹوٹ گیا کانپا ید بیضا کہ عصا چھوٹ گیا
جنبش ہوئی کس مہر کی انگلی کو رضاؔ بجلی سی گری شیشہ مہ ٹوٹ گیا

ید بیضا کا نپنا، عصا کا چھوٹنا، مہر کی انگلی کی جنبش اور شیشہ مہ کا ٹوٹنا۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ تمام کے تمام زندہ جسم و جان کے پیکر بن گئے ہیں۔

ہے جلوہ گہ نور الٰہی وہ رو قوسین کی مانند ہیں دونوں ابرو
آنکھیں یہ نہیں سبزۂ مژگاں کے قریب چرتے ہیں فضائے لامکاں میں آہو

فضائے لامکاں میں آنکھوں کے آہو کا چرنا میں کیسی ندرت ہے اور کیسی حسین پیکر تراشی ہے؟

علامت نگاری:

علامت نگاری ایک پیچیدہ عمل ہے۔ علامتوں کے انتخاب اور ان کے برتاو ورچاو کیلئے بڑی پختہ کاری، لسانی تجربے اور فن کاری کی ضرورت ہے۔ علامت نگاری کے عمل سے شاعر کی تخلیقی حرکیت کا اظہار ہوتا ہے۔ علامت کے سلسلے میں حسب ذیل نکات قابل غور ہیں:

۱۔ کوئی شعر یا نظم بذات خود علامت ہو سکتی ہے۔

۲۔ کسی لفظ، تشبیہ، استعارہ، ترکیب، پیکر اور تشخیص کی صورت میں بھی علامت ظاہر ہو سکتی ہے۔

۳۔ تلمیح بھی علامت کا انداز اختیار کر لیتا ہے۔

۴۔ نجی علامت کا اختراع بھی کیا جا سکتا ہے

اب امام احمد رضا بریلوی کی علامت نگاری کا جائزہ پیش ہے۔

امام احمد رضا کی ایک نعت پاک جو پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔اس نعت پاک میں ان کا علامتی رنگ نمایاں ہے۔ یہ غزل محاسبۂ نفس کے لئے ہے اور ایسی مرصع ہے کہ جدید اردو شاعری بھی اس پر ناز کرے۔

چند شعر ملاحظہ ہوں۔

سونا جنگل رات اندھری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھکو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھیگا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے
سونا بن ہے سونا پاس ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے
تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
جگنو چمکے پتا کھڑ کے مجھ تنہا کا دل دھڑ کے
ڈر سمجھائے کوئی پون ہے یا اگیا بیتالی ہے
دنیا کو تو کیا جانے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی کیسی پیاری پیاری ہے
شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچانا دنیا دیکھی بھالی ہے

اس نظم کے مطلع میں سونا جنگل سے مراد ہے مردار دنیا یا خود کی عمل اور نیکی سے عاری زندگی۔اندھیری رات فریب نفس کی طرف اشارہ ہے۔سونیوالوں سے مراد غافل انسان

ہیں۔ چوروں سے مراد ایمان و عقیدے کے راہزن یا عصیاں اور نفسانی خواہشات:

شعر اول میں۔ آنکھ سے کاجل چرالینا۔ ایمان لوٹ لینا۔ چور سے مراد گمراہ کرنے والے

شعر دوم میں۔ نفس یا نفسانی خواہشات کو ٹھگ کہا گیا ہے۔ شعر سوم میں سونا یعنی زر اور ایک سونا یعنی آرام کرنا یہاں سونا بن سے مراد ہے ایمان کی رونق سے عاری دنیا۔ سونا یعنی زر سے مراد ہے دولت ایمان۔

آخری شعر میں حضور ﷺ کی شریعت کی آسانی کا ذکر ہے اور یہ شریعت بے بوجھ بنے ہمیں عقبیٰ کی کامرانی کی طرف بلا رہی ہے اور ابدی مسرتوں سے پر دینا یعنی جنت کا حقدار بنا رہی ہے لیکن ہم سستے داموں بکنے والے جنت کا مول کیا چکائیں جبکہ اپنا ہاتھ ہی خالی ہے یعنی عمل اور نیکی کی دولت ہی میسر نہیں ہے۔ آخری شعر اس طرح ہے۔

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا
ہم مفلس کیا مول چکائیں اپنا ہاتھ ہی خالی ہے

وہ سے مراد سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

مقطع میں شافع یوم النشور سے اس طرح التجا کرتے ہیں:۔

مولیٰ تیرے عفو و کرم ہوں میرے گواہ صفائی کے
ورنہ رضاؔ سے چور پہ تیری ڈگری تو اقبالی ہے

دوسری نعت پاک بھی علامتی مفاہیم کی حامل ہے۔ اس میں رمزیت اور اشاریت پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔ اس نعت میں بھی معصیت کیطرف اشارہ ہے۔ یہ نعت آٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔

اندھیری رات ہے غم کی گھٹائیں عصیاں کی کالی ہے
دل بیکس کا اس آفت میں مولیٰ تو ہی والی ہے

نہ ہو مایوس آتی ہے صدا گور غریباں سے
نبی امت کا حامی ہے خدا بندوں کا والی ہے
اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہوسکے کرلے
اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے
ارے یہ بھیڑیوں کا بن اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر ہائے کتنا لاابالی ہے
اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اکتا نا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے
زمیں تپتی کٹیلی راہ بھاری بوجھ گھائل پاؤں
مصیبت جھیلنے والے ترا اللہ والی ہے
نہ چونکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوٹی
ارے او جانے والے نیند یہ کب کی نکالی ہے
رضؔا منزل تو جیسی ہے وہ اک میں سبھی کو ہے
تم اس کو روتے ہو یہ تو کہو یاں ہاتھ خالی ہے

اندھیری رات۔ قبر کی منزل یا نزع کے عالم کی طرف اشارہ ہے، بھیڑیوں کا بن۔ مگرہوں کی دنیا یا نفس کا دام، اندھیرا گھر۔ قبر، اترتے چاند ڈھلتی چاندنی۔ گھٹتا ہوا شباب اور عمر کی آخری منزل۔ مقطع میں کوتاہئ عمل کی طرف اشارہ ہے۔

اب ایسے اشعار پیش کئے جارہے ہیں جن میں مطلق رمزیت اور علامیت پائی جاتی ہے۔

۱۔ ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری للہ یہ بوجھ اتار آقا

۲۔ آنسو بہا کے بہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشم تر کی ہے

۳۔ جو تم کو نہ جانتا ہو حضرت چالیں چلئے اس اجنبی سے

۴۔ او شہد نمائے زہر در جام گم جاؤں کدھر تیری بدی سے

شعر نمبر ا: میں بارگنہ کا ذکر اور نجات وشفاعت کی درخواست۔

شعر نمبر ۲: میں ندامت کے سبب گناہوں کے دھل جانیکی طرف اشارہ ہے۔

شعر نمبر ۳ و شعر نمبر ۴: ظالم نفس کی طرف اشارہ ہے۔

برنگ علامت مصطلحاتی اور تلمیحاتی۔

ا۔ ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

۲۔ میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعۃً منہ پھر گیا

۳۔ محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تے

۴۔ کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

علامت: گل اور بلبل۔ یہ دونوں قدیم علامتیں ہیں۔ شعراء نے انھیں قدیم و جدید دونوں مفاہیم میں برتا ہے۔

اب رضؔا بریلوی کا انداز ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ بلبلو مالک فردوس تمہارا گل ہے...... باغباں کس کا ہے گل کس کا گلستاں کس کا

۲۔ اس گل کے سوا ہر گل با گوش گراں آیا...... دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقت فغاں آیا

شعر نمبرا: میں بلبلو سے مراد خلقت خداوندی ہے یا مسلمان ہیں۔ پہلا گل۔حضور انور ﷺ کی ذات اقدس اور دوسرے گل سے مراد جنت کی حوریں۔گلستاں سے مراد جنت اور باغباں سے مراد رضواں یعنی داروغۂ جنت۔

شعر نمبر ۲: میں پہلے گل سے مراد نبی اکرم ﷺ کی مبارک ذات، دوسرے گل سے مراد انبیاء علیہم السلام۔بلبل سے مراد مسلمان یا پوری خلقت۔وقت فغاں۔محشر کی نفسی نفسی کا عالم۔ہر نبی کے پاس خلقت باری باری جائیگی اور سب کہیں گے اذھبو الیٰ غیری لیکن رسول عربی ﷺ فرمائیں گے۔انا لھا انا لھاء وہی باب شفاعت وا کریں گے۔

علامت ۔ کشتی، ناؤ، نیا تینوں الفاظ ہم معنی ہیں۔اب ان کا علامتی رنگ دیکھیں:

۱۔ منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی...... دے ہاتھ کہ پار ہوں آقا

۲۔ گرداب میں پڑ گئی کشتی ...... ڈوبا ڈوبا اتار آقا

۳۔ دریا کا جوش ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا...... میں ڈوبا تو کہاں اے مرے شاہ لے خبر

۴۔ پار جانا نہیں ملتی ناؤ...... زور پر دھار ہے کیا ہونا ہے

۵۔ البحر علا والموج طغا من بیکس و طوفاں ہوش رہا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا

ہر شعر میں ڈوبنے سے مراد ہے عاقبت کی بربادی اور مبتلائے عذاب ہونا۔سہارا صرف ناخدا کا ہے جو شافع یوم النشور ہے لہذا اسی سے کشتی پار لگانے اور خود کو ڈوبنے سے

بچانیکی فریاد ہے۔

علامت: جنگل، بن دونوں مترادف الفاظ ہیں۔اب رضا کے اشعار دیکھئے۔

ا۔ جنگل درندوں کا ہے بے یار شب قریب
گھیرے ہیں چار سمت سے بد خواہ لے خبر

۲۔ جاگ سنسان بن ہے رات آئی......گرگ بہر شکار پھرتے ہیں

جنگل یا بن کنایہ ہے پاپی سنسار کیلئے، درندے اور گرگ کنایہ ہیں، خواہشات نفسانی، شیطانی دام فریب اور دین و ایمان کے لیٹروں کیلئے: جنگل یا بن کے ظاہری معنی سے اس کے باطنی معنی کا ربط بھی ظاہر ہے۔یہ علامت حسین بُعد اور لطیف اخفاء کو جنم دے رہا ہے۔علامت اور پیکر کے تعلق کی نوعیت بھی واضح ہے علامت: آتش، آگ۔

ا۔ شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلادے شرر آتش پنہاں ہم کو

۲۔ بیچ میں آگ کا دریا حائل......قصد اس پار ہے کیا ہونا ہے

آتش اور آگ۔دونوں کو علامت عشق بنایا گیا ہے۔عشق اور آگ کی سوزش واضح ہے۔آگ اپنے معنی کو کھو کر تلازمی معنی کی ترسیل کر رہا ہے۔

۳۔ اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دیگی وہ آگ لگائی ہے

اس شعر میں ایک آگ سے مراد عشق محمدی ﷺ ہے اور دوسرے آگ سے مراد آتش جہنم۔علامت: نور۔امام احمد رضا بریلوی کی ایک نعت جو قصیدہ نور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس قصیدہ میں ۷ ۴ مطلع ہیں۔پہلا مطلع اس طرح ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا......صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

یہ قصیدہ بذات خود علامتی مفاہیم کا حامل ہے۔قرآن کریم میں اللہ عزوجل نے خود کو نور فرمایا ہے۔

: اللّٰہ نور السمٰوت والارض:

اور اپنے نبی۔پیغمبر آخرالزماں ﷺ کے لئے بھی نور فرمایا ہے.

: قد جاء کم من اللّٰہ نور:

رسول اکرم ﷺ نے بھی خود کو نور فرمایا اور اسبات کی وضاحت فرمائی کی انھیں اللہ نے اپنے نور سے خلق کیا اور ان کے نور سے سارے عالم کو خلق کیا۔

:اول ما خلق اللّٰہ نوری و کل الخلائق من النوری و انا من نور اللّٰہ:

گویا اس طرح رسول اکرم ﷺ

:مادۂ ایجاد عالم ہیں:

ویسے تو نور کے معنی ہوتے ہیں روشنی کے اور نور کی تعریف یہ ہے کہ جو خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کرے۔اس لحاظ سے نور کے معنی ہوئے روشنی،ظاہر کرنے والا،مادۂ ایجاد عالم اور اصل۔اللہ نور بھی ہے اور جمیل بھی ہے لہذا نور کا ایک مفہوم حسن ہوا۔حسن سچائی ہے لہذا نور سے مراد سچائی اور پاکیزگی کے بھی ہوئے۔علم طبیعیات کی رو سے نور ایک انرجی یعنی قوت ہے لہذا نور کے معی توانائی اور قوت کے بھی ہوئے۔حضور اکرم ﷺ نے علم کو نور کہا ہے۔
''العلم نور و یزادالنور'': یعنی علم نور ہے اور نور سے نور بڑھتا ہے۔نور سے انسان کو سکون بھی ملتا ہے۔اپنی عزیز ترین شے کو انسان نور چشم،نور عین کہتا ہے یعنی اولاد کو۔داڑھی کو چہرہ کا نور کہا جاتا ہے۔لہذا نور کے مختلف استعمال اور معانی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس کے مندرجہ ذیل مفہوم یا معنی مراد لے سکتے ہیں۔

۱۔ روشنی ۲۔پاکیزگی ۳۔سکون ۴۔حسن و جمال ۵۔وقار و جلال و عظمت

۶۔ سچائی، ایمان، اسلام، حق ۷۔ علم، معرفت ۸۔ قوت، توانائی ۹۔ اصل، مادہ
۱۰۔ محبت۔ محبوب شے۔ مسرت ۱۱۔ رحمت ۱۲۔ وسیلہ، فیض وغیرہ۔

اب ان تمام معانی کی روشنی میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ نور کی علامت اس قصیدہ میں پوری نظم کا نعم البدل بن گیا ہے کہ جس کے لئے فن پارہ وجود میں آیا ہے۔

۱۔ روشنی ضیاء:

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

اس شعر میں نور روشنی وضیاء کے معنی میں آیا ہے۔

۲۔ پاکیزگی:

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کوراہی کرتا نور کا

نور کا پتلا یعنی پیکر نوری۔ حضور اکرم ﷺ کیلئے کنایہ ہے۔ کورا کرتا یہاں نور کا کرتا مراد ہے یعنی تقویٰ، تقدس وغیرہ:

۳۔ سکون:

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

۴۔ حسن وجمال:

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

حضور اللہ کے ظل بھی ہیں اور اس کے مظہر ہیں۔ حضور کی صورت اور عضو کو نور کہکر ان کے جمال کی تعریف کی گئی ہے۔

۵۔ وقار و جلال:

آنکھ مل سکتی نہیں در پر ہے پہرا نور کا
تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا
تاج والے دیکھکر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکا تے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

۶۔ سچائی، ایمان۔ وغیرہ۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا
صبح کردی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

۷۔ علم، معرفت وغیرہ:

یہ کتاب کن میں آیا طرفہ آیہ نور کا
غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنیٰ نور کا

۸۔ توانائی وقوت:

ان کے ہوتے دیکھ نازیبا ہے دعویٰ نور کا
مہر لکھ دے یاں کے ذروں کو مچلکا نور کا

۹۔ اصل، مادہ وغیرہ:

یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا
اس علاقہ سے ہے ان پر نام سچا نور کا

ایک دوسری نعت میں لکھتے ہیں۔

وہی جلوہ شہر بشہر ہے وہی اصل عالم و دہر ہے
وہی لہر ہے وہی بحر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھارے

۱۰۔ خوشی، محبت وغیرہ:

(ا) وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا

(ب) تاب حسن گرم سے کھل جائیں گے دل کے کنول
نو بہاریں لائے گا گرمی کا جھلکا نور کا

(ج) میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا

شعر (ج) میں پیالہ نور کا بھرنے سے مراد ہے عشق و معرفت کا پیالہ بھر کر مسرتوں سے ہم کنارا اور سرشار کرنے سے۔

(۱۱)۔ رحمت، کرم وغیرہ:

(ا) جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اسمیں توڑا نور کا

(ب) بھیک لے سرکار سے لا جلد کاسہ نور کا
ماہ نو طیبہ میں بٹتا ہے مہینہ نور کا

۱۲۔ وسیلہ، فیض وغیرہ:

(ا) ذرے مہر قدس تک ان کے توسط سے گئے
حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا

(ب) نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

شعر (ب) میں دو شالہ کنایہ ہے حضور اکرم ﷺ کی دونوں شہزادیوں کیلئے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نکاح میں آئی تھیں اور اس لئے انھیں ذوالنورین کا خطاب ہوا تھا۔ یہاں نور، فیض کے مفہوم میں بھی ہے اس لئے کہ سرکار دو عالم ﷺ سے عثمان غنی نے مرتبہ پایا اور فیض حاصل کیا۔ شعر (ا) میں حد اوسط رسول اکرم ﷺ ک لئے کنایہ ہے یعنی وسیلہ اس شعر میں حد اوسط، صغریٰ، کبریٰ علم منطق کی اصطلاحات ہیں۔ اب ملاحظہ کریں کہ نور خاص حضور اکرم ﷺ کیلئے کس طرح برتا گیا ہے۔

عرش بھی فردوس بھی اس شاہ والا نور کا
یہ مثمن برج وہ مشکوئے اعلیٰ نور کا

یہ شعر رسول اکرم ﷺ کے اختیار سے بھی متعلق ہے اور شاہ والا سے بھی مراد وہی ہیں۔

(ب) تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

علامت : گھر: گھر سے مراد قبر ہے

(ا)۔ گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں

مت پہ کیا مار ہے کیا ہونا ہے

(ب) روشنی کی ہمیں عادت اور گھر

تیرہ و تار ہے کیا ہو نا ہے

امام احمد رضا بریلوی نے نجی علامت کا بھی اختراع کیا ہے۔ جیسے نجدی کا تعلق ایک تاریخی حوالہ سے ہے یعنی ابن عبدالوہاب نجدی سے کہ جس نے اسلام میں ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی جسے فرقۂ وہابیہ کہا جاتا ہے۔

چند اشعار دیکھیں:

تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پر حرف

کافر ادھر کی ہے نہ ادھر کی ادھر کی ہے

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو

ذکر حق نہیں یہ کنجی سقر کی ہے

بد ہیں مگر انھیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم

نجدی نہ آئے اسکو یہ منزل خطر کی ہے

طنز و نشتریت:

شعر و ادب میں طنز و نشتر اور مزاح و ظرافت بھی ایک اہمیت اور افادیت کے حامل ہیں بشرطیکہ وہ ابتذال اور پھکڑ پن سے مبرا ہوں۔امام احمد رضا خاں بریلوی نے جہاں شعرائے رسول الثقلین ﷺ کی پیروی میں اعدائے رسول کی ہجو کا انداز اپنا کر انھیں طنز و نشتر کا نشانہ بنا کر اپنے شعری حسن کو تیکھے پن کا ایک انداز دیا ہے وہاں خود اپنے عہد کے گستاخان رسول ﷺ اور عظمت رسول ﷺ کے منکرین کا رد کر کے بھی شاعری کو ملاحت کا ایک حسن بخشا ہے۔مولانا بریلوی نے محاسبۂ نفس بھی کیا ہے اور مسلمانوں کو اعمال صالحہ کی تلقین بھی کی ہے ۔اس طرح ان کے اس شعری انداز میں بھی حسن کی نمکینیت اور ملاحت کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔محاسبۂ نفس اور تلقین سے متعلق اشعار ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ میں نثار ایسا مسلماں کیجئے......توڑ ڈالیں نفس کا زنار ہم

۲۔ کہتا رہا کہ جانب عصیاں نہ آئے دل......ان رہزنوں نے لوٹ لی آخر سرائے دل

۳۔ بائیں رستے نہ جا مسافر سن...... مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

۴۔ جاگ سنسان بن ہے رات آئی......گرگ بہر شکار پھرتے ہیں

۵۔ دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی ، خوف خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

۶۔ رزق خدا کھایا کیا فرمان حق ٹالا کیا
شکر کرم ترس سزا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

محاسبہ نفس پر امام کی دو نعتیں ہیں۔ایک میں انیس ۱۹/اشعار ہیں جو چھوٹی بحر

میں ہے اور دوسری نعت میں ۱۵/ اشعار ہیں دونوں کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

اللہ اللہ کے نبی سے — فریاد ہے نفس کی بدی سے
دن بھر کھیلوں میں خاک اڑائی — لاج آئی نہ ذروں کی ہنسی سے
ایمان پہ موت بہتر او نفس — تیری ناپاک زندگی سے
رہزن نے لوٹ لی کمائی — فریاد ہے خضر ہاشمی سے

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چورو ں کی رکھوالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھیگا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

تلقین اعمال اور محاسبۂ نفس کے بعد لوگوں کو نائب دست قدرت، مصطفٰے جان رحمت نبی اکرم ﷺ کا دامن سختی سے تھام لینے کا پیغام بھی دیتے ہیں۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
ٹھوکریں کھاتے پھروگے ان کے در پر پڑ رہو
قافلہ تو اے رضؔا اول گیا آخر گیا

گستاخان مصطفٰی ﷺ اور منکرین عظمت احمد مجتبیٰ ﷺ پر امام احمد رضا کے طنز و نشتر، برق باری اور شعلہ فشانی کا انداز ملاحظہ کیجئے۔

ا۔ اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھانیکا بھی احسان گیا

ب۔ جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

تیرا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

تف نجدیت نہ کفر نہ اسلام سب پہ حرف
کافر ادھر کی ہے نہ ادھر کی ادھر کی ہے

نجدی مرتا ہے کیوں تعظیم کی
یہ ہمارا دین ہے پھر تجھکو کیا

حاکم حکیم دادودوا دیں نہ دیں
مر دو یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے
منکر آج ان سے التجا نہ کرے

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جو یاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ ﷺ کی

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے
کلک رضاؔ ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعداء سے کہدو خیر منائیں نہ شر کریں
وہ رضاؔ کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ وار وار سے پار ہے

امام احمد رضا کی لغت گوئی کا علمی رخ

کسی شاعر کے شعری خصوصیات۔ اس کے جمالیاتی احساس، اسکی زباندانی و قادر الکلامی، تبحر علمی اور افکار عالیہ کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لغت گوئی خصوصاً ادبی حسن و جمال کے ساتھ ساتھ علمی وفکری وقار وجلال کی متقاضی ہوتی ہے۔ امام احمد رضا عقلی اور نقلی علوم و فنون کے جامع اور بذات خود علم و آگہی کا ایک جہان تھے لہذا انکی تبحر علمی کا ان کی شاعری پر اثر انداز ہونا ایک فطری اور لازمی امر ہے۔ امام موصوف کی مضمون و معنی آفرینی اور ان کے فکر و تخیل کی رفعت کے جو نمونے ادبی محاسن کے جائزے میں پیش کئے گئے انمیں ہر مقام پر

ادبی جمال کے دوش بدوش علمی کمال بھی جلوہ گر نظر آتا ہے۔ تلمیحات کے ضمن میں بھی ان کے علمی وفکری حسن کی تابانی لہریں لیتی ہوئی نظر آتی ہے۔

اب اس ذیل میں ہم امام احمد رضا بریلوی کے کلام میں قرآن واحادیث اور دیگر مذہبی نظریات وروایات سے لیکر فلسفہ ومنطق، نجوم وہیئت، سائنس وریاضی اور دوسرے عقلی علوم وفنون کی گل کاریوں اور نیرنگیوں کا جائزہ لیں گے۔ یوں تو جیسا کہ امام موصوف نے دعوی کیا ہے۔

''قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی''

کے مصداق ان کے ہر ہر شعر کو قرآن اور اس کی تفسیر احادیث رسول ﷺ پر منطبق کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قرآن وسنت کے افکار اور ان کی تابشوں سے آراستہ صاف وصریح طور پر بھی اشعار کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے۔ علاوہ اس کے مختلف عقلی علوم وفنون کے نظریات اور مصطلحات پر مبنی اشعار بھی موجود ہیں جو ان کے مخصوص تخلیقی انداز میں ان کی نعت گوئی کا جزو بن گئے ہیں۔ اشارۂ قرآنی آیات سے مزین اشعار ؎

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا
(پ۳۰، الم نشرح)

یہ ان کا بڑھنا تو نام کا تھا حقیقتاً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّٰی کے سلسلے تھے (والنجم پ۳۰)

فاذا فرغت فانصب یہ ملا ہے تجھکو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا۔ (پارہ ۳۰ سورۂ الم نشرح)

لاملئن جہنم تھا وعدۂ ازلی

نہ منکروں کا عبث بدعقیدہ ہونا تھا (پ۲۱ رکوع ۵)

ک گیسو، ہ دہن، ی ابرو آنکھیں ع ص

کھٰیٰعص ہے ان کا چہرہ نور کا (پ۱۶، سورۂ مریم، آیت ۱)

ایسا امی کس لئے منت کش استاد ہو

کیا کفایت اسکو اقراء ربک الاکرم نہیں (سورۂ علق، پارہ نمبر ۳۰)

غنچے ما اوحیٰ کے یوں چٹکے دنیٰ کے باغ میں

بلبل سدرہ تک ان کی بو سے بھی محروم نہیں (پارہ نمبر ۲۷، سورۂ والنجم)

مجرم بلائے جاتے ہیں جاؤک ہے گواہ

پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے (پ۵، رکوع ۵)

مومن ہوں مومنوں کو رؤف و رحیم ہو

سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانھر کی ہے (سورۂ والضحیٰ، پارہ نمبر ۳۰)

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق

مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام (سورۃ القدر، پ۳۰)

معنی قدر رائی مقصد ما طغیٰ

نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام (سورۃ النجم، پ۳۰ اور حدیث)

ایک ہی شعر میں قرآن اور حدیث دونوں کے اشارے موجود ہیں۔

قصر دنیٰ کے راز میں عقلیں تو گم ہیں جیسی ہیں

روح القدس سے پوچھئے تم نے بھی کچھ سنا کہ یوں (پارہ نمبر ۲۷، سورۂ والنجم)

شش جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی چال

دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی (پ ۲۷، سورۂ والنجم)

نہ عرش ایمن نہ انی ذاهب میں میہمانی ہے

نہ لطف ادن یا احمد نصیب لن ترانی ہے (قرآن پارہ ۲۳۔حدیث)

مژگاں کی صفیں چار ہیں، دو ابرو ہیں

والفجر کے پہلو میں لیالِ عشر (سورۃ الفجر، پ ۳۰)

وصف رخ ان کا کیا کرتے ہیں ، شرح والشمس ضحیٰ کرتے ہیں

ان کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں جنکو محمود کہا کرتے ہیں

(سورۃ الضحیٰ، پ ۳۰)

انت فیھم نے عدو کو بھی لیا دامن میں

عیش جاوید مبارک تجھے شیدائی دوست

(قرآن، پارہ ۹)

ان پر کتاب اتری بیاناً لِکُلِّ شئی۔ تفصیل جس میں ماعبر، ماغبر کی ہے۔

(قرآن پارہ ۱۴۔سورۃ النحل-حدیث)

یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام

آخر میں ہوئی مہر کی اکملت لکم (سورۃ النساء)

مندرجہ بالا اشعار میں قرآن کریم کے کلمہ ولفظ کی صراحت ہے۔اس لئے ان کی نشا ندہی آسان ہے۔اب چند اشعار ایسے دیکھئے جن میں قرآنی مفاہیم موجود ہیں لیکن صراحت نہیں ہے۔

ہر خط کف ہے یہاں اے دست بیضائے کلیم
موجزن دریائے نور بے مثال ہاتھ میں

(پ۱۶،طٰہٰ)

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تا میں راز یہ تھا کہ جیب کی زلفِ دو تا کی قسم

(سورۃ الشمس وضحیٰ۔پارہ نمبر ۳۰)

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھکو دیا نہ کسیکو ملے، نہ کسیکو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

(پارہ نمبر ۱۵،۲۵،۳۰)

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتہً منہ پھر گیا

(پ۹)

رحمۃ للعالمیں تیری دہائی دب گیا — ابتو مولی بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

(پ۱۹،پ۱۷)

یہ کتاب حق میں آیا طرفہ آیہ نور کا — غیر قائل کچھ نہ سمجھا کوئی معنی نور کا

(سورۂ مائدہ،پ۶)

شب اسریٰ کے دولھا پہ دائم درود — نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

(پ۱۵، بنی اسرائیل)

کھائی قرآں نے خاک گزر کی قسم — اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

(پ۳۰)

فتح باب نبوت پہ بیحد درود — ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

(پ۲۲، سورۂ احزاب)

بنت صدیق آرام جان نبی — اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام

(سورۂ نور پ۱۸)

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ — ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام

(ایضاً)

احادیث رسول پر مبنی صراحت سے پُر اشعار

کھلے کیا راز محبوب و محبوب مستان غفلت پر
شراب قدر ای الحق- زیب جام من رأنی ہے

من زار تربتی و جبت لہ شفاعتی
ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا
من رأنی یہ آئینہ کیسا دکھایا نور کا

نبی سرور رسول و ولی ہے
نبی راز دار مع اللہ لی ہے

اب ایسے اشعار ملاحظہ کیجیے جن میں احادیث مبارکہ کے مفاہیم موجود ہیں۔

ان کے قدم سے سلسلۂ عالی ہوئی جناں
واللہ میرے گل سے ہے جاہ و جلال گل

بے ان کیوا سطے کے خدا کچھ عطا کرے
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے
ان کی نبوت ان کی ابوت ہے سب کو عام
ام البشر عروس انھیں کے پسر کی ہے
یہ پیاری پیاری کیاری ترے خانہ باغ کی
سرد اس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے
کہنا نہ کہنے والے تھے جب سے تو اطلاع
مولا کو قول و قائل وہر خشک و تر کی ہے
ہم گرد کعبہ پھرتے تھے کل تک اور آج
ہم پر نثار ہے یہ ارادت کدھر کی ہے
چھائے ملائکہ ہیں لگاتار ہے درود
بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش درر کی ہے
ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے

معصوموں کو ہے عمر میں صرف ایک بار
عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے
طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند
سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے
ماؤ شما تو کیا کہ خلیل و جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

زمیں و زماں تمھارے لئے مکین و مکاں تمھارے لئے
چنین و چناں تمھارے لئے بنے دو جہاں تمھارے لئے
وہ کنز نہاں کہ نور فشاں وہ کُن سے عیاں یہ بزم فکاں
یہ ہر تن و جاں یہ باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لئے

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انھیں سے سب ہے انھیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

یہی ہے اصل عالم مادہ ایجاد خلقت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی

حضور جانِ نور سیدنا محمد عربی ﷺ کا واقعۂ معراج قرآن اور حدیث دونوں سے ثابت ہے۔ حضور ﷺ پر درود اور سلام بھیجنے کا حکم۔ حکم الٰہی ہے جو قرآن کے آیت درود سے واضح ہے۔ احادیث رسول ﷺ سے بھی اس کا ثبوت ہے۔ لہٰذا رضاؔ بریلوی کے قصیدہ معراجیہ، قصیدۂ درودیہ اور قصیدۂ سلامیہ میں قرآن واحادیث کے مفاہیم تقریباً ہر شعر سے واضح ہیں۔ اور ان قصائد کی تصنیف کا مرکزی نظریہ ہی قرآن اور احادیث پر مبنی ہے۔ علاوہ اس کے تلمیحات کے ذیل میں جو اشعار پیش کیے گئے انمیں مختلف اشعار سرکار رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف معجزات، کمالات اور خصائص پر مبنی ہیں جو قرآن و سنت اور مذہبی روایات سے ماخوذ ہیں۔ ان سب اشعار سے بھی رضاؔ بریلوی کی نعت گوئی کا علمی مقام اور مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔

قصیدۂ معراجیہ، قصیدۂ سلامیہ، قصیدہ درودیہ وغیرہ کا جائزہ علحدہ سے بھی لیا گیا ہے۔ ان میں رضاؔ بریلوی کی علمی شان کی پوری پوری جھلک موجود ہے۔ اب چند اشعار مختلف مذہبی روایات، نظریات اور عقائد سے متعلق اور بھی پیش کیے جارہے ہیں تاکہ فاضل بریلوی کے علمی و فکری شان کا مزید اندازہ کیا جاسکے۔ رضاؔ بریلوی نے جو عقائد و نظریات اشعار کے قالب میں منقلب کیے ہیں وہ قرآن و سنت سے ثابت ہیں اور امت کا ان پر اجماع ہے نیز سواد اعظم کا اٹل عقیدہ ہے۔

نعمتیں بانٹا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

رضا پل سے اب وجد کرتے گزرئے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد ﷺ

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم
پوچھتے ہو کیا عرش پر یوں گئے مصطفٰے کہ یوں۔ کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں
اہل صراط روح امیں کو خبر کریں۔ جاتی ہے امت مصطفوی فرش پر کریں۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دئے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دئے ہیں

کیا لکیروں میں ید اللہ خط سرو آسا لکھا
راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں

سایہ فگن سر پہ ہو پرچم الٰہی جھوم کر
جب لواء الحمد لے امت کا والی ہاتھ میں

وہ زباں جس کو سب کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حق یہ کہ ہیں عبد اِلٰہ اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سرِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

فریاد امتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

مصطفےٰ خیر الوریٰ ہو سرور ہر دوسرا ہو
وقت پیدائش نہ بھولے کیف عیسٰے کیوں قضا ہو

آئے جو ان کی یاد تو پائے جلا نماز
کہتی ہے یہ اذان جو پچھلے پہر کی ہے

حق درودیں تم پہ بھیجے......تم مدام اس کو سرا ہو
کنز مکتوم میں۔ درِ مکنون خدا ہو
سب بشارت کی اذاں تھے۔ تم اذاں کا مدعا ہو
سب تمہارے آگے شافع ۔ تم حضور کبریا ہو

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

انہی کی بو مایۂ سمن ہے انہی کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے
عرش پہ جاکے مرغ عقل تھک کر گرا غش آگیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

نوراللہ کیا ہے محبت حضور کی...... جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک وخر کی ہے

عقلی علوم وفنون کی جلوہ گری:

اردو شاعری وہ کسی بھی قسم یا عقیدہ ونظریہ کی شاعری ہو، میں مختلف علوم وفنون کے

نظریات و مصطلحات اور حوالہ جات کی جلوہ گری شروع سے ہی ہوتی آئی ہے۔اور آج کی جدید شاعری میں تو ایٹمی اور اضافیاتی نظریات وغیرہ جلوہ ریزیاں کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔غالبؔ کے یہاں بھی ان نظریات سے متعلق اشعار ملتے ہیں جیسے:۔

سبزہ و گل کہاں سے آے ہیں ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

رنج سے گریہ مبدل بہ دم سرد ہوا باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

حکیم مومن خان مومنؔ علم نجوم پر اچھی دسترس رکھتے تھے۔ان کے کلام میں علم نجوم کی مصطلحات بطورِ فن استعمال ہوئی ہیں۔ان کے نعتیہ قصیدہ کا یہ شعر دیکھیں۔

زبان لعل کہاں اور مدیح تاج خروس......گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس

امام احمد رضا کے کلام میں مختلف علوم وفنون کے نظریات بدرجہ اتم موجود ہیں اور انھوں نے ان علوم وفنون سے اپنے ممدوح سیدنا رسول اکرم ﷺ کی نعت کو جس طرح وقیع بنایا ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔

فلسفہ پر مبنی اشعار:۔

وہ گراں سنگئی قدر مس وہ ارزانی وجود......نوعیہ بدلا کئے سنگ و لآلی ہاتھ میں

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں

حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

یہ شعر فلسفہ اور مابعد الطبیعیات دونوں سے متعلق ہے۔

غایت و علت سبب بہر جہاں تم ہو سب
تم سے بَنا تم بِنا تم پہ کروروں درود

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروروں درود

مصدر مظہریت پہ اظہر درود
مظہر مصدریت پہ لاکھوں سلام

پوچھتے ہو کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

یہ شعر فلسفہ اور طبیعیات (فزکس) دونوں سے متعلق ہے بلکہ اسمیں مابعدالطبیعیاتی نظریہ (Metaphysical view point) بھی موجود ہے۔

علم منطق سے متعلق اشعار:-

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمھارا ظہور۔ لم ہے یہ وہ ان ہوا تم پہ کروروں درود۔

ذرّے مہر قدس تک تیرے توسط سے گئے۔ حد اوسط نے کیا صغریٰ کو کبریٰ نور کا۔

علم طبیعیات اور مابعد الطبیعیات سے متعلق اشعار:۔

کہتی تھی یہ براق سے اسکی سبک روی...... یوں جایئے کہ گردسفر کو خبر نہ ہو

عرش جس خوبئ رفتار کا پامال ہوا...... دو قدم چل کے دکھا سرو خراماں ہم کو

زبان فلسفی سے امن خرق والیتام اسریٰ...... پناہ دور رحمت ہائے یک ساعت تسلسل کو

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترامکان ہے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
سراغ این و متی کہاں ہے نشان کیف والیٰ کہاں ہے
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

تھا براق نبی یا کہ نور نظر یہ گیا وہ گیا نہاں ہو گیا

خرد سے کہدو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

علم ریاضی سے متعلق اشعار:۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
کمان امکاں کے جھوٹے نقطو تم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

مندرجہ بالا دونوں شعروں میں ریاضی کے نظریات اقلیدس یعنی جیومٹری (Geometry) سے بھی متعلق ہیں اور جدید الجبرے بھی ان کا تعلق ہے نیز یہ اشعار مابعد الطبیعیات سے بھی متعلق ہیں۔

علم نجوم سے متعلق اشعار:۔

دنیا مزار حشر جہاں ہیں غفور ہیں
ہر منزل اپنے چاند کی منزل غفر کی ہے
سعدین کا قرآن ہے پہلوئے ماہ میں
جھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

بارہویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

جس نے بیعت کی بہار حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقش تسخیر جمالی ہاتھ میں

ہر خط کف ہے یہاں اے دست بیضائے کلیم

موجزن ہے دریائے نور بے مثالی ہاتھ میں

شعر نمبر ۴ اور شعر ۵: دست شناسی اور ہاتھ کی لکیروں وغیرہ سے متعلق ہیں لہذا انھیں بھی علم نجوم میں شامل کرلیا گیا ہے۔ ویسے یہ دونوں اشعار تلمیحاتی بھی ہیں۔

علم ہیئت سے متعلق اشعار:۔

مہر میزاں میں چھپا ہو تو حمل میں چمکے

ڈالے دو بوند شب دے میں جو باران عرب

نجوم وہیئت کی اصطلاحات پر مبنی امام احمد رضا کا ایک نعتیہ قصیدہ ۱۵۵؍ اشعار پر مشتمل ہے جس میں اشعار تشبیب کی تعداد ۵۵؍ ہے۔ اس کا جائزہ لیا جاچکا ہے۔ یہاں نمونۂ صرف چند اشعار پیش ہیں۔

موتیے بیلے پھول زیب گریبان شام

شمال

نجوم جوہی چنبیلی کے گل زینت جیب یمن

ستارے جنوب

دامن البرز کی کلیوں میں پھولے ہیں پھول

بروج

کیوڑے کی چوٹی میں ہے حامل چندیں چمن

منطقۃ البروج

سبزہ و گل دل نشیں محو تماشا حسیں

فلک نجوم

بانوئے اقلیم چیں دلبر بابل وطن

مشتری زہرہ

(حدائق بخشش حصہ سوم ص ۴۵)

حدائق بخشش حصہ سوم ص ۴۳ ر پر ایک نامکمل قصیدہ کے صرف سات اشعار موجود ہیں۔ یہ قصیدہ علمی اصطلاحات پر مبنی ہے۔ چند شعر ملاحظہ کیجئے۔

عجب نہیں کہ مبادی پہ سلسلے لوٹ آئیں
عیاں ہوں دور تسلسل میں دور نا محصور

نہ مادہ ہی مجرد صور کا دشمن ہے
ہیولیات کی صورت سے جسمیہ ہے نفور

نہ موجبہ رہا صغریٰ نہ کلیہ کبریٰ
نہ شکل دیکھے نتیجے کی حجت منصور

یہ اشعار، فلسفہ، طبعیات اور منطق سے متعلق ہیں۔

غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی بغدادی کے قصیدہ میں ہیئت، ارضیات اور علم نباتات کے نظریات پر مبنی چند اشعار ہیں۔ وہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

سیاہی مائل اس کی چاندنی ہے
قمر کا یوں مائل ہے یا غوث

طلائے مہر ہے ٹکسال باہر
کہ خارج مرکز حامل ہے یا غوث

(ہیئت)

نبوی خور علوی کوہ بتولی معدن
حسنی لعل حسینی ہے تجلا تیرا (ارضیات)
بنوی ظل علوی برج بتولی منزل
حسنی چاند حسینی ہے اجالا تیرا انجوم
نبوی مینھ علوی فصل بتولی گلشن
حسنی پھول حسینی ہے مہکنا تیرا (نباتات)

معانی ونحو اور شعر و ادب سے متعلق بھی اشعار ملاحظہ کریں۔

ترا منسوب ہے مرفوع اس جا
اضافت رفع کی حامل ہے یا غوث

(معانی ونحو)

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا۔ نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے۔
(شاعری سے متعلق)

رضاؔ کے علمی کمال اور قادر الکلامی کے لئے ان کی صرف ایک نعتیہ غزل (جو صنعت ملمع میں ہے یعنی چار زبانوں کی پیوند کاری کا نمونہ ہے کافی ہے۔ مطلع ہے۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھکو شہ دوسرا جانا

قصائد و منظومات

امام احمد رضا کی نعتیہ غزلوں کے علاوہ ان کے قصائد اور منظومات میں چند بہت مشہور ہیں جن میں:

قصیدۂ سلامیہ، قصیدۂ درودیہ، قصیدیۂ معراجیہ، قصیدۂ نوریہ، نعتیہ قصیدہ مبنی بر اصطلاحات نجوم وہیئت اور قصیدۂ عائشہ خاص اہمیت کے حامل ہیں۔

امام احمد رضا کے درودوسلام

نبی امی ﷺ پر درودوسلام کی دین میں بڑی اہمیت ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:۔

ان اللّٰہ وملٰئکة یصلّون علی النّبی یا ایھا الذین اٰمنو صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔ (سورة الاحزرب:٥٦)

یعنی بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں غیب بتانے والے (نبی) پر۔اے ایمان والو!ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (کنزالایمان)

پروفیسر عبدالرشید نے اسی آیت درود کی رو سے یہ ثابت کیا ہے کہ ''پورا قرآن رسول اللہ ﷺ کی نعت ہے''۔ (اقبال اور عشق رسول ص ٨)

تقریباً ہر نعت گو نے درودوسلام پر اشعار ضرور کہے ہیں۔نعتیہ شاعری میں درود کو بھی سلام ہی میں شامل مانا گیا ہے کیونکہ یہ سلام ہی کی ایک قسم ہے۔غلام اما شہید، کفایت علی کافی، اکبر میرٹھی، حفیظ جالندھری۔حمید صدیقی، ماہر القادری وغیرہ کے سلاموں کی بڑی شہرت ہے۔

قصیدۂ درودیہ

قصیدۂ درودیہ ساٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔اس میں سات مطالع ہیں۔اس قصیدہ کا ہر پہلا مصرعہ ذوقافتین میں ہے اور ہر قافیہ میں حروف ہجا کی ترتیب کا التزام ہے۔یہ پورا قصیدہ صنعت لزوم مالا یلزم میں ہے۔حروف ہجا کے ساتھ مطلع ہیں بقیہ کسی حروف ہجا کے دو شعر کسی کے تین اور کسی کے تین سے بھی زیادہ ہیں۔

اس قصیدہ کے متعلق ڈاکٹر ریاض مجید اس طرح رقم طراز ہیں:۔

''اس قصیدہ میں اور خوبیوں کے علاوہ ایک خاص صنعت کا التزام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر مصرع کا آخری حرف، حروف تہجی کے لحاظ سے لایا گیا ہے۔ یہ صنعت شائد ہی کسی اور شاعر نے اپنی نظم میں برتی ہو نیز یہ پورا سلام صنعت لزوم مالیلزم اور اسکا مصرع اول صنعت ذوقافتین میں ہے۔ حروف ہجا کی قید کیساتھ ذوقافتین مصرع کہنا اردو لغت میں پہلی مثال ہے۔'' (اردو میں نعت گوئی ص ۴۱۴)

یہ قصیدۂ درودیہ۔ خطابیہ قصیدہ ہے جسے منظومات میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کیجئے:۔

کعبہ کے بدرالدجیٰ تم پہ کروروں درود ‏ طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروروں درود......اَ

شافع روز جزا تم پہ کروروں درود ‏ دافع جملہ بلا تم پہ کروروں درود

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجوب ‏ نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروروں درود......بَ

کیا ہیں جو بیحد ہیں لوث تم تو ہو غیث اور غوث ‏ چھینٹے میں ہوگا بھلا تم پہ کروروں درود......تَ

خستہ ہوں اور تم معاذ بستہ ہوں اور تم ملاذ ‏ آگے جو شہ کی رضا تم پہ کروروں درود......ذَ

بے ادب و بد لحاظ کر نہ سکا کچھ حفاظ ‏ عفو پہ بھولا رہا تم پہ کروروں درود......ظَ

سینہ ہے کہ داغ داغ کہدو کرے باغ باغ ‏ طیبہ سے آ کر رضا تم پہ کروروں درود......غَ

کرووعدہ کو تباہ حاسدوں کو روبراہ ‏ اہل ولا کا بھلا تم پہ کروروں درود......ہَ

ہم نے خطا میں نہ کی تم نے عطا میں نہ کی ‏ کوئی کمی سرورا تم پہ کروروں درود......یَ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ‏ ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود......ے

درود کے ساتھ اسی نعت میں نبی کریم ﷺ کی جامع الصفات ہستی کے مختلف پہلوؤں کی تعریف کا بیان ہے اور آپ کے فضائل و برکات اور رحمت کا بیان بھی ہے۔

اندازِ بیان شاعرانہ بھی ہے اور عالمانہ بھی۔ شعری اور شعوری صداقت کے امتزاج کا عمدہ نمونہ اس نعت میں موجود ہے۔ الفاظ کا درو بست، ہر مصرع اول کے ذو قافیتین ہونے کیوجہ سے صوتی حسن، خیالات کا بہاؤ، تشبیہ و استعارہ اور صنعتوں کی جلوہ گری نے اس نعت کو بھی امام موصوف کی دیگر نعتوں کیطرح حسن و وقار کا پیکر بنا دیا ہے۔ امام موصوف کی صنعت گری میں تخلیق کا رنگ جھلکتا ہے اور کہیں آورد اور تصنع کا گمان نہیں ہوتا ہے۔ کہیں کہیں مضمون آفرینی کیوجہ سے عربی کے مشکل قسم کے الفاظ اور علمی مصطلحات کا استعمال نا گزیر ہو گیا ہے لہٰذا چند اشعار ضرور تشریح طلب ہو گئے ہیں لیکن شعری حسن میں کوئی فرق نہیں آنے پایا ہے۔

تم سے خدا کا ظہور اس سے تمہارا ظہور
لِمّ ہے وہ اِن ہوا تم پہ کروڑوں درود

لِمّ اور اِن منطق کی اصلاحات ہیں اور دونوں ایکدوسرے کیلئے لازم و ملزم ہیں۔ خداوند قدوس نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے نور سے خلق کر کے ان کے نور سے سارے عالم کو خلق کیا اور اس طرح مخلوقاتِ الٰہی کو اس کی معرفت ہوئی اور اسنے اپنے رب کو پہچانا۔ اور نور مصطفوی یا ذاتِ نبوی سے رب کا ظہور ہوا اور رب خالق و مالک ہے اس نے اپنے بندے اور رسول محمد عربی ﷺ کو خلق فرما کر ان کو ظہور کیا۔ پس اللہ خالق و رب۔ وہ لِمّ ہوا اور رسول اللہ اِن لِمّ اصل ہے اور اِن اس کا مظہر۔

ایک شعر اس طرح ہے۔

لائیں تو یہ دُوسرا دُوسرا جس کو ملا
کوشکِ عرش و دنیٰ تم پہ کروروں درود

اس شعر میں صنعت تجنیس بھی ہے۔ یہ شعر حضور اکرم ﷺ کی عظمت و رفعت کا خوب

صورت اظہار ہے۔

معراج کی شب میں عرش اور دنیٰ فتدلی کی منزلوں سے نبی اکرم ﷺ ہی گزرے تھے اور یہ رفعت انکے قبل کسی بندۂ خدا کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ حاصل ہوسکتی ہے لہٰذا فاضل بریلوی سرور کشور رسالت ﷺ کے اس مرتبہ اکا اظہار کر کے ان پر درود بھیج رہے ہیں اور درود کے معنی بھی یہی ہوتے ہیں کہ رسول کونین کی رفعت شان کا اہتمام کیا جائے۔

اس شعر اور اس سے پہلے پیش کردہ شعر میں رضاؔ بریلوی کی معنی آفرینی لائق تحسین ہے۔

چند اشعار اور بھی ملاحظہ کریں۔

۱۔ تم نے برنگ خلق حبیب جہاں کر کے شق — نور کا تڑکا کیا تم پہ کروروں درود

۲۔ طور پہ جو شمع تھا چاند تھا ساعیر کا — نیر فاراں ہوا تم پہ کروروں درود

۳۔ اُف وہ رہِ سنگلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ — اے مرے مشکل کشا تم پہ کروروں درود

۴۔ مہرِ خدا نور نور دل ہے سیہ دن ہے دور — شب میں کرو چاندنا تم پہ کروروں درود

مندرجہ بالا اشعار میں تلازم الفاظ، مضمون آفرینی، رفعت فکر اور شفتگی لائق دید ہیں۔

شعر ۱ — فلسفیانہ اور مابعد الطبیعیاتی رنگ کا حامل ہے۔

شعر ۲ — تلمیحاتی ہے

شعر ۳ اور ۴ — شفتگی اور فدائیت کے رنگ سے پُر ہے

شعر ۳ — اُف اور اے کے استعمال نے بیساختگی اور برجستگی کے ساتھ ساتھ طرز ادا میں بانکپن پیدا کر دیا ہے۔

شعر ۴ — میں کرو چاندنا کا ٹکڑا برجستگی اور شفتگی کا کیسا جلوہ پیش کر رہا ہے بس دیکھنے کے لائق ہے کہ ذوق کو وجد آجاتا ہے۔

قصیدۂ سلامیہ

امام احمد رضا خاں بریلوی کا سلام

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

قصیدہ درور دیہ ہی کی بحر میں ہے۔یہ ۱۶۹ راشعار پر مشتمل ہے اس کے تقریبا ہر مصرع میں استعارہ ہے۔اس نعت میں فاضل بریلوی کی ترکیب سازی کا کمال لائق دید ہے۔

سلام میں سرورانبیا ﷺ کا سراپا پیش کرنا رضاؔ بریلوی کی جدت بھی ہے اور آقا حضور ﷺ سے انکی بے پایاں محبت کا ایک نمونہ بھی ہے کہ وہ اپنے مولا اور اپنے مدنی محبوب کے ایک ایک عضو کو سراہتے ہوئے اس کی عظمت اور اسکی بے مثالی کو سلام بھی پیش کر رہے ہیں اور اسکی سلامتی کے لئے دعا گو بھی ہیں۔

اس سلام کا ہر ہر شعر قرآن اور احادیث سے مطابقت بھی رکھتا ہے اور اسمیں تلمیحات کی بھی کثرت ہے۔

اس سلام کے بارے میں ڈاکٹر ریاض مجید اسطرح راقم طراز ہیں:۔

''قصیدۂ سلامیہ اردو زبان کا سب سے مقبول قصیدہ ہے۔اس سلام میں سراپائے سرور عالم ﷺ کو تحسین و درود کیساتھ ایک منفرد انداز میں پیش کیا گیا ہے۔کئی نعت گو شاعروں نے قافیہ میں تبدیلی کے ساتھ اس سلام کی تقلید میں سلام کہا۔اس سلام کی تضمین میں خمسے بھی لکھے گئے''۔

(اردو میں نعت گوئی ص ۴۱۲)

پروفیسر وسیم بریلوی نے اس سلام کے بارے میں بڑی حسین بات کہدی ہے:۔

"جس طرح ہر ملک کا اپنا ایک قومی ترانہ (National Anthem) ہوتا ہے اسی طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب کا یہ سلام۔ عالم اسلام کا ایک قومی ترانہ بن گیا ہے جو دنیا کے بیشتر ملکوں میں مذہبی و تقدیسی تقریبات کے مواقع پر اور کہیں کہیں صبح کی نماز کے بعد مساجد میں بلاناغہ پڑھا جاتا ہے"۔

(پروفیسر وسیّم بریلوی صاحب نے راقم سے گفتگو کے دوران مولانا بریلوی کے سلام کے بارے میں یہ تاثر پیش کیا)

اس سلام کا منظوم انگریزی ترجمہ بھی پروفیسر غیاث الدین، لندن نے کیا ہے۔ مطلع کا ترجمہ دیکھئے:۔

Blessed be Must afa! mercy for mankind-God's light,true way to find.

مصطفٰے جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

کے دونوں مصرعوں میں قرآنی آیات کی مطابقت ملاحظہ کریں۔

"وما ارسلنك الا رحمة للعالمين" اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کیلئے اور" انا ارسلنٰك شاهداً ومبشراً ونذيراً وداعياً الى الله باذنه وسراجاً منيرا"(سورۂ انبیاء:۱۰۸، سورۂ احزاب:۴۵، ۴۶)

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلاتا اور چمکادینے والا آفتاب۔

چند اشعار اور ملاحظہ کریں۔

جس کے زیر لوا آدم و من سوا
اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کے مقام محمود کا ذکر ہے۔قیامت کے دن آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے ساتھ حضور ﷺ ہی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے۔

حضور ﷺ نے متعدد بار فرمایا ہے کہ: "لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہوں گا۔اس پر فخر نہیں۔میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوگا"۔

(مسند احمد-۱:۲۸۱)

مزید ارشاد فرمایا:-

"قسم مجھے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے،روز قیامت تمہارے نبی کے ہاتھ میں جھنڈا ہوگا اور اس کے نیچے آدم سمیت تمام انبیاء ہوں گے۔"

(مجمع الزوائد-۸:۲۶۹)

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں
اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں آقائے نامدار ﷺ کے اختیار کا ذکر ہے۔بعطائے الٰہی عرش تا فرش یعنی کائنات کی ہر شے اللہ کے اسی محبوب کے تابع ہے۔

قرآن مقدس (سورۃ الجاثیہ:۱۳ و لقمان:۲۰) میں صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ خدا کے فرمانبردار بندوں کیلئے زمین و آسمان کی ہر شے تابع کر دی گئی ہے۔اور ظاہر ہے کہ رسول عربی ﷺ تمامی بندگان الٰہی سے بزرگ و برتر اور سب کے سرور ہیں لہذا ہر شے بدرجۂ اتم ان کے تابع ہے۔

اس شعر میں قاہر ریاست کی ترکیب معنویت کی تہداری کا ایسا غماز ہے کہ اسکی وجہ سے شعر بلاغت کے انتہا پر پہنچ گیا ہے۔

چند تلمیحاتی شعر دیکھیں۔

۱۔ صاحب رجعت شمس وشق القمر نائب دست قدرت پہ لاکھوں سلام
۲۔ کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
۳۔ شمعِ بزم دنیٰ ہو میں گم کن انا شرح متن ہویت پہ لاکھوں سلام

علوم وفنون پر مبنی اشعار

۱۔ بے سہیم و قسیم وعدیل و مثیل جو ہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام
(فلسفہ)
۲۔ انتہائے دوئی ابتدائے یکی جمع تفریق وکثرت پہ لاکھوں سلام
(تصوف)
۳۔ سبب ہر سبب منتہائے طلب علت جملہ علت پہ لاکھوں سلام
(فلسفہ)

تاریخی تناظر میں اشعار

۱۔ گرد مہ دست انجم میں درخشاں ہلال بدر کی دفع ظلمت پہ لاکھوں سلام
۲۔ ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں مصطفےٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

سیرت رسول پر مبنی اشعار

۱۔ کل جہاں ملک جو کی روٹی غذا اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
۲۔ بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں دودھ پیتوں کی نسبت پہ لاکھوں سلام
۳۔ سیدھی سیدھی روش پہ کروروں درود سادی سادی طبعیت پہ لاکھوں سلام

ولادت تا بچپن

۱۔ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

۲۔ زرع شاداب و ہر ضرع پر شیر سے — برکات رضاعت پہ لاکھوں سلام

مطلع سے لیکر ۳۱ رویں شعر تک حضور ﷺ کی عام صفات، اعلےٰ مدارج، عز و وقار اور معجزات کا ذکر ہے۔ اعلان نبوت کے ایک ایک واقعہ پر درود سلام بھیجتے ہیں۔

روزِ گرم و شب وتیرہ و تار میں — کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام

اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے — جلوہ ریزیٔ دعوت پہ لاکھوں سلام

وغیرہ

حضور ﷺ کے صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے اربعہ، حضور کے اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات، ائمہ مجتہدین، اولیاء وغیرہ پر سلام بھیجنے کے ساتھ ساتھ اپنی ذات پر بھی سلام بھیجتے ہیں۔

رضا بریلوی کی انکساری، بارگاہ رسالت میں بے پایاں عقیدت اور بزرگان دین سے نیاز کیشی کا انداز ملاحظہ کریں۔

تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا — بندۂ ننگ خلقت پہ لاکھوں سلام

اپنے استاد، والدین، بھائی بہن، ولد و عشیرت اور شاہ کی ساری امت پر لاکھوں سلام بھیجتے ہیں۔

میرے استاذ ماں باپ بھائی بہن — اہل ولد عشیرت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضور ﷺ کی رحمت للعالمینی اور انکی رسالت کی ہمہ گیریت اور آفاقیت کا کتنا خوبصورت اظہار کیا ہے۔

مقطع ۔

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

یہ سلام سلاست زبان، سادگی وصفائی، بیساختگی و برجستگی اور معنی آفرینی اور فصاحت وبلاغت کا ایک متحرک پیکر ہے۔ اس شعر سے شاعر کے جذبۂ محبت کی پاکیزگی اور التہاب اور شفتگی کا جو شباب امنڈ رہا ہے وہ لائق بیان نہیں بس ذوق سلیم ہی اسکو محسوس کر سکتا ہے۔

یہ شعر سرشاری اور سرمستی کا ایک نرالا اظہار ہے۔

"ہاں رضاؔ!" کے ٹکڑے نے شعر میں جان ڈال دی ہے۔

سراپائے مصطفیٰ ﷺ

محبوب خدا، سرکار محمد مصطفیٰ ﷺ کے گیسو ورخ وغیرہ کا بیان قرآنی سنت ہے۔

احادیث کریمہ میں بھی حضور اکرم ﷺ کے حسن و جمال اور شمائل کا بیان موجود ہے۔ سراپائے رسول کریم ﷺ کے بیان میں ادب واحتیاط لازمی ہے اور ہر عضو کا بیان احادیث اور روایات کی روشنی میں ہونا چاہیئے۔

مواہب لدنیہ میں مرقوم ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے جمالِ رخِ انور کی جتنی تشبیہات لوگوں نے دی ہیں وہ سب اپنے فہم اور عرف کے اعتبار سے ہیں ورنہ آنحضرت ﷺ کے جمال باکمال کی ابہت وجلا، بہجت اور حسن وملاحت کسی چیز کے مشابہہ نہیں تھی۔

نبی کونین ﷺ کا حسن وہ بے مثال حسن ہے جس کے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے حقیقی اور مستوری حسن کی ادنیٰ جھلک پا کر فرمایا تھا۔

لوامی زلیخا نورا ین جبینہ ......لاثرن بالقطع القلوب علی السیدی

یعنی اگر زلیخا کی ملامت گر عورتیں یعنی زنانِ مصر حضور نبی کریم ﷺ کی روشن پیشانی دیکھتیں تو وہ ہاتھ کاٹنے کے بجائے دل کاٹ لیتیں۔

رضاؔ بریلوی کا سراپا پچاس اشعار پر مشتمل ہے۔

قامت، سر، گیسو اور مانگ کی ستائش میں یوں گوہر افشانی کر کے سلام بھیجتے ہیں۔

قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت ظلِ ممدود رافت پہ لاکھوں سلام

طائرِ قدس جس کی ہیں قمریاں اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام

وصف جس کا ہے آئینہ حق نما اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا لکہ ابر رافت پہ لاکھوں سلام

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

لخت لخت دل ہر جگر چاک سے شانہ کرنیکی حالت پہ لاکھوں سلام

حضور اکرم ﷺ کے قد مبارک کیلئے سرو سہی سے تشبیہ اوروں نے بھی دی ہے مگر یہ کہکر "طائران قدس جس کی ہیں قمریاں" رضاؔ بریلوی نے شعر میں ندرت پیدا کر دی ہے۔

خدا ساز طلعت کی ترکیب بھی خوب ہے۔ مانگ کی چمک اور استقامت کو قدر کی رات میں فجر حق کا مطلع کہا ہے۔ اسطرح زلف کو لیلۃ القدر اور مانگ کو مطلع الفجر سے تشبیہ دینا رضاؔ کی جدت و ندرت اور خیال کی نزاکت کا شاندار اظہار ہے (اس شعر میں قرآنی مفہوم موجود ہے سورۂ قدر۔ پ ۳۰)

حضور ﷺ کے فرق اقدس کے بارےمیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ حضور کا سر اقدس نہ بہت بڑا تھا نہ ہی چھوٹا بلکہ بہت ہی متوازن اور خوب صورت کہ جس سے رعب و وجاہت ٹپکتا تھا۔

اب اس روشنی میں رضاؔ بریلوی کا یہ شعر ملاحظہ کیجئے۔

جس کے آگے سر سروراں خم رہے......اس سر تاج رفعت پہ لاکھوں سلام

اس کے بعد گوش مبارک، چشم رحمت، جبین سعادت کا بیان کرتے ہیں۔

۱- دور و نزدیک کے سننے وہ والے وہ کان	کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
۲- چشمۂ مہر میں موج نور جلال	اس رگ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام
۳- جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا	اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
۴- جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی	ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
۵- ان کی آنکھوں پر وہ سایہ افگن مژہ	ظلۂ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام
۶- اشکباریٔ مژگاں پر برسے درود	سلک در شفاعت پہ لاکھوں سلام
۷- جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا	اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
۸- نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پر درود	اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

کان لعل کرامت کہنا کیسی تازہ کار تشبیہ ہے۔ اس شعر میں حضور کی قوت سماعت کے ذریعہ ان کی شنوائی اور فریاد رسی کا بھی اظہار کر دیا ہے۔ رگ ہاشمیت کو چشمہ مہر میں نور جلال کی موج کہنے میں ندرت وجدت ہے۔ آنکھوں پر جھکی ہوئی پلکوں کو سائبان کہنا اور آنکھوں کو قصر رحمت! یہاں بھی تشبیہ کی تازہ کاری اور جدت وندرت کا وہی انداز ہے۔

شعر ۶: میں معنی آفرینی کا جلوہ دیکھیں۔ حضور جان رحمت امت کی شفاعت وبخشش کے لئے رب کائنات کی بارگاہ میں فریادی ہیں، چشمان مبارک سے آنسو گر گر کر پلکوں پر جمع ہو رہے ہیں۔ ان آنسوؤں کو شفاعت کا در کہا ہے اور اشکوں کے گرنے کے سلسلے کو سلک سے تشبیہ دے رہے ہے۔ کس قدر خوبصورت انداز بیان ہے۔ اس ادائے سرکار اور ان کی کرم

گستری اور امت سے محبت پر رضاؔ بریلوی درودوں کی بارش کر رہے ہیں۔ادھر اشکوں کی بارش ادھر درودوں کی بارش۔سرکار کی ایک ایک ادا پر رضاؔ کا قربان جانے والا یہ انداز۔یہ صرف شاعری ہی نہیں ہے بلکہ عشق کے پاکیزہ جذبہ کا والہانہ اظہار ہے۔

قرآن کریم کے سورۂ والنجم،آیت ۱۷ میں حضور کی آنکھوں کیلئے......

مازاغ البصر وماطغی آیا ہے یعنی آنکھ نہ کسی سمت پھری،نہ حد سے بڑھی۔نرگس کی بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔یہ خواب آگیں کیفیت عاشق کی کائنات دل کو زیر وزبر کرنے والی ہوتی ہے۔نرگس باغ قدرت کی ترکیب کسقدر خوبصورت اور رضاؔ کے جمالیاتی حسن کا غماز ہے اور آنکھوں کی تشبیہ۔باغ کی قدرت کی تشبیہ سے ندرت کا نمونہ ہے۔آنکھوں کی شرم وحیا اور جھکی جھکی نگاہوں پر درود بھیجنا بھی شیفتگی کا اظہار ہے۔

اس کے بعد عذاروں،رخ تاباں،صباحت وملاحت،چہرے کے پسینہ،ریش مبارک،پتلے پتلے ہونٹوں،دہن وزبان ولعاب دہن،سرکار کی فصاحت وبلاغت،انکی دعا،ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ اور اس کیفیت وغیرہ کا نہایت ہی حسین طرز سے بیان کرتے ہیں۔

کس قدر صاف اور سادگی سے پر شعر ہے۔

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں......ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

لبوں کو گل قدس کی پتیاں کہکر شعر کو پاکیزگی،معصومیت اور اپنی فدائیت کا پیکر بنادیا ہے۔

حضور کی تھوک مبارک کی خصوصیات یہ تھی کہ اگر کھاری پانی میں ڈالدیتے تو وہ شیریں ہوجاتا۔سرکار کا ایک اور مشہور معجزہ بھی ہے کہ آپ نے ایکبار کھاری کنوئیں میں

تھوک دیا تھا تو اس کا پانی میٹھا ہو گیا تھا۔اب شعر ملاحظہ فرمائیں۔

جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے......اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

چند اشعار اور بھی ملاحظہ کریں۔

وہ دعا جس کا جوبن بہار قبول اُس نسیم اجابت پہ لاکھوں سلام

جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے ان ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام

مہر نبوت کو کس طرح محبت کا خراج پیش کرتے ہیں۔

حجر اسود کعبہ جان ودل......یعنی مہر نبوت پہ لاکھوں سلام

حضور ﷺ کا یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ وہ پشت کیطرف سے بھی اسطرح دیکھتے تھے جس طرح آگے سے دیکھتے تھے۔اسپر بھی ایک شعر اس طرح کہا ہے۔

روئے آئینہ پشت علم حضور......پشتی قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام

یہ شعر بھی معنی آفرینی کا ایک خوب صورت نمونہ ہے۔

ہتھیلیوں کی لکیروں، انگلیوں اور ناخنوں سے متعلق اشعار دیکھیں۔

جس کے ہر خط میں موج کرم نور کی اس کف بحر ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

ناخن کو صرف ہلال نہیں بلکہ عید مشکل کشائی کا ہلال کہنے میں نزاکت خیال کا کیسا حسین اظہار ہے۔عید مشکل کشائی کی ترکیب بھی کس قدر بلاغت آفریں ہے۔

حضور ﷺ کا سینہ مبارک بحکم خداوند جبرائیل امین علیہ السلام نے چاک کر کے اسے پاک وصاف کر دیا تھا اور اس طرح یہ سینہ معرفت الٰہی اور راز وحدت کا گنجینہ بنگیا تھا۔

رضاؔ بریلوی اس واقعہ کا یوں ذکر کرتے ہیں۔

رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود...... شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

اور پھر کیا ہی بلیغ شعر پیش کرتے ہیں۔

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں...... غنچۂ راز وحدت پہ لاکھوں سلام

سراپا کے آخر میں کف پا کی حرمت پہ سلام پیش کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں سرکار کے شہر اور جس خاک پر وہ قدم رکھتے تھے،۔ کی قسم یاد فرمائی گئی ہے۔ (سورۂ بلد: پ۳۰)

اس سراپا کے ایک ایک شعر کی تشریح اور اس کے ادبی و فنی محاسن اور علمی وجاہت کا کہاں تک جائزہ لیا جائے۔

رضاؔ کے اس پورے سلام کی بابت صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ بذات خود ایک نعتیہ دیوان ہے جس میں حضور کی سیرت وصورت، حسن و جمال، عظمت وکمال کا تمام وکمال کیسا تھا اظہار کیا گیا ہے۔

لفظ و بیان کے پیچ وخم ہیں کہ نیازمندی کی تہہ در تہہ کیفیتوں میں لہک اٹھے ہیں۔ حسن معنی ہے کہ حسن عقیدت میں سمو کر زمزمہ وادی کے پیکر میں ڈھل گیا ہے۔

کوثر نیازی اس سلام کے بارے میں اسطرح اظہار خیال کرتے ہیں:

"اردو، عربی، فارسی، تینوں زبانوں کا نعتیہ کلام میں نے دیکھا ہے اور بالاستعیاب دیکھا ہے اور میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ تمام زبانوں اور تمام زمانوں کا پورا نعتیہ کلام ایک طرف اور شاہ احمد رضاؔ کا سلام۔

مصطفے جان رحمت پہ لاکھوں سلام

ایک طرف۔ دونوں کو ایک ترازو میں رکھا جائے تو احمد رضا کے سلام کا پلڑا پھر بھی بھاری رہے گا۔ میں اگر یہ کہوں کہ یہ سلام اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے تو اسمیں ذرہ بھر بھی

مبالغہ ہوگا۔ جو زبان و بیان، جو سوز و گداز، جو معارف و حقائق، قرآن و حدیث اور سیرت کے جو اسرار و رموز، انداز و اسلوب میں جو قدرت و ندرت اس سلام میں ہے وہ کسی زباں کی شاعری کے کسی شہ پارے میں نہیں۔" (کتابچہ-امام احمد رضا خاں ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۲۱،۲۲)

قصیدۂ معراجیہ

معراج: حضور سرور کونین سیدنا محمد عربی ﷺ کا یک منفرد اعجاز و اعزاز ہے۔ ختمی مآب علیہ التحیۃ والثناء کے اس عظیم واقعہ کو اردو کے بیشتر شعراء نے اپنے اپنے انداز میں نظم کیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کا یہ معراجیہ قصیدہ ۶۷/اشعار پر مشتمل ہے۔ امام موصوف نے اس قصیدہ کو در تہنیت شادی اسریٰ کے نام سے سوم کیا ہے۔ یہ معراج نامہ ماقبل کے تمام معراج ناموں سے اپنی تکنیک کے اعتبار سے مختلف ہے۔ یہ دراصل شب معراج کا تہنیت نامہ ہے۔ مبارکبادی کا ایک والہانہ نغمہ۔ ایک نغمۂ بہار!

اس قصیدہ میں رضاؔ بریلوی کا ذوق فدائیت پورے شباب پر ہے۔ شیفتگی اور نیاز کیشی۔ ہم آواز، ہم سرور مستانہ اور ہم ارتعاش قلب مضطر ہیں۔

اندازِ رضاؔ ملاحظہ کیجئے:

غبار بنکر نثار جائیں کہاں اب اس رہگور کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لیکے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
مگر کریں کیا نصیب میں یہ تونا مرادی کے دن لکھے تھے

زبان: اس قصیدہ کی زبان بہت ہی سادہ، شستہ، رواں اور پاکیزہ ہے اور بامحاورہ بھی۔ سلاست زبان کو اس حد تک ملحوظ رکھا گیا ہے کہ کلام کو آیت کریمہ اور احادیث کی تلمیحات سے امکانی طور پر بچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ امام احمد رضا بریلوی کی زباندانی اوران کے فکر کی تازگی نیز تخیل کی نزاکت کا کمال ہے کہ ایسے علمی اور وقیع موضوع میں سلاست زبان کو بروئے کار لا کر اس قصیدہ کو ایک بہجت آگیں نغمہ میں تبدیل کر دیا ہے اور داخلی کیفیات اور جذبہ کی شدت اور پاکیزگی کا یہ عالم ہے کہ ہر شعر سے شیفتگی اور عقیدت کیشی کا شباب پھوٹا پڑا رہا ہے۔

قاب قوسین کے بیان میں کسی تلمیح اور اقتباس کے بغیر علم ریاضی (جیومیٹری۔ Geometry) کی اصطلاحات کو استعمال کر کے مابعد الطبیعیاتی نظریہ میں جس طرح ڈھالا ہے وہ خامۂ رضا کا کمال ہے۔

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت سے سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

ایک اور مقام پر ریاضی کی اصطلاحات کو اپنے تخلیقی انداز میں تحلیل کر کے یہ شعر کہتے ہیں۔

کمان امکاں کے جھوٹے نقطوتم اول و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

یہ دونوں اشعار بلاغت خیال اور معنی آفرینی کے شاہکار ہیں۔

یہ قصیدہ جمالیات کا بھی اعلی نمونہ ہے۔ پورا قصیدہ نغمگی اور ترنم سے بھرپور ہے۔

تشبیہ اور استعارے کی تازہ کاری اور لطافت بھی قابل داد ہے۔ چند اشعار ملاحظہ کریں۔

نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

پہاڑیوں کا وہ حسن تزئیں وہ اونچی چوٹی وہ ناز و تمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں ڈوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھی کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا کٹورے تاروں نے بھر لئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

شاعرانہ نازک خیالی

وہ ظل رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

ستم کیا کیسی مت کٹی تھی قمر وہ خاک ان کے رہگزر کی
اٹھا نہ لایا کہ ملتے ملتے یہ داغ دیکھنا سب مٹے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضور خورشید کیا چمکتے چراغ اپنا منہ دیکھتے تھے

چلا وہ سرو خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں
پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این و آں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی اڑے تھے

اس قصیدہ میں ہندی الفاظ، ہندی رسم ورواج اور علامتوں کو بھی رضؔا بریلوی نے بڑی سلیقہ مندی سے نبھایا ہے۔ جوت، بناؤ، جوبن، جل تھل، مت، وغیرہ ہندی کے الفاظ ہیں۔ جھومر، دھانی دوپٹے، دھوپ چھاؤں، چھڑیاں، لچکا، تھل وغیرہ ہندوستانی طور طریقے ۔۔اور۔۔۔۔۔۔دولہا کے سر پر سہرا باندھنا۔ دولہا کا صدقہ اتارنا، دولھا کے اترن کی خیرات وغیرہ ہندوستانی رسم ورواج ہیں۔ رضؔا نے محاوروں کا استعمال بھی بڑی خوبی سے کیا ہے۔

آنکھیں بچھانا، منہ دیکھنا، گل کھلانا، دن پھرنا وغیرہ محاورے ہیں۔ اس قصیدہ میں امام موصوف نے محاکات کا جو کمال پیش کیا ہے اسے پیکر تراشی کے ذیل میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اس قصیدہ میں امام کی امیجری میں ملکی رنگ یعنی ہندوستانی فضا پوری طرح غالب ہے جو اردو شاعری کا اپنا ایک مزاج ہے۔

قصیدۂ نور

قصیدۂ نور ۵۹؍اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں ۴۷؍مطالع ہیں اور اردو شاعری میں شائد ہی کسی شاعر کی نظم میں اتنے مطالع ملیں گے۔ یہ پورا قصیدہ علامتی مفاہیم کا حامل

ہے۔اس قصیدہ کا جائزہ ادبی وعلمی محاسن کے تحت لیا جاچکا ہے۔چند اشعار ملاحظہ کریں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا
سایہ کا سایہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا
قدرتی بینوں میں کیا بجتا ہے لہرا نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا
جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
سرمگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال
ہے فضائے لامکاں تک جنکا رمنا نور کا
ك گیسوه دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کھیٰعص ہے ان کا چہرہ نور کا
اے رضاؔ یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھکر قصیدہ نور کا

یہ قصیدہ نادر تشبیہات و استعارات، محاورات، تلمیحات، جدت تمثیل، زبان کی

سلاست، بیان کے زور اور معنی آفرینی وغیرہ سے آراستہ ہے۔صنعت ایہام اور صنعت تعلیل کی بھی عمدہ مثالیں اس کے اشعار میں موجود ہیں۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو اے ذوالنورین جوڑا نور کا

(صنعت ایہام)

سبزۂ گردوں جھکا تھا بہر پا بوس براق
پھر نہ سیدھا ہو سکا کھایا وہ کوڑا نور کا

(صنعت حسن تعلیل)

جدت تمثیل کا بھی نادر و نایاب نمونہ ملاحظہ کریں۔

ایک سینہ سے مشابہ اک وہاں سے پاؤں تک
حسن سبطین ان کے جاموں میں ہے نیما یوز کا
صاف شکل پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں
خط توام میں لکھا ہے دو ورقہ نور کا

روایت ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا سر سے ناف تک کا حصہ سرکار اقدس ﷺ کے اوپری جسم سے مشابہ تھا اور ناف سے پیر تک کا حصہ حضرت امام حسین کا سرکار کے نچلے حصہ سے مشابہ تھا۔اس طرح اگر دونوں شہزادگان کے نصف نصف حصۂ جسم کو ملا دیا جائے تو سرکار کی پوری شبیہ پاک بنجائے۔

ان دونوں شعروں میں اسی امر خاص کی طرف اشارہ ہے اور خط توام سے تمثیل دی ہے۔

خط توام وہ خط ہے جس کے تحریر کرنے کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ کاغذ کے ایک صفحہ پر

مضمون کا ایک حرف اور دوسرے صفحہ پر دوسرا حرف لکھا جاتا اس طرح مضمون کو پورا کیا جاتا تھا۔ دونوں میں سے پہلے ایک بھیجا جاتا تھا۔ منزل مقصود پر اسکے صحیح سلامت پہنچ جانے کے بعد دوسرا صفحہ بھیجا جاتا تھا۔ اس کے بعد مکتوب الیہ دونوں صفحات کو ملا کر خط کا مضمون سمجھ جاتا تھا۔ پہلے فوجی، ملکی اور سیاسی نوعیت کے اہم راز کو بھیجنے کا یہی طریقہ رائج تھا۔

اب مثال کیلئے یہ مضمون دیکھیں:۔

تازہ کمک روانہ ہے حملہ جاری رکھو

اب خطِ توام کے ذریعہ اسے بھیجنے کا یہ طریقہ ہوگا۔

ص۱	ص۲	ص۳	ص۲
ت	ا	ر	ک
ز	ہ	ہ	و
ک	م		
ک	ر		
و	ا		
ن	ہ		
ہ	ے		
ح	م		
ل	ہ		
ج	ا		
ر	ک		

(ص سے مراد صفحہ ہے)

امام احمد رضا کے دیگر قصائد

امام احمد رضا بریلوی کے تمہید یہ قصائد میں نعتیہ اور مدحیہ (منقبتیہ) دونوں طرح کے قصائد شامل ہیں۔

ایک قصیدہ علمیہ جو نامکمل ہے۔

دوسرا نعتیہ قصیدہ نجوم و ہیئت کی اصطلاحات پر مبنی ہے۔

یہ ۵۵/اشعار پر مشتمل ہے۔ اسمیں ۵۵ شعروں کی تمہید ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کریں۔

خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن

اک گل سوسن میں ہیں لاکھوں یاسمن

فلک کواکب

موتیسے بیلے کے پھول زیب گریبان شام

شمالی

جوہی چنبیلی کے گل زینت جیب یمن

کواکب جنوب

تختۂ نسرین میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول

فلک عطارد

ایک گل نیلوفر چار گل ناردن مریخ، قلب الاسد، قلب اسعقرب، قلب الثور

زحل

اس قصیدہ کے پچاس سے زائد اشعار کی تشریح علامہ شمس بریلوی نے معارف رضا

کراچی کے مختلف شماروں میں کی ہے۔انہیں کی تشریح کی روشنی میں چند اشعار کی شرح دیکھیں۔

خالق افلاک نے طرفہ کھلائے چمن
اک گل سوسن میں ہیں لاکھوں گل یاسمن

خالق افلاک یعنی اللہ عزوجل نے اپنی صناعی سے افلاک کے یہ حسین اور نادر باغ ایسے کھلائے ہیں کہ ان کا جواب نہیں اور نہ ہی کوئی ایسے طرفہ اور حسین باغ کھلا سکتا ہے کہ ایک گل سوسن یعنی فلک ثوابت میں اس نے اپنی صناعی اور قدرت سے لاکھوں ستارے پیدا کردیئے ہیں جو اپنے گل یاسمن کی طرح دلکش اور نظر نواز ہیں۔

تختۂ نسرین میں ہے گیندے کا صرف ایک پھول
ایک گل نیلوفر چار گل ناردن

تختۂ نسرین فلک ہے اور گیندے کے پھول سے مراد ہے عطارد۔عطارد کو اکثر اصحاب علم گیندے کے پھول سے تشبیہ دیتے ہیں۔اس تختۂ نسرین یعنی فلک میں ایک گل نیلوفر یعنی زحل بھی ہے جبکہ ناردن یعنی گلنار فارسی کے چار پھول کھلے ہیں جو ہیں مریخ، قلب اسد، قلب عقرب اور قلب ثور یعنی مریخ کے لئے اسد۔

گریز اس طرح تشریح ہوتا ہے۔

مدحت غائب ہوئی شوق کی آتش فروز
گل کی حضوری میں ہو بلبل جاں نغمہ زن

جان دو عالم نثار وہ ہے مرا تاجدار — جس کو کہیں جان و دیں جان من ایمان من
مدح حسیناں نہ کر وصف امیراں نہ کر — خلق انہیں کی حسیں خُلق انہیں کا حسن

اسطرح ۵۶/ویں شعر سے گریز شروع کر کے ۸۹ ویں شعر تک حضور اکرم ﷺ کے جمال، سیرت پاک، عظمت و رفعت اختیارات و تصرفات اور ان کے باعث ایجاد عالم ہونے کا بیان ہے۔

چند تشبیہوں اور استعاروں کی بہار دیکھیں۔

پائے منور اگر بحر میں دھو لیجئے — نعل مبارک اگر شب پر ہو پرتو فگن

گوش سمک پھیر دے قرطۂ چشم غزال — پشت سمک مول لے گوہر تاج عدن

یہ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ پہلے شعر کے مصرع اولیٰ کا تعلق دوسرے شعر کے مصرع اولیٰ سے ہے اور دونوں کے مصرع ثانی کا ایک دوسرے سے تعلق ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر سرکار ابد قرار ﷺ بحر میں اپنا پائے منور دھولیں تو مچھلی کے گوش جن کی بناوٹ گوشوارہ کی طرح ہوتی ہے وہ قرطۂ چشم غزال یعنی ہرن کی آنکھ کے گوشوارے کو پھیر دے اس لئے سرکار کے پیر دھونے سے اسے آب و تاب ملجاتی ہے اور مچھلی کے سفنے جنکی شکل نعل جیسی ہوتی ہے وہ سرکار کے کنش اقدس کے نعل کے عکس سے اس طرح تابدار ہو جائیں کہ معلوم ہو اس نے تاج عدن کے گوہر مول لے لئے ہیں اور اپنی پشت کو سجالیا ہے۔

اس شعر میں عکس نعل اور قرطۂ چشم غزال میں جو تشبیہ ہے اس میں وجہ شبیہ خمیدگی ہے اور گوش ماہی کی شکل بھی گوشوارے جیسی ہوتی ہے۔ پشت ماہی کے سفنے نعل جیسے ہوتے ہیں پس ان تشبیہات میں وجہ شبیہ خمیدگی ہے۔

اب مندرجہ ذیل اشعار میں صنعت تلمیح اور استعارہ کا جلوہ دیکھیں۔

(۱) دن کہے اس سے نگار اک نظر مہر ادھر...... مہر کے میں نثار نیم جھلک جان من

(۲) پانی ہو سارا گلاب بلبلے بنیں...... گائیں ملاروں میں نعت نور کی برسے بھرن

شعر (۱) میں صنعت تجنیس تام ہے۔

شعر (۲) میں رعایت لفظی بھی ہے اور حسن تعلیل بھی

ثور سے عذرا میں جب شمس نے تحویل کی

مدینہ ہجرت

دلو سے نکلے نجوم چاند کا چھوٹا گہن

اصحاب

شوہر عذرا ہوا ابن عروس عرب...... لیلیٰ و سلمیٰ ہوئیں شمع قدم کی لگن

ابن عروس عرب سے مراد ذات حضور اکرم ﷺ ہے۔ شعر ۳ میں ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ شعر ۴ میں اشارہ ہے کہ حضور نے مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ کو مرکز اسلام بنایا۔

لیلیٰ و سلمیٰ سے مراد مکہ و مدینہ ہیں۔

اس قصیدہ میں شعر ۹۰ سے شعر ۹۹ تک ایک قطعہ، شعر ۱۰۰ سے شعر ۱۱۵ تک دوسرا قطعہ اور شعر ۱۱۶ سے شعر ۱۴۴ تک تیسرا قطعہ ہے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ کے بیابان کی مدح ہے۔

یہ قصیدہ ادق ہونے کے باوجود بہت ہی رواں دواں، پرشکوہ، مترنم اور زبان کی لطافت و تازگی سے پر ہے۔

بیان و بدیع نیز تلمیحات کی رنگارنگی نے اس قصیدہ کو نہ صرف نعتیہ شاعری بلکہ پوری اردو شاعری میں لاجواب بنا دیا ہے۔ اس میں اس قدر گھلاوٹ اور رسیلا پن ہے کہ تشریح طلب ہونے کے باوجود اسے پڑھنے کا ایک الگ ہی لطف آتا ہے۔

شمس بریلوی اس قصیدہ کی بابت لکھتے ہیں:۔

''نعت میں اس التزام کے ساتھ قصیدہ پیش کرنا حقیقت میں خامہ رضا کا کمال ہے کہ ہر قدم پر قدغن ہے۔ شریعت کی حدود سے سر مو تجاوز نہیں کیا جا سکتا اسلئے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ:

بدر چاچی کا مدحیہ قصیدہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس قصیدہ کے سامنے ہیچ ہے۔

(معارف رضا کراچی ۱۹۸۷ء ص ٦٦)

بدر چاچی کے قصیدوں میں صرف تشبیب تک علم ہیئت کا التزام ہے۔ مدح حاضر میں وہ اس کو ترک کر دیتا ہے جبکہ حضرت رضاؔ نے اخیر تک اس التزام کو قائم رکھا ہے۔

ڈاکٹر سید رفیع الدین اس قصیدہ کے بارے میں اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:۔

"یہ ۵۵ شعروں کی تمہید بڑی دلکش ہے اور استعارات کے پردوں میں علم ہیئت و نجوم کی متعدد اصطلاحات بڑی خوبی کے ساتھ سموئی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مومنؔ کے وہ قصیدے جو اسی قسم کے اصطلاحات سے بھرے پڑے ہیں اپنے اندر کوئی دلکشی نہیں رکھتے۔ مولانا کا پورا قصیدہ ایسے دلکش استعاروں سے پر ہے کہ اسکی مثال پوری اردو شاعری میں نظر نہیں آتی اور بغیر شرح کے انکا سمجھنا بہت مشکل ہے۔ انہوں نے ایک جگہ صحیح فرمایا ہے۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دئے ہیں

اول تو اس قصیدہ کی بحر بھی بہت مترنم ہے پھر مولانا کا انداز بیان، حسن زبان، استعارات، تلمیحات وغیرہ، مختلف محاسن اور علمی اوصاف اس کثرت سے موجود ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ خشک علوم وفنون کے سمندر کا غواص اس قدر شگفتگی کس طرح پیدا کر سکتا ہے۔"

(اردو میں نعت گوئی ص ۳۸۵، ۳۸٦)

ایک قصیدہ کے صرف متفرق اشعار تشبیب ہیں جنکی تعداد ۱۲ ہے۔ اسمیں نجوم و ہیئت اور تکسیر کی اصطلاحیں ہیں۔

بطور نمونہ چند شعر ملاحظہ کیجئے:۔

یہ اٹھی گرد غم اے ماہ تیری فرقت میں — کہ ہوئی چشمۂ خورشید میں پیدا دلدل
کس تجمل سے شفق میں ہے عروس خورشید — آسمانی ہے ڈوپٹہ تو سنہرا آنچل
یہ نمو ہے کہ سما سکتے نہیں ہیں اعداد — نقش حوا کی جگہ لکھتے ہیں اب نقش اجل

ایک قصیدہ کے اور صرف اشعار تشبیب ہیں۔عنوان ہے:

''اشعار تشبیب قصیدہ دربیان آمد بہار ماہ ربیع الاول شریف''

سید رفیع الدین اشفاق اس کی بابت لکھتے ہیں:۔

''ایک قصیدہ بہاریہ تمہید میں ایسا دل کش ہے کہ مولانا کے کمال فن کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔'' (اردو میں نعت گوئی ص ۳۸۸)

ان اشعار کی تعداد سولہ ۱۶ ہے۔زبان خالص اردو ہے۔سارے اشعار تلمیحات اور اقتباسات سے پاک ہیں۔

چند اشعار دیکھیں اور امام احمد رضا کی زبان و بیان اور منظر نگاری کا اندازہ لگائیں۔

اودی اودی بدلیاں گھرنے لگیں — چھوٹی چھوٹی جھیلیں پھر لہرا چلیں
جھومتی آئیں نسیمیں نرم نرم — پتلی پتلی ڈالیاں لچکا چلیں
دن کھلے کانوں میں رس پڑنے لگے — خوشنوا چڑیاں ترانے گا چلیں
تانوں کی بینوں میں پھر لہرا بجا — گیسوؤں کی ناگنیں لہرا چلیں
سرخ سبزا ودی سنہری بدلیاں — دن ڈھلے کیا چنریاں رنگوا چلیں
پھر نظر میں گدگدی ہونے لگی — دھانی دھانی بوٹیاں پھڑکا چلیں
لہلہانا کھلکھلانا واہ واہ — پتیاں کلیاں قیامت ڈھا چلیں
مور کو کے سینۂ پر داغ کے — یاد گیسو کی گھٹائیں آ چلیں

مدح صدیق اکبر نامکمل ہے۔ صرف ۱۵؍اشعار موجود ہیں۔

سیدہ فاطمہ، حضرت علی اور امام حسین کی مدح میں چند متفرق اشعار بھی ہیں۔ قصیدۂ فاروق جو فضائل فاروق کے تاریخی نام سے موسوم ہے ۲۱۶؍اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ بہت ہی پر شکوہ قصیدہ ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کی مدح میں ایک قصیدہ بہت ہی مرصع اور دل کش ہے۔ تشبیب کے اشعار ۱۹؍ ہیں اور مدح کے بیس تشبیب کے چند اشعار ملاحظہ کریں:

آج فردوس میں کس کان حیا کا ہے گذر — حکم ہے سبزۂ بیگانہ کو با ہر با ہر
تھیں جو بے پردہ عنادل میں عروسان چمن — شرم سے لیتی ہیں دامان صبا اب منہ پر
نیل ڈھل جائیگا آنکھوں کا فلک یاد رہے — وا اگر یونہی رہی آج بھی چشم اختر
یہ بنا تخت زمردوہ بنا افسر لعل — واہ کیا سبزہ وگل نے ہیں دکھائے جوہر
حور رویت کیلئے شوق سے آنکھیں دھولیں — اسی سرکار کی مملوک ہے حوض کوثر

مدح کے چند اشعار دیکھیں۔

تن اقدس میں لباس آیۂ تطہیر کا — سورۂ نور ہو سر پر گہر آمان معجر
یا حمیرا کا تن پاک کا گل گوں جوڑا — کلمینی کے در آویزۂ گوش اطہر
ہیں کہاں مالین سرکار کی عفت حرمت — کہدو مجرے کو بڑھیں پھولوں کا گہنا لیکر
چمن قدس کے بیلے کا جبیں پر چھپکا — نحن اقرب کی چنبیلی سے گلے کا زیور
باغ تطہیر کی کلیوں سے بنائیں کنگن — آیۂ نور کا ماتھے پہ منور جھومر
با نوا تیرا سرا پردۂ عفت و رفیع — جسمیں بےاذن نہ ہو روح قدس کو بھی گزر
بس کی جز حضرت شہ دل میں نہیں اور کی جا — شاہزادوں سے بھی خالی ہے کنار اطہر

☆

مثنوی

امام احمد رضا خاں بریلوی کے دیوان حدائق بخشش میں ایک مثنوی بعنوان ''مثنوی الوداع جبہ'' ہے جو ستر اشعار پر مشتمل ہے۔

اس مثنوی میں سرکار اقدس ﷺ کی جبہ مقدسہ کی رخصتی پر رضؔا نے رنج وحسرت کا اظہار کیا ہے۔

زبان سادہ اور سلیس ہے۔ کہیں کہیں فارسی کے الفاظ آ گئے ہیں مگر عام فہم ہیں۔ منظر کشی، روانی اور تسلسل موضوع برقرار ہے۔ یہ مثنوی تلمیحاتی فضاء سے پاک ہے۔

چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

آج کیا ہے جو ہیں سب گریہ کناں　　　خاک برسر چشم تر سینہ زناں
کیوں تڑپتا ہے مرا دل بے قرار　　　کیا ہوا آنکھوں کو کیوں ہے اشکبار
گرمیٔ بازار خود کیوں سرد ہے　　　کیا ہوا مہ کو جو چہرہ زرد ہے
ماتمی پوش آج کیوں ہے آسماں　　　کیوں زمیں سکتہ میں ہے آئینہ ساں
شعر میرے دے رہے ہیں بوئے خوں　　　ٹپکے ہے ہر بات سے رنگ جنوں

ترجیع بند

دیوان رضؔا بریلوی میں دو ترجیع بند ہیں۔ پہلا بند فارسی میں ہے۔ ترجیعی بیت بھی فارسی کا ہے۔

دوسرا ترجیع بند نامکمل ہے۔ اس کا بھی پہلا بند فارسی میں ہے، اور ترجیعی بیت بھی فارسی کا ہے۔

مخمسات

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے دیوان میں تین خمسے ہیں۔

پہلا خمسہ سولہ (۱۶) بند کا۔۔ دوسرا نا مکمل چار بند کا۔۔

اور تیسرا سولہ (۱۶) بند کا۔۔

پہلا اور تیسرا خمسہ قاسم نامی کسی نعت گو کی نعت پر تضمین ہے۔

دوسرا خمسہ بھی تضمین ہی ہے۔

نعت قاسم کو مولانا بریلوی نے اپنے قلم کی سحر طرازی سے لاجواب خمسہ بنا دیا ہے۔

پہلے خمسہ کے چند بند ملاحظہ کیجئے ؎

شعلہ عشق بنی سینہ سے باہر نکلا　　عمر بھر منہ سے مرے وصف پیمبر نکلا
سازگار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا　　دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا
اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا

ہے مرے زیر نگیں ملک سخن کا تا ابد　　میرے قبضے میں اس خطے کے چاروں سرحد
اپنے ہی ملک سے تعبیر ہے ملک سرمد　　ہے تصرف میں مرے کشور نعت احمد
میں کیا اپنے نصیبے کا سکندر نکلا

کیوں نہ آنکھوں کو مری کان جواہر کہیے　　اشک خونیں ہیں عقیق یمنی کے ٹکڑے

پا یہ ہیں عینِ گہر ریز کے دو فوارے......یاد دندان محمد میں مری آنکھوں سے

اشک بھی نکلا تو وہ صورت گوہر نکلا

دوسرا نامکمل خمسہ کا ایک بند ملاحظہ کیجئے۔

بستگی میں تھا مرے غنچۂ دل کو یہ ملال　　سو نسیمیں چلیں کھلنا تھا مگر اس کا محال

دفعتہً کیا ہوا اس حال نے پایا جو زوال　　صرصر دشت مدینہ کا مگر آیا خیال

اشک گلشن جو بنا غنچۂ دل وا ہو کر

تیسرے خمسہ کا پہلا اور مقطع کا بند ملاحظہ کریں۔

اے کاش شان رحمت میرے کفن سے نکلے

جاں بوئے گل کی صورت باغ بدن سے نکلے

ارمان طفیل نام شاہ زمن سے نکلے......حسرت ہے یاالٰہی جب جان تن سے نکلے

نکلے تو نام اقدس لیکر دہن سے نکلے

لاکھوں ہیں بریاں مثل رضاؔ و کافیؔ　　انجام کار سب نے اپنی مراد پائی

دشت طلب میں ہو کر آوارہ کھو گئے جی　　وہ دن بھی ہو الٰہی جب صورت شہیدیؔ

حضرت کی جستجو میں قاسمؔ وطن سے نکلے

امام کے خمسے بھی سلاست زبان، روانی، بندش کی چستی اور موقع موقع سے بیان و بدیع کی تزئین کے اچھے نمونے ہیں۔

قطعات ورباعیات

امام احمد رضا بریلوی کے کئی قطعے ایک قصیدہ کے بیچ میں موجود ہیں۔رباعیاں بھی اچھی خاصی ہیں۔

چند مشہور رباعیاں پیش ہیں۔

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ — ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں — ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

کعبہ سے اگر تربت شہ فاضل ہے — کیوں بائیں طرف اس کے لئے منزل ہے
اس فکر میں جو دل کی طرف دھیان گیا — سمجھا کہ وہ جسم ہے یہ مرقد دل ہے

نور رخ سرکار کا عجب جلوہ ہے — آٹھوں پہر اس کوچہ میں دن رہتا ہے
یہ شام مدینہ نہ سمجھ اے دل — آہ دل عاشق کا دھواں چھایا ہے

دیگر رباعیات کو جائزے میں پیش کیا جا چکا ہے۔

جیسا کہ رباعی کا حسن اور اس کی کامیابی کا انحصار اس کے چوتھے مصرعے کی بے ساختگی اور برجستگی پر ہوتا ہے اور سارا مفہوم و مغز مضمون اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔مندرجہ بالا پیش کردہ تینوں رباعیوں سے مولانا کی چابکدستی عیاں ہے۔

تینوں رباعیوں کے مضامین،خیالات اور افکار بہت ہی بلند مگر نازک اور سنجیدہ ہیں۔ مولانا نے بڑی سادہ اور پاکیزہ زبان میں اپنی تخلیقی توانائی اور جذبہ کی تب و تاب کو بروئے کار لاکر ان رباعیات کو شعری حسن اور فکری وقار کا پیکر بنا دیا ہے۔

غزل قطع بند

امام کی قطعہ بند غزل کو ادبی جائزہ میں پیش کیا جا چکا ہے۔

مستزاد

امام احمد رضا بریلوی نے ہر شعر کے بعد صرف مصرع ثانی کے ساتھ آدھے مصرع کا اضافہ کیا ہے۔اس طرح مستزاد کی ایک نئی طرز نکالی ہے۔پھر اسی میں ایک قطع کہا ہے جس میں اپنے دل کے کھو جانے کی روداد نہایت پر کیف اور لطیف انداز میں بیان کی ہے۔

اس مستزاد میں صنعت تجاہل عارفانہ،اقتباس اور تلمیح بھی ہیں۔کسی کسی شعر میں تین تین ٹکڑے ہم قافیہ استعمال کر کے صنعت مسمط کی بہار بھی دکھائی ہے۔

لکھتے ہیں۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا
تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا
تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا
وہ کنواری پاک مریم وہ نفخت فیہ کا دم
ہے عجب نشان اعظم مگر آمنہ کا جایا
وہی سب سے افضل آیا
یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پائے کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

فاذا فرغت فانصب یہ ملا ہے تجھکو منصب
جو گدا بنا چکے اب اٹھو وقت بخشش آیا
کرو قسمت عطایا

ق

ارے اے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈھو
مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدا یا
نہ کوئی گیا نہ آیا
ہمیں اے رضا ترے دل کا پتہ چلا بمشکل
درروضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا
یہ نہ پوچھ کیسا پایا

یہ مستزاد دل کی کشمکش کی کہانی ہے جس کا بڑی خوبصورتی اور نزاکت کے ساتھ رضا بریلوی نے قطع بند اشعار میں اظہار کیا ہے۔

اس مستزاد میں رضا نے جذبات نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔اور یہ بھی ان کی قادر الکلامی کا نمونہ ہے۔

ماخذ ومراجع

(۱) قرآن کریم (۲) ترجمہ قرآن کریم کنزالایمان از امام احمد رضا (۳) بخاری و مسلم، مسند امام احمد، مجمع الزوائد (احادیث) (۴) ماہنامہ فکرونظر اسلام آباد

(۵) اردو میں نعت گوئی از ڈاکٹر ریاض مجید (۶) پروفیسر عبدالرشید: اقبال اور عشق رسول

(۷) کوثر نیازی: امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت (۸) معارف رضا کراچی ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۷ء

﴿نواں باب﴾

اردو نعت گوئی کی تاریخ میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کا مقام و مرتبہ

امام احمد رضا بریلوی کی نعت نگاری کے خارجی اور داخلی پہلوؤں کے جائزے سے جو پہلا تاثر قائم ہوتا ہے وہ ہے عشق مصطفی ﷺ میں امام موصوف کی وارفتگی اور ان کی عشق کی سرشاریوں اور سرمستیوں میں استغراق۔ امام احمد رضا خاں کی شاعری عشقِ نبوی کے مرکز و محور پر گردش کرتی ہوئی سیرت طیبہ اور نبوی عظمت و رفعت کے مختلف پہلوؤں کا آئینہ اور رنگا رنگ جلوے دکھا رہی ہے۔ امام کے دیوان حدائق بخشش میں انکا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور ہر دھڑکن سے سرمدی نغمات ابلتے اور مچلتے سنائی پڑتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ سے ان کی محبت و عقیدت انکی عملی محبتوں کی آئینہ دار ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رب کائنات کی سچی وحدانیت تک محبت رسول ہی میں پہنچتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ ہی بارگاہ الٰہی کے وسیلہ عظمٰی ہیں۔ امام موصوف کا عقیدہ ہے کہ گمان سے یقین تک سارے امکانات سرور کونین کے ذریعے کھلتے ہیں اور انہیں کی محبت ایمان بھی ہے اور جان بھی ہے اور عبادت و بندگی بھی۔ خدا تک پہنچنا ان کی الفت اور اتباع کے بغیر نا ممکن ہے اور سچ یہ ہے کہ یہی قرآنی فیصلہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی صفات کا ادارک اور اظہار اسطرح امکان میں نہیں ہے جس طرح اللہ کی عظمتوں کو محدود عقلیت کے ساتھ سمجھنا اور بیان کرنا امکان میں نہیں ہے۔ البتہ ہر قدم پر امام نے عبد و معبود کے فرق کو ملحوظ رکھا ہے اور جوش محبت و عقیدت میں کہیں بھی ایسا لمحہ نہیں آنے پایا ہے جہاں یہ فاصلہ برقرار نہ رہا ہو۔

رضاؔ بریلوی جلوہ حبیب میں گم ہیں، دل سجدہ کے لئے مضطرب ہے لیکن ایسے عالم میں بھی سر کو مستی سے محفوظ رکھا ہے۔

پیش نظر وہ نو بہار سجدہ کو دل ہے بیقرار
روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

ایک مقام پر کس خوبی کیساتھ شوق دل کی آبرو بھی رکھ لیتے ہیں اور شریعت کا دامن بھی ہاتھوں سے نہیں جانے دیتے۔

اے شوق دل گر یہ سجدہ انکو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

رضاؔ بریلوی کی شاعری عشق کی وارفتگی اور فدائیت کی سرمستی سے معمور ہونیکے باوصف مبالغہ آرائی سے پاک ہے۔ بظاہر عالم جذب میں کہے ہوئے اشعار بھی شعری اور شعوری صداقت کا حسین امتزاج ہیں۔ انکی بیان کردہ صداقتیں قرآن وسنت اور اخبار وآثار سے مدلل اور مبرہن ہیں۔

حضور ﷺ کی محبت تمام محبتوں کی سرتاج ہے اور دنیا کی ساری محبتیں اس محبت میں گم ہیں۔ یہی وہ محبت ہے کہ حسن ازل بھی جس کا طالب ہے۔ حسن وصداقت اور خیر ورحمت کے سارے جلوے اسی محبت میں مستور ہیں۔ امام نے ملت اسلامیہ اور عالم انسانیت کو حق کی پہچان، اخلاق ومحبت واخوت اور تہذیب وشرافت کا درس اور پیغام۔ محبت رسول ﷺ اور عظمت رسول ﷺ کے حوالے سے دیا ہے۔ انہوں نے اپنے سینہ ودل میں عشق رسالت ماب کے لہلہاتے ہوئے گلاب کی خوشبو انسانوں میں بیساختہ تقسیم کردی ہے۔

آپ نے حضور ﷺ کے وسیلے سے کائنات سے رشتہ قائم کیا ہے اور انہیں کے واسطے

سے تعلق پیدا کیا ہے۔

محسن اعظم انسانیت ﷺ کی سیرت واسوہ، قیادت وہدایت اور انکی بشری عظمتوں کے جومہر وماہ چادر گیتی سے لیکر عالم امکاں کی ہر فضا میں درخشاں ہیں انہیں کی روشنی نے ہر دور کے گم کردہ راہ مسافروں کو منزل سے ہمکنار کیا ہے اور تا قیامت انسانیت کا کارواں اپنا عمل اور فکری سفر اسی روشنی میں طے کرتا رہے گا۔

امام احمد رضا نے سرکار ﷺ کی حیات طیبہ، عظمت ورفعت اور انکی رسالت وہدایت و رحمت کی ہمہ گیری اور آفاقیت کو تخلیقی سطح پر جس طرح جذب کیا ہے وہ ان کی تخلیقی حرکیت ،قوت شاعری اور سچی محبتوں کی پہچان ہے۔

امام احمد رضا نے قوم کا مرثیہ سنایا ہے نہ ہی اللہ ورسول سے اپنی درماندگی کا شکوہ کیا ہے بلکہ قوم اور پوری انسانیت کو ہمیشہ یہی درس دیا ہے کہ دنیا اور آخرت کی کامرانی اور سرخروئی صرف اور صرف غلامی رسول سے وابستہ ہے لہذا ان کے ہوکر رہو، انہیں کے در کے ہو جاؤ اور نعمتوں کے اسی قاسم سے رحمت وشفاعت بھی طلب کرو۔

امام موصوف نے سیرت نبوی کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کا احاطہ کر کے اسلامی عقائد وتصوارات اور تلمیحات کے سیاق وسباق میں چراغ مصطفوی کے نور کو بکھیر کر شرار بولہبی سے ستیزہ کار کر کے دل ونظر کو نور بار کیا ہے، گرد وغبار سے آئینوں کو جسطرح صاف کیا ہے اور اسے ایسی مرکزی جگہ پر نصب کر دیا ہے کہ سچی اور حسین صورتیں نظر آنے لگیں۔ یہ کام آپ نے صرف زبان وبیان کے زور پر نہیں بلکہ جذبوں کو زندہ جسم وجان رکھنے والے پیکروں میں منقلب کر کے ان میں اپنے خون جگر سے لہو دوڑایا ہے۔

امام احمد رضا نے قطرہ میں دریا کا جلوہ دیکھا بھی ہے اور دکھایا بھی ہے۔

رضا کی شاعری میں خودشناسی اور عرفان نفس کا عنصر بھی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ وہ اپنی

بے عملی اور فریب نفس کی اسیری کو تمثیل بنا کر انسانوں کو محاسبہ نفس کی تلقین، فریب نفس سے خبردار رہ کر اللہ و رسول کا ہو جانے کا پیغام دیتے ہیں۔ وہ اپنے حبیب کی شریعت و سنت پر عمل پیرا ہو کر رنگِ حبیب میں رنگ کر دوسروں کو بھی اسی رنگ میں رنگ جانے کی تلقین کرتے ہیں۔

امام احمد رضا نے شیدائیان مصطفیٰ ﷺ کو گستاخان مصطفیٰ کا چہرہ بھی دکھایا ہے اور حبیب کی محبت کی شدت کیساتھ ساتھ گستاخان حبیب سے اسی شدت کے ساتھ بغض رکھنے اور انکی شیریں باتوں کے دام میں الجھنے سے خبردار بھی کیا ہے۔

طنز و نشتر اور تردید کا یہ انداز انسانیت کی تذلیل نہیں بلکہ ناموس رسالت کے تحفظ کی شکل میں انسانیت کی سرخروئی کی ایک مستانہ ادا ہے۔ یہ سنت حسّانی ہے اور غلامان رسول کے جذبۂ جانثاری کی آئینہ داری ہے۔

امام احمد رضا کی شاعری میں دل اور فن ایک ہو گئے ہیں۔ انہوں نے محض علمی اور منطقی صداقت کے زور پر شاعری نہیں کی ہے بلکہ جذباتی صداقت کے زور پر شاعری کی ہے۔ ان کی شاعری میں کہیں کہیں علوم و فنون کے رچاؤ، مشکل زمینوں اور مشکل مضامین کے باوجود بھی جو آمد، دل آویزی اور تاثیر ہے وہ بے سبب نہیں ہے۔ وہ جذبوں کے التہاب کی کرشمہ سازی ہے۔

امام نے شعر گڑھے نہیں نہ الفاظ جوڑے ہیں، قافیے تلاش کیے ہیں نہ ہی تشبیہات و استعارات اور کنایات و علامات! انہوں نے تراکیب و محاورات تراشے نہیں ہیں بلکہ شعر اپنے وجود کے ساتھ ذہن شاعر پر خود بخود نازل ہوئے ہیں۔

جس الہامی کیفیت کی ان کی شاعری ہے اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ کسی انسان کا کلام ہی نہیں ہے۔ حضرت رضؔا دراصل اپنے آقا حضور کی مدح میں اپنی زبان پر وہی لائے

ہیں جو ملہم غیبی نے انہیں سنایا ہے۔

رضاؔ بریلوی کی چار زبانوں پر مشتمل صنعت ملمع والی نعت یا ان کے خطابیہ قصائد اور مندرجہ ذیل مطلعوں والی نعتیں اس حقیقت کی غماز ہیں ۔

ہے لب عیسی سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

رونق بزم جہاں ہیں عاشقان سوختہ
کہہ رہی ہے شمع کی گویا زبان سوختہ

نار دوزخ کو چمن کر دے بہار عارض
ظلمت حشر کو دن کر دے نہاد عارض

وغیرہ

زبان و بیان پر رضاؔ کا عبور، طرز ادا کی رنگینی، معنی آفرینی، نادرہ کار تشبیہات و استعارات، لطیف اشارے و کنایے، سیماب صفت الفاظ، رقصاں و تاباں صنعتیں، تجسیم وصورت گری، علامت نگاری وغیرہ۔ وہ خوبیاں ہیں جو ایک سچی اور بڑی شاعری کی جان ہوتے ہیں ۔ انہیں اوصاف اور رضاؔ کی تبحر علمی نے انکے جوہر عشق کو انگیز کر کے ان کی شاعری کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ نعت میں اس طرح کا رچاؤ اور تغزل کا رنگ پیش کرنا وہ بھی فن نعت کے تمام قیود و آداب کے دائرہ میں۔ آپ کی تخلیقی استعداد اور قوت شاعری کا ہی ثمرہ ہے۔

رضاؔ نے اپنے خیالات و جذبات کی ترجمانی اپنے عہد کی زبان میں کی ہے۔ عربی

فارسی اور ہندی زبانوں کی آمیزش اور رچاؤ سے زبان کو ایک نیا نکھار بھی بخشتا ہے۔ ان کا قصیدۂ معراجیہ جوان کے عہد کی زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے، اسکی زبان کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ امام موصوف نے اپنے عہد سے آگے دیکھتے ہوئے جمالیات کا ایسا نمونہ بھی پیش کیا ہے جو آج کی نئی جمالیات کے ہجوم میں اپنا انفرادی جلوہ لئے ہوئے جگمگ جگمگ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس نمونہ کی کئی غزلیں ہیں۔ مثال کے لئے ایک ہی غزل کافی ہے۔ مطلع اس طرح ہے ۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

رضاؔ بریلوی کی اس غزل کے بارے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح اظہار خیال کیا ہے:

"یہ غزل محاسبہ نفس کیلئے ہے اور ایسی مرصع ہے کہ جدید اردو شاعری بھی اسپر ناز کریگی۔" (جہان رضا و معارف رضا کراچی ۱۹۸۳، ص ۲۴۹)

امام موصوف نے اپنی غیر معمولی لسانی تجربہ سے غیر سامعہ نواز لفظوں کو حسن صوت بخشا ہے اور متروک کے خانہ میں ڈال دیئے جانے والے الفاظ کو حیات نو عطا کی ہے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی لکھتے ہیں "لہرا نور کا، توڑا نور کا، اہلا نور کا، اعلیٰ نور کا، یہ وہ الفاظ ہیں جو اردو میں متروک ہو جاتے اگر امام احمد رضا خان نے اپنی نعتوں میں استعمال نہ کیا ہوتا۔" (ایضاً)

رضاؔ بریلوی کے تبحر علمی نے مضمون آفرینی کے ایسے حسین مرقع تیار کئے ہیں جو نعتیہ شاعری میں موجود نہیں تھے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رفیع کے انہوں نے ایسے رخ پیش کئے ہیں جن سے نعتیہ شاعری کے صفحات خالی و عاری تھے۔

اولیات رضاؔ

امام احمد رضا خان نے لسانی اور ساختیاتی تجربے بھی کئے ہیں۔ انکا مستزاد بھی ساختیاتی تجربہ کا ایک نمونہ ہے جس میں انہوں نے ہر شعر کے بعد صرف مصرع ثانی کیساتھ آدھے آدھے مصرعہ کا اضافہ کیا ہے اور اس طرح مستزاد کی ایک نئی طرز نکالی ہے۔

وہی رب ہے جس نے تجھکو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا۔

رضاؔ بریلوی کا قصیدۂ درودیہ جو صنعت لزوم مالا یلزم میں ہے، اس کا مصرع اول ذو قافیتین اور قافیہ باعتبار حروف ہجا رکھا ہے۔ ایسا التزام صرف نعتیہ شاعری ہی میں نہیں غزلیہ شاعری میں بھی نظر نہیں آیا۔ صنعت ملمع والی نعت بھی اولیات رضاؔ میں ہے۔ پوری اردو شاعری میں اسطرح کی نظم نظر نہیں آتی ہے۔ حضرت امیر خسروؔ نے فارسی، اردو اور ہندی بھاشا میں ایک غزل جس کا مصرع اولیٰ اسطرح ہے۔ ؎

زحال مسکیں مکن تغافل ورائے نیناں لگائے بیتاں

لکھی ہے لیکن چار زبانوں میں صرف رضاؔ نے غزل کہی ہے۔

رضاؔ بریلوی کے کلام میں موضوعات و مضامین کی جو وسعت اور رنگارنگی ہے اور جس کثرت سے محاورات و تلمیحات انہوں نے استعمال کئے ہیں، اس کی نظیر بھی کسی نعت گو کے کلام میں نہیں ملتی۔

مختلف نقلی و عقلی علوم وفنون کے مصطلحات و نظریات ان کے کلام میں موجود ہیں لیکن انہوں نے ان کو اپنے تخلیقی انداز میں جس طرح تحلیل کیا ہے اسکی بھی مثال کسی نعت گو کے

یہاں نہیں ملتی۔

جذبہ کی شدت و پاکیزگی اور عشق نبی کے خلوص کی تہداریوں کے جو جلوے کلام رضاؔ میں نظر آتے ہیں شائد ہی کسی نعت نگار کے کلام میں داخلیت کا ایسا حسن موجود ہو۔ مولانا کی شاعری جذبوں کی شاعری ہے اور اگر ان کی نعت گوئی کو عشق رسول کی مرکزیت کی بنیاد پر عشقیہ شاعری کہدیں تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ تو نعت کا تقاضا اور اسکی فطرت ہے۔ یہ فطرت غزل کی فطرت سے میل کھاتی ہے۔ اظہار عشق، گفتار محبت اور وصف حسن دونوں کا مزاج ہے۔ رضاؔ کی نعتیہ شاعری میں تغزل کی جلوہ سامانیاں موجود ہیں۔ بیسیوں ایسے اشعار ان کے کلام میں ملیں گے کہ اگر نعتیہ اشعار کہہ کر انہیں ظاہر نہ کیا جائے تو قاری انہیں کسی بڑے غزل گو کے اشعار سمجھے گا۔

مثلاً

(۱) کسی وحشی کی خاک اڑ کر چمن میں آگئی شاید
بگولوں سے ہے اٹھتا شور مستانہ سلاسل کا

(۲) ہمہ تن چشم کی صورت ہے بدن سے پیدا...... منتظر ہے یہ الٰہی دل حیراں کس کا

(۳) سکھایا ہے یہ کس گستاخ نے آئینہ کو یارب
نظارہ روئے جاناں کا بہانہ کر کے حیرت کا

-----

(۴) وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں...... ترے دن اے بہار پھرتے ہیں

-----

(۵) نہ روئے گل ابھی دیکھا نہ بوئے گل سونگھی
قضا نے لا کے قفس میں شکستہ بال کیا

(۶) حسن بے پردہ کے پردے نے مٹا رکھا ہے
ڈھونڈنے جائے کہاں جلوۂ ہر جائی دوست

(۷) کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

(۸) جس تبسم نے گلستان پہ گرائی بجلی
پھر دکھا دے وہ دائے گل خنداں ہم کو

(۹) کس کے جلوہ کی جھلک ہے یہ اجالا کیا ہے — ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے
(۱۰) شمع یاد رخ جاناں نہ بجھے — خاک ہوجائیں بھڑکنے والے
(۱۱) دل سلگنا ہی بھلا ہے اے ضبط — بجھ بھی جاتے ہیں دہکنے والے
(۱۲) جب گرے منہ سوئے میخانہ تھا — ہوش میں ہیں یہ بہکنے والے
(۱۳) کام زندہ کے کئے اور ہمیں — شوق گلزار ہے کیا ہونا ہے
(۱۴) ان کے نقش پا پہ غیرت کیجئے — آنکھ سے چھپ کر زیارت کیجئے

مندرجہ بالا اشعار میں سلاست وروانی، برجستگی و بے ساختگی، ادا کا طرز اور مضمون آفرینی ملاحظہ کریں۔

غزل کو اردو شاعری کی آبرو کہا گیا ہے اور اس کے مزاج عشق ہی کی بنا پر کہا گیا ہے۔ اس لئے اسکی آواز دل کی آواز اور جذبہ کی صدا ہوتی ہے۔شعروادب کے جہان میں شاعران غزل کی عظمت واہمیت اسی لئے مسلم ہے۔غزل اور نعت میں عشق قدر مشترک ہے۔ فرق یہ ہے کہ ایک عشق مجازی کی کہانی ہے اور دوسری داستان عشق حقیقی۔!

غزل جب تطہیر کا لباس زیب تن کرلیتی ہے تو اسکے سارے زیور اور سنگھار۔الفاظ، تشبیہات واستعارات، اشارے وکنایے نعت کی علامت بنجاتے ہیں البتہ انکا برمحل استعمال

ہی فنکاری کی دلیل ہوتی ہے۔ نعت میں غزل کا یہ رنگ پیش کرنا رضاؔ کی تخلیقی حرکیت اور قوت شاعری کا بیمثل نمونہ ہے۔ کالیداس گپتا رضاؔ نے جناب رضاؔ بریلوی کے نعتیہ اشعار کا تقابل غالبؔ، میرؔ اور داغؔ کے غزلیہ اشعار سے کیا ہے۔

غالبؔ:

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

رضاؔ:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں

بقول کالی داس گپتا رضاؔ:۔

"رضاؔ نے نعت کہنے کا حق ادا کر دیا ہے اور غزل و نعت کو ایک جان کر دیا ہے" (سہو و سراغ ص ۱۹۱)

رضاؔ بریلوی نے ایک غزل غالبؔ کی زمین کہی ہے۔ ردیف و قافیہ ایک ہیں صرف میں اور سے کا فرق ہے۔

رضاؔ بریلوی نے اسی زمین میں ایک غزل اور لکھی ہے۔ مطلع ہے۔

یاد وطن ستم کیا دشت حرم سے لائی کیوں
بیٹھے بٹھائے بدنصیب سر پہ بلا اٹھائی کیوں

غالبؔ کی زمین۔

غنچہ نا شگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسے کو پوچھتا ہوں منہ سے بتا کہ یوں

پر بھی نعت کہی ہے۔ مطلع ہے۔

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں۔ کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

اب رضاؔ اور داغؔ کے اشعار دیکھئے۔

داغؔ:

جملہ رفیق وہم طریق رہزن راہ عشق نہیں
سایۂ خضر کیوں نہ ہو ساتھ ہمارے آئے کیوں

رضاؔ

جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے سے سو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

داغؔ

عشق و جنوں کو مجھ سے لاگ ہوش و خرد سے اتفاق
پر یہ کہوں تو کیا کہوں میں نے ستم اٹھائے کیوں

رضاؔ

جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جسکو ہو درد کا مزا ناز دوا اٹھائے کیوں

اہل نظر خود غور فرمائیں اور رضاؔ کے غزلیہ رنگ کا اندازہ لگائیں۔ امیر مینائی کے مطلعوں میں ایک مشہور مطلع ہے۔

جب سے باندھا ہے تصور اس رخ پر نور کا
سارے گھر میں نور پھیلا ہے چراغ طور کا

مولانا نے بھی اسی زمین میں ایسا نعتیہ مطلع کہا ہے کہ
مضمون آفرینی کی انتہا کردی ہے۔

میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا
ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا

(سہو وسراغ ص۱۹۱)

امیرؔ

اے ضبط دیکھ عشق کی انکو خبر نہ ہو
دل میں ہزار درد اٹھے آنکھ تر نہ ہو

رضاؔ

کانٹا مرے جگر سے غم روزگار کا
یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو

امیرؔ

یہ تر و تازہ چمن ہے کہ تمہارا عارض
یہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ تمہارے گیسو

گیسو اور عارض پر جناب رضاؔ بریلوی کی الگ الگ غزلیں بھی ہیں۔
میرؔ کا ایک شعر ہے۔

صبح گزری شام ہونے آئی میرؔ
تو نہ چیتا اور بہت کم دن رہا

رضاؔ کا اسی قبیل کا شعر دیکھئے۔

کس بلا کی مے سے ہیں سرشار ہم
دن ڈھلا ہوتے نہیں ہشیار ہم

یاسؔ یگانہ کا ایک شعر ہے۔

چتونوں سے کھلتا ہے کچھ سراغ باطن کا
چال سے تو ظالم کے سادگی برستی ہے

رضاؔ

شہد دکھائے زہر پلائے قاتل ڈائن شوہر کش
اس مردار پہ کیا للچانا دینا دیکھی بھالی ہے

رضاؔ کے شعر میں معنویت کی کیسی تہداری ہے؟
میر انیسؔ نے شدت گرمی کی منظر کشی میں کسقدر جاندار اشعار کہے ہیں۔

مردم تھے سات پردوں کے اندر عرق میں تر
خس خانۂ مژہ سے نکلتی نہ تھی نظر

گر آنکھ سے نکل کے ٹھہر جائے راہ میں
پڑ جائیں لاکھ آبلے پائے نگاہ میں

اب رضاؔ کی داخلی منظر نگاری ملاحظہ کریں۔

ہوئے کمخوابی ہجراں میں ساتوں پردے کم خوابی
تصور خوب باندھا آنکھوں نے استار تربت کا

غالبؔ نے دست شوق کے لئے شعر کہا ہے۔

یک الف بیش نہیں صقیل آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

مضمون آفرینی کے سبب سلاست اور زبان و بیان کی صفائی مفقود ہے۔
اب رضاؔ کا شعر دیکھیں۔

چاک داماں سے نہ تھک جائیو اے دست جنوں
پرزے کرنا ہیں ابھی جیب و گریباں ہم کو

غالبؔ نے عشق کو آگ کہا ہے۔رضاؔ نے بھی عشق کو آگ کہا ہے۔اب دونوں کا انداز ملاحظہ کریں۔

غالبؔ

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

رضاؔ

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دیگی وہ آگ لگائی ہے

جگرؔ نے بھی عشق کو آگ کہا ہے لیکن رضاؔ نے اس سے پہلے کہا ہے

جگرؔ

ہے عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

رضؔا

بیچ میں آگ کا دریا حائل
قصد اس پار کا ہے ہونا کیا ہے

ان تمام مثالوں سے بتانا یہ مقصود ہے کہ رضؔا بریلوی گو نعت ہی تک محدود تھے لیکن نعت میں تغزل کا جو رنگ انہوں نے پیش کیا ہے وہ کسی بڑے غزل گو سے کم رتبے کا نہیں ہے جبکہ نعت میں بڑی پابندیاں ہیں اور شاعر جب تک آزاد نہ ہو اپنے فن کے کمال کا پورا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔

رضؔا کی نعتیہ غزلیں اور خطابیہ قصائد۔ سلام، درود، قصیدۂ نور اور قصیدۂ معراجیہ وغیرہ محبت اور فن کے آئینہ خانے ہیں۔

نجوم و ہیئت پر مبنی ان کا قصیدہ۔ اردو شاعری کا لاجواب اور بے مثل قصیدہ ہے۔

مومنؔ کا نعتیہ قصیدہ

زبان لعل کہاں اور مدیح تاج خردس
گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسر کاؤس

بھی اس کے مقابل نہیں ہے۔ خشک اور بنجر زمیں میں مولانا نے اشعار کے جو پھول کھلائے ہیں اور استعاروں کے حجاب میں رمزیت واشاریت میں جس وضاحت اور وضاحت میں جس رمزیت واشاریت کا مظاہرہ کیا ہے اس کا جواب نہیں! رضؔا نے نعتیہ شاعری کے حوالے سے اردو زبان وادب کو تکنیک، ہیئت سازی، لسانی تجربے، تراکیب، مصطلحات، تلمیحات اور محاورات سے جو وسعت دی ہے اور مضمون آفرینی و نزاکت خیال کا جو جلوہ بخشا ہے وہ ایک کارنامہ ہے۔

رضاؔ بریلوی کے علم وفن کے وسعت وتنوع اور انکی دینی عظمت ودینی کارناموں کو دیکھتے ہوئے ہم کہ سکتے ہیں کہ شاعری کی حیثیت ان کے یہاں ثانوی ہے۔انہوں نے اپنی ۶۵ سالہ زندگی میں لگ بھگ ۶۵ علوم وفنون میں تحقیقی انداز پیش کیئے اس حساب سے انکی پوری شاعری۔عربی،فارسی اور اردو صرف ایک سال کا ثمرہ ہے لیکن اس عالم میں بھی اس شاعری کے حسن اور اثر پذیری کا جو عالم ہے وہ سامنے ہے۔

رضاؔ بریلوی کی شاعری کے سلسلے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ ان کے ۶۵ علوم وفنون کے گلہائے رنگا رنگ کے عطر یا ان کا دیوان۔"حدائق بخشش" انکے ۶۵ علوم وفنون کے گلزاروں کی تمام بہاروں کا جلوہ اوران باغوں کے پھولوں کاایک گلدستہ ہے تو شائد بیجا نہ ہو گا۔اس عطر بیزی،بہار آرائی اور جلوہ سامانی کیساتھ ساتھ یہ انکی عمل محبت وعقیدت اور تمام ترجنوں سامانی محبت کا آئینہ ہے۔

رضاؔ بریلوی کی شاعری

(۱)ادب برائے ادب (۲)ادب برائے زندگی ۔۔۔اور (۳)ادب برائے بندگی بھی ہے۔

امام احمد رضا کی نعتوں نے تصوف پر بڑے گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔انکی نعتیں ہماری قومی تہذیبی اور ادبی ورثہ ہیں۔جذبہ وفن،مضامین وموضاعات کی وسعت اور مختلف ادبی وعلمی اوصاف کے اعتبار سے اردو نعت گوئی کی تاریخ میں امام احمد رضا کا مقام سب سے زیادہ بلند وبالا ہے اور اگر کیفیت کے اعتبار سے ان کی نعت گوئی کے معیار پر کوئی شاعری اترتی ہے تو صرف سید محسنؔ کاکوروی کی نعت گوئی اترتی ہے۔

امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے اردو شاعری کو ایک نئی راہ دکھائی ہے،تقدیس جذبہ اور طہارت لفظی کی راہ!

نعت کی ترویج و اشاعت میں امام احمد رضا بریلوی کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔ان کے زیر اثر نعت کے ایک منفرد دبستان کی تشکیل ہوئی ہے۔

بقول ڈاکٹر انور سدید:۔

''حضرت رضاؔ بریلوی نے نعت کے شجر سایہ دار کو پاکستان اور ہندستان کی مٹی میں اگانے کی کوشش کی ہے اور یہی وجہ ہے ان کی نعت ہندوستان و پاکستان کے لوگوں میں زیادہ مقبول اور انکے دلوں سے قریب ہے اور اس نعت نے گم کردہ راہ مسافروں کو وحدت اور نبوت میں یقین پختہ کرنے میں بڑی معاونت کی ہے۔'' (خیابان رضاؔ ص ۴۵)

ایک بڑا تخلیقی ذہن اپنے عہد کے تنقیدی معیاروں کو بے حقیقت بنانے کا فن جانتا ہے۔غیر شعوری طور پر ہی وہ کچھ ایسا کر جاتا ہے کہ تنقید اس کے فن سے آنکھ ملانے کی ہمت نہیں کر پاتی۔اردو شاعری کے جملہ معتبر رویوں پر کھل کر بحثیں ہوئیں اور میرؔ سے لیکر فراقؔ تک سبھی کے قد ناپے گئے مگر اردو غزل کے بہترین پارکھ نے بھی یہ ہمت نہیں کی کہ امام احمد رضا خاں صاحب کی نعت کے منفرد رکھ رکھاؤ سے بحث کر سکتا۔اردو کے بڑے شاعروں کا سارا بڑا پن شاعرانہ سحر کاریوں کے گرد گھومتا ہے۔ان سب کا جلوہ ایک جگہ اور پورے فکری وفنی التزام کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو فاضل بریلوی کی حدائق بخشش دیکھیں۔یہاں میرؔ کی دردمندی بھی ہے،غالبؔ کا تفکر بھی مومن کی شائستہ نظری بھی ہے،سوداؔ کی خلاقی ذہن بھی ،دردؔ کی عارفانہ سادگی بھی ہے،ذوقؔ کی زبان دانی بھی ،اقبالؔ کی فلسفیانہ گہرائی بھی ہے، حالؔی کی عاجزی وانکساری بھی،جگرؔ کی والہانہ ربودگی بھی ہے،فانی کی فلسفیانہ نظری بھی،حسرتؔ کی واقعیت بھی ہے اور اصغرؔ کی معرفت پسندی بھی۔کہنا یہ ہے کہ اردو شاعری کی دوسو سالہ تاریخ میں جو طرز فکر کا اعتبار رونما ہوا ہے اس کی اعلیٰ ترین عکاسی کا نمونہ حضرت فاضل بریلوی کی نعت نگاری ہے۔یہ اور بات ہے کہ وہ ایک رنگ کی تلاش میں ہزار رنگوں

سے ہو کر نہیں گزرے۔ قدرت کا ان پر یہ احسان تھا کہ ان کی نگاہ حقیقت شناس اٹھی تو محبوب حق پر، رکی تو محبوب حق پر۔ ایک ہی رنگ میں آنکھ ایسی رنگی کہ جملہ مظاہر کائنات حسن نگاہ ہو کر رہ گئے۔ عشق رسول میں غرق ہو کر انہیں شاید خود اندازہ نہ ہو کہ وہ اردو کی اعلیٰ ترین شاعری کے کن کن مقامات کو چھو چھو گئے کہ وہ تو عشق سرکار دو عالم میں غلطاں رہے۔ انہیں کیا پتہ کہ ان کے عشق میں وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ ان کا کہا ہوا نہیں لگتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے کوئی کہلوا رہا ہے اور وہ کہہ رہے ہیں۔ یہ بات اردو کے کسی شاعر کے یہاں ہے ہی نہیں اس لئے ان کی شاعرانہ انفرادیت کو کسی بھی بڑے سے بڑے ناقد شعر کے لئے تسلیم کرنا سرمایۂ سعادت سے کم نہیں۔

کتابیات

۱۔ قرآن کریم

۲۔ اقتباسات۔ زبور، توریت، انجیل

۳۔ کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن از امام احمد رضا خاں بریلوی

۴۔ صحیح البخاری (بخاری شریف از امام بخاری)

۵۔ مشکوٰۃ شریف

۶۔ مسلم شریف

۷۔ جامع الترمذی (امام ترمذی)

۸۔ شرح البخاری

۹۔ شمائل ترمذی (جامع الترمذی)

۱۰۔ سنن دارمی

۱۱۔ شرح المشکوٰۃ (طیبی)

۱۲۔ شمائل نبوی (حافظ محمد عیسیٰ)

۱۳۔ المستدرک (حاکم)

۱۴۔ اربعین نووی (نووی)

کتب سیرت

۱۴۔ سیرت ابن ہشام از علامہ محمد بن عبدالما لک ابن ہشام۔ترجمہ۔عبدالجلیل صدیقی ۔شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۷۹ء

۱۵۔ سیرت ابن اسحاق: ابن اسحاق

۱۶۔ شفا شریف (قاضی ایاض) ترجمہ۔لاہور

۱۷۔ زرقانی علی المواہب: امام محمد بن عبدالباقی الزرقانی

۱۸۔ خصائص الکبریٰ (علامہ سیوطی) اردو ترجمہ

۱۹۔ شواہد النبوۃ (مولانا جامی۔ترجمہ بشیر حسین ناظم مکتبہ نبویہ لاہور)

۲۰۔ مجموعہ نبہانی: یوسف اسمٰعیل نبہانی

۲۱۔ مواہب الدینہ: امام احمد بن محمد قسطلانی

۲۲۔ مدارج النبوۃ از عبدالحق محدث دہلوی

لغات

۲۳۔ بہار عجم: ٹیک چند بہار

۲۴۔ غیاث الغات (غیاث الدین) رزاقی پریس کانپور ۱۳۲۳ھ

۲۵۔ اردو لغت (مرزا مقبول بدخشانی)

۲۶۔ لسان العرب جلد دہم ۱۹۵۶ء بیروت (ابن منظور)
۲۷۔ المنجد۔ بیروت ۱۹۵۶ء
۲۸۔ فرہنگ ادبی اصطلاحات از کلیم الدین احمد ترقی اردو بیورونئی دہلی ۱۹۸۶ء

ادبیات (تاریخ، تنقید و دیگر)

۲۹۔ تاریخ ادب عربی، احمد حسین زیات (ترجمہ طاہر سورتی) غلام علی اینڈ سنز لاہور
۳۰۔ تاریخ ادب اردو: رام بابو سکسینہ لکھنو ۱۹۶۹ء
۳۱۔ اردو زبان کی تاریخ از عظیم الحق جنیدی۔ علی گڑھ ۱۹۸۴ء
۳۲۔ اردو تاریخ کا خاکہ از پروفیسر مسعود حسین
۳۳۔ اردو کی نشو نما میں صوفیائے کرام کا کام: مولوی عبدالحق۔ انجمن ترقی اردو کراچی
۳۴۔ تاریخ ادب اردو: ڈاکٹر جمیل جالبی۔ مجلس ترقی ادب لاہور
۳۵۔ تاریخ شعرائے روہیل کھنڈ جلد دوم: سید تعظیم علی نقوی۔ کراچی ۱۹۸۹ء
۳۶۔ داستان تاریخ اردو: پروفیسر حامد حسن قادری
۳۷۔ اردو میں نعتیہ شاعری: سید رفیع الدین اشفاق۔ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۷۶ء
۳۸۔ اردو میں نعت گوئی: ڈاکٹر ریاض مجید۔ اقبال اکاڈمی لاہور ۱۹۹۰ء
۳۹۔ اردو کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر طلحہ رضوی برق
۴۰۔ اردو میں نعتیہ شاعری: ڈاکٹر فرمان فتح پوری۔ آئینۂ ادب لاہور۔
۴۱۔ تذکرہ نعت گویان اردو: سید یونس شاہ۔ لاہور ۱۹۸۴ء
۴۲۔ درس بلاغت: شمس الرحمٰن فاروقی۔ ترقی اردو بیورونئی دہلی
۴۳۔ آئینۂ بلاغت: مرزا محمد عسکری۔ اتر پردیش اردو اکاڈمی ۱۹۸۴ء

۴۴۔ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان: میر غلام علی آزاد

۴۵۔ افادۂ تاریخ: جلال لکھنوی

۴۶۔ میزان التاریخ: مرزا اوج لکھنوی

۴۷۔ سہو و سراغ: کالیداس گپتا رضا۔ ادارہ فن اور شخصیت بمبئی ۱۹۸۰ء

۴۸۔ گنج ہائے گرانمایہ: رشید احمد صدیقی۔ لاہور۔

۴۹۔ مدارج النعت: ادیب رائے پوری۔ کراچی ۱۹۸۶ء

۵۰۔ تلامذۂ غالب: مالک رام دہلی ۱۹۵۷ء

۵۱۔ شعر الہند: عبدالسلام ندوی معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء

۵۲۔ مالہ و ماعلیہ: نیاز فتحپوری ۱۹۴۸ء

۵۳۔ دستور اصلاح: سیماب اکبر آبادی۔ آگرہ ۱۹۴۰ء

۵۳ (الف)۔ غرائب الجمل از عزیز جنگ والا

تذکرہ جات و سوانحیات

۵۴۔ ذکر آزاد: عبدالرزاق ملیح آبادی مطبوعہ کلکتہ ۱۹۶۰ء

۵۵۔ آزاد کی کہانی۔ ابوالکلام آزاد۔

۵۶۔ حیات محمد علی جناح: رئیس احمد جعفری

۵۷۔ حیات صدر الافاضل: غلام معین الدین نعیمی، مطبوعہ لاہور

۵۸۔ شبلی نامہ: شیخ محمد اکرام

۵۹۔ علمائے ہند: مولانا محمد احمد قادری، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۲ء

۶۰۔ تذکرہ علمائے اہلسنت: رحمٰن علی

۶۰ (الف)۔ تذکرۃ الرشید دوم از عاشق الٰہی میرٹھی مطبوعہ میرٹھ

تصانیف امام احمد رضا

۶۱۔ حدائق بخشش۔حصہ اول،دوم،سوم

حصہ سوم:مرتبہ۔مولانا محبوب علیخاں۔مطبوعہ پٹیالہ ۱۳۴۲ھ

۶۲۔ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ اول بریلی ۱۳۲۶ھ،سوم،چہارم،پنجم،ششم مبارکپور ۱۹۶۱ء،۱۹۶۷ء،۱۹۷۶ء،۱۹۸۱ء،یازدہم۔بریلی

۶۳۔ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ بریلی ۱۹۸۹ء

۶۴۔ حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ۱۳۲۴ھ بریلی

۶۵۔ الفیوضات المکیہ لمحب الدولۃ المکیہ ۱۳۲۶ھ بریلی

۶۶۔ الاجازۃ الرضویہ لمجبل مکۃ البھیہ

۶۷۔ کشف حقائق واسرار ودقائق

۶۸۔ عجب العوار عن مخدوم بہار۔

۶۹۔ الاجازۃ المتینہ

۷۰۔ سند اجازت (قلمی ۲۰،ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ)

۷۱۔ مقال عرفاء باعزاز شرع وعلماء ۱۳۳۷ھ میرٹھ

۷۲۔ احکام شریعت،میرٹھ

۷۳۔ فتاوی افریقہ

۷۴۔ الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہاء فلسفۃ المشئمہ ۱۳۳۸ھ میرٹھ

۷۵۔ ہادی الناس فی رسوم الاعراس ۱۳۲۳ھ بریلی

۷۶۔ عطایا القدیر فی حکم التصویر،بریلی ۱۹۱۲ء

۷۷۔ بدرالانوار فی آداب الآثار، بریلی

۷۸۔ تجلی الیقین

۷۹۔ دوام العیش

۸۰۔ اعتقاد الاحباب

۸۱۔ لمعۃ الضحیٰ

۸۲۔ احسن الوعا

۸۳۔ الزبدۃ الزکیہ

۸۴۔ اعالی الافادہ فی تعزیۃ الہند

۸۵۔ خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال، بریلی

۸۶۔ الصمصام

۸۷۔ المعتمد المستند

۸۸۔ الاستمداد، مطبوعہ فیصل آباد

۸۹۔ عرفان شریعت (مصنف: امام احمد رضا خان، مرتبہ: مولوی عرفان علی) بریلی

۹۰۔ رسائل رضویہ (مصنف امام احمد رضا خاں۔ مرتبہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری)

کتب بر رضویات

(امام احمد رضا خاں کی شخصیت اور علوم وفنون سے متعلق)

۹۱۔ حیات اعلحضرت: مولانا ظفر الدین بہاری مطبوعہ بریلی (قادری بکڈپو)

۹۲۔ سوانح اعلحضرت از مولانا بدرالدین احمد رضوی مطبوعہ براؤں ضلع بستی

۹۳۔ مجدد اسلام از مولانا نسیم بستوی مطبوعہ کانپور ۱۹۵۹ء

۹۴۔ سیرت اعلیٰحضرت از مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، مطبوعہ پیلی بھیت ۱۹۸۳ء

۹۵۔ وصایا شریف از مولانا حسنین رضا خاں بریلوی، مطبوعہ بریلی

۹۶۔ اکرام امام احمد رضا از مولانا برہان الحق جبلپوری مطبوعہ لاہور

۹۷۔ الشاہ احمد رضا از مفتی غلام سرور مطبوعہ لاہور، بریلی

۹۸۔ چودہویں صدی کے مجدد (مصنف مولانا ظفر الدین، مرتبہ مولانا جلال الدین قادری)

۹۹۔ اعلیٰحضرت کا فقہی مقام از غلام رسول سعیدی

۱۰۰۔ الملفوظ۔ مرتبہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی

۱۰۱۔ الطاری الداری لہفوات عبد الباری (مرتبہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی، مولانا)

۱۰۲۔ تذکرہ خلفائے اعلیٰحضرت (محمد صادق قصوری، پروفیسر مجید اللہ قادری) تحقیقات امام احمد رضا کراچی ۱۹۹۲ء

۱۰۳۔ قرآن سائنس اور امام احمد رضا از پروفیسر مجید اللہ قادری، تحقیقات امام احمد رضا کراچی

۱۰۴۔ فاضل بریلوی کے معاشی نکات از ڈاکٹر رفیع اللہ صدیقی مطبوعہ لاہور

۱۰۵۔ محاسن کنز الایمان از شیر محمد خاں اعوان مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

۱۰۶۔ امام احمد رضا دنیائے صحافت میں از آر۔ بی۔ مظہری

۱۰۷۔ فقیہہ اسلام (ڈاکٹریٹ مقالہ) از ڈاکٹر حسن رضا خاں، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۸۱ء

۱۰۸۔ جہان رضا: مرید احمد چشتی مرکزی مجلس رضا لاہور ۱۴۰۱ھ

۱۰۹۔ خیابان رضا: مرید احمد چشتی، عظیم پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۲ء

۱۱۰۔ فاضل بریلوی اور امور بدعت از سید فاروق القادری مطبوعہ لاہور

۱۱۱۔ امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات: یاسین اختر مصباحی، مولانا، مبارکپور ۱۹۸۵ء

۱۱۲۔ امام احمد رضا خاں ارباب دانش کی نظر میں: یاسین اختر مصباحی، مولانا، مبارکپور ۱۹۸۵ء

۱۱۳۔ امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت از کوثر نیازی، لاہور ۱۹۹۰ء
۱۱۴۔ مقالات یوم رضا: عبد النبی کوکب، مرکزی مجلس رضا لاہور۔
۱۱۵۔ مصطفیٰ سے مصطفیٰ تک از سید آل رسول حسین مارہروی
۱۱۶۔ حجۃ الاسلام از عبد النعیم عزیزی مطبوعہ بریلی ۱۹۸۸ء
۱۱۷۔ ضمیمہ المعتمد المستند از اعجاز ولیخاں، مولانا، مطبوعہ لاہور۔
۱۱۸۔ پروفیسر مسعود احمد: اجالا، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۴ء
۱۱۹۔ پروفیسر مسعود احمد: رہبر و رہنما مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء
۱۲۰۔ پروفیسر مسعود احمد: گناہ بے گناہی مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء
۱۲۱۔ پروفیسر مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء
۱۲۲۔ پروفیسر مسعود احمد: حیات مولانا احمد رضا خاں مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء
۱۲۳۔ پروفیسر مسعود احمد: حیات امام اہلسنت مطبوعہ مبارکپور ۱۹۸۱ء
۱۲۴۔ پروفیسر مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء
۱۲۵۔ پروفیسر مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۳ء
۱۲۶۔ پروفیسر مسعود احمد: عشق ہی عشق، مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء
۱۲۷۔ پروفیسر مسعود احمد: عاشق رسول، مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۷۶ء

دیوان وکلیات

۱۲۸۔ دیوان حسان از ڈاکٹر ایچ ہرش فیلڈ
۱۲۹۔ مثنوی مولانا روم
۱۳۰۔ گلستان سعدی

۱۳۱۔ دیوان کامل جامی

۱۳۲۔ نعمات سماع (قدسی)

۱۳۳۔ انداز بردہ (احمد عارف)

۱۳۴۔ کلیات عرفی، نول کشور لکھنؤ ۱۸۸۲ء

۱۳۵۔ کلیات زرقانی

۱۳۶۔ حدیقۃ الحدائق (سنائی)

۱۳۷۔ مثنوی مخزن الاسرار نظامی گنجوی

۱۳۸۔ منطق الطیر (عطار)

۱۳۹۔ لیلیٰ مجنوں (توحید دست گردی)

۱۴۰۔ رباعیات ابوالخیر، عالمگیر پریس لاہور

۱۴۱۔ کلیات سلاطین قلی قطب شاہ (ڈاکٹر محی الدین زورؔ)

۱۴۲۔ مولود نامہ مخطوطہ (عبدالملک بھروچی)

۱۴۳۔ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (فخر الدین نظامی مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی)

۱۴۴۔ قطب مشتری: ملا وجہی (مرتبہ مولوی عبدالحق)

۱۴۵۔ مثنوی گلشن عشق: نصرتی (مولوی عبدالحق)

۱۴۶۔ مثنوی بن پھول: ابن نشاطی (عبدالقادر سروری)

۱۴۷۔ کلیات ولیؔ (سید نورالحسن ہاشمی)

۱۴۸۔ کلیات سوداؔ

۱۴۹۔ کلیات مصحفی

۱۵۰۔ دیوان شاہ نیازؔ: مرتبہ شفیق بریلوی

۱۵۱۔ دیوان شہیدی

۱۵۲۔ مولود شریف: غلام امام شہید

۱۵۳۔ کلیات مومن

۱۵۴۔ کلیات محسن (مرتبہ نور الحسن اتر پردیش اردو اکاڈمی لکھنو)

۱۵۵۔ بہارستان

۱۵۶۔ دبدبۂ امیری

۱۵۷۔ مراۃ الغیب: امیر مینائی

۱۵۸۔ کلیات نظم حالی (مرتبہ ڈاکٹر افتخار اعظمی)

۱۵۹۔ کلیات شبلی

۱۶۰۔ اذان بتکدہ (دلوارم کوثری مرتبہ:۔محی الدین فوق)

۱۶۱۔ ہدیہ شاد (راجہ کشن پرشاد)

۱۶۲۔ ترانۂ ایمان: تمنا مراد آبادی

۱۶۳۔ مجموعہ نظم (نظم طباطبائی)

۱۶۴۔ ذوق نعت (مولانا حسن رضا بریلوی)

۱۶۵۔ امجد حیدر آبادی: ریاض امجد و رباعیات امجد

۱۶۶۔ سامان بخشش از مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی

۱۶۷۔ کلیات اقبال (اردو فارسی)

۱۶۸۔ ارمغان نعت از شفیق بریلوی

۱۶۹۔ شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری)

۱۷۰۔ خیر البشر کے حضور از ممتاز حسن

۱۷۱۔ مصحف بیدم (بیدم وارثی)

۱۷۲۔ ارمغان حرم (سہیل اعظمی مرتبہ:۔شفیق بریلوی)

۱۷۳۔ گلبانگ حرم (حمید صدیقی)

۱۷۴۔ ذکر جمیل (طاہر القادری)

۱۷۵۔ بہارستان، اخبار زمیندار۔ از ظفر علیخان

۱۷۶۔ باغ کلام اکبر، میلاد اکبر، گلزار اکبر۔ اکبر وارثی

۱۷۷۔ والضحیٰ (بیکل اتساہی، مرتبہ عبدالنعیم عزیزی) ۱۹۹۱ء

۱۷۸۔ عبدالعزیز خالد: حمطایا و منحمنا

۱۷۹۔ عبدالحفیظ تائب صلوا علیہ و آلہ اور وسلموا تسلیما

۱۸۰۔ گلزار داغ (داغ دہلوی)

دیگر کتابیں

۱۸۱۔ اقبال اور عشق رسول از پروفیسر عبدالرشید مطبوعہ دہلی

۱۸۲۔ شمع ہدایت از مفتی عبدالحفیظ آگرہ، مطبوعہ کراچی و لاہور ۱۹۵۶ء

۱۸۳۔ روداد مناظرہ مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۳۳۹ھ

۱۸۴۔ دل کی آشنائی از ارشد القادری، مولانا

۱۸۵۔ تحقیقات از شریف الحق امجدی، مفتی مطبوعہ الہ آباد

۱۸۶۔ نزہتہ الخواطر از عبدالحئی رائے بریلوی مطبوعہ حیدر آباد

۱۸۷۔ ستارہ قیصر از غلام احمد قادیانی

۱۸۸۔ حقیقۃ النبوۃ اول (غلام احمد قادیانی، مرتبہ مرزا البشیر الدین)

خطبات، مکاتیب و پیغامات

۱۸۹۔ الخطبات الاحمدیہ از سر سید احمد خاں مطبوعہ لاہور (۱۸۷۰ء)

۱۹۰۔ خطبۂ صدارت ناگپور (محمد محدث کچھوچھوی، مولانا مطبوعہ ناگپور)

۱۹۱۔ پیغام برائے مجلس رضا (مقبول احمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء)

۱۹۲۔ مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خاں

انگریزی کتب

۱۹۲۔ Muslim religion leadership in india 1914 AD by Dr. Barbra. D. Matcalf, Berkley university U.S.A

۱۹۲۔ A History of the Barelvi movement 1900 A.D by Mrs Usha- Sanyal , california university U.S.A

اخبارات و رسائل

۱۔ ماہنامہ المیزان: امام احمد رضا نمبر، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۶ء

۲۔ رسالہ صوت الشرق (عربی) قاہرہ، مصر۔ فروری ۱۹۷۰ء

۳۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ۔ فروری ۱۹۶۲ء، ۱۹۴۹ء

۴۔ نقوش لاہور (ماہنامہ) ۱۹۶۵ء

۵۔ ماہنامہ الحسنات رام پور۔ سالنامہ (شخصیات نمبر ۱۹۷۹ء)

۶۔ ہفت روزہ چٹان لاہور۔ ۲ مارچ ۱۹۶۱ء

۷۔ علی گڑھ میگزین (مسلم یونیورسٹی) نظریاتی ادب نمبر ۱۹۵۸ء

۸۔ ماہنامہ ماہ نو (خصوصی شمارہ۔ مسلم فن و ثقافت نمبر) لاہور مئی ۱۹۸۰ء

۹۔ سیرت پاک (انتخاب مضامین "ماہ نو" کراچی) ادارہ مطبوعہ پاکستان کراچی ۱۹۶۶ء

۱۰۔ ماہنامہ شام وسحر۔ نعت نمبر لاہور۔ جنوری، فروری ۱۹۸۱ء

۱۱۔ روزنامہ حریت کراچی۔ عید میلاد النبی نمبر ۱۵ / مارچ ۱۹۷۶ء

۱۲۔ تہذیب الاخلاق علیگڑھ (ماہنامہ)۔ جنوری ۱۹۸۷ء

۱۳۔ ماہنامہ فاران کراچی سیرت نمبر ۱۹۵۶ء

۱۴۔ رسالہ نگار لکھنو (سالنامہ۔ علوم اسلامی وعلمائے اسلام نمبر ۱۹۵۵ء)

۱۵۔ معارف رضا، کراچی ۱۹۸۳ء، ۱۹۸۴ء، ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۷ء، ۱۹۸۸ء اور ۱۹۶۰ء

۱۶۔ مجلہ امام احمد رضا کانفرنس، کراچی ۱۹۸۶

۱۷۔ سہ ماہی توازن مالی گاؤں سلسلہ ۸ے

۱۸۔ ماہنامہ الہاشمی ٹھٹھہ سندھ (پاکستان) ۸۳ء

۱۹۔ ماہنامہ فکرونظر اسلام آباد جنوری ۱۹۷۶ء

۲۰۔ ہفت روزہ دبدبۂ سکندری رام پور۔ ۳۰ جنوری ۱۹۲۲ء

۲۱۔ روزنامہ جنگ کراچی۔ ۲۵ جنوری ۱۹۲۲ء

۲۲۔ ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی نومبر، دسمبر ۱۹۷۵ء

۲۳۔ اخبار پیسہ لاہور۔ ۲ / نومبر ۱۹۲۱ء

پروفیسر محمد عرفان

(سابق صدر شعبۂ انگریزی، ایف، آر، اسلامیہ کالج، بریلی)

امام اہل سنت، اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی کے سلسلے میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اس سے متعدد کتبخانے زینت پا سکتے ہیں لیکن اعلیٰحضرت کا کلام بلاغت نظام ایک ایسا برزخار ہے جس میں شناوران حقیقت اس پار سے اُس پار تک دشواریاں محسوس کرتے ہیں۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ اعلیٰحضرت کا کلام ایک الہامی کلام ہے جس میں بشریت کو کم اور عشق رسول کو سب سے زیادہ دخل ہے اور عشق رسول ایک ایسی کیفیت ہے جس کو منظوم طور پر پیش کرنے کا نام نعت گوئی ہے۔ اسی کیفیت کو دریافت کرنے میں محترم المقام ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی نے بڑی نکتہ اسی اور دقیقہ سنجی سے کام لیا ہے اور درجہ بدرجہ نو ۹/ابواب میں تقسیم کر کے اس گہر نایافت کو حاصل کر کے اہل علم حضرات کے سامنے پیش کرنے کی سعی مشکور پیش فرمائی ہے۔ اس کتاب کو خصوصیت یہ ہے کہ سب سے اول یہ ریسرچ تھیسس (Research Thesis) کی شکل میں پیش کیا گیا تھا جس پر مصنف ہٰذا کو روہیل کھنڈ یونیورسٹی بریلی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی گئی۔ اِس مقالے میں اس معاصرانہ زمانے کے اکثر و بیشتر حالات و کوائف قلمبند ہو گئے ہیں اور متعدد ایسی سوانحی اور تجزیاتی پہلوؤں پر روشنی گئی ہے جس کی مثال دوسرے مقالوں میں نہیں ملتی۔

میرا یقین کامل ہے کہ مقالہ ھٰذا اصاحبان علم و ادب کی رہنمائی میں زبردست مشعل راہ کا کام کرے گا۔